تاریخِ
ختمِ نبوۃ
مُرتّبہ
ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

نام کتاب..................تاریخ ختم نبوت
مؤلف .... ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
ناشر.................. رئیس الاحرار اکادمی فیصل آباد
صفحات.................. 488
سرورق .... حافظ انجم محمود
تعداد.................. 1100
قیمت..................
اشاعت اوّل.................. اپریل 2005ء

ملنے کے پتے

① مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور۔ ② مکتبہ رشیدیہ 25 لوئر مال، لاہور۔
③ مکتبہ البلاغ اورنگزیب روڈ، نزد خیر المدارس ملتان۔

④ **(Maulna) Sayed Abdul Rahman**
91- Bartholomew St. Leicester - LE 2 1FB U.K

⑤ **Idara Ishaat-e-Islam**
P.O. Box 36 Manchester, M16 7AN England U.K

⑥ **Hafiz Muhammad Akram**
Masjid Iqra 73rd Street, Jackson Heights N.Y. U.S.A

انتساب

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحدیث)

اکابرین علماء وفقہاء ''خاندان علمائے لدھیانہ''

حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ ، حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ،

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے نام!

جنہوں نے خداداد دینی فراست اور فقہی بصیرت کی بنیاد پر

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیچ در پیچ کفریہ دعووں اور مخفی الحادات کو

پہچان کر اس پر بلا توقف وبلا تأمل کفر کا فتویٰ جاری فرما کر

پوری امت محمدیہ ﷺ کے بنیادی عقیدۂ ختمِ نبوت

کو محفوظ تر کر دیا۔

نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

شفیعِ محشر رسولِ اکرم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی
تو ہی تو ہے رحمتِ دو عالم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

خدا نے کون و مکاں بنائے — ترے ہی پھر نام سے سجائے
ترا ہی ہے نام، سب سے اعظم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

ہے تجھ پہ اترا خدا کا قرآں — ہے تیری ہر بات اس پہ برہاں
تو ہی تو ہے بس مرادِ عالم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

جو تشنہ در پہ ہے تیرے آیا — پلٹ گئی ہے پھر اس کی کایا
رکھی ہے زخموں پہ تو نے مرہم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

زمیں، زماں سب شجر فلک بھی — ثنائے خواجہ کریں ملک بھی
سبھی کریں تیرا خیر مقدم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

یتیم ومسکیں کا تو ہے مولیٰ — ہر ایک مظلوم کا تو ماویٰ
کہاں سے لاؤں میں تجھ سا محرم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

خدا کا ہر لطف تیرا صدقہ — جہاں کے ہر گل میں تیرا نقشہ
تجھی سے آباد بزمِ عالم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

ترے صحابہ جہاں میں سارے — ہیں نور و حکمت کے سب ستارے
وہ تیرے ہم دم تو ان کا ہمدم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

خدا کی تخلیق میں تو اجمل — یہ دین سارا ہے تجھ پہ اکمل
ہیں نعمتیں تجھ پہ ساری اَتمّ — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

حبیبؔ کا یہ یقیں ہے ساقی — ترا ہی ہے سب جہاں یہ باقی
ہے سارے نبیوں کا تو ہی خاتم — نہیں ہے تجھ سا جہاں میں کوئی

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از حضرت مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی...... خیر المدارس ملتان

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ.

قارئینِ کرام! اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے ایک ایسی یہودی صفت جماعت کی نشاندہی کی ہے جو ناکردہ افعال پر اپنی مدح کے خواستگار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کو عذاب سے چھٹکارے میں ہرگز گمان نہ کرو۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ موجود تھے جو ناکردہ نیکیوں پر اپنی تعریف کے خواہاں تھے۔ آج کل کے دور میں بھی کچھ لوگ دوسروں کی نیکیوں کو چرا کر اپنے کھاتے میں ڈالنے والے اور عوام سے تعریف کے خواستگار بھی پیدا ہو چکے ہیں۔ نام ''اہلحدیث'' رکھ لیا۔ حدیث کا مفہوم بھی نہیں آتا اور محدثین کے فضائل میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ بغیر شہادت کے کسی کو شہید بنا کر غائبانہ جنازے پڑھنا بلکہ دوسری جماعتوں کے شہداء کو چوری کر کے اپنی جماعت کا فرد ظاہر کرنا۔ چند سال قبل چیچہ وطنی گیا تو مولانا عبدالباقی صاحب مدظلہ نے بتایا کہ یہاں ہمارا ایک شہید چوری ہونے لگا تھا۔ بڑی مشکل سے بچایا۔ بندہ کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ہماری ایک جہادی تنظیم کے ساتھی کشمیر میں شہید ہوئے۔ الدعوۃ والے ان کے والدین کے پاس پہنچے کہ ہم آپ کے بچے کا غائبانہ جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں، وہ سادہ آدمی تھے انہوں نے اجازت دے دی۔ انہوں نے شہر اور اردگرد کے دیہاتوں میں اعلان شروع کر دیا۔ تو ہمارے ساتھیوں کو علم ہوا بڑی مشکل سے اس شہید کے والدین کو روکا کہ تم ''حنفی'' ہو یہ نئی بدعت کیوں شروع کر رہے ہو۔ خیر ان کے ذہن میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے غائبانہ جنازہ کی تردید کر دی۔ اس طرح شہید چوری اور اغوا ہونے سے بچا۔ تو اس

جماعت کو چوری کی ایسی عادت پڑی ہے کہ اہم تاریخی واقعات کو چرا کر اپنے آدمیوں کی طرف منسوب کر کے چھاپنا شروع کر دیا۔ اسی سلسلہ میں دیکھ لیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ''سب سے پہلا کفر کا فتویٰ علمائے لدھیانہ نے لگایا تھا'' اب ان حضرات نے صرف یہ نہیں کہ اس کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف منسوب کر دیا بلکہ دیباچہ میں یہ لکھ دیا کہ بعض لوگوں نے مولوی محمد حسین کی اس اولین سعی کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ اس کو کہتے ہیں چور مچائے شور۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں چوروں کا کھوج لگانے والے ماہر بھی پیدا فرمائے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں بھی علماء لدھیانہ ہی کے خاندان سے حضرت مولانا ابنِ انیس حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مدظلہ کو توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے ان چوروں کا کھوج لگا کر عوام کو اس چوری پر مطلع کیا۔ اگر چہ مولانا نے یہ کام اپنی کتاب (سب سے پہلا فتوائے تکفیر) پر اعتراضات کے دفاع میں شروع کیا تھا مگر لکھتے لکھتے ایسی جامعیت آ گئی ہے کہ غیر مقلدین کے مرزا صاحب سے اندرونی گٹھ جوڑ کے سارے راز افشاء کر دیئے اور بتا دیا کہ ان کی مثال تو ہاتھی کے دانتوں کی ہے کہ کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ الحمد للہ مولانا نے ہر بات باحوالہ نقل کی ہے اور غیر مقلدین کے غلط حوالوں کو بھی اَلَمْ نَشْرَحْ کر دیا ہے۔ تو اس وقت یہ مجموعہ ایسا جامع بن چکا ہے کہ اس میں تکفیرِ مرزائیت کی تاریخِ آغاز محفوظ کر لی گئی ہے اور ساتھ ساتھ غیر مقلدین کی تحریفانہ روش اور اندرونِ خانہ مرزائیت سے ساز باز اور عدالتی اور عوامی بیانات میں تضاد جیسے اہم مضامین بھی آ گئے ہیں۔ اس لئے یہ تاریخی دستاویز کے علاوہ ''ختم نبوت'' پر کام کرنے والوں اور ''لامذہبیت'' کے تعاقب کرنیوالوں کیلئے ایک اہم ہتھیار ہے۔ عوام کیلئے بھی انتہائی مفید کتاب ہے بلکہ اگر غیر مقلدین حضرات تعصب سے ہٹ کر اس کا مطالعہ کریں تو انشاء اللہ ان کے لئے بھی داروئے شفاء ثابت ہوگی۔ اللہ اس تالیف کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور بندہ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے مؤلف کو اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر اجر جزیل عطا فرمائیں (آمین)

(محمد انور اوکاڑوی)

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

وجہ تحقیق

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

''تاریخِ ختم نبوت'' کے عنوان سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ایک تحقیق ہے کوئی شوقیہ تصنیف نہیں۔ اس کتاب کو لکھنے پر کچھ معترضین نے مجبور کیا ہے ورنہ ہمارا یہ مزاج نہیں۔ ہوا یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' علمائے لدھیانہ نے دیا۔ کے عنوان سے ایک کتاب راقم نے لکھی اور ۱۹۹۷ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں چونکہ ''تحریکِ ختم نبوت'' کے سلسلہ میں باقاعدہ طور پر ایسا تاریخی مواد شامل تھا جو کہ اس سے پہلے شائع نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس کتاب کا ہر اس جگہ پر خیر مقدم کیا گیا جہاں جہاں پر یہ کتاب پڑھنے والے اہل ایمان، اہل علم، اہلِ ذوق موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان بھی میں اس کتاب کے دو ایڈیشن بھی چھپ چکے ہیں۔ پاکستان میں اگر چہ ایک ہی ایڈیشن چھپا مگر ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ اب بھی الحمد للہ لوگوں کا شدید اصرار ہے کہ دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے۔ مگر کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کرنے کے بعد کچھ چیزیں سامنے آئیں۔ جو کہ پہلے ایڈیشن میں درج ہونے سے رہ گئی تھیں۔ چنانچہ ان چیزوں کو تلاش کیا گیا۔ الحمد للہ وہ تمام چیزیں مل گئی ہیں اب دوسرا ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے۔

اس سے پہلے کہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا جاتا اسی دوران میں مختلف اہل علم کی آراء اس کتاب کے متعلق موصول ہوئیں۔ جن میں اس کتاب کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کے ابتدائی حالات جو کہ مختلف دعووں کی شکل میں تھے ان کو من وعن پیش کیا گیا ہے۔ اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے چھپنے کے بعد اس وقت کے اہل علم کا جو ردِ عمل تھا اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا گیا۔ اس پر علماءِ لدھیانہ نے کھل کر کفر کا فتویٰ جاری فرمایا۔ مگر کچھ اہل علم ایسے بھی تھے جنہوں نے ابتدائی طور پر اس فتوے سے اختلاف کیا۔ جن میں علمائے دیو بند میں حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور غیر مقلدین کی مکتبہ فکر میں سے مولانا محمد حسین بٹالوی سرفہرست ہیں۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی تحریر میں علماءِ لدھیانہ کے اس فتوے سے اختلاف کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے تو عدمِ واقفیت کی وجہ سے احتیاط کوشی کی بنا پر اس فتوے سے اختلاف کیا۔ جبکہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی سے واقفیت بلکہ بچپن کے ساتھی، ہم مکتب اور ہم مسلک نیز "براہین احمدیہ" کی اشاعت کے بعد تک ہمراز ہونے کی وجہ سے علماءِ لدھیانہ کے اس فتویٰ تکفیر سے نہ صرف اختلاف کیا بلکہ اتنی شدت سے مخالفت کی کہ اس کو باقاعدہ مباحثہ و مناظرے کا رنگ دے کر تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل "براہین احمدیہ پر ریویو" کے عنوان سے فرضی عقلی و نقلی دلائل گھڑ کے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کا ردّ لکھا اور اس کو اپنے رسالہ ماہنامہ "اشاعۃ السنہ" ۱۸۸۴ء میں شائع کیا۔ راقم نے اس ریویو کا کچھ حصہ اپنی کتاب میں نقل کر دیا تھا۔ چونکہ مجھے "اشاعۃ السنہ" کے ریویو کا اتنا حصہ ہی ملا تھا وہ بھی غیر مقلدین کے ہفت روزہ "الاعتصام لاہور" کے آفس میں سے ملا تھا۔ اس کو شائع کر دیا۔ باقی حصہ نہیں مل سکا تھا وہ شائع نہیں کیا گیا۔ اگرچہ قادیان کا ۱۹۲۱ء کا چھپا ہوا مکمل ریویو مجھے مل گیا تھا۔ مگر میں نے قادیان کا مکمل شائع شدہ ریویو اپنی کتاب میں شائع نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ قادیانیوں نے اپنی طرف سے اس میں کچھ تحریف کر دی ہو اس لئے اس پر اعتماد نہ کرتے ہوئے پورا ریویو شائع کرنے کی بجائے جتنا اصل "اشاعۃ السنہ" میں ملا اس کو شائع کیا۔ کتاب کے شائع ہونے کے بعد اگرچہ باقی حصہ بھی مل گیا ہے اب انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں وہ بھی شائع کر دیا جائے گا۔

اتنی طویل تمہید لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ راقم نے اپنی کتاب میں تمام حوالہ جات بغیر کسی تبصرے کے شائع کر دیئے تا کہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد کسی پر کیچڑ اچھالنا نہیں بلکہ تاریخی معلومات کو محفوظ رکھنا تھا۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ ابتداء میں اہل علم کا رائے میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مگر آہستہ آہستہ جب حقیقت حال کھل کر سامنے آتی ہے تو اس پر اتفاق ہو جاتا ہے۔ اس پر کوئی کسی پر طعنہ زنی نہیں کرتا۔ یہی صورتحال کچھ مرزا قادیانی کی کتاب "براہین احمدیہ" کے دعووں میں تھی کہ علماءِ لدھیانہ نے اس کی کتاب "براہین احمدیہ" سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ یہ شخص در پردہ نبوت کا مدعی ہے۔ اس لئے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جبکہ دوسرے اہل علم نے اس سے اختلاف کیا۔ بعد میں آخر

کار سب اہل علم علمائے لدھیانہ کی اس فراست کے قائل ہو گئے اور پھر سب نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مرزا قادیانی کو بالاتفاق کافر قرار دے دیا۔

نیز راقم نے اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں لکھا تھا کہ اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد کسی نئی بحث کو شروع کرنا نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف مرزا قادیانی کے دعووں کے ابتدائی حالات اور اس پر فتویٰ تکفیر کے اصل تاریخی حقائق کو سامنے لانا اور تاریخی ریکارڈ کو درست کرنا ہے۔ راقم کی اس کوشش کی سب حضرات نے تعریف کی اور اس کو ایک تاریخی شاہکار قرار دیا۔

خصوصاً دیوبندی اکابر نے...... سب حضرات نے یہی کہا کہ لدھیانہ چونکہ قادیان کے قریب تھا اس لیے علماء لدھیانہ مرزا قادیانی کے حالات سے واقف تھے۔ نیز مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو انہوں نے دیکھ رکھا تھا اس لئے انہوں نے بلاتوقف اس پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ باقی حضرات خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ چونکہ مرزا قادیانی کے نہ واقف تھے نہ ہی مرزا قادیانی کو دیکھا نہ ہی ملاقات تھی۔ چونکہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو آریاؤں اور عیسائیوں کے خلاف ایک مناظر کی حیثیت سے متعارف کرا رکھا تھا اس لئے حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے اہل علم نے اس وقت فتویٰ تکفیر سے حسنِ ظن کی بنا پر ابتداء اختلاف کیا۔ اسی بات کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اپنی کتاب المہند میں ان الفاظ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

> ''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے۔ ہم اس کے ساتھ تو حسن ظن رکھتے تھے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کی تاویل کر کے محمل حسن پر عمل کرتے رہے اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ قادیانی کے کافر ہونے کے بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔ بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے، کوئی ڈھکی چھپی

بات نہیں۔

(المہند علی المفند ص:۴۴)

اس تحریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علمائے دیوبند نے اس معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ حقیقت حال کھول کر واضح کردی کہ ابتداء میں چونکہ اس کا کفر واضح نہیں تھا اس لئے ہم نے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا اور جب واضح کفر سامنے آ گیا تو بلا جھجک فتویٰ دے دیا۔ علمائے دیوبند نے حقائق کو مسخ نہیں کیا۔

مگر اس کے باوجود برصغیر میں ایک طبقہ ایسا ہے کہ جس کا کام یہ ہے کہ ہر اس اچھے کام کو جو کہ سابقہ دور میں ہو چکا ہے اس کو اپنے بڑوں کے نام سے معنون کردیا جائے۔ چاہے ان کے بڑوں نے اس نیک کام کی بیخ کنی کی ہو۔ مثلاً اسی فتویٰ تکفیر کو دیکھ لیجئے کہ اس طبقہ نے جو کہ غیر مقلد ہے (اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے) کو اپنے ان بڑوں کے نام کردیا۔ جنہوں نے سب سے زیادہ اس فتویٰ تکفیر کی مخالفت کی تھی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی نبوت کو دلائل سے مزین کر کے اس کی جھوٹی نبوت کی بنیاد رکھی تھی۔ گزشتہ کچھ سالوں سے یہ طبقہ ''غیر مقلدین'' تاریخ کے اندر تحریف کا کام زور وشور کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے۔ اور اپنے اکابر کے سیاہ اور داغدار ماضی کو بڑی چابکدستی کے ساتھ سفید اور بے داغ بنا رہا ہے۔

راقم نے اپنی کتاب میں کسی نئی بحث کا آغاز نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلا تبصرہ سب کچھ شائع کیا تھا۔ مگر یہ لوگ میری اس کاوش سے کھٹک گئے کیونکہ گزشتہ کچھ عرصہ سے یہ لوگ ''تحریک ختم نبوت'' کے عنوان سے ایک ماہنامہ ''صراط مستقیم برمنگھم برطانیہ'' میں تحریری مضامین کی شکل میں تحریک ختم نبوت کی تمام کاروائی کو اپنے اکابرین کے کھاتے میں ڈال رہے تھے کہ ایسے وقت میں راقم کی کتاب ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' منظر عام پر آ گئی۔ میں اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ ان کو تاریخی ریکارڈ درست کرنے میں یہ کتاب ممد ومعاون ثابت ہوگی۔ مجھے کئی دوستوں نے کہا کہ آپ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں کیونکہ یہ بات ان لوگوں کو کسی طور پر ہضم نہیں ہوگی اور یہ لوگ کبھی بھی اس کتاب کے تاریخی حقائق کو تسلیم نہیں کریں گے۔ میرا نظریہ یہ تھا کہ چونکہ میں نے اپنی کتاب میں تمام تاریخی حقائق کو کھول کر بیان

کر دیا ہے اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کی خیال انگیزی نہیں کی ہے اور نہ ہی میں نے ان حضرات کو اس معاملہ میں ہدف تنقید بنایا ہے۔ پھر ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ ہماری بھی خواہش ہے کہ کاش ایسا ہی ہو مگر ان حضرات کے سابقہ طرز عمل سے یہ ممکن نہیں کہ ان حقائق کو آسانی سے ہضم کر جائیں۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے؟

میری کتاب جولائی ۱۹۹۷ء کو شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی تھی۔ راقم بذات خود مولانا عبدالسلام راشدی (جو کہ برمنگھم برطانیہ میں مقیم ہیں) کو ساتھ لیکر غیر مقلدین کے ماہنامہ ''صراط مستقیم برمنگھم'' کے دفتر میں جناب حفیظ اللہ صاحب کے ہاتھ میں یہ کتاب ماہ ستمبر 1997ء میں دے آیا تھا۔

چنانچہ تقریباً تین سال خاموشی رہی اور میں یہی سمجھتا رہا کہ شاید بات بن گئی ہے۔ مگر اچانک میری ملاقات مولانا مجاہد الحسینی ''ایڈیٹر صوت الاسلام فیصل آباد'' سے ہوگئی۔ باتوں باتوں میں انہوں نے ذکر فرمایا کہ تم نے جو کتاب ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' کے عنوان سے لکھی ہے اس پر تبصرہ آ گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس کا تبصرہ ہے۔ کیونکہ اور بھی کئی حضرات نے اس کتاب پر مثبت تبصرے فرمائے تھے۔ فرمانے لگے کہ یہ تبصرہ مثبت نہیں ہے بلکہ یہ تو مناظرانہ رنگ میں ہے۔ پھر میرے استفسار پر مولانا مجاہد الحسینی نے غیر مقلدین کا ''ہفت روزہ الاعتصام لاہور'' کا شمارہ میرے آگے رکھ دیا جو کہ جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا تھا۔ میری یہ ملاقات مولانا مجاہد الحسینی سے مئی ۲۰۰۰ء میں ہوئی تھی گویا کہ میری کتاب کی چھپنے کے تقریباً پونے تین سال بعد اس پر تبصرہ ہوا۔ اس کا عنوان ''تحقیق و تنقید سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' تھا۔ تبصرہ نگار جناب ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین صاحب ہیں جو کہ غیر مقلدین کے جریدہ ''صراط مستقیم برمنگھم'' میں باقاعدہ تحریک ختم نبوت کے عنوان سے غیر مقلدین کی خدمات پر سلسلہ وار مضمون لکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ رسالہ ہفت روزہ ''الاعتصام لاہور'' مولانا مجاہد الحسینی سے لے لیا۔ جب اس کا مطالعہ شروع کیا تو حیرانی ہونے لگی کہ ان تمام حقائق کو یکسر پس پشت ڈال کر جھٹلایا جا رہا ہے۔ تبصرہ پڑھنے کے بعد راقم نے اس کو اہمیت نہیں دی اس لئے کہ اس قسم کے تبصرے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اس سے فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ بعض تبصرے اور تحریرات ایسی ہوتی ہیں کہ اس کا کسی مکتب فکر کے نقطۂ نظر سے تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو صاحب مضمون کا نقطۂ نظر سمجھ کر شائع کر دیا جاتا ہے۔ مگر ۲۰۰۱ء میں ڈاکٹر صاحب کی کتاب''

تحریک ختم نبوت'' کے عنوان سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اور یہ کتاب ۲۰۰۳ء میں'' بلیک پول برطانیہ'' میں مقیم مجھے ایک غیر مقلد دوست محمد قاسم رضوی صاحب سے ملی۔ جو کہ اس کتاب کے شائع کرنے کے محرک بھی تھے۔

چنانچہ یہ کتاب پڑھ کر میری توجہ ان چار باتوں کی طرف مبذول ہوئی۔ (۱) سب سے پہلی بات یہ کہ اس کتاب میں یہی تبصرہ بعینہٖ موجود پایا۔ (۲) دوسری بات یہ کہ یہ کتاب غیر مقلدین کے ذمہ دار ادارہ'' صراط مستقیم برمنگھم'' برطانیہ نے شائع کی۔ (۳) تیسری بات یہ کہ یہ کتاب غیر مقلدین کے ذمہ دار اشاعتی ادارہ'' مکتبہ قدوسیہ لاہور'' کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ (۴) چوتھی اور بڑی اہم بات یہ کہ اس کتاب کا مقدمہ غیر مقلدین کی ایک ذمہ دار شخصیت مؤرخ و محقق مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے لکھا۔ نیز مجھے اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے ہندوستان کا سفر کرنا پڑا۔ اس سفر میں دہلی بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جامع مسجد دہلی کے قریب کتابوں کی مختلف دکانوں پر بھی کتابوں کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ اسی دوران مرکز اہل حدیث میں بھی گیا۔ وہاں پر ان حضرات نے ڈاکٹر صاحب کی یہی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' مجھے دی جو کہ ان کے'' ادارہ اشاعۃ السنۃ دہلی'' نے بھی شائع کی ہے۔

ان تمام باتوں نے واضح کر دیا کہ'' الاعتصام لاہور'' میں شائع ہونے والا تبصرہ صرف ڈاکٹر صاحب کی ذاتی رائے ہی نہیں ہے جس کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ یہ برصغیر کے غیر مقلدین کی پوری جماعت کا موقف ہے۔ چنانچہ راقم نے دوبارہ پھر تبصرے کو پڑھا اور ان کی کتاب'' تحریک ختم نبوت'' کا بھی بغور مطالعہ کیا۔ اور بڑے تحمل کے ساتھ ان تمام اعتراضات کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ جو کہ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے تھے۔ یہ سوچ کر کہ ہوسکتا ہے کہ کہیں راقم سے کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ کیونکہ انسان خطاء کا پتلا ہے۔ میں بھی ایک انسان ہوں۔ جب تمام اعتراضات کو سامنے رکھ کر ایک ایک پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یا تو ڈاکٹر صاحب نے سنجیدگی کے ساتھ اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں ہے یا روایتی غیر مقلدانہ دجل سے کام لیا ہے۔ راقم کا تجزیہ ہے کہ غیر مقلدین میں تین باتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ (۱) خود بینی (۲) خود فروشی (۳) کج کلاہی۔

یعنی ہر معاملہ میں خود ہی کو دیکھنا کہ بس ہم ہی ہیں اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جب بھی ضرورت محسوس ہو تو ذاتی مفاد کے لئے اپنے آپ کو بیچ ڈالنا۔ تیسرے یہ کہ پھر اس بات پر ڈھیٹ ہو کر سر پر ٹیڑھی ٹوپی رکھ کر ہر بات سے مکر جانا کہ جیسے یہ ہوا ہی نہیں۔ (آج کل تو ماشاء اللہ ان حضرات نے ٹوپی وغیرہ سے ویسے ہی کنارہ کشی اختیار کر لی ہے) ان باتوں سے ان حضرات کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

ڈاکٹر محمد بہاؤالدّین صاحب کا تعارف

سب سے پہلے راقم کی کتاب پر تبصرہ کرنے والے کا تعارف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ تبصرہ کے ساتھ جب تک تبصرہ نگار کا تعارف نہ ہو اور تبصرہ نگار کا ذہن نہ پڑھا جا سکے اس وقت تک اصل حقائق سامنے نہیں آتے۔

نیز ساتھ دیکھنا یہ بھی ہے کہ غیر مقلدین کی پوری جماعت کو راقم کی کتاب پر تبصرہ کرنے کے لئے پاکستان یا پھر ہندوستان میں اتنے بڑے بڑے غیر مقلد علماء، غیر مقلد مؤرخین، مصنفین، مناظرین میں سے کوئی ایسا کیوں نہ مل سکا جو کہ اس کتاب پر تبصرہ کر سکے۔ بلکہ برطانیہ سے ایک صاحب کا انتخاب کیا گیا۔

''ڈاکٹر محمد بہاؤالدین'' ایک قلمی نام ہے جو کہ غیر مقلدین کی رسالہ ''صراط مستقیم برمنگھم'' میں مضمون نگاری کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ مضمون خصوصاً ''تحریک ختم نبوت'' کے بارے میں ہوتا ہے اور اس میں غیر مقلدین کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور خاص کر وہ غیر مقلدین جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی آبیاری میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

حاشا وکلا میرا اس موضوع پر لکھنے کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ مگر غیر مقلدین کے اس طرز عمل نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ راقم نے جب ان حضرات کی تاریخ میں جھانکنا شروع کیا تو ایسے ایسے رازوں سے پردے اٹھنے لگے کہ الامان۔ چنانچہ جوں جوں تاریخ کی ورق گردانی شروع کی تو حقیقت حال منکشف ہوتی گئی۔

اس معاملہ میں مجھے بالکل الزام نہیں دیا جا سکتا اس لیے کہ میں تو اپنی کتاب پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا جواب دے رہا ہوں۔ میں نے جو بھی جواب دیا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ انہی کے بزرگوں کی عبارات وتحقیقات کو جواب میں پیش کیا ہے۔ جو حقائق ہیں ان ہی کو ذکر کیا ہے۔ بلکہ ان حقائق کو کریدنے کا کریڈٹ بھی غیر مقلدین ہی کو جاتا ہے۔ اگر یہ حضرات میری کتاب پر حقائق کے برعکس اعتراض نہ کرتے تو میں یہ حقائق تلاش نہ کرتا اور ان حقائق کو لکھنے پر مجبور نہ ہوتا۔

ڈاکٹر محمد بہاؤالدّین کی حقیقت

بات طویل ہوگئی تھی اب اصل موضوع کی طرف آتا ہوں وہ یہ کہ ''ڈاکٹر محمد بہاؤالدّین'' کون ہے؟ غیر مقلدین کی جماعت کے ایک بزرگ مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداس پوری جو کہ بورے والا میں مقیم ہیں موصوف ان کے ایک صاحبزادے ہیں۔ ان کا نام محمد سلیمان ہے۔ اظہر ان کا تخلص ہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا ہے۔ پھر بہاولپور یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ پھر ان کا پی، ایچ، ڈی کرنے کو جی چرایا چنانچہ وہ اس کام کے لئے برطانیہ کے صوبہ سکاٹ لینڈ کے دارالحکومت ایڈنبرا میں تشریف لے گئے اور ایڈنبرا یونیورسٹی سے سرورِ عالم خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ کے نظامِ جاسوسی کے متعلق ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ جب یہ حضرت پاکستان پہنچے اور ان کا وہ مقالہ جو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظامِ جاسوسی کے متعلق لکھا تھا پاکستان کے علمی حلقوں تک پہنچا تو صاحب نظر لوگوں کو اس مقالے میں محترم ڈاکٹر صاحب سلمان رشدی کے امام نظر آئے۔ اس مقالے میں کئی مقامات پر توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ سلمان رشدی نے جو کتاب لکھی تھی وہ تقریبا ۸۹۔۱۹۸۸ء میں لکھی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر محمد بہاؤالدّین صاحب نے ۱۹۸۳ء میں پی، ایچ، ڈی، کی تھی۔ اس حساب سے ڈاکٹر صاحب سلمان رشدی کے مقتدیٰ ٹھہرے۔ عجیب بات ہے کہ ان دونوں گستاخان رسول کے نام بھی ایک جیسے ہیں۔ سلمان رشدی اور محمد سلیمان اظہر۔ انہوں نے جو مقالہ لکھا تھا اس کا سرورق یوں ہے۔

THE DEVELOPMENT OF MILITARY INTELLIGENCE IN THE CAREER OF THE PROPHET AT MEDINA

by

MOHAAMMAD SULEMAN

Thesis submited to the university of Edinburgh for the degree of Doctor of Philosophy

March 1983

اس پر بہاولپور میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔اور ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔اس معاملہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اس میں پیش پیش تھے۔مختلف مساجد میں جلسے ہوئے اور احتجاجی قرار دادیں پیش ہوئیں۔اور توہین رسالت کے ایکٹ کے تحت ڈاکٹر صاحب کو سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔جس کی انتہائی سزا موت ہے۔روز نامہ ''سیادت'' بہاولپور ۵۔مئی ۱۹۸۴ء کی خبر کے مطابق مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ہوا۔جس میں ڈاکٹر سلیمان اظہر کے مقالہ پر غور ہوا اور حضور ﷺ کے متعلق گستاخانہ ریمارکس کا جائزہ لینے کے لیئے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔

چنانچہ اس کے متعلق تحقیق شروع ہوئی۔پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم ہوا جس کے سربراہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر تھے۔اس کمیشن کے ارکان نے جب اس مقالے کو پڑھا تو اس میں جا بجا توہین رسالت کے پہلو پائے گئے۔ان دنوں میں ڈاکٹر صاحب مختلف علماء کے پاس بھی صفائی کے لیے جاتے رہے۔چنانچہ کمیشن کی سفارش پر ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر کو توہین رسالت کے ارتکاب کا جرم ثابت ہونے پر یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ خطرے کا ادراک کرتے ہوئے اس کے بعد موصوف روپوش ہوگئے۔اسی روپوشی کے دوران ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر نے ایڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ سے رابطہ قائم کیا جس میں انہوں نے اپنی رام کہانی سنائی۔چنانچہ ایڈنبرا یونیورسٹی کی سفارش پر ان کو فوراً ویزا جاری کیا گیا اور موصوف چھپتے چھپاتے برطانیہ پہنچ گئے۔وہاں پر انہوں نے اپنا قلمی نام محمد سلیمان اظہر سے ''ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین'' رکھ لیا۔اور موصوف اب اس نام سے ''صراط مستقیم برمنگھم'' میں مضامین لکھ رہے ہیں۔اور بقول ان کے

والد، ڈاکٹر صاحب ''نیو کاسل یونیورسٹی'' میں لیکچر دیتے ہیں اور جب سے برطانیہ میں پناہ حاصل کی ہے پھر واپس پاکستان نہیں آئے۔ اگر آئے بھی ہونگے تو چھپ کر آئے ہونگے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب غیر مقلدین کی جماعت کے ایک اہم ستون سمجھے جاتے ہیں۔ یہیں سے ایک بات واضح ہوگئی کہ غیر مقلدین نے اتنی تگ ودو کے بعد ایک ایسے شخص کا انتخاب کیوں کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص تحقیق وتنقید کی بنیاد پر نبی سے رعایت نہیں کرتا وہ اصل حقائق کو تحقیق وتنقید کی آڑ میں غیر مقلدین کے خلاف جانے والے معاملہ کو کیسے ہضم کرلے گا۔

راقم نے اس مقالے میں نشان زدہ مقامات کو پڑھا بھی ہے جس میں اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا قلم بہکنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

ڈاکٹر صاحب کی PHD کا یہ مقالہ ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان'' کے دفتر میں موجود ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس میں دلچسپی ہو تو دفتر ختم نبوت ملتان میں ملاحظہ کرسکتا ہے۔

یہ حالات راقم نے اس لئے لکھ دیئے ہیں تاکہ میری کتاب پر ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ پڑھنے سے پہلے قارئین ڈاکٹر صاحب کے ذہن اور ان کے طریقہء واردات کو جان سکیں۔

حوالہ جات کے متعلق وضاحت

آج کل اکثر کتابوں میں عموماً حوالہ جات اصل کتاب کی بجائے کسی دوسری کتاب سے دیدیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اصل کتابیں نایاب ہوگئی ہیں یا غائب کردی گئی ہیں۔ اس لیئے اکثر مصنفین اصل کتاب تلاش کرنے کی جھنجٹ میں نہیں پڑتے جس کی وجہ سے بعض اوقات کتاب کے حوالہ کی اصل عبارت تبدیل ہوجاتی ہے۔ مگر راقم نے جس کسی کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے تو اس حوالہ کی اصل کتاب کو ہی تلاش کیا۔ الحمدللہ تقریباً تمام حوالہ جات اصل کتابوں سے ہی حاصل کر کے درج کیئے ہیں۔ چنانچہ ان حوالہ جات کے لیے جو کتاب خریدنا ممکن ہوئی اس کو خرید لیا اور جو خریدی نہ جاسکی تو اس کتاب کا مکمل عکس حاصل کرلیا۔ اس لیئے اس کتاب میں جو بھی حوالہ ہے وہ اصل کتاب سے ہی ہے۔

ایک اور بات کی میں وضاحت کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس کتاب میں جس حوالہ کا عکس دینا ضروری سمجھا اس کو شائع کر دیا۔ اور جس حوالہ کا عکس طوالت سے بچنے کے لیے شائع کرنا ضروری نہ سمجھا اس کو شائع نہیں کیا۔ اس کے باوجود اگر کسی صاحب کو کسی حوالے کے عکس کی ضرورت پڑے جو اس کتاب میں شائع نہ کیا گیا ہو تو اس کی فوٹو کاپی ہم سے لے سکتا ہے۔ ہم نے تمام حوالہ جات کے عکس کو کتاب کے آخر میں صفحہ نمبر لگا کر دیدیا ہے۔ اور جن کو ہم نے مناسب سمجھا ان کو موقع پر ہی شائع کر دیا ہے۔

اظہار تشکّر

اس کتاب کی ترتیب میں مرشدی و مولائی حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحب مدظلہ کی دعائیں شامل حال رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر نوح عطاء فرمائے۔

آج کل حوالہ کے لئے اصل کتاب کو حاصل کرنے کے لیے بڑی تگ ودو کرنا پڑتی ہے۔ اور جس کے پاس اصل کتاب ہو وہ بڑی مشکل ہی سے کتاب دیکھنے کے لیے دیتا ہے۔ اور اس کا عکس لینا اس سے بھی مشکل کام ہے۔ مگر الحمدللہ میرے ساتھ سب حضرات نے بھرپور تعاون کیا۔ میں ان سب حضرات کا شکرگزار ہوں۔

(۱) برٹش لائبریری لندن کے شعبہ انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈ روم سے کافی تعاون ملا۔ خصوصاً ''اشاعۃ السنۃ'' کی فائل دیکھنے میں کافی سہولت رہی۔

(۲) جناب علی ارشد صاحب اقصیٰ ٹاؤن فیصل آباد۔ جنکی لائبریری میں بڑی نایاب کتابیں موجود ہیں انہوں نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ تعاون فرمایا۔

(۳) جناب میاں محمد عالم مختار حق صاحب سانده لاہور۔ ان کی لائبریری بھی نادر کتابوں کا خزینہ ہے۔ انہوں نے بھی بڑی دریادلی کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنا دل اور دروازے کھول دیئے۔

(۴) جناب حافظ عبدالرشید ارشد صاحب مدیر ماہنامہ، الرشید لاہور، ان کی وساطت سے میرے لیے کئی دروازے وا ہوئے۔ خصوصاً جناب میاں محمد عالم مختار حق صاحب سے رابطہ انہی کی وجہ سے ہوا۔ حافظ صاحب بیماری اور ضعف کے باوجود راقم کے ساتھ تعاون فرماتے رہے۔

(۵) مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر۔

(۶) جناب نصیر احمد صاحب شنگریلا پریس فیصل آباد۔ ان سے بھی بہت تعاون ملا۔

(۷) جناب حسن مدنی صاحب ماہنامہ "محدّث لاہور" کہ انہوں نے "اخبار اہل حدیث امرتسر" کی فائل دیکھنے کے لیے دی۔

(۸) جامعہ ملیہ اسلامیہ، یونیورسٹی، دہلی (انڈیا) کی انتظامیہ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں تعاون فرمایا۔

(۹) ہمدرد یونیورسٹی، دہلی (انڈیا) کی لائبریری، کے مولانا ظفر قاسمی صاحب نے بھی تعاون فرمایا۔

(۱۰) ابوالکلام اکیڈمی، اوکھلا، دہلی (انڈیا) کے ذمہ داروں نے بھی بھرپور تعاون فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء عطا فرمائے

محتاجِ دعاء

ابنِ انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

فیصل آباد۔ پاکستان

عنوان میں بدعنوانی

عام دستور یہی ہے کہ جب کسی کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپ کر آتا ہے تو اس پر مختلف خیال کے لوگ اپنی بصیرت اور بصارت کے مطابق تبصرہ کرتے ہیں۔ 1997 میں جب میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے متعلق تحریک ختم نبوت کے اصل تاریخی حقائق بیان کرنے کے لیے کتاب لکھی تو اس کا نام ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' رکھا۔ اس پر غیر مقلدین کے نزدیک ان کے عظیم محقق و مؤرخ و نقاد ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (مقیم برطانیہ) نے ''ہفت روزہ الاعتصام لاہور'' جنوری 2000ء میں میری کتاب پر تنقیدی تبصرہ فرمایا تو انہوں نے اپنی تحقیق و تنقید میں میری کتاب کا عنوان ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' ہی رہنے دیا۔ مگر 2001ء میں ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کے عنوان سے جب منظر عام پر آئی تو اس میں انہوں نے صفحہ 129 پر میری کتاب کے عنوان میں غیر مقلدانہ بدعنوانی کر ڈالی۔ ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' کا عنوان بدل کر ''سب سے پہلا متفقہ فتوائے تکفیر'' لکھ دیا میری اس عنوان پر جب نظر پڑی تو فوراً میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک نئی غیر مقلدانہ بدعنوانی کی ہے کیونکہ میری کتاب کے شائع ہو جانے کے بعد غیر مقلدین خصوصاً ڈاکٹر صاحب کو بہت بڑا ذہنی دھچکا لگا ہے اور کئی طریقے سے یہ حضرات میری کتاب میں دیئے گئے تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔

ہم دونوں چیزوں کا عکس اگلے صفحہ پر پیش کر رہے ہیں ایک تو ''ہفت روزہ الاعتصام لاہور'' میں پیش کیے گئے تبصرے کا جس میں میری کتاب کا اصل نام ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' ہے اور دوسرا ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کا جس میں انہوں نے اسی تبصرے کو ذکر کیا ہے مگر اس میں عنوان تبدیل کر کے ''سب سے پہلا متفقہ فتوائے تکفیر'' لکھا ہے۔ اصل میں ڈاکٹر صاحب نے اس عنوان میں بدعنوانی کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر غیر مقلدین کے دعویٰ (یہ کہ سب سے پہلا فتویٰ کفر مولانا بٹالوی نے دیا ہے) کی بات نہ بھی بنی تو کہہ دیں گے کہ ہم نے تو ''سب سے پہلے متفقہ فتوے'' کی بات کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اصل حقائق کو مسخ کرنے کے لیے یہ کوئی نیا طریقہ ایجاد نہیں کیا بلکہ قرآنِ پاک میں ایسے طریقۂ واردات استعمال کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ (المائدہ، رکوع ۱۰)

''بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کے اصل کو چھوڑ کر''

ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۲ ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء

تحقیق و تنقید

(ڈاکٹر بہاء الدین)

سب سے پہلا فتوائے تکفیر

ہمارے دیوبندی بزرگوں کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ سب سے پہلے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں ان کے علمائے لدھیانہ نے لگایا تھا۔ جس سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ ہم نے کچھ عرصہ قبل صراطِ مستقیم برمنگھم (برطانیہ) میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں دیوبندی بزرگوں سے استفسار کیا تھا کہ وہ فتویٰ کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب تا حال ہمیں نہیں ملا۔ اس لئے ہم دوبارہ ان سے عرض کرتے ہیں کہ جس فتویٰ کو آپ نے گزشتہ ایک سو سال سے امام غائب کی طرح چھپا رکھا ہے۔ اسے سامنے لایئے۔ اس کے رُخ سے جانے والا سب سے پہلا فتویٰ تکفیر ہے۔ کتاب پڑھ کر افسوس ہوا کہ مولانا صاحب نے یہ دستاویز پیش نہیں فرمائی۔ تاہم انہوں نے اس دستاویز کے موضوع اور مشمولات کا تعارف اپنی کتاب میں یوں کرایا ہے۔

"اب یہاں پر علمائے لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتویٰ تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا (فتاویٰ قادریہ ص ۲۵) فتاویٰ قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی ص ۲۶ پر

تحریک ختم نبوت ۱۲۹

سب سے پہلا متفقہ فتویٰ تکفیر

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی سب سے پہلے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں علمائے لدھیانہ نے لگایا تھا، جس سے تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ ہم ایک عرصہ سے اس فتویٰ کی تلاش میں ہیں کہ دیکھیں کہ وہ دستاویز کتنی بڑی ہے؟ کس کس کی مہر سے مزین ہے؟ اور کون کون سے دلائل سے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد قادیانی کے کس کس دعوے کی تردید کرتے ہوئے اسے کافر گردانا گیا ہے۔

لدھیانوی خاندان کے وارثوں میں سے ایک بزرگ نے حال ہی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ''ہندوستان میں سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہم نے بڑی دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ بہ ایں امید کیا کہ مصنف اس

یہ جو طرز عمل ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر اختیار کیا ہے۔ اسی قسم کا طریقہ ڈاکٹر صاحب کی تمام تحریروں میں ملے گا۔ کئی مقامات پر یا تو اصل عبارتوں کے الفاظ بدلے ہوں گے یا کئی عبارتیں کاٹ چھانٹ کر اپنے مطلب کے مطابق بنا کر پیش کی گئی ہوں گی۔ اسی سے پڑھنے والے کو اندازہ ہو جانا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے تنقیدی تبصرے میں کون سا طریقہ واردات اختیار کر کے اصل حقائق کو مسخ کیا ہے۔ مگر فکر کی کوئی بات نہیں، خاندان علمائے لدھیانہ کے ابھی علمی وارث موجود ہیں۔ جو غیر مقلدین کی ہر بدعنوانی تحریف، دجل کا ہر سطح پر تعاقب کرتے رہیں گے۔ اور کہیں بھی غیر مقلدین کا دجل وفریب چلنے نہیں دیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ

یہاں پر ہم بغیر کسی تمہید کے ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے ہفت روزہ ''الاعتصام لاہور'' میں کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم جواب بھی دیتے جائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب میری کتاب پر تبصرہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔

''ہمارے دیوبندی بزرگوں کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ سب سے پہلے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں ان کے علماء لدھیانہ نے لگایا تھا جس سے تحریکِ ختم نبوت کا آغاز ہوا ہم نے کچھ عرصہ قبل ''صراط مستقیم برمنگھم'' (برطانیہ) میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں دیوبندی بزرگوں سے استفسار کیا تھا کہ وہ فتویٰ کہاں ہے۔ اس سوال کا جواب تا حال ہمیں نہیں ملا۔ اس لیے ہم دوبارہ ان سے عرض کرتے ہیں کہ جس فتوے کو آپ نے گزشتہ ایک سو سولہ سال سے امام غائب کی طرح چھپا رکھا ہے۔ اسے سامنے لائیے۔ اس کے رخ سے نقاب ہٹائیے۔ نہیں تو اس کی فوٹو کاپی شائع کر دیجیے تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ وہ دستاویز کتنی بڑی ہے۔ کس کس کی مہر سے مزین ہے۔ اور کون کون سے دلائل سے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد قادیانی کے کس کس دعوی کی تردید کرتے ہوئے اسے کافر گردانا گیا ہے۔

لدھیانوی خاندان کے وارثوں میں سے ایک بزرگ مولوی ابن انیس حبیب الرحمن صاحب نے حال ہی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ''ہندوستان میں سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہم نے بڑی دلچسپی سے اس کتاب کا مطالعہ بہ ایں

امید کیا کہ مولانا صاحب ہمارے سوال کا جواب دیں گے اور اس فتویٰ تکفیر کی دستاویز سامنے لائیں گے جو دیوبندی حضرات کے بقول عالم اسلام میں مرزا غلام احمد قادیانی پر۱۸۸۴ء میں دیا جانے والا سب سے پہلا فتویٰ تکفیر ہے۔ کتاب پڑھ کر افسوس ہوا کہ مولانا صاحب نے یہ دستاویز پیش نہیں فرمائی۔ تاہم انہوں نے اس دستاویز کے موضوع اور مشمولات کا تعارف اپنی کتاب میں بایں الفاظ کرایا ہے۔

اب یہاں پر علمائے لدھیانہ کی طرف سے غلام احمد قادیانی پر فتویٰ تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا۔ معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتلانا (فتاویٰ قادریہ ص ۲۵) فتاویٰ قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی ص ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں......یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ۔ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے ۔جیسا کہ ازالہ اوہام میں عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء واموات وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ۔ان سب کو قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاوی قادریہ ص ۲۶) مولانا محمد لدھیانوی کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کس بنیاد پر مرزا غلام احمد پر کفر کا فتوی دیا گیا۔ (سب سے پہلا فتوی تکفیر مرتبہ ابن انیس حبیب الرحمٰن فیصل آباد۔ ۱۹۹۷، ص ۶۷)

ناظرین یہ اقتباس جس کی عبارت کہیں کہیں بے ربط سی محسوس ہوتی ہے۔ مذکورہ کتاب سے نقل مطابق اصل ہے۔ صرف غیر ضروری باتوں کو نقطے............ڈال کر حذف کیا گیا ہے۔ اس عبارت کے مطابق بقول ابن انیس لدھیانہ کے علماء نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد پر اس لیے کفر کا فتوی لگایا تھا کہ وہ خود کو مسیح موعود کہتا ہے۔ معجزات قرآن کا انکار کرتا ہے۔ پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتلاتا ہے اور مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات میں یہ باتیں شامل تھیں یا مضمون ابھی در بطن شاعر تھا۔

۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ (چہار جلد) کے علاوہ کوئی قابل

ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔اس ”براہین احمدیہ“ کے متعلق دورِ حاضر کے احناف کے ایک بہت ہی محترم صاحب علم وقلم مولانا ابوالحسن علی ندوی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کر۔ تے ہیں۔یعنی وہ حیاتِ مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیلِ مسیح ہونے کے قائل نہیں۔نیز یہ کہ اس کتاب میں مرزا غلام احمد، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل اور کسی جدید نبوت اور وحی کا انکار کرتے ہیں۔(قادیانیت۔مطالعہ وجائزہ لکھنو۔ص ۹۔۵۸)

اور مرزا غلام احمد خود بھی لکھتا ہے کہ ”میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ پھر واپس آئیں گے (روحانی خزائن، ایام الصلح تصنیف جنوری ۱۸۹۹ء، مارچ ۱۴ ص ۲۷۲)

ان دوحوالوں سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانے کا مرزا غلام احمد نہ وفاتِ مسیح کا قائل تھا اور نہ خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کا دعویدار تھا۔یہ دعاوی پہلی مرتبہ اس نے اپنے رسائل فتح اسلام اور توضیح مرام میں کئے ہیں۔جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئے تھے۔اور پیغمبروں کی نانیوں اور دادیوں کے متعلق مرزا غلام احمد کے مکروہ ریمارکس اس کے بھی بعد کی بات ہے اور یہ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہوئے تھے جو ۱۸۹۰ء کی تصنیف ہے۔گویا ۱۸۸۴ء میں جن وجوہ کی بنا پر بقول ابن انیس مرزا غلام احمد پر لدھیانویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا وہ ۱۸۹۰ء تک بھی اس کے عقائد میں موجود نہیں تھیں۔جب بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کیسے کھڑی کی جاسکتی ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور ص ۱۲، ۱۳......۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء)

جواب......چل میرے خامے بسم اللہ

ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت سے جو اعتراض سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ وجوہات کفر میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ تمام کی تمام ۱۸۹۰ء کے بعد پیش آئی ہیں۔لہٰذا اس سے پہلے فتویٰ کفر کا دعویٰ بے معنیٰ ہے۔

۲۔ علماء دیوبند کے بعد ابن انیس حبیب الرحمٰن نے جو کتاب لکھی ہے اس میں کوئی ایسی دستاویز پیش نہیں

کی جس سے ڈاکٹر صاحب کو تسلی ہوتی۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو افسوس ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' قابلِ اعتراض نہ تھی کیونکہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں مرزا قادیانی حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں۔ نیز وہ ختم نبوت کے قائل تھے۔

جائزہ

ڈاکٹر صاحب کے ان اعتراضات کا ہم تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

ہمارے استاد حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مفتی خیرالمدارس ملتان جن سے ہم نے ترمذی شریف پڑھی تھی، فرمایا کرتے تھے کہ اعتراض کرنے والا ایک آنکھ سے کانا ہوتا ہے کہ وہ ایک آنکھ سے دیکھ کر اعتراض کرتا ہے اور وہ جان بوجھ کر دوسری آنکھ بند کیئے رکھتا ہے تا کہ جب اسکا دجل ظاہر ہونے لگے تو وہ بہانہ کردے کہ میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ اور اگر کوئی اس کے فریب میں آجاتا ہے تو اس پر بغلیں بجاتا ہے۔ اسی کانا م دجل ہے کہ اس کے سامنے ہر چیز واضح ہوتی ہے مگر پھر بھی اپنے اعتراض پر ڈھٹائی سے قائم رہتا ہے۔

یہاں پر ڈاکٹر صاحب نے بھی غیر مقلدانہ طرز عمل سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ ہم نے اپنی اسی کتاب کے ابتدائی صفحات میں ڈاکٹر صاحب کے ایک دجل ''عنوان میں بدعنوانی'' کی طرف توجہ دلا کر ڈاکٹر صاحب کے طریقۂ واردات کا ذکر کیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے عنوان ہی سے دجل شروع کر دیا ہے۔ اب ہم ڈاکٹر صاحب کے ایک اور دجل کو ذکر کرتے ہیں۔ جس سے انہوں نے اپنے تبصرے کی ابتداء کی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے میرے کتاب سے جو حوالہ نقل کیا ہے وہ ادھورا نقل کیا ہے۔ اور اس میں اپنے دجل کو ثابت کرنے کے لئے لکھدیا کہ ''صرف غیر ضروری باتوں کو نقطے (............) ڈال کر حذف کیا گیا ہے''۔ جبکہ دیکھا جائے کہ جن باتوں کو ڈاکٹر صاحب نے غیر ضروری قرار دے کر حذف کیا ہے وہی باتیں اصل میں ضروری تھیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کے فہم کے مطابق انہی غیر ضروری باتوں کو نقل کرنے سے ان کی جماعت کا بھیانک ماضی کھل کر سامنے آجاتا تھا اس لئے ان باتوں حذف کر دیا گیا۔

ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ وہ غیر ضروری باتیں کیا ہیں۔ قارئین توجہ سے پڑھیں۔

مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا۔ معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں، دادیاں کو فاحشہ بتلانا۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۲۵)

فتاویٰ قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانویؒ صفحہ ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں۔

بعد الحمد و الصلوٰۃ محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی بیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ ھجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی۔ اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا۔ حتیٰ کی علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ تحریر کر دیا۔

اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتابِ ہدایت ماب سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔

یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جلّ شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ۔ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۲۶)

ڈاکٹر صاحب نے اپنے تبصرے میں ہماری کتاب سے حوالہ نقل کرتے ہوئے خط کشیدہ الفاظ کو غیر ضروری قرار دیکر حذف کر دیا ہے۔ اس کی وجہ قارئین پر اب ظاہر ہو گئی ہوگی کہ اس میں چونکہ مولانا محمد لدھیانویؒ نے واضح الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ

''غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ ھجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی۔ اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے''

یہ بات ڈاکٹر صاحب کسی بھی صورت ہضم نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ اس وقت (۱۳۰۱ھ میں) علماء لدھیانہ کے اس فتویٰ تکفیر کی مخالفت کرنے والے ڈاکٹر صاحب کی جماعت کے سرخیل اور ان کے اوّل مکفر مولانا محمد حسین بٹالوی ہی تھے۔ تو ایسی صورت میں ڈاکٹر صاحب کے لئے مولانا محمد لدھیانویؒ کی یہ تحریر غیر

ضروری ہی ہوسکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب جو اپنے آپ کو محقق کے روپ میں پیش کر رہے ہیں اگر ان میں محققانہ دیانتداری ہوتی تو ہمارے حوالے کی پوری عبارت کو پیش کر کے اس پر تحقیق وتنقید کرتے۔ تب معلوم ہوتا کہ انکی حقائق پر کتنی گہری نگاہ ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے فنِ دجل وتلبیس میں پی، ایچ، ڈی، کی ہوئی ہے وہ کس طرح ان حقائق کو لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ طریقہ اپنایا ہوا ہے جو کہ یہودیوں کا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہودی قوم سے ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے تورات میں اس کی سزا ہے کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ (جو کہ تورات کے عالم تھے اور یہودیت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو کر صحابیت کا شرف حاصل کر چکے تھے) انہوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ اس میں رجم کا حکم موجود ہے۔ چنانچہ وہ تورات لائے اور اس کو کھولا لیکن ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیتِ رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کا حصہ پڑھ دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ تو اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔

یہ روایت بخاری شریف جلد ثانی میں صفحہ ۱۰۱۱ پر موجود ہے۔ بالکل یہی یہودیوں والا طریقہ ہماری کتاب کے حوالے کو پیش کرنے میں ڈاکٹر صاحب نے اختیار کیا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے اس فعل کو غیر مقلدین نے صحیح جانتے ہوئے اس کے حق میں مقدمہ لکھدیا۔ اسی سے قارئین کرام کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب نے حوالے کی ابتدائی عبارت کیوں چھوڑی۔

باقی رہی یہ بات کہ ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد لدھیانویؒ کی عبارت کا دوسرا حصہ نقل کر کے یہ جتلایا ہے کہ مرزا قادیانی کے جو نظریات اس حوالے میں نقل کئے گئے ہیں وہ تمام کے تمام ۱۸۹۰ء کے بعد کے ہیں۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ مرزا قادیانی کے یہ نظریات وہ ہیں جو کہ اس نے درپردہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں مولانا بٹالوی کی محبوب ترین اور مصدقہ کتاب ''براہین احمدیہ'' میں کئے تھے۔ اور اس پر علماء لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ جاری فرمایا تھا۔ اور پھر مرزا قادیانی کی اس کتاب کے دفاع میں مولانا بٹالوی میدان میں کود آئے تھے (اس کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے) اور پھر انہی درپردہ اور مولانا بٹالوی کے

...نہ نظریات وہ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۰ء کے بعد ظاہر کر دیا۔ اس پر مولانا محمد لدھیانویؒ نے ۱۸۹۱ء کے بعد مرزا قادیانی کے ایک چیلنج کے جواب میں ایک تحریر لکھی۔ اس تحریر کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں مولانا محمد لدھیانویؒ نے مرزا قادیانی کے ۱۸۹۰ء کے بعد ظاہر کردہ عقائد کا ذکر بایں معنی کیا ہے کہ یہ وہی پوشیدہ نظریات ہیں جن کی وجہ سے ۱۳۰۱ھ میں علماء لدھیانہ نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

مولانا بٹالوی کی تصدیق

مولانا محمد لدھیانویؒ کی اس بات کی تصدیق مولانا بٹالوی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اور فریق دوم (لودہانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مؤلف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج ۷۔ ص ۱۷۲)

ان آیات وفقرات کو دیکھ کر فریقِ مکفّر کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ مؤلف کتاب ان آیات قرآنی کا جو انبیاء کے شان و خطاب میں وارد ہیں۔ اپنے آپ کو مخاطب ٹھہراتا ہے اور ان کمالات کا جو (آیات یا عربی فقرات میں مذکور اور انبیاء سے مخصوص ہیں) محل ہونے کا مدعی ہے۔ پھر اس کے دعویٰ نبوت میں کیا کسر رہی۔

(اشاعۃ السنۃ ج ۷ ص ۱۷۳-۱۷۴)

اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

مرزا قادیانی کی تائید

مولانا محمد حسین بٹالوی کی اس بات کی تائید مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنی تحریرات میں کرتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''اربعین'' نامی اشتہارات کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ جس میں اس نے اس وقت کے علماء کو یہ باور کرایا تھا کہ میرے جو دعوے منظر عام پر آئے ہیں یہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ یہ میری وہ پیش گوئیاں ہیں جو کہ میں ''براہین احمدیہ'' میں بیان کر چکا ہوں۔ اس نے اربعین نمبر ۲ میں صفحہ ۵ سے ۳۴ تک اپنی ان پیش گوئیوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم اس میں سے چند تراشے ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

بعض بے خبر ایک یہ اعتراض بھی میرے پر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت اس پر

فقرہ 'علیہ الصّلوٰۃ والسّلام' اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسروں کا صلوٰۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو پاوے۔میرا سلام اس کو کہے۔........اور مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس المخالفین نے جب ''براہین احمدیہ'' کا ریویو لکھا اس کو پوچھنا چاہئے کہ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۲ میں یہ الہام اس نے پایا یا نہیں اَصْحَابُ الصُّفه. وَمَا اَدْرَاکَ مَا اَصْحَابُ الصُّفه. تَریٰ اَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ. یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ. رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰهِ وَسِرَاجاً مُّنِیْرًا ....اب دیکھو اس الہام میں نیک بندوں کی یہ علامت رکھی ہے کہ میرے پر درود بھیجیں۔اور مولوی محمد حسین سے پوچھو کہ اگر یہ عتراض کی جگہ تھی تو کیوں اس نے ریویو کے لکھنے کے وقت اعتراض نہ کیا۔بلکہ اس الہام میں تو اس اعتراض سے سخت تر ایک اور اعتراض ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ دَاعِیُ اِلَی اللّٰه اور سِرَاجِ مُنِیْر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں۔پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔کیا یہ اعتراض درود بھیجنے سے کچھ کم تھا۔پھر اس سے بھی بڑھ کر ''براہین احمدیہ'' کے دوسرے الہامات پر اعتراض ہو سکتے تھے جنکا مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریویو لکھا۔اور جا بجا قبول کیا کہ یہ الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔بلکہ اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی نے چند گواہوں کے روبرو ''براہین احمدیہ'' جس میں یہ الہامات تھے حد سے زیادہ تعریف کی۔اور فرمایا کہ جب سے اسلام میں سلسلہ تالیف وتصنیف شروع ہوا ہے براہین کی مانند افاضہ اور فضل اور خوبی میں کوئی تالیف نہیں ہوئی۔اور ان کی غرض اس قدر تعریف سے ''براہین احمدیہ'' کے الہامات اور اس کی پیش گوئیاں تھیں جن سے اسلام کے مخالفوں پر حجت پوری ہوتی تھی۔ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے تمام علماء نے بجز معدودے چندان الہامات کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ لیا تھا جو حقیقت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

(اربعین نمبر ۲ ص ۷۔۸۔۹)

اس سے آگے ''براہین احمدیہ'' کے ان الہامات کے چند نمونے درج کر کے مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکَ........هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدیٰ وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه........یَا عِیْسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اِلَیَّ........

اے احمد خدا نے تجھ میں برکت ڈال دی۔.......وہی خدا جس نے اپنے فرستادہ کو بھیجا اس نے دو امر کے ساتھ اسے بھیجا ہے۔ایک تو یہ کہ اس کو نعمت ہدایت کے ساتھ مشرف فرمایا ہے ....اور اس لئے اس کا نام مہدی رکھا۔دوسرا امر جس کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے وہ دین الحق کے ساتھ روحانی بیماریوں کو اچھا کرنا ہے۔یعنی شریعت کے صدہا مشکلات اور معضلات حل کر کے دلوں سے شبہات دور کرنا ہے۔پس اس لحاظ سے اس کا نام عیسیٰ رکھا ہے۔یعنی بیماروں کو چنگا کرنے والا۔غرض اس آیت شریف میں جو دو فقرے موجود ہیں ایک بِالْهُدٰی اور دوسرے دِیْنِ الْحَق ۔ان میں سے پہلا فقرہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ فرستادہ مہدی ہے اور خدا کے ہاتھ سے صاف ہوا ہے اور صرف خدا اسکا معلم ہے اور دوسرا فقرہ یعنی دِیْنِ الْحَق ظاہر کر رہا ہے کہ وہ فرستادہ عیسیٰ ہے۔

(ایضاً تلخیص۔ص ۹ تا ۱۴)

آگے چلیئے:

اے احمد :رحمت تیرے لبوں پر جاری کی گئی ۔تو ہماری انکھوں کے سامنے ہے ۔خدا تیرے ذکر کو اونچا کرے گا اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا۔
اے احمد: تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے..........اے احمد تو مبارک کیا گیا۔اور جو تجھے برکت دی گئی وہ تیرا ہی حق تھا۔تیری شان عجیب ہے اور تیرا بدلہ قریب ہے۔میں تجھے لوگوں کے لئے امام معہود بناؤں گا۔یعنی تجھے مسیح موعود اور مہدی معہود کروں گا

(ایضاص ۲۰۔۱۲)

مزید آگے چلیئے:

ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا اور حق کے ساتھ اتارا۔اور اس میں وہ پیش گوئی پوری ہوئی جو قرآن اور حدیث میں تھی یعنی وہی مسیح موعود ہے جس کا ذکر قرآن شریف اور حدیثوں میں تھا۔

(ایضاص ۲۳)

مزید آگے چلیئے:

اب دیکھو کہ یہ وہ الہامات ''براہین احمدیہ'' ہیں جن کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے

ریویولکھا تھااور جن کو پنجاب اور ہندوستان کے تمام نامی علماء نے قبول کرلیا تھا۔اوران پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا حالانکہ ان الہامات کے کئی مقامات میں اس خاکسار پر خدا تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ اور سلام ہے۔اور یہ الہامات اگر میری طرف سے اس موقعہ پر ظاہر ہوتے جبکہ علماء مخالف ہوگئے تھے تو وہ لوگ ہزار ہا اعتراض کرتے۔لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کئے گئے جبکہ یہ علماء میرے موافق تھے۔یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض نہ کیا۔کیونکہ وہ ایک دفعہ ان کو قبول کر چکے تھے۔اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے دعویٰ مسیح ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے۔یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کرلیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔

(ایضاص ۲۶۔۲۷)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اس تحریر میں دو باتیں واضح کر دی ہیں۔ایک تو یہ کہ اس کے وہ تمام دعوے جو کہ اس نے ازالۃ الاوہام وغیرہ میں ظاہر کئے ہیں (جن کی طرف مولانا محمد لدھیانویؒ نے اپنی تحریر میں اشارہ فرمایا ہے) ان کی بنیاد انہی الہامات پر ہے جن کو وہ ''براہین احمدیہ'' میں درج کر چکا ہے اور اس کی تصدیق مولانا محمد حسین بٹالوی اور غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دل وجان سے کر چکے ہیں۔

دوسرے یہ کہ علماء اس کے پیچ میں پھنس گئے۔مرزا قادیانی کے اس پیچ میں پھنسنے والے علماء دو قسم کے ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو کہ اس کو جانتے نہیں تھے اس سے ملاقات نہیں تھی اور انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کو پڑھا نہیں تھا یا اگر پڑھا تھا اس پر حسن ظن کر بیٹھے تھے یا احتیاط کوش تھے۔اس لئے وہ اس کے پیچ میں پھنس گئے۔

دوسرا علماء کا طبقہ وہ تھا جو کہ مرزا قادیانی کو بڑی اچھی طرح سے جانتا تھا اور اس کا ہم مسلک تھا وہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے ساتھیوں کا تھا جو کہ مرزا قادیانی کے ان تمام الہامات کی تصدیق کرنے میں پیش پیش تھا۔اس کی تفصیل آگے آرہی ہے

علماءِ لدھیانہ کے متعلق مرزا قادیانی کا تجزیہ

مولانا محمد حسین بٹالوی کا تجزیہ علماءِ لدھیانہ کے متعلق ہم گزشتہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں اس میں

انہوں نے فرمایا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے ان الہامات سے ''فریق مکفر (علماءِ لدھیانہ) نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان الہامات میں مؤلف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے''۔ بالکل اسی طرح مرزا قادیانی بھی مولانا بٹالوی کے اس تجزیہ سے متفق ہے۔ وہ اپنی اسی کتاب اربعین نمبر۲۔ کی اسی تحریر میں جو کہ ابھی درج کی گئی ہے اپنے انہی الہامات کے متعلق علماءِ لدھیانہ کا موقف لکھتا ہے۔

یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔ ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان کو ''براہین احمدیہ'' میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمدؒ اور مولوی عبدالعزیزؒ کے۔

(حاشیہ اربعین نمبر۲۔ ص۲۴)

(اس تحریر کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب علماءِ لدھیانہ کی دینی فراست پر غور فرمالیں کہ وہ مرزا قادیانی کے ان پیچ در پیچ الہامات میں نہیں پھنسے بلکہ انہی الہامات کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ دیدیا تھا۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ مولانا محمد لدھیانویؒ کی جو تحریر ہم نے حوالے کے طور پر پیش کی تھی اور ڈاکٹر صاحب نے اس میں کیڑے نکال کر لکھدیا ہے کہ مرزا قادیانی کے یہ دعوے ۱۸۹۰ء کے بعد کے ہیں اس سے علماءِ لدھیانہ کا اوّل مکفر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کی معلومات اگر ادھوری ہیں تو اب معلوم ہو جانا چاہئے کہ مولانا محمد لدھیانویؒ کی اس تحریر کی تصدیق نہ صرف مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۸۴ء میں کی ہے بلکہ مرزا قادیانی بذاتِ خود علماءِ لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کے بعد بھی اس بات کا اقرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ اربعین نمبر۲۔ نامی کتابچہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اور جبکہ علماءِ لدھیانہ نے فتوائے تکفیر ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔

اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کو ہماری دستاویز میں اگر کوئی سقم محسوس ہوا تھا تو دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کی ان دستاویزات سے رجوع کر لیتے جو کہ ہم نے اپنی کتاب میں پیش کی ہیں۔

اربعین نمبر۲

نہیں دیا جاتا۔ اے قادر کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں اور آج تو میرے پاس امین ہے اور تیرے پر دنیا اور دین میں میری رحمت ہے اور تو منصور اور مظفر ہے۔ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور خدا کا مقرب۔ میں تیرا ضروری چارہ ہوں اور میں نے تجھے زندہ کیا۔ میں نے اپنے پاس سے سچائی کی رُوح تجھ میں پھونکی اور اپنی محبت تیرے پر ڈال دی۔ اور تُو نے میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائی۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ اس نے اس آدم کو یعنی تجھ کو پیدا کیا اور اس کو عزت دی۔ یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حُلّوں میں+۔ جو شخص اس کے مطبع سے ردّ کیا گیا اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور یاد کر وہ آنے والا زمانہ جبکہ ایک شخص تیرے پر تکفیر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی ایسے شخص کو جس کے فتوے کا دنیا پر عام اثر ہوتا ہو کہیگا کہ اے ہامان میرے لئے اس فتنہ کی آگ بھڑکا تا میں اس شخص کے خدا پر اطلاع پاؤں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے اور وہ بھی ہلاک ہو گیا (یعنی جس نے یہ فتویٰ لکھا یا لکھوایا)

ص ۱۹

+ یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کیلئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جسکو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اسجگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔ ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان الہامات کو براہین احمدیہ میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آجتک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمد اور عبدالعزیز کے۔ منہ

دراصل ڈاکٹر صاحب کو انہی دستاویزات پر افسوس ہے جو ہم نے مولانا بٹالوی کی طرف سے پیش کردی ہیں۔ یہ وہ تاریخی دستاویزات تھیں جن کو غیر مقلدین نے امام غائب کی طرح چھپا کر رکھا ہوا تھا ان کو ہم نے ظاہر کردیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے بڑی دلچسپی کے ساتھ میری کتاب کو پڑھنے کا دعویٰ کیا ہے مگر ان کی دلچسپی وہاں جا کر ختم ہوگئی جہاں انکے سرخیل نے ہمارے دعوے کو تسلیم کیا ہے۔ ہم نے جو ''فتاویٰ قادریہ'' کا حوالہ دیا تھا وہ آج نہیں چھپا تھا بلکہ اس دور میں شائع ہوا تھا جب ان کے سرخیل بٹالوی صاحب بقید حیات تھے اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو بٹالوی صاحب ضرور اس کی تردید کرتے کیونکہ بٹالوی صاحب کا کام اسوقت صرف اور صرف علماء لدھیانہ کے ہر اچھے کام کی تردید ہی تھا اس کے باوجود بٹالوی صاحب نے ''فتاویٰ قادریہ'' میں شائع شدہ کسی بھی دعوے کی تردید نہیں کی۔ اسی لیے ہم نے غیر مقلدین کے سرخیل جن کے متعلق ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تھا انہی کی طرف سے ان کی تمام دستاویزات پیش کردی تھیں مگر ڈاکٹر صاحب کی غیر مقلدانہ نگاہ ان کی طرف صرف اس لیے نہیں گئی کہ اس میں ان کو اپنے طبقے کا اصلی چہرہ نظر آرہا تھا۔ جو اتنا بھیانک تھا کہ اس پر نظر پڑتے ہی ڈاکٹر صاحب کو اپنی وہ تمام محنت رائیگاں ہوتی ہوئی نظر آئی جو محنت وہ تحریک ختم نبوت کے نام پر غیر مقلدین کے سر تھوپنے پر تلے ہوئے ہیں۔

نیز ہم نے اپنی کتاب میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ علمائے لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی پر جو سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تھا وہ باقاعدہ شائع کر کے تقسیم کیا تھا اور یہ بھی کہیں نہیں لکھا کہ اس فتوے پر علمائے لدھیانہ نے دوسرے اہل علم حضرات کے دستخط کروائے تھے یا مہریں لگوائیں تھیں۔ ڈاکٹر صاحب یہاں پر لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے غیر مقلدانہ طرز اختیار کرتے ہوئے اس بات کو مناظرانہ رنگ دے رہے ہیں کہ اصل فتویٰ لاؤ اور دوسرے حضرات کی تصدیقات دکھاؤ تا کہ پڑھنے والا شش و پنج میں مبتلا ہو جائے۔

سیدھی سی بات ہے کہ اصل فتوے کے اس معاملے میں ڈاکٹر صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی سے پوچھتے۔ کیونکہ وہ اصل فتویٰ جس کا مطالبہ ڈاکٹر صاحب ہم سے کر رہے ہیں۔ وہ مولانا بٹالوی کو مل چکا تھا۔ تبھی تو مولانا بٹالوی نے اس فتوے کی رَدّ میں اور مرزا قادیانی کے حق میں لمبا چوڑا ریویو لکھا۔

اصل میں ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیق و تنقید کی آڑ میں اپنے اس امام غائب کو چھپانا چاہتے

ہیں۔جس کو ہم نے انہی کے سرخیل بٹالوی صاحب کی تحریروں سے ظاہر کر دیا تھا۔اسی لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے سرخیل بٹالوی صاحب کی وہ تحریر پڑھنے والوں کے لیے پیش نہیں کی۔جس میں بٹالوی صاحب نے علمائے لدھیانہ کی طرف سے وجوہات کفر کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔اور اس کے مقابلے میں ہماری تحریرات کو کاٹ چھانٹ کر پیش کر کے اس میں دجل کا سہارا لیا اور انگل پچو سے اپنی مرضی کے مطالب نکال کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اصل حقیقت کیا ہے..... امام کو غائب کس نے کیا

نمبرا: ہم یہاں پر ایک بار پھر غیر مقلدین کی دستاویزات پیش کر رہے ہیں جن پر ڈاکٹر صاحب نے نظر نہیں ڈالی (اب غور کیساتھ ڈاکٹر صاحب پڑھ لیں شاید کچھ پلے پڑ جائے) ان کو ہم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۸ سے لیکر ۱۹۹ تک تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے یہ وہ دستاویزات ہیں جس میں غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے علماء لدھیانہ کے اس کفر کے فتویٰ کو رَدّ کیا ہے جو کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔اس کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔یہ تحریر مولانا بٹالوی نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر کے جواب میں بڑے غصے میں عوام الناس کو فتویٰ تکفیر دینے والوں کا نام ظاہر کرنے کے لیے لکھی تھی۔ڈاکٹر صاحب اس کو غیر مقلدیت کی عینک اتار کر غور سے پڑھ لیں اور اسی طرح دوسرے اہل علم بھی کسی قسم کی غلط فہمی میں نہ رہیں۔

غیر مقلدین کا امام حاضر

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک محقق ہمیں تو امام غائب کرنے کا طعنہ دیتے ہیں جبکہ وہ خود اپنا امام غائب کر گئے ہیں۔اب ہم غیر مقلدین کے غائب کردہ اتنے امام حاضر کریں گے کہ غیر مقلدین گنتے گنتے تھک جائیں گے مگر ہم حاضر کرتے کرتے نہیں تھکیں گے۔جس سے صورت حال صاف واضح ہو جائے گی۔

مولانا بٹالوی نے علماء لدھیانہ کے اس فتوائے کفر پر جو کہ مرزا قادیانی پر دیا تھا اپنے غصہ کا یوں اظہار فرمایا ہے:

نوٹ لائق توجہ گورنمنٹ

اس انکار وکفران پر باعث لدھیانہ کے بعض مسلمانوں کو تو صرف حسد وعداوت ہے جس کے ظاہری دو سبب ہیں ایک یہ کہ ان کو اپنی جہالت (نہ اسلام کی ہدایت) سے

گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد و بغاوت کا اعتقاد ہے اور اس کتاب میں اس گورنمنٹ سے جہاد بغاوت کو ناجائز لکھا ہے۔ لہذا وہ لوگ اس کتاب کے مؤلف کو منکر جہاد سمجھتے ہیں اور از راہ تعصب و جہالت اس کے بغض و مخالفت کو اپنا مذہبی فرض خیال کرتے ہیں مگر چونکہ وہ گورنمنٹ کے سیف و اقبال کے خوف سے علانیہ طور پر ان کو منکر جہاد نہیں کہہ سکتے اور سر عام مسلمانوں کے روبرو اس وجہ سے ان کو کافر بنا سکتے ہیں لہذا وہ اس وجہ کفر کو دل میں رکھتے ہیں اور بجز خاص اشخاص (جن سے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے) کسی پر ظاہر نہیں کرتے اور اس کا اظہار دوسرے لباس و پیرایہ میں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں فلاں فلاں امور کفریہ (دعوی نبوت اور نزول قرآن وتحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لیے اس کا مؤلف کافر ہے۔

موقعہ جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند پر یہ حضرات بھی وہاں پہنچے اور لمبے لمبے فتوے تکفیر مئولف براہین احمدیہ کے لکھ کر لے گئے اور علماء دیوبند وگنگوہ وغیرہ سے ان پر دستخط و مواہیر ثبت کرنے کے خواستگار ہوئے چونکہ وہ کفر ان کا اپنا خانہ ساز کفر تھا جس کا کتاب براہین احمدیہ میں کچھ اثر پایا نہ جاتا تھا لہذا علماء دیوبند وگنگوہ نے ان فتوؤں پر مہر و دستخط کرنے سے انکار کیا اور ان لوگوں کو تکفیر مؤلف سے روکا اور کوئی ایک عالم بھی ان کا اس تکفیر میں موافق نہ ہوا۔ جس سے وہ بہت ناخوش ہوئے اور بلا ملاقات وہاں سے بھاگ گئے اور كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ کے مصداق بنے۔

ناظرین ان کا یہ حال سن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظل حمایت میں باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لیے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں وہ مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں۔ جن سب کا ۵۷ء سے باغی و بدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۶ وغیرہ میں ظاہر و ثابت کر چکے ہیں اور اب بھی پبلک طور پر سرکاری کاغذات کی شہادت سے ثابت کرنے کو موجود و مستعد ہیں اگر وہ یا کوئی ان کا ناواقف معتقد اس سے انکار کرے۔

(بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۶ صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ بابت ماہ شعبان و رمضان، شوال۔ ۱۳۰۱ھ مطابق جون، جولائی، اگست ۱۸۸۴ء)

(اس کا عکس کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

ڈاکٹر صاحب نے دلچسپی کے ساتھ میری کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی اس تحریر پر نظر نہیں ڈالی۔ اگر ڈالی بھی ہوگی تو غیر مقلدانہ نظر ہوگی جبھی تو ڈاکٹر صاحب نے اس تحریر کے متعلق ارشاد نہیں فرمایا اور اپنے اس امام کو غائب کر گئے جو کہ ہمارے دعوے کی تصدیق کر رہا تھا۔ یہ وہ راگ ہے جس کو "تاریخ احمدیت" کے مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵۷، ۲۵۸ پر الاپا ہے۔ اس میں مولانا بٹالوی نے علماء لدھیانہ کے فتوئ کفر کے متعلق یہ بات واضح کردی کہ مرزا قادیانی منکرِ جہاد تھا اور دوسری بات یہ کہ اس کی کتاب (براہین احمدیہ) میں علماء لدھیانہ کے نزدیک امور کفریہ (دعوی نبوت اور نزول قرآن اور تحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لیے اس کا مؤلف کافر ہے۔ تب بھی ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں ہوسکا کہ مرزا قادیانی کی وجوہات کفر کیا تھیں۔ اس لیے کہ مولانا بٹالوی کو بھی اس میں وجوہات کفر نظر نہیں آرہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب ہمارے دعوی کو نہیں تو کم از کم اپنے سرخیل کے اس فیصلہ کو مان لیتے کہ (علماء لدھیانہ مرزا پر سب سے پہلے کفر کا فتوئ دے رہے ہیں) پہلے ہم نے صرف مولانا بٹالوی کی اسی عبارت کو اپنی کتاب میں لکھنے پر اکتفا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر پھر ہم نے مولانا بٹالوی کے وہ دلائل باطلہ بھی ذکر کر دیئے تھے جو انہوں نے مرزا قادیانی کے کفریہ دعووں کے حق میں لکھے تھے۔ گویا کہ غیر مقلدین کے نزدیک مرزا قادیانی کے وہ تمام دعوے اب بھی برحق ہیں جو کہ اس نے "براہین احمدیہ" میں کئے تھے۔ کیونکہ مولانا بٹالوی نے اس کا مکمل دفاع کیا تھا۔

ایک اور دجل..... ایک اور امام حاضر

اس غیر مقلدانہ دجل کو صرف ڈاکٹر صاحب نے ہی فروغ نہیں دیا بلکہ ان کے دوسرے ہم مسلک بھی ان سے چند قدم آگے ہی ہیں جس طرح ڈاکٹر صاحب نے میری کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس عبارت کو چھپایا اسی طرح ان کے ہم مسلک "دار الدعوة السّلفیہ لاہور" والوں نے بھی یہی کام کیا تا کہ لوگوں کے سامنے حقائق نہ آسکیں۔

ہوا یوں کہ جب میں اپنی کتاب لکھ رہا تھا تو "دار الدعوة السّلفیہ" والوں سے وہ فتوئ مانگا جو انہوں نے (مولانا بٹالوی کی طرف سے مرزا قادیانی پر مرتب شدہ فتوی) شائع کیا تھا۔ مجھے ان حضرات نے بڑی آسانی سے دیدیا میں نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو اپنی کتاب میں نقل کردیا۔ جب میری کتاب منظر

عام پر آئی تو ایک دوست نے مجھے توجہ دلائی کہ آپ نے مولانا بٹالوی کے مرتب شدہ فتویٰ میں اپنے خاندان کے فتوے کا ذکر نہیں کیا میں نے عرض کیا کہ "دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور" کی طرف سے شائع شدہ فتوے میں مجھے اپنے خاندان کے فتویٰ کا ذکر نہیں ملا ہوسکتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے علماء لدھیانہ کی مخالفت کی وجہ سے ہمارے خاندان علماء لدھیانہ کا فتویٰ نقل نہ کیا ہو۔ میرے اس دوست نے کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میں نے خود مولانا بٹالوی کے مرتب شدہ فتویٰ میں آپ کے بزرگوں (علماء لدھیانہ) کا فتویٰ دیکھا ہے اب مجھے فکر ہوئی تلاش بسیار کے بعد مولانا عبدالحق خان بشیر کی کتاب "سیف حنفی" مل گئی جس میں تمام حقائق سے پردہ اٹھایا گیا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ مولانا بٹالوی کے دور میں شائع شدہ اصل فتویٰ کے صفحہ ۳۸۱ پر علماء لدھیانہ کی طرف سے دیا ہوا کفر کا فتویٰ موجود ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کے اصل فتوے کا ٹائیٹل ان الفاظ کیساتھ ہے (فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان) مگر "دار الدعوۃ السّلفیہ" والوں نے اس کے الفاظ یوں تبدیل کر دیئے (پاک و ہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ) مولانا عبدالحق خان بشیر نے اس کی فوٹو بھی دے رکھی ہے اور اس میں مولانا نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اصل فتویٰ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کی لائبریری میں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے اطمینان قلب کے لیے گوجرانوالہ کا سفر کیا اور اپنے ایک بزرگ علامہ محمد احمد لدھیانوی جو کہ گوجرانوالہ کی ایک اہم شخصیت ہیں کو ساتھ لیکر مدرسہ نصرت العلوم گیا مدرسہ کی لائبریری میں وہ فتویٰ موجود پایا پھر اس پورے فتوے کی فوٹو کاپی کروا کر ساتھ لے آیا اب وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہیں ۔ پہلے آپ وہ تبصرہ ملاحظہ فرمایئے پھر ہم اس امام غائب فتویٰ کی عبارت پیش کریں گے۔ جس کو غیر مقلدین نے دجل کرنے کے لیے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔

مولانا عبدالحق بشیر لکھتے ہیں۔

غیر مقلدین کی اجتماعی بددیانتی

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ بٹالوی صاحب کے فتویٰ کفر کی طبع اوّل کے ص ۳۸۱ پر علماء لدھیانہ کا فتویٰ کفر موجود ہے اور اس میں ۱۳۰۱ کے فتویٰ کا تذکرہ بھی موجود ہے، مگر اب غیر مقلدین کے مشہور و معروف "ادارہ دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور" نے اس فتوی کا جو جدید ایڈیشن شائع کیا ہے اس میں ایک تو بددیانتی یہ کی گئی ہے کہ علماء لدھیانہ کا فتویٰ حذف کر دیا گیا ہے اور

دوسری بد دیانتی یہ کی گئی ہے کہ اس کا اصل ٹائیٹل شائع نہیں کیا گیا۔ہم اس کے ٹائیٹل کی فوٹو بھی نقل کررہے ہیں اور علماء لدھیانہ کے فتویٰ کی فوٹو بھی،تا کہ قارئین پر غیر مقلدین کی اجتماعی بد دیانتی آشکارا ہو جائے ۔اور یہ بد دیانتی صرف اس لیے کی گئی کہ اصل ٹائیٹل پر ۸۔۷ ہجری درج ہے ۔یعنی ۸۔۱۳۰۷ھ،اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر کے سات آٹھ سال بعد شائع ہوا اور پھر اس کا اصل نام ''فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان'' تبدیل کر کے ''پاک و ہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ'' رکھ دیا گیا تا کہ پڑھنے والے کو یہ تاثر ملے کہ بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر ہی اوّلین فتویٰ ہے۔
(سیف حنفی صفحہ ۱۵۹۔۱۶۰)

اس تفصیل سے حقیقت واضح ہوگئی کہ امام کو غائب کون کر رہا ہے۔لازمی بات ہے کہ امام کو وہی لوگ غائب کریں گے جو کسی امام کے مقلد نہیں ہیں۔

علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر کی عبارت اور اس کا عکس

اب ہم علماء لدھیانہ کے اس فتویٰ تکفیر کی عبارت اور اس کا عکس پیش کرتے ہیں جس کو مولانا بٹالوی نے اپنے فتوے کے مجموعے میں ان الفاظ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

بعض علماء و صوفیاء لودہانہ

لودہانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنا اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ ہجری اس پر عبارت ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا۔

''یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اس فتویٰ کے جو علماء ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد کادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے شامل کیا جائے۔''

وہ اشتہار چونکہ بہت طویل ہے اس لیے اس کے صرف چند فقرات اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔ ''چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا... یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں ....اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں.......... جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اوّل اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے

حقوق و سب محفوظ ہیں

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

جلد ۱۳ — سیزدہم

نمبر چہارم لغایت ہفتم
و نمبر یازدہم و دوازدہم

بابت ۱۳۰۸ھ مجری مطابق ۱۸۹۰ عیسوی

اِس دفعہ کی اشاعت میں تین مضمون علاحدہ نکلے ہیں۔

(۱)

فتوے علمای پنجاب و ہندوستان

(بحق)

مرزا غلام احمد ساکن قادیان

جو اس مجموعہ چھ نمبروں (۴-۵ و ۶ و ۷- و نمبر ۱۱ و ۱۲) میں چھپا ہے۔ ان چھ نمبروں کی۔ قیمت روسائے عظام سے ۵ عام اغنیا سے (۳) متوسط اہل وسعت سے ۲ کم وسعت لوگوں سے ۱ ہے۔ جو خرید کر مفت بانٹے اُس سے ایک روپیہ ہے۔

(۲)

مباحثہ لدھانہ

جو جلد ۱۳ نمبر ۸-۹-۱۰ میں چھپا ہے... قیمت حسب تشریح مراتب بالا...

(۳)

جواب فیصلہ آسمانی

جو چار نمبروں میں جلد ۱۴ کے چھپا ہے اور اسکی قیمت حسب تشریح مراتب بالا ...

ابو سعید محمد حسین مہتم اشاعۃ السنۃ (اسلامیہ... لاہور ...)

الذی ہو حجۃ شرعیۃ بلا ارتیاب کما فصلہ المجیب جزاہ اللہ خیراً ولہ یلحق بہ منیرًا ونسئل اللہ تعالےٰ العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ آمین ثم آمین۔	ملانے والا۔ اجماع مسلمانوں کا مقابلہ کرنے والا۔ چنانچہ مجیب نے بتفصیل بیان کیا۔ خدا اسکو جزاء خیر دے اور فتنہ سے بچاوے۔

(کتبہ محمد اشرف علی)

بعض علمای وصوفیای لودہانہ

لودہانہ کے مشہور مولویون کے پاس یہ مقتضے پیش کیا گیا۔ تو انھون نے اپنا اشتہار ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ ہجری کا اسپر عبارت ذیل لکھکر ہمارے پاس بھیجدیا "یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اُس فتوی کے جو علماء ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد کادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیاہے شامل کیا جائے"۔

وہ اشتہار چونکہ بہت طویل ہے۔ اسلیے اُسکے صرف چند فقرات اسمقام مین نقل کئے جاتے ہین۔ ++ چونکہ ہمنے فتوی ۱۳۰۱ھ مین مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہوجانیکا جاری کردیاتھا ++ یہ شخص اور ہم عقیدہ اسکے اہل اسلام مین داخل نہین۔ اور اب بھی ہمارا یہی دعوی ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہین شرعًا کافر ہین۔ جب مرزا کادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑیگا۔ بعد ہین عیسے موعود ہونے مین کلام شروع ہوگی۔ خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے۔ اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ مین یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسیطرح جو لوگ اسپر عقیدہ رکھتے ہین وہ بھی کافر ہین۔

المشتہر۔ مولوی محمد۔ مولوی عبداللہ۔ مولوی عبدالعزیز ساکنان لودہانہ عفا اللہ عنہم

گا بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہو گی .... خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے.......... جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے .... اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔

المشتہران:

مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز سکنہائے لودہانہ عفا اللہ عنہ

(فتوی علمائے پنجاب و ہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان (بحوالہ اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۳)

(اس حوالہ کا عکس آپ نے ملاحظہ فرما لیا)

یہاں پر دیکھنا یہ ہے کہ غیر مقلدین نے ہمارے اس فتویٰ کی عبارت کو کیوں شائع نہیں کیا جس کو مولانا بٹالوی نے بذات خود شائع کر دیا تھا۔ لگتا ہے غیر مقلدین کو اپنے سرخیل بٹالوی صاحب پر بڑا غصہ ہے کہ انہوں نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر کو اپنے رسالہ میں جگہ دیکر غیر مقلدین کے دعوے کا بھانڈا سر بازار پھوڑ دیا انہوں نے غیر مقلدین کی ناک کٹوادی۔ غیر مقلدین کو چاہئے تھا کہ اس جرم کی پاداش میں مولانا بٹالوی سے لاتعلقی کا اعلان کر دیتے۔ مگر یہ لوگ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ مولانا بٹالوی نے فرقہ غیر مقلدین کے شجر کی جتنی آبیاری کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے باقاعدہ اس فرقہ کو فروغ دیا انگریز کے حق میں فتوے دیئے۔ انگریز سے اپنے فرقے کا نام (اہلحدیث) منظور کرا کے اس کی حکومت کے منظور نظر ہو گئے۔

علماء لدھیانہ کے جس فتوے کو مولانا بٹالوی نے اپنے مرتب شدہ فتوے میں ذکر کیا ہے وہ ایک اشتہار تھا جس کو مختصر کر کے مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ میں درج کیا۔ یہ اشتہار فتاویٰ قادریہ کے صفحہ نمبر ۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۳ پر موجود ہے۔ اتنے طویل اشتہار میں سے اختصار کر کے مولانا بٹالوی نے ہمارے اکابر علماء لدھیانہ کے فتوے کا لب لباب بیان کر دیا۔ مولانا بٹالوی نے اتنے اختصار کے باوجود بھی علماء لدھیانہ کے ان الفاظ (چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا جاری کر دیا تھا) کو ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کی طرح غیر ضروری قرار دے کر حذف نہیں کیا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسی اشتہار میں علماء لدھیانہ نے بٹالوی صاحب کے متعلق یہ الفاظ بھی استعمال کئے تھے کہ

اسی طرح جیسا ہم نے ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت بھی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کر دی جو اس

کے اوّل درجہ کے مددگار تھے

(فتاویٰ قادریہ صفحہ۲۲)

اس کے باوجود مولانا بٹالوی نے اس کو اپنی اناء کا مسئلہ نہیں بنایا۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مولانا بٹالوی پوری صورت حال کو سمجھتے تھے اور علماء لدھیانہ کی فراست کے قائل ہو گئے تھے۔ جبھی تو مولانا بٹالوی نے دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کو باقی رکھا۔ اگر مولانا بٹالوی چاہتے تو اپنی اناء کا مسئلہ بنا کر (جیسا کہ مولانا بٹالوی کا نام لیکر دوکان چمکانے والے موجودہ غیر مقلدین نے کیا ہے) بددیانتی کا یہاں مظاہرہ کرسکتے تھے۔ یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین کی پوری جماعت کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس شخص کو اپنا سرخیل بنا کر اس کو اوّل مکفر قرار دے رہے ہیں وہی ان کے اس دعوے کو بار بار جھٹلا رہا ہے اور غیر مقلدین خوامخواہ یہ اعزاز اس کے سر تھونپ رہے ہیں۔

''براہین احمدیہ'' کے حق میں براہین اہلحدیث

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک غیر مقلدین (جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں) کو اس بات پر اصرار ہے کہ 1891ء سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی وجہ کفر کی نہیں پائی جاتی تھی۔ اور ''براہین احمدیہ'' میں جو بھی دعوے کئے گئے تھے ان تمام دعووں میں کوئی دعویٰ ایسا نہیں تھا جس سے مرزا قادیانی کی طرف سے نبوت کا دعویٰ مترشح ہوتا ہو۔ اس لیے براہین احمدیہ غیر مقلدین کے نزدیک ایک علمی کتاب تھی۔ جس پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے علمی تبصرہ فرمایا۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ان خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مولانا محمد حسین بٹالوی کے اس تبصرے کی کچھ جھلکیاں پیش کرتے ہیں۔ یہاں پر ہم نے ان جھلکیوں کا نام ''براہین احمدیہ'' کے حق میں ''براہین اہل حدیث'' رکھا ہے۔

نوٹ: اس کے مکمل متن کا عکس ہم اپنی کتاب سب سے پہلے فتویٰ تکفیر کے دوسرے ایڈیشن میں شائع کر رہے ہیں۔ لہٰذا اہل ذوق حضرات اس میں تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں۔

براہین اہلحدیث کی کچھ جھلکیاں

ڈاکٹر صاحب شاید اپنے غیر مقلدانہ حجاب کی وجہ سے مولانا بٹالوی کی جو عبارات تبصرہ میں پیش نہ کر سکے وہ ہم پیش کررہے ہیں تاکہ قارئین کو ڈاکٹر صاحب کی تحقیق وتنقید کی اصلیت معلوم ہوسکے۔ اور معلوم ہوجائے کہ علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر میں کون سی خامیاں تھیں اور مولانا بٹالوی کے اس ریویو میں کون کون سی

خوبیاں تھیں ۔یہ تبصرہ مولانا بٹالوی نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں کیا ہے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶۔۷۔۸ جلد نمبر ۷ کے صفحہ ۱۶۹ تا صفحہ ۲۲۰ اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۹۔۱۰۔۱۱ ،جلد ۷ کے صفحہ ۲۵۷ ،تا صفحہ ۳۴۸ یعنی پورے ۱۴۲ صفحات میں یہ تبصرہ یا تقریظ یا ریویو پھیلا ہوا ہے ۔اس کی تفصیل تو میں اپنی کتاب میں درج کر چکا ہوں ۔مگر یہاں پر مولانا بٹالوی کی وہ پھلجھڑیاں پیش کی جاتی ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک (غیر مقلدین) کو کوئی وجہ کفر نظر نہیں آئی کیونکہ مولانا بٹالوی نے جو ریویو لکھا تھا اس میں قادیانی کے مسلمان ہونے کے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے۔

مرزا قادیانی کی تعریف وتوصیف سے ابتداء

مولانا بٹالوی نے اس ریویو کی ابتداء ''براہین احمدیہ'' اور مرزا قادیانی کی تعریف وتوصیف سے کی ہے۔

یہ اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانے میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں ۔لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

(اشاعۃ السنہ ص۱۶۹ نمبر ۶ جلد ۷)

آگے بٹالوی صاحب رقم طراز ہیں:

مؤلف ''براہین احمدیہ'' کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے مولف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوئل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلت برابر جاری رہی ہے اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔

(ایضاص ۱۷۶)

گویا کہ جتنی قربت مرزا قادیانی کی مولانا بٹالوی صاحب کو حاصل تھی اتنی کسی اور کو نہیں تھی اسی لیے علماء لدھیانہ نے جب کفر کا فتویٰ دیا تو بٹالوی صاحب کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا جبھی تو افسوس صد افسوس کے آوازے بلند کر رہے ہیں۔

دیکھئے مولانا بٹالوی صاحب کس انداز سے افسوس کررہے ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی و بحق اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں ہی نے انکار کیا ہے اور برطبق اَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْن اس احسان مؤلف کے مقابلہ میں کفران کر کے دکھادیا۔

ان کے اس انکار و کفران کا مورد و موجب مؤلف کتاب کے وہی الہامات ہیں جو اس کتاب کے اخص برکات سے ہیں ان الہامات کو بعض مسلمان امرتسری تو صرف غیر صحیح و غیر ممکن و نا قابل تسلیم بتاتے ہیں اور بعضے (لودہانہ والے) ان کو کھلم کھلا کفر قرار دیتے ہیں۔

(ایضاً ص ۱۰۷، ۱۷۱)

آ گے لکھتے ہیں۔

''اور فریق دوم (لودہانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مؤلف نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں محل ٹھہرایا ہے اور ان آیات قرآنیہ کا جو خاص آنحضرت ﷺ اور انبیائے سابقین کے خطاب میں وارد ہیں مورد نزول قرار دیا ہے ازاں من جملہ چند آیات معہ ترجمہ ونشان محل بیان از قرآن و براہین احمدیہ کی جاتی ہیں۔

۱ . قُلْ اِنْکُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰه

(آل عمران ع ۴ براہین احمدیہ ص ۵۰۴، ۳۳۹)

''اے رسول تو کہہ دے اگر تمہیں خدا کی محبت ہے تو میری تابعداری کرو خدا تم سے پیار کرے گا۔''

۲ . یَااَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ.

(المدثر ع ۱ ب ص ۲۴۲)

''ترجمہ: اے (نبی) کپڑا لپیٹ کر پڑ جانے والے اٹھ لوگوں کو جگا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر''

۳ . فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْن (۱) (الحجر ع ۶ ۔ ب ص ۵۰۳)

(۱) اس آیت میں واعرض عن المشرکین ہے مگر مرزا قادیانی نے مشرکین کی جگہ جاہلین کر دیا۔ مولانا بٹالوی کے نزدیک یہ تحریف قرآن نہیں ہے۔

''ترجمہ: اے نبی پکار کر کہہ جو تجھے حکم ملا ہے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے''

۴. وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْم (۱)

(زخرف ع ۲ ب ص ۵۰۳)

''مشرکوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی سردار پر کیوں نہ اترا۔

۵. تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِنْ قَبْلِکَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطَانُ اَعْمَالَهُمْ

(نحل ع ۸ ب ص ۵۰۴)

''ہم کو اپنی قسم ہے ہم نے تجھ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے پھر شیطان نے ان کو ان کے بد اعمال اچھے کر دکھائے''

۶. قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ.

(حم سجدہ ع ا ب ص ۵۱۱)

''تو کہہ دے (اے نبی) میں تمہارے جیسا بشر ہی ہوں پر میری طرف وحی ہوتی ہے''

۷. اِنَّا فَتَحْنَالَکَ فَتْحاً مُبِیناً لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّر.

(الفتح ع ا۔ ب ص ۵۱۵)

''ہم نے تم کو (اے نبی) کھلی کھلی فتح دی ہے تا کہ تیرے اگلے پچھلے گناہ ہم معاف کریں''

۸. اَنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر

(کوثر ع۔ا ب صفحہ ۵۱۷)

''اے نبی ہم نے تجھے حوض کوثر عطا کیا ہے پس تو خدا کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

۹. یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَه. (۲)

(آل عمران ع ا ب ص ۵۵۶)

''اے عیسٰی میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا اور تیرے پیروان کو تیرے منکروں سے قیامت تک اونچا رکھنے والا۔''

---

(۱) اس آیت میں مرزا قادیانی نے نزل القرآن لکھا ہے جب کہ اصل آیت میں نزل هذا القرآن ہے۔ بٹالوی صاحب کے نزدیک اس میں بھی تحریف نہیں ہے۔

(۲) اس جگہ مرزا قادیانی نے ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک لکھا ہے۔ جبکہ اصل آیت میں ورافعک الی و مطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک ہے۔ بٹالوی صاحب کے نزدیک یہ بھی تحریف نہیں ہے۔

۱۰. وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ.

(بنی اسرائیل ع ۱۱ ب ص ۴۹۸)

''ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور یہ حق کے ساتھ اترا ہے۔''

۱۱. یَا آدَمُ اُسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّةَ

(البقرہ ع ۴ ب ص ۴۹۶)

''اے آدم تو اور تیری جورو بہشت میں رہو''

اسی قسم کی بیسیوں آیات اور ہیں جس کے مورد نزول ہونے کا مؤلف کو دعوی ہے علاوہ برآں بہت سی عربی وانگریزی وفارسی فقرات ایسے اس کتاب میں درج ہیں جن سے مولف کا دعوی نبوت مترشح ہوتا ہے جیسے یہ فقرات عربی زبان میں انت وجیه فی حضرتی اخترتک لنفسی

(ب ص ۴۸۹)

''ترجمہ:۔ تو ہماری بارگاہ میں صاحب وجاہت ہے ہم نے تجھے اپنے لیے چن لیا ہے۔''

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْباً مِنَ الْقَادِيَانِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ

''ہم نے اس کو یا اس کے الہامات کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ہم نے ان کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور حق کے ساتھ اترے ہیں۔''

ان آیات وفقرات کو دیکھ کر فریق مکفرّ کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ مؤلفِ کتاب ان آیات قرآنی کا جو انبیاء کی شان وخطاب میں وارد ہیں اپنے آپ کو مخاطب ٹھہراتا ہے اور ان کمالات کا (جو آیات یا ان عربی فقرات میں مذکور اور وہ انبیاء سے مخصوص ہیں) محل ہونے کا مدعی ہے پھر اس کے دعوی نبوت میں کیا کسر رہی۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴ جلد ۷)

گویا کہ غیر مقلدین کے سرخیل بٹالوی صاحب کے نزدیک ان الہامات میں کوئی وجہ کفر نہیں پائی گئی جبکہ علماء لدھیانہ نے ان الہامات کو وجہ تکفیر قرار دیا۔ یہاں بٹالوی صاحب علماء لدھیانہ کے فتوی تکفیر کا اقرار کر رہے ہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب اپنے غیر مقلدانہ تجزیے میں یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آگے چلئے۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں۔

شاید وہ مفتری حاسد اپنے افترا کی تائید میں اس کتاب کی ان عبارات وبشارات کو جن میں مولف نے اپنی یا اسلام کی فتح اور مخالفین اسلام کی ہزیمت کی خبریں دی ہیں یا اپنی مشابہت مسیح

علیہ السلام سے بیان کی ہے۔ عوام میں جن کو وہ بہکانا چاہتے ہیں پیش کریں یا کر چکے ہوں۔ لہٰذا اس مقام میں ان عبارات و بشارات کا حل مطلب ضروری ہے تا کہ عوام ان عبارات و بشارات کے مطالب سمجھنے میں غلطی نہ کھائیں اوران مفتریوں کے دھوکہ میں نہ آجائیں۔ پس واضح ہو کہ وہ عبارات وبشارات جن سے ان مفتریوں کے ہاتھ مارنے کا گمان ہے یہ ہیں۔

(ایضاً ص ۱۸۶)

الہام آیۃ الفتح کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اوران پر لکھا ہوا تھا کہ فتح کا نقارہ بجے پھر ایک نے مسکرا کران ورقوں کے دوسری طرف ایک تصویر دکھائی اور کہا کیا کہتی ہے تمہاری تصویر جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رعب ناک جیسے سپہ سالار مسلح فتح یاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں حجتہ اللّٰہ القادر و سلطان احمد مختار لکھا تھا۔

مؤلف کی یہ الہامی پیش گوئی بزبان انگریزی بصفحہ (۴۸۴ کتاب براہین احمدیہ) گاڈ از کم انگ بائی ہز آرمی ہی از ود یو ٹو کل اینمی یعنی خدا اپنا لشکر لیے آرہا ہے وہ دشمن کے مارنے کے لیے تیرے ساتھ ہے۔

(ایضاً ص ۱۸۷)

مولانا بٹالوی کے نزدیک مرزا قادیانی مثیل مسیح تھا

آیتہ خطاب مولف بلفظ یا عیسیٰ براہین میں بصفحہ ۵۵۶ اوراس رسالہ میں بصفحہ ۱۷۳ منقول ہو چکی ہے۔

ان کی تشریح میں مولانا بٹالوی یوں رقم طراز ہیں۔ یعنی مرزا قادیانی مثیل مسیح تھا۔

"اور مولف کو بلفظ یا عیسیٰ مخاطب کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ مولف درحقیقت وہ مسیح موعود ہے جس کا اہل اسلام اور عیسائیوں (دونوں) کو انتظار ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مولف حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہ اور بعض اوصاف میں مماثل ہے۔"

(ایضاً ص ۱۸۸)

آگے چلئے غیر مقلدین کے سرخیل اس کے ساتھ اور کیا فرماتے ہیں:

"اسی صفحہ میں آیہ بشارت غلبہ اسلام منقولہ حاشیہ نقل کر کے حضرت مسیح سے اپنا مشابہ

ہونا (نہ عین مسیح ہونا) ان الفاظ سے بیان کیا ہے یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔"

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ.

اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت وانکسار اور توکل اور ایثار اور آیات وانوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت نہایت ہی باہم متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بے حد اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا تاج ہے اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہیں اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے (ﷺ) سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لیے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح کی پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعے سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔"

(ایضاً ص ۱۹۰، ۱۹۱)

احمد اور محمد

یہاں پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ سے جو تحریر پیش کی ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہیں اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے۔ یعنی حامد اور محمود سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے اور احمد اور محمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

اس کی تشریح میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

''۲۶ برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۷ ۔شائع کردہ احمدیہ اشاعت اسلام لاہور ۱۹۵۲)

دیکھئے یہاں پر مولانا بٹالوی کیا لکھتے ہیں:

''یہ الفاظ ہمارے اس بیان کے مصدق ہیں کہ مؤلف کو مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں بلکہ حضرت مسیح سے مشابہت کا ادعا ہے سو وہ بھی نہ ظاہری و جسمانی اوصاف میں بلکہ روحانی اور تعلیمی وصف میں اور غلبہ اسلام سے جس کی مؤلف کو بشارت دی گئی ہے دلائل و براہین کا غلبہ مراد ہے نہ سیاست ملکی میں غلبہ۔''

اور بصفحہ ۵۵۷ پیش گوئی نمبر (۵) جس میں مؤلف کو بلفظ یا عیسیٰ مخاطب کیا گیا ہے نقل کر کے اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ الخ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یعنی تیرے ہم عقیدہ اور ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھوں گا پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے۔

اس عبارت میں الفاظ حجت، برہان، برکات ہمارے بیان کے صاف مؤید ہیں۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۹۱ تا صفحہ ۱۹۲)

مرزا قادیانی اپنے الہام یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے متعلق لکھتا ہے:

''آج سے چھبیس برس پہلے براہین احمدیہ میں اس عقد کو کھول دیا ہے کیونکہ ایک طرف تو مجھ کو مسیح موعود قرار دیا ہے اور میرا نام عیسیٰ رکھا ہے ۔جیسا کہ براہین احمدیہ میں فرمایا، یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ''

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۶، ۶۷۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مزید تفصیل کے لیے راقم کی کتاب سب سے پہلا فتوی تکفیر ملاحظہ کی جائے:

مرزا قادیانی کو مثیل عیسیٰ قرار دے کر عین عیسیٰ بننے کیلئے بنیاد کی فراہمی

ذرا غور فرمایئے کہ غیر مقلدین کے سرخیل مولانا بٹالوی (جن کے متعلق غیر مقلدین کو بڑا زعم ہے

کہ مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ تکفیر سب سے پہلے انہوں نے مرتب کیا تھا) یہاں پر کیسے کیسے گل کھلا رہے ہیں مرزا قادیانی کی عبارات کی تاویلات وتوجیہات کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب تو مثیل مسیح کا دعویٰ کر رہے ہیں عین مسیح کا دعویٰ نہیں ہے گویا کہ غیر مقلدین کے نزدیک مثیل مسیح ہونا کوئی جرم نہیں بلکہ عین اسلام ہے حالانکہ اس تحریر میں مولانا بٹالوی اپنے ہم مسلک (غیر مقلد، مرزا قادیانی) کو آگے چل کر عین مسیح ہونے کی بنیاد فراہم کر رہے ہے جبھی تو پروگرام کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو بعد میں کھل کر عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مولانا بٹالوی نے یہاں پر مرزا قادیانی کو عین مسیح ہونے کے دلائل مہیا کر دیئے اگر مثیل مسیح ہونا مولانا بٹالوی کے نزدیک کوئی جرم یا گناہ نہیں تو ڈاکٹر صاحب کو خود بھی مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر دینا چاہئے کیونکہ ڈاکٹر صاحب کو بھی اپنے فن تحریر میں اتنی دسترس حاصل ہے کہ وہ دوسروں کی عبارت سے بزورِ قلم اپنی مرضی کے مطلب نکال سکتے ہیں ۔اسی لیے تو ڈاکٹر صاحب نے مولانا بٹالوی کی ان عبارات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ان کے نزدیک مولانا بٹالوی کی یہ توجیہات بالکل درست ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب مولانا بٹالوی کی یہ عبارات بھی اپنی تحقیق میں لاتے اور لوگوں تک پہنچا کر ان کی تاویل یا توجیہہ کرتے جس طرح انہوں نے علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند کی عبارات پر تحقیق کر کے تنقید کی ہے ۔تا کہ پڑھنے والوں کو بھی معلوم ہو جاتا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

مرزا قادیانی کے لیے دعویٰ نبوت کی بنیاد کی فراہمی

غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ مرزا قادیانی نے تو نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا پھر کس طرح علماء لدھیانہ نے اس پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اس وقت کھل کر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ اس نے در پردہ نبوت ہی کا دعویٰ کیا تھا اگر چہ اس کی عبارات کی تاویلات غیر مقلدین کے سرخیل مولانا بٹالوی اپنے زورِ قلم سے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں کر رہے تھے۔ دیکھئے مولانا بٹالوی رقم طراز ہیں:

"فریق دوم کی استدلال کا ماحصل یہ ہے کہ مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے آپ کو بہت سی آیات قرآن کا (جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و آدم و عیسی و ابراہیم علیہم السلام کے خطاب میں وارد ہیں اور از انجملہ گیارہ آیات بذیل وجہ انکار فریق دوم بصفحہ ۱۷۲ منقول ہو چکی ہیں) مخاطب و مورد نزول ٹھہرایا ہے اور ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں (جیسے وجوب اتباع

،نزول قرآن ،وحی رسالت ،فتح مکہ ،حوض کوثر ،زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جاناوغیرہ) محل قرار دیا ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مؤلف ''براہین احمدیہ'' کو درپردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

اس کے جواب دو ہیں اول یہ کہ مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا موردنزول ومخاطب میں ہوں اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ وعیسیٰ وابراہیم وآدم علیہم السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے اس سے میرا خطاب مراد ہے اور نہ یہ دعوی کیا ہے کہ جو خصوصیات وکمالات ان انبیاء میں پائی جاتی ہیں وہ مجھ میں پائی جاتی ہیں کلا واللہ ثم باللہ ثم تاللہ اس کتاب میں یا خارجاً مؤلف نے یہ دعاوی نہیں کئے اور ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب ومراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں جن کو خداتعالی نے ان کمال کا محل ٹھہرایا ہے۔ (ماشاء اللہ کیا خوب اپنے جگری یار کی صفائی کے لیے کیسی کیسی محبوبانہ قسمیں اٹھائی جارہی ہیں......ازمؤلف)

اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے ان کی مراد (جس کو وہ صریح الفاظ سے خود ظاہر کر چکے ہیں ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے) یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خداتعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے ان ہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہے پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں جو معانی مقصود قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغایرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں اور وہ معانی ان معانی کے اظلال وآثار ہیں۔''

تمثیلات

آیۃ نمبر ا (منجملہ آیات پیش کردہ فریق ثانی) کے معنی قرآن میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت کے خطاب میں ہے اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر واجب کیا گیا ہے۔ اور جب ان ہی الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنی اتباع سے اتباع آنحضرت ﷺ مراد قرار دیتے ہیں چنانچہ بصفحہ ۵۰۴ کتاب اس الفاظ ملہمہ کا ترجمہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ اگر تم خدا سے

محبت رکھتے ہوتو میری پیروی کرو یعنی اتباع رسول مقبول کرو تا کہ خدا تم سے بھی محبت کرے۔
(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۱۷۔۲۱۹ نمبر ۷۔ ج ۷)

دیکھئے کس طرح مولانا بٹالوی ڈھٹائی کیساتھ مرزا قادیانی کی صفائی میں لگے ہوئے ہیں۔اس میں مولانا بٹالوی اس بات کی تصدیق کررہے ہیں کہ یہ آیات مرزا قادیانی پرضرور نازل ہوئی ہیں۔(نہ قرآن میں) مگر انہی الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب کیا ہے۔اور اپنی اتباع سے مراد آنحضرت کی اتباع قرار دیتے ہیں۔یعنی مرزا قادیانی کی اتباع کو حضور ﷺ کی اتباع قرار دے رہے ہیں۔گویا کہ مرزا قادیانی کا ابھی سے اتباع کرنا شروع کر دو آگے چل کر وہ مکمل نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مرزا قادیانی جو بھی دعویٰ کر رہا تھا اس کے پیچھے مولانا بٹالوی کا مشورہ شامل تھا۔

آگے چلیے:

مرزا قادیانی کا یہ الہام اِنَّـا اَنْـزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِنَ الْقَادِيَانِ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنَا وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ اس کے متعلق غیر مقلدین کے سرخیل مولانا بٹالوی یوں فرماتے ہیں:

انہی معارف وحقائق کا نزول وہ اس عربی فقرہ میں جس میں قادیان کے قریب الہام نازل ہونے کا بیان ہے مراد خداوندی سمجھتے ہیں نہ قرآن مجید کا نزول جس کا آیت انا انزلناہ میں ذکر ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْباً مِنَ الْقَادِيَانِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ

چنانچہ بصفحہ ۴۹۸ کتاب ان الفاظ کا ترجمہ وہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں۔

''ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پراز معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے''

اس الہام پر مولانا بٹالوی کا فیصلہ

اس میں کسی کو لفظ نزول سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہ گزرے تو اس کو یوں دفع کر سکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش وعطا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔دیکھو خدائے تعالیٰ نے جو ہم کو مواشی جانور کھانے دودھ پینے سواری کرنے کو عطا فرمائے ہیں ان کے عطا کو بھی آیات منقولہ حاشیہ میں اسی لفظ نزول سے تعبیر کیا

ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں فرمایا ہے۔

وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَةَ اَزْوَاج (الزمر ع۱)

ثَمَانِیَةَ اَزْوَاج مِنَ الضَّانِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ (انعام ع ۱۷)

خدا نے تمہارے لیے آٹھ جوڑے مواشی اتارے (یعنی عطا فرمائے) ہیں جن کو دوسری آیت میں بکری بھیڑ گائے اونٹ کے جوڑوں سے تفسیر کیا ہے۔ پس ایسا ہی عطا الہام معارف صاحب قادیان کو نزول سے تعبیر فرمایا تو اس سے نزول قرآن و وحی آیات کا شبہ کیونکر پیدا ہوا۔"

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

ماشاء اللہ بٹالوی صاحب نے مرزا صاحب کے الہام کی کیا خوب تاویل فرمائی "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" یا "کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی" اس کے متعلق کیا کہیں بٹالوی صاحب کو مرزا قادیانی کے اس الہام سے بھی نبوت کی بو نہیں آئی۔ جبکہ علماء لدھیانہ کی فراست علمی نے پہلے ہی اس کو محسوس کر لیا تھا کہ یہ جو اپنے آپ پر نزول بتلا رہا ہے آگے چل کر کیا گل کھلائے گا۔

آگے چلیے!

مولانا بٹالوی کیا فرماتے ہیں پڑھیے اور جھومئے۔

(۱) یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ.

(۲) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ.

اس پر لکھتے ہیں:

آیت نمبر ۲، ۳ کا مؤلف نے ترجمہ نہیں کیا اس لیے ہم نے ان کے الفاظ سے مراد مؤلف کی کلام سے نہیں بتائی لیکن بالقیاس ترجمہ و مراد بقیہ الفاظ آیات یہی یقین کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں تو وہ لفظ مدثر سے آیت نمبر ۲ میں آنحضرت صلعم کو ایسا ہی لفظ فاصدع سے آیت نمبر ۳ میں آنحضرت صلعم کو مراد و مخاطب جانتے ہیں اور جب انہی الفاظ سے خدا تعالیٰ نے ان کو مخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ آیات قرآن میں) وہ اپنا کسی وقت کپڑا لپیٹ کر لیٹ جانا اور باظہار حق مامور ہونا مراد خداوندی قرار دیتے ہیں۔

(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۶۰ نمبر ۹ جلد ۷)

ماشاءاللہ کیا خوب کہی مرزا قادیانی نے توان الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا مگر مولانا بٹالوی اس پر کمربستہ ہیں کہ ان الفاظ کے معنی اپنے قیاس کے ساتھ یقین کو شامل کر کے تحریر فرمارہے ہیں۔ گویا کہ مرزا قادیانی کو معلوم تھا کہ اگر کسی الہام کا ترجمہ اور معنی میں نہ بھی کروں تو میرے دستِ راست سرخیل غیر مقلدین قبلہ جناب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مدظلہ کر دیں گے اور میری نبوت کے لیے ہر طرح سے وہ راستہ صاف کر دیں گے۔ پھر میں جانوں میرا کام جانے۔ مرزا قادیانی کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میرا قریبی ساتھی میرے بچپن کا رفیق میرا ہم سبق مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہوگا کہ میری نہ لکھی ہوئی بات کو بھی اس طرح سمجھ لے گا۔ میرے دلی خیالات کی اس طرح ترجمانی کرے گا۔ کیا خوب گزری ہوگی جب دو دیوانے مل بیٹھے ہوں گے۔

اسی ترتیب سے آگے چلتے ہیں:

مرزا قادیانی کے الہام **انی و جیہہ فی خضرتی اختر تک نفسی** کے متعلق مرزا قادیانی کے ترجمان بٹالوی صاحب یوں رقم طراز ہیں:

''ایسا ہی اس فقرہ عربی کا جس میں مؤلف کی نسبت لفظ **اختــــرتک** (یعنی تجھے میں نے چن لیا وارد ہے اور وہ آیت نمبر ۱۱ کے بعد رسالہ نمبر ۶ میں بصفحہ ۱۷۳ منقول ہے) مؤلف کے کلام سے مطلب ظاہر نہیں ہوتا مگر یہ قرینہ اور کلمات مؤلف کے جن میں صاف تصریح ہے کہ مؤلف کو پیغمبری کا دعویٰ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چن لینے سے وحی ورسالت سے چن لینا مراد نہیں جو انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے اور متعدد آیات (منقولہ حاشیہ وغیرہ) میں ان کے حق میں استعمال ہوا ہے۔ بلکہ اس چن لینے سے خاص قرب وولایت سے چن لینا جو انبیاء کے سوا اور اصفیا و اولیاء میں بھی پایا جاتا ہے۔ یا عام ہدایت اسلام وایمان سے چن لینا (جو گنہگاران اہل ایمان میں بھی موجود ہے) مراد ہے اور ان دونوں معنوں میں اس لفظ کا استعمال بھی بہت مواضع قرآن میں پایا گیا ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱، نمبر ۹ جلد ۷)

یہاں پر بھی حضرت بٹالوی صاحب فرمارہے ہیں کہ مؤلف کے کلام سے مطلب ظاہر نہیں ہوتا مگر بٹالوی صاحب یہاں پر مرزا صاحب کے قرینے کا ذکر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو پیغمبری کا دعویٰ نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود مرزا قادیانی کے اس الہام کو اپنی تاویل کے ذریعہ صحیح قرار دے رہے ہیں۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا غیر مقلدین کے نزدیک اس قسم کے الہامات کی اجازت ہے اگر اجازت ہے تو

[ت]مام غیر مقلدوں کو اس قسم کے الہام ہونے چاہئیں۔

[ظ]لی نبوت کے لیے بنیاد کی فراہمی

گزشتہ صفحات میں جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کی ہر اس تحریر [ک]ی تاویل فرمائی جس میں کسی بھی شکل میں نبوت کے دعویٰ کی جھلک نظر آتی تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مرزا [ق]ادیانی نے اپنے کسی بھی دعوے کی تردید نہیں کی اور نہ مولانا بٹالوی نے اس کے کسی دعوے کی تردید [ک]ی۔ البتہ مرزا قادیانی کے دعووں کی مولانا بٹالوی نے تاویلیں ضرور کی ہیں جبکہ مرزا قادیانی نے اپنے کسی [دع]وے کی تاویل بھی نہیں کی۔ اب مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کی ظلی نبوت کے دعوے کا نہ صرف دفاع کر [رہ]ے ہیں بلکہ اس کو بنیاد فراہم کر رہے ہیں تا کہ آگے چل کر وہ کھلم کھلا اپنی ظلّی نبوت کا اظہار کرے۔

چنانچہ غور فرمائیں، مولانا بٹالوی کیا فرماتے ہیں

پس جس حالت میں مؤلف کی صریح کلام میں یہ باتیں کہ وہ ادنیٰ امتی ہیں اور آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور جو کچھ مؤلف کو عطا ہوا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کا طفیل ہے، اور اصل کمالات و برکات آنحضرت میں ہیں ، مؤلف میں صرف ان کا ظل (سایہ) ہے پائی جاتی ہیں تو اس منطوق کلام مؤلف کے مقابلے اس مفہوم کلام مؤلف کا جو صرف فریق دوم کے خیال میں آیا ہے) کیا اعتبار ہے۔ اور ان کے قول کا لازم (بزعم فریق دوم) عین ان کا قول و مذہب کیونکر ہوسکتا ہے۔

(اشاعة السنہ ص ۲۶۹۔۲۷۰ نمبر ۹ ج ۷)

یعنی علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے اس کلام سے یہ اخذ کر لیا تھا کہ وہ ظلّی نبوت کا دعوی کر رہا تھا [مگ]ر مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ظل سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ بس ظل [ہی] ہوتا ہے۔ اور کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی دلیل میں مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کی عبارت یوں نقل [فر]ماتے ہیں۔

بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ (یہ الفاظ بھی غور وانصاف ناظرین کے طالب ہیں) اور خاکساری کے آستانے پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفاً شیشے کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعے سے ظاہر کرتا

ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے، یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں (یہاں بھی نظر انصاف ہو) اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے مگر چونکہ متبع سنن ان سرور کائنات کا اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لیے کہ جو باوجود نبوی ہے مثل ظل کی ٹھہر جاتا ہے (یہاں بھی غور ہو) اس لیے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الہیہ پیدا اور ہویدا ہیں اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کی اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۷۱ نمبر ۹ ص ۷)

(نوٹ) قارئین اس کی تفصیل ہماری کتاب ’’سب سے پہلا فتوی تکفیر‘‘ کے دوسرے ایڈیشن میں پڑھ سکتے ہیں۔

یہاں پر دیکھا جائے کہ مولانا بٹالوی نے کس طرح مرزا قادیانی کی وکالت کر کے اس کو ظلِ نبوی بنا دیا مگر پھر بھی غیر مقلدین کو اصرار ہے کہ مرزا قادیانی نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا ممکن ہے کہ یہ دعوی نہ کیا ہو مگر مولانا بٹالوی نے اپنے ریویو میں کم از کم مرزا قادیانی کو اس کام کی راہ دکھا دی۔

مرزا قادیانی کے الہام قرآن تھے یا مثل قرآن

مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کا دفاع کرتے ہوئے اپنے ریویو میں قادیانی کے الہامات کو نقل کرتے ہوئے یہ عبارت استعمال کرتے ہیں، جب انہی آیات سے خدا تعالی نے ان کو مخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ آیات قرآن میں) وہ اپنے آپ کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں۔ اس فقرے کو مولانا بٹالوی نے ہر الہام کے ساتھ دہرایا ہے گویا کہ مولانا بٹالوی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ قرآن کی آیات نہیں ہیں بلکہ مرزا صاحب کے علیحدہ الہامات ہیں۔ اس پر علماء لدھیانہ اور کچھ علماء امرتسر نے اعتراض کیا تو مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کی یوں وکالت کرتے ہیں اور بڑی دلچسپ بحث کرتے ہیں۔ یہ تمام تاویلات مولانا بٹالوی نے خود کی ہیں۔ مرزا قادیانی کے خواب وخیال میں بھی یہ تاویلیں نہیں ہوں گی۔

قرآن میں تو وہ ان آیت کو ان ہی مواقع اور معانی سے مخصوص سمجھتے ہیں جن سے وہ (قران یا پہلی کتابوں میں) مخصوص ہیں۔ اپنی شمولیت یا خصوصیت اور اپنے حال کے

مناسب کوئی امر مراد خداوندی قرار دیتے ہیں تو انہی الفاظ آیات یا فقرات میں جو خدائے تعالیٰ نے اس زمانے میں ان کے خطاب والہام میں فرمائے ہیں جس کو بہ نظر ولحاظ ان کے مخاطب کے کوئی قرآن نہیں کہہ سکتا اور نہ ان کے معانی اور مراد کو جن کی مؤلف نے تشریح کی ہے کوئی خاصہ انبیاء سمجھتا ہے

بالجملہ جو اہل اسلام میں قرآن کہلاتا ہے اس کے نزول کا مؤلف کو دعویٰ نہیں ہے اور نہ ان کمالات کے حصول کا دعویٰ ہے جو انبیاء سے مخصوص ہیں اور نہ معانی آیات قرآنی سے ان کو تعرض ہے اور جس کے نزول وحصول کا ان کو دعویٰ ہے اور اس کی تفسیر وتاویل سے انہوں نے تعرض کیا ہے وہ بلحاظ مخاطب قرآن نہیں کہلاتا۔ اور نہ اس کا حصول خاصہ انبیاء ہے۔

(اشاعۃ السنہ ص ۲۶۲۔۲۶۳ نمبر ۹ جلد ۷)

آگے چلیے:

اس پر مولوی صاحب امرتسری (سرگروہ فریق اوّل کا یہ اعتراض جو بصفحہ ۱۷۴ نمبر ۶ جلد ۷ میں گزرا) کہ جو آیات غیر نبی کے الہام میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن نہیں تو صورت و الفاظ میں مثل قرآن تو ہیں۔ اس سے قرآن کا دعویٰ تحدی واعجاز ٹوٹتا ہے نہایت تعجب کا مورث اور کمال افسوس کا محل ہے۔ خدا جانے اس بزرگ کے فہم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسی باتیں اس کی قلم وزبان سے نکلتی ہیں۔ اور زیادہ تر افسوس ان لوگوں پر ہے جو صاحب فہم سلیم وحواس مستقیم کہلاتے ہیں اور کسی قدر پڑھے لکھے بھی ہیں پھر وہ اپنے سرگروہ (معترض) کی ایسی باتوں کو بے سوچے بن سمجھے بسروچشم قبول کر لیتے ہیں۔ یہ سب حضرات استاذ وشاگرد اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ ان آیات کو جو غیر نبی کے الہام میں پائی جاتی ہیں مثل قرآن کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ قرآن میں موجود ہیں۔ ان کو قرآن نہ کہنا تو صرف اس نظر سے ہے کہ اس وقت اس کا مخاطب وملہم غیر نبی ہے۔ حقیقت میں تو یہ وہی آیات ہیں جو قرآن میں موجود ہیں اور اس نظر سے کہ قرآن میں ان کے مورد نزول ومخاطب آنحضرت ہیں۔ وہ قرآن کہلاتی ہیں۔ اور ایک کلام کو ایک ہی وقت میں مخاطب (یا متکلم) کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد ومحل اعتراض نہیں ہے۔ اور کلام ہمیشہ مخاطب یا متکلم کے اختلاف سے (باوجودیکہ اس کے الفاظ صورت کچھ نہ بدلے) مختلف نام رکھواتا ہے۔ کبھی

ایک کلام جبکہ اس کا متکلم (مثلاً خدا تعالیٰ کو ٹھہرایا جائے۔ کلام رحمانی کہلاتا ہے۔ کبھی وہی کلام جبکہ اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے شیطانی یا فرعونی کلام کہلاتا ہے۔ اس کی تمثیل میں ہم دو کلام قرآن سے پیش کرتے ہیں۔ قرآن میں ایک یہ کلام ابلیس سے منقول ہے۔ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو نے ہی خود آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) اور ایک یہ کلام فرعون سے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں تمہارا بڑا رب ہوں) ان دونوں کو اگر یوں خیال کریں کہ یہ ابلیس و فرعون کے کہے ہوئے ہیں۔ (خواہ کسی زبان میں انہوں نے کہے ہوں) تو یہ کلام شیطانی و فرعونی کہلاتے ہیں اور اگر بعینہ ان دونوں کی نسبت یہہ خیال کریں کہ یہ بہ ضمن حکایت ابلیس و فرعون یہ کلام خدا میں پائے گئے ہیں تو یہ کلام رحمانی اور جزو قرآن کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اختلاف مخاطب کے سبب اختلاف کلام کو سمجھنا چاہئے۔ جو کلام خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کے خطاب میں فرمایا ہے اور وہ ایک کتاب (معروف) میں درج ہو کر مسلمانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ قرآن کہلاتا ہے۔ وہی کلام اگر کسی غیر نبی کے خطاب میں اور پہلی کتاب تورات، انجیل وغیرہ میں یا کسی ولی کے الہام میں خدا نے فرمایا ہے تو وہ قرآن نہیں کہلاتا۔ گو حقیقت میں وہ بعینہ وہی کلام ہے جو قران میں پایا جاتا ہے۔ بالجملہ یہاں بجز ایک کلام دوسرا کلام نہیں ہے۔ جس کو مثل نظیر کہا جاسکے۔

یہ بات معترض کے خیال میں بھی آئی ہے۔ اور بناء علیہ اس نے اعتراض مقابلہ بالمثل سے آنکھ بند کر کے خود یہ خیال کر لیا یا کسی کو اس خیال پر پایا ہے۔ کہ ان الہامات میں اقتباس بقرآن پایا جاتا ہے۔ پھر اس پر یہ اعتراض جڑ دیا ہے کہ اقتباس بقرآن کو تو فقہا نے کفر قرار دیا ہے۔ ان الہامات میں اقتباس بقرآن کیوں کیا گیا۔ لیکن اس اعتراض کے وقت بھی اتنا نہ سوچا کہ فقہا نے کس اقتباس کنندہ کو کافر کہا ہے۔ اور یہاں اقتباس کنندہ کون ہے۔

بزرگ آدمی۔ فقہا کے نزدیک (آپ کے زعم میں نہ نفس الامر میں) اقتباس کرنے سے کافر ہوتے ہیں تو انسان یا مسلمان جو انسان ہو کر کلام خدا سے اقتباس کرتے ہیں اور ان الہامات میں (اگر اقتباس بہ قرآن ہے) تو اقتباس بہ قرآن کرنے والا خود خدا ہے۔ جو کبھی کسی فعل سے اور کسی فقیہ کے فتویٰ سے کافر نہیں ہوسکتا۔ اور اگر خدا کی نسبت بھی اس اقتباس کے

سبب آپ فتویٰ کفر دیتے ہیں تو بتاویں کہ اس فتویٰ میں آپ کا پیشوا و مقتدا کون ہے اور کس کتاب فقہ چھوٹی یا موٹی نئی یا پرانی میں لکھا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے کسی کلام میں اپنے دوسرے کلام سے اقتباس کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اس کا جواب آپ دیں خواہ نہ دیں ان الہامات میں آپ کی تجویز اقتباس اور اس پر مقتبس کی تکفیر سے اتنا تو ثابت ہوا کہ آپ اس کلام کو بعینہٖ قرآن سمجھتے ہیں۔ تب ہی اس پر اقتباس کا اعتراض کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی وہ آیات مثل قرآن نہیں عین قرآن ہیں اور وہ اعتراض آپ کا بے سوچ بن سمجھے قلم سے نکل گیا ہے۔ اس مقام میں پھر معترض کے فہم پر افسوس کرتا ہوں اور زیادہ تر ان لوگوں پر جو صاحب فہم وحواس کہلا کر معترض کے ایسے اعتراضوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ۲۶۳ تا ۲۶۷ نمبر ۹ جلد ۷)

یہاں پر مولانا بٹالوی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے مرزا قادیانی کے الہامات کو صحیح قرار دیکر اس پر کیا جانے والا ہر اعتراض رَدّ کیا ہے یہاں پر ڈاکٹر صاحب سے میرا سوال ہے کہ کیا مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کے الہامات کو صحیح قرار دینے میں جو بحث کی ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر صحیح ہے تو ڈاکٹر صاحب کو چاہیئے کہ مرزا قادیانی کے ہر الہام کو درست قرار دے کر اس پر ایمان لے آئیں۔

مولانا بٹالوی کے نزدیک مرزا کے الہامات اگر مثل قرآن ہیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں۔

آگے سنئے اور سر دھنیئے۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

اور اگر بر سبیل تنزل اور بطور فرض ان آیات ملہمہ کا مثل قرآن ہونا ہی مان لیں تو بھی قرآن کا بے مثل ہونا باطل نہیں ہوتا اور نہ اس کا دعویٰ اعجاز و تحدّی ٹوٹتا ہے۔ یہاں اگر بقول معترض قرآن کی مثل پائی گئی ہے تو وہ خود خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کسی مخلوق (جن وانس) کی طرف سے۔ اور جس مثل قرآن کی خدائے تعالیٰ نے نفی کی ہے اور بناء علیہ قرآن معجز و بے مثل کہلاتا ہے اور منکرین سے تحدّی (طلب معارضہ ومقابلہ بالمثل) کرتا ہے اس سے مخلوق کی بنائی ہوئی مثل مراد ہے نہ وہ مثل جس کو خود خدا نازل کرے خدائے تعالیٰ نے جہاں مثل کا مطالبہ کیا ہے وہاں منکرین قرآن (جن وانسان) کو مخاطب کیا ہے چنانچہ مشرکین مکہ کو فرمایا ہے کہ:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ
(بقرع ۳)

''تم کو قرآن کی منجانب اللہ نازل ہونے میں شک ہے تو تم کوئی سورت مثل قرآن بنالاؤ۔''

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل ع ۱۰)

دوسری آیت میں یوں فرمایا ہے کہ اگر آدمی اور جن مل کر اس بات پر اتفاق کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی مثل مخلوق سے نہیں بنائی جاتی۔نہ یہ کہ خدائے تعالیٰ بھی اس کی مثل بنانے پر قادر نہیں۔بناء علیہ اگر آیات ملہمہ کو (جو خدا کی طرف سے مؤلف براہین احمدیہ پر نازل ہوئی مانی جاتی ہیں) مثل قرآن بھی مان لیا جائے تو اس سے قرآن کا وہ دعوی کہ اس کی مثل بنانے پر جن وانس قادر نہیں ہیں اور وہ جن وانس کی بنائی ہوئی مثل نہیں رکھتا کہاں باطل ہوتا ہے۔اس مقام میں مجھے پھر معترض کے فہم پر افسوس کرنے کا موقع ملا ہے اور زیادہ ان لوگوں پر افسوس کرنے کا جو اہل علم کہلا کر معترض کی ایسی باتوں میں اس کی تقلید کرتے ہیں اور بے سوچے بن سمجھے ان باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ بہ شق فرض نزول آیات قرآن غیر نبی پر ان آیات کا نزول خدا کی طرف سے ہے۔پھر اگر وہ مثل قرآن ہوں بھی تو اس سے قرآن کا کیا نقصان ہے اور ایسی مثل قرآن کے نفی ومحال ہونے پر عقلی یا نقلی کون سی دلیل قائم ہے۔

استدلال فریق دوم کا ایک جواب تمام ہوا کہ مؤلف کو ہرگز یہ دعوی نہیں کہ آیات قرآن کا مورد ونزول ومخاطب میں ہوں اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ جو کمالات انبیا میں پائے جاتے ہیں وہ مجھ میں متحقق ہیں اور جن الہامات وکلمات مؤلف سے فریق دوم نے یہ دعاوی نکالے ہیں ان سے یہ دعاوی ہرگز نہیں نکلتے۔پھر ان کی نسبت فریق دوم کا یہ گمان بدوظن فاسد کہ ان کو در پردہ پیغمبری کا دعویٰ ہے بہتان وافترا نہیں تو کیا ہے۔

دوسرا جواب ہم نے بطور تنزل وفرض محال یہ بھی مان لیا کہ جن باتوں کی ہم نے جواب اول میں نفی کی ہے وہ مؤلف کے کلام سے ضرور نکلتی ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کے کلام کی

تصحیح وتشریح میں کہا ہے وہ سب غلط ہے پھر بھی جو کچھ ان کے ذمے لگایا جاتا ہے ان کے کلام کا مفہوم ولازم ہوگا اس کو صریح منطوق کلام مؤلف تو کوئی نہ کہہ سکے گا کیونکہ مؤلف نے صریح کہیں نہیں کہا کہ قرآن مجھ پر نازل ہوا ہے اور نہ کہیں صریح پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور نہ یہ صریح کہا ہے کہ جو کمالات انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ باتیں فریق دوم کو ان کے کلام سے مفہوم ہوئی ہیں اور بزعم فریق دوم مؤلف کے دعاوی سے لازم آئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں ہوتا اور نہ مفہوم کلام بمقابلہ منطوق لائق اعتبار سمجھا جاتا ہے۔

(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۶۷ تا صفحہ ۲۶۹ نمبر ۹ جلد ۷)

یہاں پر دو باتیں واضح ہوگئیں:

نمبر ۱: یہ کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے انہی الفاظ سے یہ جان لیا تھا کہ وہ در پردہ پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی لگایا۔ مولانا بٹالوی نے اس کی صراحت کردی۔

نمبر ۲: یہ کہ مولانا بٹالوی کے نزدیک یہ کوئی وجہ کفر نہیں اسی لیے مولانا بٹالوی اپنے دلائل باطلہ سے مرزا قادیانی کی تکفیر کی مخالفت کر رہے ہیں کیا ڈاکٹر صاحب کو مولانا بٹالوی کی اس عبارت سے اتفاق ہے۔ اگر اتفاق ہے تو ببانگ دھل اس کا اعلان کردیں تا کہ لوگوں کو بھی غیر مقلدین کے نظریات سے آگاہی ہو سکے۔

مریم سے مراد مرزا قادیانی ہے (مولانا بٹالوی کی تصریح)

یہاں پر ہم آپ کے سامنے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کا ایک اور علمی شگوفہ پیش کر رہے ہیں۔ جس پر تمام غیر مقلدین کو دھمال ڈالنی چاہئے۔ اس تحریر میں مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے اس الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ پر علماء لدھیانہ کے اعتراض کا اس طرح جواب دے رہے ہیں۔

اس اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ ان الہامات میں بعض غلطیاں ہیں جن سے الہام هُذِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ میں مؤلف کا بہ صیغہ تانیث خطاب اور الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ میں مریم علیہا السلام کا صیغہ تذکیر سے خطاب۔

الجواب: پہلے الہام میں غلطی کا دعویٰ محض افترا ہے۔ کتاب میں لفظ هُـذِیْ یا سے جو صیغہ تانیث ہے کہیں نہیں اس میں بصفحہ ۲۲۶ لفظ هُذّ بحذف یا ہے اور الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ

اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ میں لفظ مریم سے مؤلف مراد ہے جس کوایک روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حاملہ ہوئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر قرآن کی دلالت ہے۔ اور انجیل میں تو اس پر صاف تصریح ہے۔ (دیکھو اشاعت السنہ نمبر ۲ و ۳ جلد ۴) ایسے ہی مؤلف براہین بلا تربیت وصحبت کسی پیر فقیر، ولی، مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پاکر مورد الہامات غیبیہ و علوم لدنیہ ہوئے ہیں۔ اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے جس میں انہوں نے اپنی طبیعت کو مریم سے تشبیہ دی ہے۔

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زن ست
کہ مریم صفت بکر آبستن ست

اس صورت میں مریم کا خطاب بہ صیغہ تذکیر محل اعتراض نہیں اور اس کے لیے زوج کا اثبات بھی مستبعد نہیں اور یہاں تو زوج سے مؤلف کی اتباع و رفقاء مراد ہیں (دیکھو صفحہ ۲۶۰ رسالہ ہذا)

(اشاعۃ السنۃ ص ۲۸۰ نمبر ۹ جلد ۷)

ماشاء اللہ کیا خوب کہی مرزا قادیانی کے الہام کو نظامی کے شعر کے ساتھ جوڑ دیا یعنی شعر اور الہام کو ایک ہی چیز قرار دے کر مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کے الہام کو سچا کر دکھایا کیا خوب دوستی نبھائی جا رہی ہے مرزا قادیانی کی ایک ایک اداء کو قابل تقلید مثال بنایا جا رہا ہے مرد کو عورت عورت کو مرد بنایا جا رہا ہے جبھی تو بعد میں مرزا قادیانی نے اس قسم کے دعوے کیے ہیں۔

1: میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ کیا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد (جو مدت حمل دس مہینہ سے زیادہ نہیں) مجھے مریم سے عیسی بنا دیا گیا۔

(کشتی نوح صفحہ ۴۶ از مرزا قادیانی)

2: بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تجھ میں حیض کو دیکھے یا تیری کسی ناپاکی پر اطلاع پائے تجھ میں حیض نہیں رہا بلکہ وہ حیض خوب صورت بچہ بن گیا جو بمنزل اطفال اللہ ہے۔

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳ از مرزا قادیانی)

یہ دوتراشے مرزا قادیانی کے الہام کے ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔خود ہی فرمائیے کہ کیا مرزا قادیانی کے ان دو الہاموں کی بنیاد مولانا بٹالوی کی اس تشریح نے فراہم نہیں کی۔ ذرا سوچئے ،غور کیجئے۔

تم ہی کہو یہ انداز گفتگو کیا ہے

مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات اور مولانا بٹالوی

پھر یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات کا بھی بھرپور دفاع کیا ہے۔علماء لدھیانہ جنہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا اور علماء امرتسر جنہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی تو نہیں دیا تھا البتہ مرزا قادیانی کے دعوؤں کے انگریزی الہامات پر بھی اعتراض کیا تھا جس میں کچھ علماء نے انگریزی پڑھنے کو کفر قرار دیا تھا (اس کی تصریح مولانا بٹالوی نے نہیں کی کہ وہ علماء لدھیانہ تھے یا امرتسر) اس پر مولانا بٹالوی نے انگریزی الہامات کے حق میں دلائل دیکر یوں فرمایا کہ:

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ باوجودیکہ مؤلف براہین احمدیہ کی مادری زبان ہندی ہے اور مذہبی وعلمی زبان عربی اور صرف علمی واستعمالی فارسی۔انگریزی نہ ان کی مادری زبان ہے نہ مذہبی نہ علمی نہ اس زبان سے ان کو کسی قسم کی واقفی ہے پھر ان کو انگریزی میں کیوں الہام ہوتے ہیں اس کا سرّ وفائدہ کیا ہے تو یہ سوال لائق خطاب و مستحق جواب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زبان میں (جس سے مؤلف کی زبان ،کان دل،خیال کسی کو آشنائی نہ تھی) مؤلف کو الہام ہونے میں ایک فائدہ وسرّ تو یہ ہے کہ اس میں سامعین و مخاطبین کو مؤلف کی طبیعت یا خیال کی بناوٹ کا احتمال وگمان نہ ہو۔ہندی،فارسی،عربی (جو ان کی مادری ومذہبی وعلمی زبانیں ہیں) کے الہامات میں یہ بھی احتمال اور متردّدین کو خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ الہامات مؤلف نے خود عمداً بنا لیے ہیں یا بلا ارادہ واختیار ان کو حالت خواب میں ان کے دماغ وخیال نے گھڑ لیے ہیں۔اس گھڑت و بناوٹ کا خیال الہامات انگریزی میں (جس سے صاحب الہام کی زبان ،کان ،دل وخیال کو کسی قسم کا تعلق نہیں) کوئی نہیں کر سکتا۔کیونکہ طبیعت وخیال کو اسی چیز تک رسائی ہوتی ہے جس سے اس کو کسی وجہ سے تعلق ہو۔ہندی نژاد (جو عربی سے محض نا آشنا ہو) کا خیال عربی نہیں بنا سکتا جیسا مچھلی اڑ نہیں

سکتی۔اور چڑیا تیر نہیں سکتی۔

(اشاعۃ السنہ ص۲۸۱ تا۲۸۲ نمبر۹ ج ۷)

گویا کہ مولانا کو دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی انگریزی نہ جاننے کے باوجود اس قابل تھا کہ وہ انگریزی الہامات کو سمجھتا تھا۔دعوے کی دلیل مرزا قادیانی کو انگریزی سے اُمّی ہونے کا یوں دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی انگریزی میں اُمّی تھا پھر بھی انگریزی سمجھتا اور بولتا تھا

مولانا بٹالوی نے اس معاملے میں مرزا قادیانی کا بھرپور دفاع کیا۔اس کو اُمّی بنا کر اس سے انگریزی میں الہامات صادر کروا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ ایک قسم کی خرق عادت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرزا قادیانی کو عطا ہوئی اس کی تفصیل کئی صفحات میں ہے تاہم قارئین کے ذوق کے لیے کچھ تراشے پیش کئے جاتے ہیں۔مولانا بٹالوی فرماتے ہیں۔

دوسرا فائدہ وسرّ الہام انگریزی زبان کا یہ ہے کہ اس وقت مؤلف کے مخاطب اور اسلام کے منکر ومخالف (عیسائی آریہ برہمو وغیرہ) اکثر انگریزی خوان ہیں۔ان کا افہام یا افحام (ساکت کرنا) جیسا کہ الہامات انگریزی سے ممکن ہے عربی یا فارسی وغیرہ الہامات سے ممکن نہیں۔عربی وغیرہ مشرقی زبانوں کے الہامات کو (وہ ان کے مضامین سے آنکھ بند کر کے) یقیناً مؤلف کا ایجاد طبع سمجھتے۔اب (جبکہ وہ انگریزی الہامات پڑھتے اور مؤلف کا انگریزی زبان سے محض امی واجنبی ہونا سنتے ہیں) وہ ان الہامات مؤلف کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور بے اختیار ان کو خرق عادت و برخلاف عام قانون قدرت (جن کو وہ غلطی سے قدرت خداوندی کا پیمانہ سمجھ رہے تھے) ماننے لگے ہیں۔

(اشاعۃ السنہ ص۲۸۵ نمبر۹ جلد۷)

آگے فرماتے ہیں:

ایسا ہی مجھے اور انگریزی خوانان اہل انصاف سے توقع ہے کہ اگر وہ بچشم انصاف انگریزی الہامات مؤلف کو پڑھیں یا بگوش انصاف سنیں اور ساتھ ہی اس کے ان کو یہ بھی تصدیق ہو کہ مؤلف انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا تو وہ اس امر کا کرامت ہونا مان لیں۔

(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۸۶ نمبر۹ جلد۷)

آگے مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

ہر چند قبل تسلیم الہام مؤلف یہ الہامات انگریزی زبان ان لوگوں پر حجت نہیں ہو سکتے۔ مگر جب وہ انصاف سے کام لینگے اور اس بات کو کہ مؤلف براہین احمدیہ انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اے بی سی کی صورت تک نہیں پہچانتا متواتر شہادت سے محقق کرلیں گے اور ان الہامات کے مضامین مشتمل اخبار غیب کو (جن پر کوئی بشر بذات خود قادر نہیں) انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو انصاف ان کو ان الہامات کی تسلیم پر مجبور کر دے گا۔ اس وقت ان کو اس مسئلہ قدیمہ شریعت محمدیہ کا با مشاہدہ الہام سے ثبوت ملے گا۔

ان کو انصاف نصیب نہ ہوگا تو یہ فائدہ انہی لوگوں کو ہوگا جو مؤلف کو سچا جانتے ہیں اور ان کے الہامات کو مانتے ہیں اور اس سے پہلے وہ انگریزی زبان کو برا سمجھتے تھے اور انگریزی پڑھنے والوں کو سخت حقارت سے دیکھتے تھے اب ان سے امید ہے کہ وہ اس متعصبانہ جاہلانہ خیال کو دماغ سے نکال دیں گے۔ اور دنیاوی اغراض کے لیے جیسے اپنے بچوں کو فارسی ہندی سکھاتے ہیں انگریزی بھی سکھائیں گے اور اسباب ترقی حسن معاشرت سے جس میں اور لوگ بڑھے جاتے ہیں اور یہ باوجود طلب محض جہالت وتعصب سے پس ماندہ ہیں حصہ پائیں گے۔

(ایضاً ص ۲۸۸)

مرزا قادیانی کی غلط انگریزی پر بٹالوی صاحب کی صفائی

مرزا قادیانی جب اپنے الہامات انگریزی میں ظاہر کرتا تھا تو اس میں کافی غلطیاں پائی جاتی تھیں جس پر انگریزی پڑھے لکھے لوگ کچھ اعتراض کرتے تھے۔ اس پر بھی بے چارے مولانا بٹالوی اپنے دوست مرزا قادیانی کے ساتھ اپنی مخلصانہ دوستی کو نبھاتے ہوئے اس کا دفاع کرتے رہے۔ دیکھئے مولانا بٹالوی کیسے کیسے طریقہ سے دفاع کررہے ہیں۔

بعض انگریزی خوان ان الہامات انگریزی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی انگریزی اعلیٰ درجہ کی فصیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ درجے کی فصاحت تو قرآن ہی کا معجزہ ہے جو بجز قرآن کسی مسلم الثبوت کتاب آسمانی میں بھی نہیں پایا جاتا پھر ان الہامات میں اعلیٰ درجے کی فصاحت نہ پائی گئی تو کونسا محل اعتراض ہے۔ یہاں صرف غیر زبان میں الہام ہونا ہی (معمولی طور پر کیوں نہ ہو) خرق عادت اور کرامت ہے اور آنحضرت ﷺ کا (جن کی امت میں یہ الہام ہوا

)معجزہ ہے۔بعض یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ان الہامات کی انگریزی میں غلطیاں بھی ہیں جیسے اس فقرہ ملہمہ میں (جو بصفحہ ۴۸۰ کتاب موجود ہے)'' آئی کین ویٹ آئی ول ڈو''لفظ ویٹ غلط ہے صحیح اس مقام میں لفظ وہٹ چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس غلطی کا الہام سے ہونا متعین و متیقن نہیں جائز و ممکن ہے کہ الہام میں لفظ وہٹ ہو مؤلف نے اس وجہ سے کہ وہ اس زبان اور حروف سے محض اجنبی و امی ہے ویٹ پڑھ لیا ہو جو لفظ وہٹ کا ہم شکل و مشابہ ہے جیسے لفظ ویٹ جو کتاب میں مکتوب ہے اسی تشابہ کے سبب وہٹ پڑھا جا سکتا ہے چنانچہ ایک لائق انگریزی خواں (سٹیشن ماسٹر بٹالہ) سے اس غلطی کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے تو اس لفظ کو وہٹ ہی پڑھا تھا۔

بعض تحریر اس جواب کے اسی دن (جس دن یہ جواب لکھا جا چکا تھا) جناب مؤلف اس شہر بٹالہ میں جہاں میں اب ہوں تشریف لائے اور آپ کی ملاقات کا اتفاق ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ انگریزی الہامات آپ کو کس طور پر ہوتے ہیں۔انگریزی حروف دکھائے جاتے ہیں یا فارسی حروف میں انگریزی فقرات لکھے ہوئے دکھائے جاتے ہیں۔انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فارسی حروف میں انگریزی فقرات مکتوب دکھائے جاتے ہیں جس سے مجھے اپنی تجویز کا یقین ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ غلطی ہے تو مؤلف کے فہم کی غلطی ہے جنہوں نے وہٹ کو ویٹ پڑھا اصل الہام کی غلطی نہیں۔اور ایسی غلطی فہم یا تعبیر (جس سے کوئی گمراہی پیدا نہ ہو اور نہ اس سے صدق ملہم یا الہام میں فرق آوے) ایسے الہام مشتبہ یا مبہم میں کوئی نئی بات نہیں اور نہ محل تعجب و انکار ہے۔اس قسم کی غلطیاں پہلے ملہمین مسلم الالہام سے بھی ہو چکی ہیں اور یہ ان کے الہام میں خلل انداز نہیں سمجھی گئیں۔

(ایضاً ص ۲۹۰۔۲۹۱)

ماشاء اللہ کیا دوستی نبھائی جا رہی ہے۔مرزا قادیانی کی نبوت کے دعوے کا راستہ ہموار کرنے کے لیے راستہ کا ہر پتھر، ہر کنکر ، ہر کانٹا ہٹایا جا رہا ہے۔

مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی نہیں رحمانی ہیں (از مولانا بٹالوی)

ایک اور تراشہ ملاحظہ فرمائیے جس میں مولانا بٹالوی علماء لدھیانہ کو نہیں بلکہ اپنے ہم مسلک (اہلحدیث غیر مقلد) علماء کو کوس رہے ہیں کیونکہ امرتسر کے کچھ غیر مقلد علماء نے مرزا قادیانی کے دعوؤں کو

تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر مولانا محمد حسین بٹالوی کو بڑا دکھ اور افسوس تھا کہ وہ لوگ میرے ہم مرزا قادیانی کے ہم مسلک ہونے کے باوجود معترض ہیں کہ مرزا قادیانی کے الہامات کہیں شیطان کے ذریعہ سے نہ اتر رہے ہوں اس کی صفائی کے لیے مولانا بٹالوی مستعد ہو گئے۔ اور یہاں تک کہہ گئے کہ اگر اس کی صفائی میں کوئی مجھ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ لیجئے پڑھئے اور شرمائیے نہیں۔

شاید امرتسری معترضین ومنکرین جو اہل حدیث کہلا کر حدیث کے نام کو بدنام کر رہے ہیں۔ یہ اعتراض کریں کہ انگریزی زبان کے الہام میں طبیعت خیال کی بناوٹ کا احتمال نہیں تو یہ احتمال تو ہے کہ یہ انگریزی الہام شیطان کی طرف سے ہو جو انگریزی عربی فارسی، ہندی وغیرہ سبھی زبانیں جانتا ہے اور اس میں غیب کی باتیں اور پیش گوئیاں ہیں وہ شیطان نے آسمان سے چھپ کر سن لی ہوں کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یہی پہلے مشرکین عرب نے آنحضرت کے الہامات عربی کی نسبت کہی تھی پس، جو اس کا جواب خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اس مقام میں مؤلف براہین کی طرف سے دے سکتے ہیں۔

الجواب: سورۃ شعرا میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اسی بات کے جواب میں فرمایا ہے کہ:
"وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَا يَنْبَغِیْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ○ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ))

(الشعراء۹)

اس قرآن کو شیطانوں نے نہیں اتارا اور نہ ان کو یہ طاقت ہے وہ تو آسمانوں کی خبریں سننے سے آگ کے شعلوں کے ساتھ (اب) روکے جاتے ہیں۔ ہم تمہیں بتا دیں شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں۔ وہ بڑے جھوٹے گنہگاروں پر اترتے ہیں اور ان کو وہ جو کچھ چوری سے (انگارے پہنچنے سے پہلے) پاتے ہیں پہنچاتے ہیں۔ وہ اکثر باتوں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔

اس جواب کا ماحصل (چنانچہ بیضاوی وامام رازی نے بیان کیا ہے) یہ ہے کہ قرآن جو آنحضرت پر نازل ہوا ہے دو وجہ سے القائے شیطانی نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ جن لوگوں کے

پاس شیطان اترتے ہیں وہ اپنے افعال واعمال میں شیطانوں کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں۔ بڑے گنہگار اور جھوٹے۔ اور یہ باتیں آنحضرت صلعم میں پائی نہیں جاتیں۔ وہ تو شیطان کے دشمن ہیں اور اس کو لعنت کرنے والے جھوٹ اور گناہوں سے مجتنب اور ان سے منع کرنے والے، دوم وہ باتیں جو شیطان لاتے ہیں اکثر جھوٹی نکلتی ہیں۔ اور آنحضرت کے قرآن کی ایک بات بھی جھوٹی نہیں۔

یہی جواب ہم الہامات مؤلف کی طرف سے دے سکتے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ شیطان اپنے ان دوستوں کے پاس آتے ہیں۔ اور ان کو (انگریزی خواہ عربی میں) کچھ پہنچاتے ہیں۔ جو شیطان کی مثل فاسق وبدکار اور جھوٹے دوکاندار ہیں اور مؤلف براہین احمدیہ مخالف وموافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی القا اکثر جھوٹ نکلتے ہیں اور الہامات مؤلف براہین سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی وعربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا (۔چنانچہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے گو ہم کو ذاتی تجربہ نہیں ہوا ، پھر وہ القاء شیطانی کیونکر ہوسکتا ہے۔ کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک شیطان کو بھی یہ قوت قدسی ہے کہ وہ انبیاء وملائکہ کی طرح خدا کی طرف سے مغیبات پر اطلاع پائے اور اس کی کوئی خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے۔ حاشا و کلا۔

شاید یہاں ہمارے معترض مہربان مؤلف براہین احمدیہ کے ساتھ ہم کو بھی ملائیں اور ہم پر بھی فتوی کفر لگائیں اور یہ فرمائیں کہ اس جواب میں مؤلف براہین کو آنحضرت سے ملایا گیا ہے اور ان کے الہامات کو وحی نبوی کی مانند تصرف شیطانی سے معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ لیکن میں ان کے فتویٰ کفر سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں خود ان پر فتویٰ کفر لگا سکتا ہوں۔ جو ان کے پاس آلہ یا سانچہ یا مشین تکفیر ہے وہ میں بھی کہیں سے مستعار لے کر کام چلا سکتا ہوں۔ ہاں ان کی بات کا یہ جواب دیتا ہوں کہ مؤلف براہین احمدیہ (جبکہ اس کے الہامات صادق ہوں اور ولایت مسلم) یا اور اولیاء امت محمدیہ اپنے الہامات میں نبیوں کی مثل معصوم نہیں تو محفوظ تو ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً ان الہامات میں جو قرآن اور دین اسلام کے موافق اور مؤید ہوں۔ ان الہامات میں حفاظت کا حصہ وہ بطور ورثہ بحکم العلماء ورثة الانبیاء

عصمت انبیاء سے پاتے ہیں۔ان میں ان میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عموماً (یعنی اپنے ہر ایک الہام میں) معصوم ہوتے ہیں اور اولیا خصوصاً ان الہامات میں جو شرع نبی کے مخالف نہ ہوں) اور ان الہامات پر وہ قائم وثابت رہے ہوں محفوظ ہوتے ہیں۔انبیاء کے الہامات کی عامہ خلائق کو پابندی واجب ہے۔اولیاء کے الہامات کی پابندی غیر پر واجب نہیں۔الہامات انبیاء اصل ہیں۔یہ الہامات ان کی ظل۔

اسی مناسبت کی نظر سے ہم نے اس جواب کو مؤلف کی طرف سے پیش کیا ہے۔اس پر جو چاہو فتوے لگاؤ۔یہاں بھی قلم دوات حاضر ہے۔ کما تدین تدان ہمارے اس بیان کی تائید رسالہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۲۱۵ وغیرہ بھی ہو چکی ہے اور پوری تائید اس کے جواب اعتراض سوم میں آتی ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

(ایضاً ص ۲۸۲ تا ۲۸۵)

اب ہمیں ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلدین بتائیں کہ مولانا بٹالوی نے اتنی تصریحات میں مرزا قادیانی کو ہر قسم کے شیطانی وسوسہ سے مبرا قرار دے دیا اس کے بعد پھر جو کچھ ہوا اس پر غیر مقلدین کیوں سیخ پا ہوتے ہیں۔یہاں پر تو مولانا بٹالوی نے علماء لدھیانہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلد علماء کو بھی نہیں چھوڑا جو کہ اس وقت کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔اور مرزا قادیانی کے ساتھ مولانا بٹالوی کے تعلق ودوستی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی کفر کا فتویٰ لگانے کا چیلنج دے رہے ہیں۔

براہین احمدیہ کے لئے بٹالوی صاحب کے دعائیہ کلمات

مولانا بٹالوی نے اپنے اس ریویو کو ان دعائیہ کلمات کے ساتھ ختم فرمایا ہے۔

اب ہم اس ریویو کو اس دعاء پر ختم کرتے ہیں:

اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کی برکات سے ان کو مالا مال کردے۔اور کسی اپنے صالح بندہ کی طفیل اس خاکسار شرمسار گناہ گار کو بھی اپنے فیوض اور اس کتاب کی اخص برکات سے فیضیاب کر۔آمین

ولارض من کاس الکرام نصیب

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ ج ۷ ص ۳۴۸)

دو جگری و فکری دوستوں کی منصوبہ بندی

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' پر جو ریویو لکھا اور اس کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کی گئیں یہ ریویو عام حالات میں نہیں لکھا گیا۔ جیسا کہ عموماً ہوتا آیا ہے کہ مصنف کتاب کسی ماہنامہ یا ہفت روزہ رسالہ کو دو کتابیں برائے تبصرہ بھیج دیتا ہے اور مدیر اس کتاب کو دیکھ کر تبصرہ کر دیتا ہے اور وہ دو کتابیں اپنی لائبریری کی الماری میں سجا لیتا ہے۔

یہاں پر معاملہ کچھ الگ ہے۔ یہاں پر دو جگری و فکری دوستوں کی منصوبہ بندی کام دکھا رہی تھی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کوئی ان دیکھی چیز نہیں تھی۔ بلکہ یہ دونوں حضرات طالب علمی کے دور میں ایک ہی استاد سے پڑھنے والے ہم سبق ساتھی تھے۔ اسی لیے ان دونوں حضرات کی فکری رفاقت کافی عرصہ چلتی رہی۔

اسی کے متعلق مولانا بٹالوی براہین احمدیہ پر ریویو کی ابتداء میں یوں رقم فرماتے ہیں:

مؤلف ''براہین احمدیہ'' کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے۔ اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۷۶ جلد ۷ نمبر ۶)

ایک ہی استاد کے دونوں شاگرد

چنانچہ اساتذہ کے نام کی تشریح میں مولانا بٹالوی ایک اور جگہ رقم فرماتے ہیں:

جب میں کادیانی کے ساتھ مولوی گل علی شاہ بٹالوی سے شرح ملا وغیرہ پڑھتا تھا تو اس وقت میری ڈاڑھی موچھ کا نام نشان نہ تھا اور کادیانی کی ڈاڑھی اس وقت اتنی لمبی تھی کہ ہاتھ میں پکڑی جا سکتی تھی اور وہ اس وقت طب کی کتاب شرح اسباب پڑھتا تھا۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۶ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

مرزا قادیانی کی تصدیق

مولانا محمد حسین بٹالوی کی اس تحریر کی تصدیق مرزا غلام احمد قادیانی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ .... یہ شخص میری ابتدائی عمر میں میرا ہم مکتب بھی رہا ہے۔ اور وہ اور اس کا بھائی حیدر بخش دونوں میرے مکان پر آتے تھے۔ ایک دفعہ ایک کتاب بھی مستعار طور پر لے گئے تھے۔ جس کو اب تک واپس نہیں کیا۔ غرض شیخ مولوی محمد حسین کو خوب معلوم ہے کہ میں اس چھوٹی عمر میں ہی کس طرز کا آدمی تھا۔

(تریاق القلوب ص ۱۵۵)

ماشاء اللہ! مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے بچپن کا امین مولانا بٹالوی کو قرار دیا ہے۔ اور مولانا بٹالوی کو بھی اس امانت کا اقرار ہے ۔ اس بات میں دونوں سچے ہیں!

مولوی گل علی شاہ کون تھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس مولوی گل علی شاہ کا نام لیا ہے اور جس کے سامنے دونوں رفیقوں نے زانوئے تلمذ طے کیا اس کا عقیدہ نہیں بیان فرمایا۔

چنانچہ اس معاملے میں مرزا بشیر احمد ایم اے ''سیرت المہدیٰ'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کے اساتذہ کے عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تیسرے استاذ مولوی سید گل علی شاہ صاحب تھے جو بٹالہ کے رہنے والے تھے اور مذہباً شیعہ تھے۔

(سیرت المہدی ص ۲۵۱)

نیز مرزا احمد علی جو کہ ایک شیعہ مؤرخ ہیں لکھتے ہیں:

جناب مولوی گل علی شاہ صاحب فاضل اجل اور شیعہ تھے۔ بڑے بڑے رئیس ان کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ پدر مرزا صاحب بھی بٹالہ میں ان کے دستر خوان پر کاسہ لیسی کیا کرتے تھے۔

(مراۃ القادیانیہ مولفہ مرزا احمد علی امرتسری ص ۲۹،۳۰)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۳۶۷۔۳۶۸ پر ملاحظہ کریں)

مولوی گل علی شاہ کی مسجد جس میں مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی اکٹھے پڑھتے رہے اس کا نام مسجد

ہمدانیاں ہے۔اس کی تفصیل رئیس قادیان جلد اول ص ۲۱ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس تعلیم کے اثرات کی تفصیل آگے غیر مقلد کے معنی میں آئے گی۔

فراغت کے بعد بھی مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کا تعلق ورابطہ برقرار رہا۔ چنانچہ فراغت کے بعد مولانا بٹالوی باقاعدہ مرزا قادیانی کے رازدان اور مشیر ہو گئے۔

مولانا بٹالوی کے اس تعلق نے رفاقت کی بجائے عقیدت کی صورت اختیار کر لی۔اس عقیدت کا اندازہ سیرت المہدی میں ایک عینی شاہد خیر الدین کی اس روایت سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح علیہ السلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرما تھے میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ دھلانے کے لیے آگے بڑھے۔حضور نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ ہاتھ نہ دھلائیں۔مگر مولوی صاحب نے باصرار حضور کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔

(سیرت المہدی صفحہ ۱۲۴ جلد ۳)

مرزا قادیانی اور مولانا بٹالوی کے والد کا آپس میں تعلق

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے اپنے تعلق کی کہانی بڑی لمبی لکھی ہے۔جس کو انہوں نے بچپن سے لے کر اس کے دعوی نبوت تک ذکر کیا ہے۔مگر اس میں دیکھنا ہے کہ صرف بٹالوی صاحب کا ہی مرزا قادیانی سے قریبی تعلق تھا یا بٹالوی صاحب کے بڑوں کا بھی۔چنانچہ اس سلسلے میں ہم قادیانیوں کی کتاب خزائن معارف اسلامیہ۔پرانی تحریریں کے ناشر عبدالمنان عمر کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور تحقیق کے بارے میں اپنے نتائج فکر ملک کے اخبارات ورسائل میں شائع کروانے شروع کیے۔ان مضامین کی صحافتی دنیا میں دھوم مچ گئی۔ابتداء میں آپ کا معمول تھا کہ بھی بھی مولوی محمد حسین بٹالوی کے والد شیخ رحیم بخش صاحب یا بعض دوسرے ناموں سے اپنے مضامین طبع کروا دیتے تھے۔

(خزائن معارف اسلامیہ ص ۴۳۳ عنوان پرانی تحریریں ص ۳، تاریخ احمدیت جلد اول ص ۱۴۳)

یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مولانا بٹالوی کی ذات سے ہی تعلق نہیں تھا بلکہ ان کے والد صاحب بھی مرزا قادیانی کے باقاعدہ سرپرست تھے۔اسی لیے تو مولانا بٹالوی نے اپنے والد کے نقش قدم پر

بچتے ہوئے اس تعلق کو کافی دیر تک نبھایا۔

یہاں سے صاف واضح ہے کہ ان دونوں حضرات کے جگر اور فکر دونوں میں ہم آہنگی تھی۔

جب مرزا قادیانی ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف میں مصروف ہوا تو وقتاً فوقتاً مولانا محمد حسین بٹالوی کی رہنمائی بھی اس سلسلے میں مرزا قادیانی کو حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے جس زور کے ساتھ مولانا بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' کی تائید کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مولانا بٹالوی ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف میں تعاون کے ساتھ ساتھ اس پر تبصرہ کے لیے بے چین تھے۔ کیونکہ مولانا بٹالوی کا تبصرہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں کو ثبات بخش سکتا تھا اور تبصرہ سے پہلے براہین کی اشاعت بہت ضروری تھی۔ چنانچہ مولانا بٹالوی ''براہین احمدیہ'' کو شائع کرانے کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

''براہین احمدیہ'' کی اشاعت میں بٹالوی صاحب کی دلچسپی

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے دیرینہ دوستانہ مراسم تھے۔ چنانچہ جب مرزا قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف شروع کی تو مولانا بٹالوی اپنے دوستانہ مراسم کی بنا پر ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف اور اشاعت میں مرزا قادیانی کے ساتھ پرجوش انداز میں برابر کے شریک ہوگئے۔ ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے سلسلے میں مولانا بٹالوی نے اپنا رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' تقریباً وقف ہی کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے تعاون کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے سب سے پہلا اشتہار ''اشاعۃ السنۃ'' میں ہی شائع ہوا۔ قارئین کی دلچسپی، اور تاریخی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے ہم اشتہار کا عکس شائع کر رہے ہیں۔

یہ اشتہار ملاحظہ ہو ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے۔ یہ اشتہا ''ضمیمہ اشاعۃ السنۃ'' ش نمبر ۴ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳ اور ۴ بابت ماہ اپریل ۱۸۷۹ء میں موجود ہے۔ یہ اشتہار مرزا قادیانی کی کتاب ''تبلیغ رسالت'' جلد اول ص ۸ ب تا ص ۸ ج میں بھی موجود ہے۔ ہم اس کی فوٹو کاپی بھی پیش کر رہے ہیں یہ اشتہار خستہ حالت میں ملا۔ جس کا کچھ حصہ پھٹا ہوا ہے۔ پھر بھی جیسا بھی تھا ویسا ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسے پڑھیے اور غور کیجئے کہ در پردہ دو پرانے دوستوں کی منصوبہ بندی کیسی تھی۔

اشتہار بغرض استعانت واستظہار از انصار دین محمد مختار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الابرار

اخوان دیندار و مؤمنین غیرت شعار و حامیان دین اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر روشن

ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن وصداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے اور اس کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی کو جرات نہ ہو سکے اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے وہ مع ذلک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائیداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبضہ وتصرف میں ہے) دستبردار ہو جاؤں گا اور سب کچھ اس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنی اطمینان کر لے۔ مجھ سے تمسک لکھا لے۔ یا رجسٹری کرالے اور میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو آ کر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں۔ جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت، زبور، انجیل، فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن ونبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو حصے اور زیادہ کر دیئے جن کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے تو چورانوے روپیہ صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نو سو چالیس روپے سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

ازانجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنی اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں اور اس کے

۴۴

غیر متولہ کو آکر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت **دیانند** صاحب اور انکے اتباع ہیں۔ جو اپنی امت کو **آریہ سماج** کے نام سے مشہور کر رہے ہیں۔ اور بجز اپنے **وید** کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ۔ **توریت۔ زبور۔ انجیل۔ فرقان مجید** کو محض افترا سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے ایک صاحب نے انہیں سے **اخبار سفیر ہند** میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے تب ہمنے اس کتاب میں انکا اور انکے اشتہار و نکا کام تمام کر دیا ہے۔ اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہمنے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ پھر بغرض تکمیل تمام ضروری امور کے نو حصے اور زیادہ کر دئے جنکے سبب سے **تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو** ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اسکا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے تو چورانوے روپیہ صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نو سو چالیس روپیہ سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

از انجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپکر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے۔ اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جسقدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں اور اسکے مصارف طبع میں معاونت کریں **اغنیا لوگ** اگر اپنی مبلغ کے لیکن کا نوح بھی عنایت فرمائینگے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہیگا۔ یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیجدیں جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی۔ انکی خدمتمیں ارسال ہوتی رہیگی **غرض** انشاء اللہ بکار اس نہایت ضروری کام کو جلدتر بسر انجام پہنچا دیں۔ اور نام اس کتاب کا **البراہین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ** رکھا گیا ہے خدا اسکو مبارک کرے۔ اور گمراہوں کو اسکے ذریعہ سے اپنی سیدھی راہ پر چلا دے آمین۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد۔ از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ملک پنجاب

اطلاع ضروری

جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہیں۔ اور ارسال زر کا ارادہ کریں۔ یا کچھ اور لکھنا یا دریافت کریں تو وہ بلا واسطہ اس عاجز کے خود مرزا صاحب کو مخاطب فرما دیں سیدھا پاس نذر ارسال فرماویں یا کوئی خط بھیجیں اسلئے کہ مسکن مرزا صاحب (قصبہ قادیان) لاہور سے پچاس کوس کے فاصلہ پر ہے میرا بھیجوں واسطہ ہونا مقصد جا نبین میں توقف کا باعث ہوگا۔ اور اس عاجز عدیم الفرصت

فالمرجو العفو

المطلع

ابو سعید محمد حسین لاہوری

[illegible]

مصارف طبع میں معاونت کریں۔اغنیالوگ اگراپنی مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی۔ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا یایوں کریں کہ ہرایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔

غرض انصاراللہ بن کراس نہایت ضروری کام کوجلد تر بسرانجام پہونچادیں اورنام اس کتاب کا ''البراهین الاحمدیه علی حقیة کتاب الله القرآن والنبوة المحمدیه'' رکھا گیا ہے۔خدااس کومبارک کرے اور گمراہوں کواس کے ذریعے سے اپنی سیدھی راہ پرچلاوے(آمین)

المشتہر۔: خاکسارغلام احمد ،از قادیان ضلع گورداس پور ملک پنجاب

(اس کا عکس آپ پچھلے صفحات پر ملاحظہ کر چکے ہیں)

دوسرااشتہار

اس کے بعد مولانا بٹالوی نے لوگوں کو براہین احمدیہ کی اشاعت میں تعاون اور خریداری کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بذات خودایک اشتہار دیا۔جو''کہ ضمیمہ اشاعة السنة'' نمبر۶ جلد نمبر۲ کے صفحہ ۸ پر شائع کیا ہے۔ یہ اشتہار ملاحظہ ہو۔اس کا عکس بھی ہم صفحہ نمبر۳۶۳۔۳۶۴ پر شائع کررہے ہیں۔اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

کتاب براہین احمدیہ (جس کا اشتہار ضمیمہ نمبر چہارم میں درج ہو چکا ہے) کی اشاعت اور مسلمانوں کواس کے مصارف طبع میں اعانت نہایت ضروری ہے۔اہل وسعت کو چاہئے کہ اس کی قیمت جو فی نسخہ پانچ روپیہ ٹھہری ہے۔ مصنف کتاب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداس پور کے پاس بھجوائیں۔اور کتاب کوجلد چھپوائیں۔

بٹالوی صاحب کی طرف سے براہین احمدیہ کی اشاعت میں تعاون کی اپیل

چنانچہ مولانا بٹالوی نے یہ اشتہار دینے کے بعد مرزا غلام احمد اور''براہین احمدیہ'' پر ایک تعریفی مضمون لکھ کرلوگوں کواس کتاب کی خریداری کے لیے پھر ترغیب دی اور مالی طور پراس کتاب کی اشاعت کے لیے''ضمیمہ اشاعة السنة'' نمبر۸ جلد۳ ص ۵ میں درج ذیل اپیل کی۔ہم اس کا بھی عکس صفحہ نمبر۳۶۵ تا ۳۶۷ پر شائع کررہے ہیں تاکہ سندرہے۔

ایک مثال اس کی براہین احمدیہ ہے۔جس کا اشتہار ہم نے ضمیمہ نمبر۴ جلد۳ میں شائع کیا

تھا۔ پھر نمبر ششم میں دوبارہ اس کی معاونت کا شوق دلایا (براہین احمدیہ) کی پوری تفصیل تو اس کتاب کے دیباچہ میں ہے اور اس کا خلاصہ اشتہار سابق الذکر میں شائع ہوا۔ اس کا خلاصہ اس مقام میں ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب کل فرقہ ہائے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں تصنیف ہوئی ہے۔ جس میں یہود و نصاریٰ و براہمہ اور برہم سماج وغیرہ منکرین دین محمدی سے مقابلہ میں عمدگی کے ساتھ بحث کی ہے اور ایسے پرزور دلائل سے ان کا مقابلہ کیا ہے کہ ان دلائل کے توڑ دینے پر اس کے مصنف (اخی و محبی میرزا غلام احمد رئیس قادیان) نے دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا ہے۔ عام لوگوں کو ان دلائل کا زور اسی وعدہ مصنف سے معلوم ہوسکتا ہے اور خواص کو جو مثل ''مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید کے گروید'' ہیں اصل کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب پچیس حصہ میں ہے۔ جس کا ہر ایک حصہ (۵) جزو میں ہے۔ ازانجملہ دو حصہ طبع ہوچکے ہیں اور باقی حصص زیر طبع ہیں مگر اہل اسلام کی عدم توجہی سے اب تک کافی روپیہ بہم نہیں پہنچا اور زرثمن کتاب جو سابقانی نسخہ پانچ روپیہ قرار پایا اور اس کا پیشگی ارسال فرمانا خریداروں سے چاہا گیا تھا اکثر خریداروں نے نہیں بھیجا۔ اس وجہ سے میرزا صاحب انہی دو حصوں کے طبع سے چھ سو روپیہ کے زیر بار ہوگئے ہیں۔ وبناء علیہ باقی حصوں کے چھپانے سے متوقف ہو بیٹھے ہیں۔ لہٰذا میں بغرض اصل حال دلی جوش کے ساتھ اہل اسلام کو رغبت دلاتا ہوں۔ بارسال زر قیمت اس کتاب کو چھپوائیں اور باختیار تساہل اس عمدہ ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑ نہ دیں۔ مگر یہ امر ملحوظ خاطر رکھیں کہ اب حجم کتاب بہ نسبت سابق بہت بڑھ گیا ہے۔ اور اس کا انطباع بھی ایسے مطبع (سفیر ہند امرتسر) میں ہوتا ہے۔ جس کا اور مطابع کی نسبت ڈبل چارج ہے۔ اس لیے قیمت کتاب اب بجائے پانچ روپیہ فی نسخہ دس روپیہ قرار پائی ہے۔ پس جن صاحبوں نے پہلے نرخ سے قیمت پیشگی ارسال فرمائی ہوئی ہے ان کو تو بنظر عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے کا استحقاق ہے۔ ہاں بنظر اعانت و برعایت حرج مرزا صاحب وہ بھی بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ دیں تو ان کی عالی ہمتی ہے۔ اور جو صاحب آئندہ خریدار بنیں گے ان سے فی نسخہ دس روپیہ سے کم نہ لیے جاویں گے۔ جن کو اس باب میں خط و کتابت یا ارسال زر منظور ہو وہ براہ راست مرزا صاحب کو بہ نشان بمقام قادیان ضلع گورداسپور مخاطب کریں۔ اس میں مجھے واسطہ نہ بناویں کہ اس توسط

میں میرا بھی حرج ہے اور ان کے کام میں بھی توقف ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۳ ص ۵، ۶)

''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے تعاون کے سلسلے میں مشورہ!

آگے چلیے!

مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزا قادیانی سے اپنا تعلق نبھانے میں اتنا جوش تھا کہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر کوئی تو وجہ تھی جس کی پردہ داری تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے لیے مولانا بٹالوی شدید بے قرار تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں صرف اشتہار دینے یا لوگوں کو اس کی خریداری اور اشاعت پر متوجہ کرنے پر ہی بس نہیں کی بلکہ بے قراری کی انتہا یہ تھی کہ مرزا قادیانی کو ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے معاملے میں جو مشکلات پیش آ رہی تھیں ان کو حل کرنے کے لیے اپنے رسالہ میں علی الاعلان مشورے بھی دیئے اور ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے سلسلہ میں جو لوگ معاون و مددگار ہو سکتے تھے ان حضرات کے ناموں کی فہرست بھی مرزا قادیانی کے حضور میں پیش کی تا کہ ان حضرات سے رابطہ کر کے ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے لیے مالی امداد حاصل کی جا سکے مولانا بٹالوی نے یہ مشورہ اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' نمبر ۹ جلد ۳ ص ۳، ۴ پر ان الفاظ میں دیا ہے (ہم اس کا بھی عکس صفحہ نمبر ۳۷۴ تا ۳۷۶ پر شائع کر رہے ہیں)

مشورہ ملاحظہ ہو!

براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق میں بہت کچھ ترغیب دے چکے ہیں۔ جس سے مسلمانان حامیان اسلام متاثر ہونے کی امید قوی ہے۔ اب ہم اس کتاب کے مؤلف مرزا غلام احمد صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب اس باب میں ان اعیان و رؤسا اسلام کی طرف سے مراجعت کریں جن میں اکثر ایسے اہل وسعت ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب توجہ کریں تو صرف اپنی ہمت سے بلا شراکت غیر کتاب کو چھپوا سکتے ہیں۔ آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار میں ہے۔ جس کی عظمت شان ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ حکایت ہے۔

آں حضرات کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) نواب والا جاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر امیر ریاست بھوپال۔

(۲) نواب محمود علی خان صاحب بہادر رئیس چھتاری ضلع بلند شہر۔

(۳) نواب محمد ابراہیم علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔

(۴) نواب محمد داؤد خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس۔

(۵) جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دامؒ اقبالہم۔

(۶) آغا کلب عابد بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر۔

(۷) سید ہدایت علی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداس پورہ۔

(۸) جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام۔ ناصر اسلام بررو تصنیف و کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب۔ ڈپٹی کلیکٹر مراد آباد۔

(۹) خانصاحب محمد امام خان صاحب مال گذار کانواڑہ ضلع سیونی۔

(۱۰) خانصاحب محمد امام خان صاحب مال گذار آری ضلع سیونی۔

قیمت براہین احمدیہ جو بنرخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لیے ہے جن کی جانب سے علاوہ از قیمت اور نوع سے بھی مدد پہنچنے کی توقع ہے۔ انکے سوا اور مذہب (عیسائی آریہ وغیرہ) والوں سے اس کی قیمت پچیس روپیہ لی جاوے گی۔ ایک روپیہ نو آنہ محصول ڈاک علاوہ برآں۔

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۳ ص ۳،۴)

یہاں پر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو مولانا بٹالوی کی ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے معاملہ میں شدید بے قراری نظر آئے گی۔ اور سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ دو دیرینہ جگری و فکری دوست کس طرح ایک منصوبے کے تحت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

ایک اور اشتہار

جب مولانا محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ کی اشاعت اور خریداری کے لیے اتنے زور اور جوش سے مہم شروع کی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی سوچنا پڑا کہ میرا یہ جگری و فکری دوست میری کتاب کی اشاعت اور فروخت کے معاملے میں مجھ سے بھی آگے ہے۔ تو اس نے اپنا حصہ ڈالنے کے لیے اپنی طرف

سے بھی ''اشاعۃ السنۃ'' نمبر ۶ جلد ۴ ص ۱۶۱ میں اپنے نام سے بھی ایک اعلان شائع کرا دیا۔ (ہم اس کا عکس بھی صفحہ نمبر ۳۷۷۔۳۷۸ پر شائع کر رہے ہیں)

اعلان

''کتاب براہین احمدیہ'' کے چھپنے میں مہتمم مطبع کی بعض مجبوریوں کے سبب توقف ہو گیا ہے اب مہتمم مطبع نے بتاکید وعدہ دیا ہے کہ حصہ سیوم کو بہت جلد چھاپ کر تیار کرتا ہوں۔ پس ناظرین وخریداران اصطبار فرماویں اور عفو کو کام میں لاویں۔

(خاکسار غلام احمد۔ از قادیان۔ ضلع گورداس پور)

قارئین کرام پر اب یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے مرزا غلام احمد قادیانی سے کتنے دیرینہ مراسم تھے۔ اور انہی مراسم کو نبھانے کے لیے مولانا بٹالوی کی دن رات کی کوششوں اور بے تابیوں کے نتیجے میں ''براہین احمدیہ'' کی کچھ جلدیں چھپ کر منظر عام پر آ گئیں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ''براہین احمدیہ'' کی پہلی دو جلدیں اتنی اہمیت کی حامل نہ تھیں۔ جتنی کہ دوسری دو جلدیں اہمیت رکھتی تھیں۔ کیونکہ یہی وہ دو جلدیں ہیں جس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے در پردہ نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور انہی دو جلدوں کو دیکھ کر چھان پھٹک کر علمائے لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقاید محسوس کر کے کفر کا فتویٰ جاری کر دیا تھا۔ اور عین پروگرام کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کے دفاع کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے اور علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر کی رَدّ میں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ان دعووں کے حق میں جو اس نے ''براہین احمدیہ'' میں کئے تھے۔ ایک سو بیالیس صفحات کا ایک طویل ریویو لکھا تا کہ دو دوستوں نے مل کر جو منصوبہ سازی کی تھی اس میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ آئے۔ چنانچہ مولانا بٹالوی اپنے اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔

بٹالوی صاحب کی طرف سے ''ریویو'' کی مفت تقسیم

مولانا محمد حسین بٹالوی نے صرف ''براہین احمدیہ'' پر مؤثر انداز میں ریویو ہی نہیں لکھا بلکہ اس ریویو کو مرزا غلام احمد قادیانی کے پروگرام کے مطابق لوگوں میں مفت تقسیم کرنے میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کا جب مرزا غلام احمد قادیانی سے اختلاف ہو گیا تو پھر مولانا بٹالوی نے اس راز کو طشت ازبام کیا۔

چنانچہ مولانا بٹالوی اس راز کو یوں افشا کر رہے ہیں۔ پڑھیے اور سر دھنیے:

اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے تو انہوں (مرزا قادیانی) نے اپنے ایک لاہوری دلال (یا ایجنٹ) الٰہی بخش ایکونٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس پچاس روپیہ بھجوا کر یہ لکھا تھا کہ اس پچاس روپیہ کی عوض میں ''اشاعۃ السنۃ'' کے وہ نمبر جن میں ریویو درج ہے۔ لوگوں کو مفت تقسیم کئے جاویں۔ اور ہم نے اس روپیہ کی عوض میں لودہانہ میں معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہو گئے اور تائب ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۸ ص ۲۰۶، ۲۰۷)

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اگر مولانا بٹالوی علمائے لدھیانہ کی فہم و فراست کو اس وقت جانچ لیتے اور اس کے مطابق اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتوے کی تائید کر دیتے یا کم از کم اس فتوی کفر کی مخالفت نہ کرتے تو ان کو بعد میں پشیمان نہ ہونا پڑتا۔

مولانا ندوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی غیر مقلدانہ تحریف

اب آیئے اصل موضوع کی طرف:

معترض ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی ایک تحری پیش فرمائی ہے۔ اس میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب قادیانیت سے ان کی تحریر کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں مرزا قادیانی خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے یا کسی جدید نبوت کا قائل نہیں۔ ڈاکٹر صاحب مولانا ابوالحسن علی ندوی کی عبارت کو اس انداز میں لکھتے ہیں۔

۱۸۸۴ء تک مرزا غلام احمد کی کتاب ''براہین احمدیہ'' (چہار جلد) کے علاوہ کوئی قابل ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی اس ''براہین احمدیہ'' کے متعلق دور حاضر کے احناف کے ایک بہت ہی محترم صاحب علم و قلم مولانا ابوالحسن علی ندوی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کرتے ہیں۔ یعنی وہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں مرزا

غلام احمد حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل اور کسی جدید نبوت اور وحی کا انکار کرتے ہیں۔(قادیانیت۔مطالعہ وجائزہ لکھنو۔ص ۵۸۔۵۹)

(ایضا صفحہ ۱۳)

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی تحقیق یہی ہے تو ہم اس بات میں ان کے مقلد نہیں ہیں۔ ہمارے اکابر علماء لدھیانہ نے تو ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی اس تحقیق کو تسلیم نہیں کیا تھا جس میں انہوں نے مرزا قادیانی کو مرد صالح قرار دیا تھا۔ اس لئے مولانا ندوی کی بات کو ہمارے لئے حجت نہیں بنایا جاسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر بھی غیر مقلدانہ طرز اختیار کرتے ہوئے دجل کا مظاہرہ فرمایا ہے اور مولانا ندوی کی ادھوری تحقیق پیش کی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد لدھیانویؒ کی تحریر کا ابتدائی حصہ کاٹ کر باقی کو اپنے مطلب کے لئے استعمال کر لیا تھا (اس کی تفصیل ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں) بالکل وہی طریقہ واردات یہاں پر بھی استعمال کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مرزا نے ''براہین احمدیہ'' میں مثیلِ مسیح ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ حقائق کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں مولانا ندوی کی وہ تحریر پیش کرتے ہیں جس کو ڈاکٹر صاحب نے حسب عادت غیر ضروری سمجھ کر امام غائب کی طرح پیش نہیں فرمایا۔

''براہین احمدیہ'' میں مرزا صاحب کا عقیدہ کے عنوان سے یوں رقم فرما ہیں:

> ''براہین احمدیہ'' کے ان چار حصوں میں جو ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک شائع ہوئے ہیں، مرزا صاحب نے صرف اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ الہام کا سلسلہ برابر جاری ہے اور جاری رہے گا اور انبیاء کی وراثت علم لدنی اور نور یقین اور علم قطعی کے باب میں جاری ہے۔ اس کتاب میں اپنی ذات کے متعلق وہ بار بار اظہار کرتے ہیں کہ وہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی دعوت کے لیے خدا کی طرف سے مامور اور عصر حاضر کے مجدد ہیں اور ان کو حضرت مسیح سے مماثلت حاصل ہے۔

(قادیانیت صفحہ ۵۷)

یہاں پر مولانا ندوی نے صاف صاف لکھ دیا ہے۔ کہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو حضرت مسیح سے

مماثل قرار دیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب اس عبارت کو گول کر گئے اور یہ جتلانے کی کوشش کی کہ مرزا نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ دیکھئے کیسی غیر مقلدانہ تحریف ہے۔ مرزا قادیانی نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا جس پر علماء لدھیانہ نے گرفت کی تھی اس کی تائید مولانا محمد حسین بٹالوی نے بھی کی ہے جو انہوں نے" براہین احمدیہ" کے ریویو میں بیان کی ہے اس کی تفصیل ہم مولانا بٹالوی کے ریویو میں پیش کر چکے ہیں جو کہ پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

اس سے آگے مولانا ندوی نے اگرچہ یہ بات لکھی ہے کہ مرزا قادیانی نے اس وقت مسیح کے آسمان پر جانے اور نزول مسیح کا انکار نہیں کیا تھا اور کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا دعویٰ نہیں کیا تھا (جبکہ علماء لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیچ در پیچ تحریروں پر تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد نیز فراست ایمانی سے سمجھ لیا تھا یہ شخص در حقیقت جدید نبوت اور جدید وحی کا دعویدار ہے) اس کے باوجود بھی مولانا ندوی نے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی اور اور علماء لدھیانہ کا اس کتاب پر جو رَدِ عمل تھا اس کو بھی ذکر کر دیا مگر ڈاکٹر صاحب یہاں پر بھی ہاتھ دکھا گئے ڈاکٹر صاحب کو چاہیے تھا کہ اس سے اگلے صفحہ پر بھی غور فرماتے اس پر بھی تبصرہ فرماتے مگر یہاں پر آکر ڈاکٹر صاحب کی بصارت اور بصیرت دونوں جواب دے گئیں کیونکہ ان کو اپنے طبقہ غیر مقلدین کی اصلیت ظاہر ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس لیے ہم یہاں مولانا ندوی کی اس تحریر کو پیش کرتے ہیں (جس کو ہم نے اپنی کتاب "سب سے پہلا فتویٰ تکفیر" کے صفحہ نمبر ۸۲،۴ پر بھی ذکر کیا ہے) اسی تحریر کو ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب ہچکچا رہے ہیں۔

کتاب کا اثر اور اس کا رَدِ عمل کے عنوان سے مولانا ندوی لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پر جوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔ مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر و تبلیغ بھی بہت جوش و خروش سے کی تھی۔ اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا تھا۔ اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے خاص معرفین اور پر جوش تائید کرنے والوں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریظ لکھی جو رسالہ

کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی ہے۔اس میں کتاب کو بڑے شاندار الفاظ میں سراہا گیا ہے اور اس کو عصر حاضر کا ایک علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار قرار دیا گیا ہے۔اس کے کچھ عرصہ بعد ہی مولانا 'مرزا صاحب کے دعاوی اور الہامات سے کھٹک گئے اور بالآخر وہ ان کے بڑے حریف اور مدِّ مقابل بن گئے ۔

یہ تو تھا غیر مقلدین کے سرخیل مولانا بٹالوی کا رَدِّ عمل ۔آگے مولانا ندوی علماء لدھیانہ کا رَدِّ عمل لکھتے ہیں۔

> اس کے برخلاف بعض علماء کو اسی کتاب سے کھٹک پیدا ہوئی اور ان کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔یا عنقریب دعویٰ کرنے والا ہے۔ان صاحب فراست لوگوں میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ مرحوم کے دونوں صاحبزادے مولانا محمد صاحبؒ اور مولانا عبدالعزیز صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اور کچھ غیر مقلدین کا ذکر بھی ان الفاظ سے کرتے ہیں:

> امرتسر کے اہل حدیث علماء اور غزنوی حضرات میں سے بھی چند صاحبوں نے ان الہامات کی مخالفت کی اور اس کو مستبعد قرار دیا۔
>
> (قادیانیت ص ۵۸،۵۹)

مگر ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر اپنی دوسری آنکھ استعمال نہیں کی کہ اسی کتاب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کتاب کا اثر اور اس کا رَدِّ عمل کے عنوان سے کیا لکھتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کا دجل یہ ہے چونکہ اس حوالہ میں علماء لدھیانہ کو ان صاحب فراست لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جنہوں نے مرزا کی اس کتاب "براہین احمدیہ" کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا تھا کہ یہ شخص در پردہ نبوت کا مدعی ہے اور آئندہ چل کر انہی دلائل کی بنیاد پر نبوت کا اعلان کرنے والا ہے۔اسی لیے ڈاکٹر صاحب کی اس حوالہ پر نظر نہیں پڑی۔ بلکہ مولانا ندوی کی اس بات پر نظر پڑ گئی جس کی غیر مقلدین تاویل کر سکتے تھے۔کیونکہ مولانا بٹالوی نے اس کتاب پر تائیدی مضمون لکھا تھا۔

حالانکہ مولانا ندوی امرتسر کے کچھ غیر مقلد علماء کی بھی تعریف کر رہے ہیں جنہوں نے مرزا کے دعووں کا انکار کیا تھا۔اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب یہ عبارت بھی گول کر گئے۔

نیز مرزا قادیانی کے مجموعہ کتب روحانی خزائن (جو دراصل شیطانی خزائن ہیں) کی عبارت کو نقل کرکے

ڈاکٹر صاحب بغلیں بجانے لگ گئے کہ دیکھو مرزا قادیانی پر تو اس وقت کفر کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ غیر مقلدین کو مرزا قادیانی میں کوئی وجہ کفر نظر نہیں آ رہی تھی جبھی تو مولانا بٹالوی مسلسل اس کی وکالت کرتے رہے اور مرزا پر کفر کے فتویٰ لگانے والے علماء لدھیانہ کو فسادی کہتے رہے۔ بلکہ اب بھی ڈاکٹر صاحب کا یہی نظریہ ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنا اقرار

مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی کتاب ازالہ اوہام میں واضح طور پر "براہین احمدیہ" کی عبارات کا حوالہ دے کر لکھتا ہے کہ

"بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مسیح ہوں یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں اور دوسرے کئی امور میں جن کی تصریح انہیں رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے۔ اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے۔ کیوں کہ میں تو پہلے بھی "براہین احمدیہ" میں بتصریح لکھ چکا ہوں۔ کہ میں وہی مسیح موعود ہوں۔ جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔ تعجب کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۷ میں جس میں براہین احمدیہ کا ریویو لکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ہیں مگر پھر بھی سنا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کو بھی اور لوگوں کا شور اور غوغا دیکھ کر کچھ منکرانہ جوش دل میں اٹھتا ہے۔ وہذا عجب العجائب۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۷۹ بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان ۱۹۲۹)

آگے چلیے

اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا اعلان از بس

ضروری تھا۔لیکن اگر مجھے کچھ افسوس ہے تو اس زمانہ کے ان مولوی صاحبان پر ہے کہ جنہوں نے قبل اس کے جو میری تحریر پر غور اور خوض کی نگاہ کریں۔ رَدّ لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ مصنفین اور محققین خوب سمجھتے ہیں کہ جس قدر حال کے بعض مولوی صاحبوں نے اپنی دیرینہ رائے کا مخالف ٹھہرایا ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ درحقیقت اتنی بڑی مخالفت نہیں ہے۔جس پر اتنا شور مچایا گیا۔ میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور میرا یہ دعویٰ نہیں کہ مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح آجائیں۔ ہاں اس زمانے کے لیے میں مثیل مسیح ہوں۔اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے۔

(ایضاً ص ۸۳)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ انہوں نے مولانا ندوی کی عبارت میں تحریف کر کے یہ لکھا تھا کہ مرزا قادیانی نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ہم پھر دوبارہ مولانا ندوی کی تحریر پیش کرتے ہیں۔شاید سمجھ آسکے۔

اس کتاب (براہین احمدیہ) میں اپنی ذات کے متعلق وہ (یعنی مرزا صاحب) بار بار اظہار کرتے ہیں کہ وہ دنیا کی اصلاح اور اسلام کی دعوت کے لیے خدا کی طرف سے ماموراور عصر حاضر کے مجدد ہیں اور ان کو حضرت مسیح سے مماثلت حاصل ہے۔

(قادیانیت ص ۵۷)

ان تمام حوالہ جات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعوے ایسے تھے جن کی وجہ سے اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' قابل گرفت تھی اسی وجہ سے علماء لدھیانہ نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔مگر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہمنواؤں کو اس میں کوئی خامی نظر نہ آئی اس لیے بٹالوی صاحب نے اس پر ریویو لکھا اور اس کی بھرپور تائید و توثیق کی۔

براہین احمدیہ قابل گرفت کتاب تھی یا نہیں

اب ہم دوسری طرف آتے ہیں کہ آیا ''براہین احمدیہ'' قابل گرفت تھی یا نہیں تھی۔ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اس کا جائزہ لے لیں۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب اپنی تحقیق و تنقید میں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ''براہین احمدیہ'' کوئی ایسی قابل گرفت کتاب نہ تھی جس کی بناء پر مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا جا سکے اور یہی بات

ان کے سرخیل اور مرزا قادیانی کے وکیل بٹالوی صاحب بھی شروع سے کہتے چلے آرہے ہیں۔

نواب صدیق حسن کا رَدِّ عمل

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا طرز عمل پیش کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہی وہ نواب صاحب ہیں جن کے متعلق مولانا بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعة السنہ کے جلد ۳ نمبر ۹ ص ۳ پر لکھا تھا کہ نواب صاحب کو چاہئے کہ وہ توجہ کریں تو اکیلے ہی براہین کی طباعت کا خرچ اٹھا کر اسے شائع کرا سکتے ہیں ہم یہ حوالہ گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں۔ جب مرزا قادیانی نے نواب صدیق حسن خان صاحب کو ''براہین احمدیہ'' جلد نمبر ۳ بھیجی تو اس پر تاریخ احمدیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

> نواب صاحب اپنی شاہانہ ٹھاٹ باٹ اور علو مرتبت میں بھی اسلام کی تحریری خدمت سر انجام دے رہے تھے۔ اور انکی علمی تصانیف کا ہندوستان کے طول وعرض میں ایک شہرہ تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی تو انہیں مجدد وقت تسلیم کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے ان کی اسلامی خدمات پر حسن ظن کرتے ہوئے انہیں براہین احمدیہ بھجوائی تھی۔ مگر انہوں نے یہ کتاب پھاڑ کر واپس کر دی اور لکھا کہ مذہبی کتابوں کی خریداری حکومت وقت کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے اس لیے ریاست سے کچھ امید نہ رکھیں۔
>
> (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۲۸)

یہاں دیکھئے ڈاکٹر صاحب کے بقول اگر ''براہین احمدیہ'' ایسی کتاب نہیں تھی جس کی گرفت کی جا سکے تو نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ کتاب پھاڑ کر واپس کیوں کی۔ اگرچہ اس میں تاریخ احمدیت کے مصنف نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس کتاب کو پھاڑنے کی وجہ حکومت کی سیاسی پالیسی تھی مگر قرینے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پھاڑنے کی وجہ یہ نہیں ہے اگر حکومت کی پالیسی نہ تھی تب بھی نواب صاحب اتنے مال دار تھے کہ وہ خود اس کتاب کے کئی نسخے خرید سکتے تھے۔ اور اگر خریدنے کا ارادہ نہ بھی ہو تو بھی پھاڑ کر واپس کرنے کا کیا مطلب۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب میں ایسا مواد موجود تھا جو کہ قابل گرفت تھا جس کی وجہ سے نواب صدیق حسن خان صاحب نے براہین احمدیہ کو پھاڑا۔ یہ واقعہ ۱۸۸۳ء کا ہے (دیکھیے تاریخ احمدیت صفحہ ۲۸ جلد ۲) جبکہ علماء لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کی اشاعت کے بعد کفر کا فتوی لگایا تھا جس میں علماء لدھیانہ کو درپردہ دعوی مسیحیت اور دعوئے نبوت نظر آرہا تھا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے مرزا پر کفر کا فتوی تو نہیں لگایا تھا البتہ اس کتاب کو قابل گرفت ہونے کی وجہ سے پھاڑ

کروا پس کر دیا تھا۔

آگے چلیے!

جب ''براہین احمدیہ'' کی جلد چہارم منظر عام پر آئی تو علماء لدھیانہ کے علاوہ امرتسر کے کچھ غیر مقلد علماء نے بھی اس پر گرفت کی تھی جسکو مولانا ندوی نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے۔گزشتہ صفحات میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔اور مولانا بٹالوی نے بھی ''براہین احمدیہ'' پر جو ریویو لکھا ہے اس میں بھی تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۷ میں صفحہ ۱۹۴ سے ۲۱۸ تک امرتسر کے غیر مقلد معترض علماء کو تفصیلا جواب دیا ہے۔اگر چہ امرتسر کے غیر مقلد علماء نے مرزا پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا پھر بھی مولانا بٹالوی نے انکے ''براہین احمدیہ'' پر اس اختلاف کو کفر کے فتوے سے زیادہ اشد قرار دیا۔مولانا بٹالوی نے اپنے جواب کی ان الفاظ سے ابتداء کی۔

فریق اوّل (امرتسری منکروں) کی وجہ انکار کا جواب

اس فریق (امرتسری منکرین) کا انکار گو صورۃ انکار فریق دوم (علماء لدھیانہ) سے اخف ہے (کیونکہ فریق دوم مکفر ہے یہ مکفر نہیں) مگر درحقیقت یہ انکار اشد ہے۔اس لیے کہ فریق دوم کا انکار گو حد تکفیر تک پہنچا ہوا ہے مگر وہ صرف اور خاص کر الہامات مؤلف ''براہین احمدیہ'' کے متعلق ہے ان کے سوا اولیاء اللہ کے الہامات سے اس کو تعلق نہیں اور ان کو مطلق الہام اولیاء اللہ سے انکار نہیں اور یہ حضرات (فریق اوّل) معتزلہ اور نیچریہ کی طرح مطلق اولیاء اللہ کے الہام غیبی (ہمرنگ وحی) سے انکاری ہیں۔اور مؤلف براہین کے سواء بھی کسی ولی (سری۔ سقطی۔جنید بغدادی۔شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ) کے الہام غیبی کو نہیں مانتے۔اس لیے انکا انکار بلا تکفیر فریق دوم کے انکار با تکفیر سے اشد اور اغلظ ہے۔

(اشاعۃ السنۃ صفحہ ۱۹۴ اشارہ ۷ جلد ۷)

اس سے اگلی تفصیل ڈاکٹر صاحب اپنے مسلک کے کتب خانوں سے منگوا کر پڑھ سکتے ہیں اگر پھر بھی انکے مسلک کے لوگ اس معاملہ میں ان سے تعاون نہ کریں تو پھر یہ امام غائب ہم سے منگوا کر پڑھ لیں ۔ویسے اطلاعا عرض ہے کہ ہم اس امام غائب کو اپنی کتاب ''سب سے پہلا فتوی تکفیر'' کے دوسرے ایڈیشن میں اس کی فوٹو کاپی کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔تا کہ اہل علم اس سے استفادہ کر سکیں۔

یہاں پر دیکھئے کہ امرتسر کے غیر مقلد علماء مرزا قادیانی کے ان الہامات کی تکذیب کر رہے ہیں جن کا

دعوی ''براہین احمدیہ'' میں کیا گیا تھا۔ گو کہ مرزا قادیانی پر ان حضرات نے کفر کا فتوی نہیں دیا تھا مگر پھر بھی اس کو قابل گرفت جانا اسی فکر اور غم میں مولانا بٹالوی گھلے جا رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ مولانا بٹالوی کے ہم مسلک تھے۔

مرزا قادیانی کی عبارت کا جواب

نیز ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کی ایک عبارت کا جو حوالہ دیا ہے اس کا جواب ہم قادیانیوں ہی کی طرف سے دیں گے۔ ویسے ڈاکٹر صاحب مرزا قادیانی کو مسلمان قرار دینے میں بڑے مستعد نظر آرہے ہیں اور ہر دلیل اس کے مسلمان ہونے کی دی جا رہی ہے آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اسکی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

فی الحال ہم ڈاکٹر صاحب کے مطالعہ میں اضافہ کے لیے قادیانی مؤلف کی کتاب ''تاریخ احمدیت'' کی ایک تحریر ''براہین احمدیہ'' کے حصہ چہارم کے طبع اول کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔

> ماموریت کا وہ منصب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۲ء میں عطا ہوا تھا ، اس کے متعلق بعض مزید تفصیلات اس سال (یعنی ۱۸۸۳ء) میں آپ پر ظاہر کر دی گئیں ، اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ محدث اللہ عیسٰی دوران اور خدا کے نبی ہیں۔
>
> (تاریخ احمدیت ص ۳۴ ج ۲)

آگے لکھتے ہیں کہ:

> عجیب بات یہ ہے کہ جیسا کہ یہودی تاریخ کے مطابق حضرت مسیح ناصری (یعنی عیسی علیہ السلام) اپنے متبوع حضرت موسی علیہ السلام کی ولادت سے ٹھیک ۱۲۷۲ برس بعد پیدا ہوئے۔ اسی طرح حضرت اقدس (مرزا قادیانی) علیہ السلام کو بھی رسول اللہ ﷺ کے دعوی رسالت سے ٹھیک ۱۲۷۲ برس بعد عیسی کے عہدہ پر سرفراز فرمایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ۶۱۱ء میں دعوی نبوت فرمایا اور ٹھیک ۱۲۷۲ سال بعد ۱۸۸۳ء میں یہ الہامات نازل ہوئے۔ گویا مسیح موسوی کا جسمانی اور مسیح محمدی کا روحانی ظہور اپنے دائرہ میں ایک ہی سال میں وقوع میں آیا۔
>
> (تاریخ احمدیت ص ۳۵ ج ۲)

اور اس کے آگے مزید چوبیس سطروں میں مؤلف تاریخ احمدیت نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہیے کہ اس کو غیر مقلدیت کی عینک اتار کر غور کے ساتھ پڑھ لیں شاید کچھ سمجھ آسکے۔

اسی طرح مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۳۸ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یوں تو الہامات کا سلسلہ پہلے سے شروع ہو چکا تھا ،لیکن وہ الہام جس میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لیے صریح طور پر مامور کیا گیا۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا جبکہ آپ براہین احمدیہ حصہ سوم تصنیف فرما رہے تھے۔

(سیرت المہدی ص ۳۹ ج ا)

ماہنامہ ''فرقان'' قادیان کی وضاحت

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم عقیدہ غیر مقلدین یہ بات چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ جب علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر ''براہین احمدیہ'' کی عبارات کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اس وقت ''براہین احمدیہ'' میں کوئی کفر کی وجہ نہیں پائی جاتی تھی۔ اسی لیے مولانا بٹالوی نے اس پر جو ریویو لکھا وہ صحیح تھا۔

غیر مقلدین کے اسی دعوے کے رد میں ہم ایک اور حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے غیر مقلدین رفقاء کی تحقیق کا اندازہ ہو جائے کہ ''براہین احمدیہ'' میں کوئی ایسا دعویٰ پایا جاتا تھا یا نہیں۔

چونکہ ہم یہ بات پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا قادیانی پر علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کے بعد جس نے بڑی گرفت کی تھی وہ مولانا غلام دستگیر قصوری تھے۔ علمائے لدھیانہ نے جس بنیاد پر گرفت کی تھی اس کو مولانا بٹالوی نے خود تفصیلاً ذکر کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ''براہین احمدیہ'' کی عبارت سے علمائے لدھیانہ نے یہ اخذ کیا ہے کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) در پردہ نبوت کا مدعی ہے۔

بالکل یہی تحقیق مولانا غلام دستگیر قصوری کی تھی۔ مولانا قصوری نے مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' پر جو گرفت کی وہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں کی۔ پھر اس کے بعد ''براہین احمدیہ'' اور ''اشاعۃ السنۃ'' کے ریویو۔ دونوں پر تحقیق کے بعد ایک فتویٰ ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مرتب کیا۔ جس کا نام ''رَجْمُ الشَّیَاطِیْن بِرَدِّ اَغْلُوْطَاتِ الْبَرَاھِیْن'' رکھا۔ پھر اس کو مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا۔ جس پر علمائے حرمین نے دستخط کئے۔ اور یہ فتویٰ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں واپس آیا۔ اس کا تفصیلی ذکر فتاویٰ قادریہ میں مولانا محمد لدھیانوی نے بھی کیا ہے۔

یہاں پر ہم ماہنامہ ''فرقان'' جو کہ قادیان سے شائع ہوتا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۵ء کی ایک تحریر کا حوالہ دیتے ہیں جو کہ اس کے ایڈیٹر نے قادیانیوں کے لاہوری فرقے کے رد میں لکھی ہے۔ چونکہ قادیانیوں کا لاہوری فرقہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا بلکہ مجدد مانتا ہے۔ ایڈیٹر نے مرزا قادیانی کو نبی ثابت کرنے کے لیے جو چند دلائل

دیئے ہیں ان میں سے ایک دلیل یوں ہے۔ ''غیر احمدی علماء کے نزدیک وجہ تکفیر'' کے عنوان سے لکھتا ہے:

غلام دستگیر قصوری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید مخالفین میں سے تھا۔اس نے ایک رسالہ ''رَجْمُ الشَّیَاطِیْن بِرَدِّ اُغْلُوْطَاتِ الْبَرَاھِیْن '' کے نام سے شائع کیا۔اس کی ابتدا میں اس نے یہ بھی لکھا۔ کہ مرزا صاحب تو وہ شخص ہیں جن کو عرباً عجماً دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔اس رسالہ کے آخر میں اس نے عرب وعجم کے بڑے بڑے علماء اور مالکی ، حنبلی اور حنفی مفتیان کی تقریظیں بھی شامل کیں۔ان تقاریظ میں سے بعض میں کفر کا فتوی بھی لگایا گیا۔

آگے ''حضور کے الہامات میں دعوی نبوت'' کے نام سے لکھتا ہے:

غلام دستگیر قصوری نے اپنے اسی رسالہ میں ''براہین''میں مذکورہ بعض الہامات نقل کر کے اس پر تنقید کی ہے۔طوالت کے خوف سے یہ مفصل تنقید تو پیش نہیں کی جا سکتی لیکن اس تنقید کے بعد جو نتائج اس نے پیش کئے ہیں اس میں سے بعض حصے مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔جن سے یہ بات ثابت ہو سکے گی کہ مخالفین حضور کی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کس وضاحت کے ساتھ سمجھ رہے تھے

اس شخص (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے لوازم رسالت اور خواص نبوت اپنے لیے ثابت کئے ہیں.......... پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ ڈرانے ۔خوشخبری سنانے پر مامور ہے......اس کے الہامات کو قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے پھر اسی سلسلہ میں وہ لکھتا ہے:

اگر کسی کو شبہ گزرے کہ مولف براہین ۔۔۔۔کیونکر متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لیے ثابت کرتا ہے اور اسی طرح ایک شبہ اور اعتراض کا مفصل رد کرتے ہوئے ثابت کرتا ہے کہ:

اصل ''براہین'' والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیاں سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کی قادیان میں مکہ معظمہ کی طرح وحی اترتی ہے.......... پس صاحب ''براہین'' کے یہ وعدے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء مرسلین سے ۔اگر چہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے

صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے۔ قُلْ اِنِّی اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ. لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ اَنْ لَا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ. قُلْ جَآئَکُمْ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ فَلَا تَکْفُرُوْا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ.

پس یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

صاحبِ ''براہین'' اپنے آپ کو صاف انبیاء مرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مثلیت ہے نہ کہ ظلیت اور نیز اس نے ''براہین'' کے ص ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے۔

جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ

اس الہام کی حضور کے الفاظ میں تفسیر پیش کرنے کے بعد وہ لکھتا ہے:

پس ''براہین'' والے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا انبیاء کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لیے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے

(ص ۱۰، ۱۱، ۱۲)

اختصاراً چند حوالہ جات رسالہ مذکورہ سے پیش کر دینے کافی ہیں۔ ان اقتباسات کو سرسری نظر سے پڑھنے والا بھی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ مخالف علماء حضور کی وحی میں حضور کے اس منصب عالی کو واضح طور پر محسوس کر رہے تھے۔ وحی الٰہی میں اس وضاحت کے ساتھ حضور کی نبوت کو پیش کیا گیا تھا کہ جس کی صرف حضور ہی تاویل فرما رہے تھے۔ اور باقاعدہ دعویٰ نہیں فرما رہے تھے۔ لیکن اس کے برخلاف مخالفین حضور کی نبوت کے علاوہ کسی اور بات کو ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے اس لیے غلام دستگیر قصوری اس بات کے لکھنے پر مجبور تھا کہ:

''یہ شخص (حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) باوجود دعویٰ اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ وسلم کے اپنے آپ کو خصائص نبوت رسالت سے موصوف کر رہا ہے .... الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات صاحب براہین میں تدبّر اور تعمق فرماتا ہے۔ تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ براہین والے نے صاف دعویٰ برابری کا انبیاء سے کیا ہے .... الغرض ''براہین'' کا مؤلف ہر چند اپنی زبان سے صریح دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں تا کہ اہل اسلام خواص و عوام بلوے نہ کر دیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاصہ خاص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لیے ثابت نہ کر لیا ہو (۔ص ۱۴) ہمارے غیر

مبائع احباب کواس امر سے تو اتفاق ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں جو الہامات درج کئے گئے ہیں
وہ فی الواقع خدا کی وحی ہیں۔ اور غلام دستگیر قصوری نے یہ جو لکھا ہے کہ:
کوئی خاصہ خاص انبیا سے باقی نہیں چھوڑا جس کواس نے اپنے لیے ثابت نہ کیا ہو۔
میں حضور کے الہامات میں مذکورہ حضور کی عظمت وشان کی طرف اشارہ ہے۔ تو
معلوم ہوا کہ مخالف علماء حضور کی اپنی عبارات نہیں بلکہ خدائی الہامات میں وضاحت کے ساتھ
اس بات کو سمجھ رہے تھے کہ الہامات میں نبوت کے علاوہ کوئی اور بات پیش نہیں کی گئی۔ اور یہی
ان کی طرف سے کفر کے فتوے کا باعث ہوا

(بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۶ تا ۹)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلد حضرات غور فرمائیں کہ قادیانی خود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ ''براہین احمدیہ'' میں دعویٰ نبوت در پردہ موجود تھا یہ الگ بات ہے کہ اس کو علمائے لدھیانہ نے سب سے پہلے محسوس کر لیا اور اس کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے محسوس کیا۔ جب کہ غیر مقلدین حضرات اب تک بھی اس ''براہین احمدیہ'' کی صفائی میں لگے ہوئے ہیں کہ اس میں کوئی ایسا دعویٰ نہیں پایا جاتا تھا جس سے نبوت کا اظہار ہوتا ہو۔

مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی میں اختلاف کی ابتداء

مولانا محمد حسین بٹالوی اب تک مرزا قادیانی کے دعوؤں کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آرہے تھے کہ اچانک ان دونوں جگری وفکری دوستوں کا اختلاف شروع ہو گیا۔ اختلاف کس بنیاد پر تھا اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کے درمیان رقم کی تقسیم کے مسئلے میں اختلاف ہو گیا تھا جو کہ اس نے ''براہین احمدیہ'' کے شائع کرنے کے نام پر لوگوں سے اکٹھی کی تھیں۔

اس کی طرف مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری نے اشارہ کیا ہے:

''براہین'' کی اشاعت کے زمانے میں اور اس کے کئی سال بعد تک مولوی محمد حسین
مرحوم بٹالوی مرزا صاحب کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے۔ بلکہ قادیانی تقدس کی بیل دراصل مولوی
محمد حسین ہی کی کوششوں سے منڈھے چڑھی تھی۔ پس اس لحاظ سے کہ مولوی محمد حسین صاحب
مرحوم مرزائی دکانداری کے اسرار وخفایا کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ اس بارے میں ان کی

شہادت سب سے زیادہ وقیع اور قابل وثوق سمجھی جائے گی کہ مرزا صاحب نے قوم کا کتنا روپیہ کھایا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کو لکھا تھا کہ آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ ”براہین“ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کے طمع دے کر خرد برد کر چکے ہیں اور کتاب ”براہین“ ہنوز دو بطن شاعر کی مصداق ہے اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کا منہ دیکھ رہے ہیں۔

(رئیس قادیان ص ۷۱ جلد ۱)

اسی سلسلے مولانا بٹالوی آگے لکھتے ہیں:

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ قادیانی صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کے بچپن کے دوست اور ہم سبق تھے۔ کیونکہ جس زمانہ میں مرزا صاحب کے والد حکیم غلام مرتضی صاحب بٹالہ میں مطب کرتے تھے انہی دنوں، مرزا غلام احمد بھی کئی سال بٹالہ میں باپ کے ساتھ رہ کر مولوی محمد حسین کی رفاقت میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ یہ ایک مسلّم امر ہے کہ تقدس فروشی کی دکان کھولنے میں مولوی صاحب نے مرزا صاحب کی بڑی مدد کی تھی۔ گو مرزائیت کے فروغ دینے میں حکیم نورالدین کا اقتدار بھی بہت کچھ بروئے کار آیا لیکن اصل یہ ہے کہ اگر مولوی محمد حسین کا دست اعانت مرزا صاحب کی یاری نہ کرتا تو تقدس کا کاروبار حکیم نورالدین کی عون ونصرت کے باوجود بمشکل چل سکتا تھا.......... اس لیے ایک مرتبہ مولوی محمد حسین نے سمجھایا کہ پہلے براہین کی رقمیں تمہارے ذمہ واجب الادا تھیں۔ اب تم نے ”سراج منیر“ کا چودہ سو روپیہ وصول کر کے چپ سادھ لی ہے۔ یہ بدمعاملگی بدنامی کا باعث ہے۔ مرزا صاحب نے کچھ حیلے حوالے کر کے بات کو ٹلا دیا۔ کسی قدر وقفہ کے بعد مولوی صاحب نے مکرر سمجھایا کہ جب لوگ رقمیں مدت سے دے چکے ہیں تو تم کتاب چھپوا کر لوگوں کی شکایت کیوں دور نہیں کر دیتے۔ یہ ایک دوستانہ و ہمدردانہ مشورہ تھا لیکن الہامی صاحب نے اس کو بہت برا منایا اور فرط غیظ میں کہا کہ میں نے تمہاری وساطت سے روپیہ نہیں لیا جو تم خواہ مخواہ بیچ میں کود پڑے ہو اور کہا کہ چندہ دینے والے تو خاموش ہیں اور تم تقاضا کئے جاتے ہو اور اگر ان لوگوں نے تمہیں اپنا وکیل مقرر کیا ہے تو اپنا وکالت نامہ دکھاؤ۔ یہ ٹکا سا جواب سن کر مولوی صاحب کلیجہ مسوس کر رہ گئے اور مرزا سے قطع تعلق کر لیا۔

(رئیس قادیان جلد اول ص ۱۷۷، ۱۷۸)

یہی وجہ ہے کہ مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے اختلاف کے بعد اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے مختلف شماروں میں مختلف مقامات پر مرزا غلام احمد قادیانی پر ''براہین احمدیہ'' کا دس ہزار روپیہ کھا جانے کا بار بار ذکر کیا ہے۔

(۱) آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب ''براہین احمدیہ'' کی قیمت میں اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خرد برد کر چکے ہیں۔ اور کتاب براہین ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۵ ص ۱۰)

(۲) اور جو عام لوگوں سے وعدہ خلافیاں اور عہد شکنیاں کی ہیں وہ لوگ جانتے ہیں کہ قیمت ''براہین احمدیہ'' کا ہزار ہا روپیہ آپ خورد برد کر گئے ہیں اور اس کے طبع و اشاعت کے کئی وعدے دے چکے ہیں۔ مگر کتاب ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔

(اشاعت السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ ص ۲۰۷)

(۳) کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے ، کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اس نے بیان تین سو دلائل حقیتِ اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقعہ طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصہ میں کتاب چھپوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔

ہاں ان کاروائیوں سے فائدہ ہے تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا تازہ بن گیا ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۱)

ان تمام حوالوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پہلا اختلاف ان دونوں رفیقوں کا روپیہ کی تقسیم کے مسئلہ پر ہوا تھا کیونکہ مولانا بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت اور اس کو فروخت کرنے کے لیے جتنی اشتہار بازی اور بیان بازی اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں کی تھی اس سلسلے میں مولانا بٹالوی اپنے آپ کو ''براہین احمدیہ'' کی رقم میں برابر کا حصہ دار سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا بٹالوی بار بار جگہ جگہ ایک ہی لفظ پکار رہے ہیں۔ کہ دس ہزار روپیہ ، دس ہزار روپیہ ، کھا گیا ہے۔ اور موٹا تازہ ہو گیا ہے۔

(۴) دوسری وجہ جو کہ قادیانیوں کی طرف سے بیان کی جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا محمد حسین بٹالوی سے پوچھے بغیر ہی اپنے دعوے کر دیئے تھے۔ اس بنیاد پر مولانا بٹالوی اس سے ناراض ہو گئے۔ جیسا کہ "تاریخ احمدیت" کا مصنف لکھتا ہے:

انہیں (بٹالوی صاحب کو) غصہ اس بات پر تھا کہ مجھ سے اپنے دعوے سے متعلق آپ (مرزا قادیانی) نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

گزشتہ صفحات میں جو تفصیلات گزری ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو یہ راستہ مولانا بٹالوی ہی نے دکھایا تھا۔ مگر مرزا قادیانی بے وفا نکلا۔ اس نے مولانا بٹالوی کی ان بے بہا تمام قربانیوں (جو انہوں نے مرزا قادیانی کی رفاقت اور دوستی کو نبھانے کی خاطر دی تھیں) کو پس پشت ڈال کر ان سے مشورہ کئے بغیر ہی دعوی کر دیا۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب محمد اکرام لکھتے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں انہوں (مرزا قادیانی) نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ جس کی وجہ سے ان میں اور عام مسلمانوں میں اختلاف اور مخالفت کا دروازہ کھلا۔ مشہور اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اب تک ان کے دوست اور شریک کار تھے ان کے خلاف کفر کا فتوی دیا۔

(موج کوثر ص ۱۷۸)

موج کوثر ایک غیر جانب دار کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی عبارت یہ بتلا رہی ہے کہ مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے شریک کار تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر وہ کس کام میں شریک تھے۔ کاروبار وغیرہ میں نہیں جائیداد میں بھی نہیں، صاف واضح ہے کہ اس کے اسی کاروبار نبوت میں شریک تھے جس کی بنیادیں مولانا بٹالوی نے اپنے دلائل سے مضبوط کی تھیں۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا محمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

قدرت ایزدی کا معائینہ کرو کہ خدا تعالی نے ہمارے فتوے کی صداقت اس مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھ سے کروائی جو اس (قادیانی) کا پرلے درجے کا مددگار تھا۔ اپنے رسالہ ماہواری میں بڑے زور و شور سے اس کی تعریف لکھتا تھا اور ہمارے فتوے کی تردید چھاپتا تھا۔

(فتاوی قادریہ ص ۲۵)

بٹالوی صاحب کی ''براہین احمدیہ'' پر تنقید کی ابتداء

مولانا بٹالوی نے جتنی شدت سے مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت کی تھی اور اس کے ہر دعوے کو دلائل کے ساتھ مزین کر دیا تھا۔ اب اختلاف کے بعد مولانا بٹالوی نے اتنی ہی شدت سے اس کی مخالفت شروع کر دی اور اپنے ''رسالہ اشاعۃ السنۃ'' جو کہ اب تک مرزا قادیانی کے حق میں نغمے گا تا رہا اب جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی سے مولانا بٹالوی کا اختلاف شروع ہوا تو اسی ''اشاعۃ السنۃ'' کے مختلف شماروں اور مقامات پر ''براہین احمدیہ'' ہی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور مولانا بٹالوی نے انہی دعووں کی تردید میں لمبے مضامین لکھے۔ جن دعووں کو سچ ثابت کرنے کے لیے پہلے ان کے حق ہونے پر مضامین لکھتے رہے۔

چنانچہ مولانا بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' کی تردید کی ابتداء ان الفاظ سے شروع کی۔

کیونکہ اسی (اشاعت السنہ) نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشانہائے آسمانی و نصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر ے وغیرہ جلد نمبر ے میں اس کو امکانی ولی ملہم بنایا۔ اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوی مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں اور اس کی عبارات اپنی تحریرات ورسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو اس کو امکانی ولی و ملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا۔ کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب و عرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر و تفسیق و تبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔ صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام وولایت کا امکان جما رکھا۔ اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔

لہٰذا اسی اشاعۃ السنۃ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو لے تب تک بلا ضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۳ ص ۳،۴)

(اس کا عکس اگلے تین صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایت سوم جلد سیزدہم

معہ

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت ۱۳۰۷ ہجری مطابق ۱۸۹۰ء

قیمت رسالہ و ضمیمہ

یہ رسالہ عموماً ۶ سالانہ قیمت پر دیا جاتا ہے۔ خواص (رؤسا اہل اسلام) بنظر اعانت للہ عنایت فرماتے ہیں بعض اشخاص سے جنکی آمدنی ۴۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں رعایۃً ۲ روپیہ لئے جاتے ہیں جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہیں تین روپیہ جو دس روپیہ ماہوار بھی آمدنی نہیں رکھتے پر علمی بضاعت رکھتے اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں ان کو بلا قیمت دیا جاتا ہے ضمیمہ اکثر رسالے علیحدہ بکتا ہے اسکی عام قیمت تین روپیہ

خاص ...... ؎ ۔ رعایتی ...... عـہ ۔ ادنی ۱۲

رسالہ فتح اسلام اور اسکے حواشی توضیح المرام ازالۃ الاوہام

پر

ریویو

اور

مؤلف خیالی مسیح مرزا قادیانی۔ اور اسکے ایک فرضی حواری حکیم نور الدین بھیروی جموں

گفتگو

کا بقیہ

فہرست مضامین

(۱) سالانہ کا جیب امرض۔

(۲) فتنہ قادیانی (ملاحظہ) جنگ جویان و صلح خواہان)۔

(۳) بقیہ گفتگو (جسمیں پہلے مرزا قادیانی کو رشتہ دار ... ہے۔ پھر حکیم نور الدین بھیروی جموں سے مباحثہ۔ پھر مرزا قادیانی سے گفتگو)

شہاب ثاقب

مسیح کاذب

اس نام کا رکیب اور پر شعر ... مضمون ... منظوم رسالہ مرزا قادیانی کی ...

۳

ٹھیرآیا اور وہ اتفقن مین پہیلا یا اور اہل اسلام کی پبلک مین کہتا ہے کہ مسیح موعود جسکے قیامت سے پہلے آنیکی قرآن وحدیث مین خبر ہے مین ہون - اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہوچکے ہین وہ اب دنیا مین نہین آسکتے - اور انکے معجزات مشہورہ احیاء موتے وخلق طیر کو ماننا شرک ہے اور آنحضرتؐ کا معراج مین آسمان پر جانا اور حضرت مسیحؑ کا آسمان پر زندہ رہنا ایسے خوارق سے ہین جن سے ایمان بالغیب ٹوٹ جاتا ہے - اور میرے لئے خدا تعالے نے خوارق کا دروازہ کہول دیا ہے - مین ہر شخص کو خوارق اور آسمانی نشان دکہا سکتا ہون اور مین بطور استعارہ ابن اللہ کہلا سکتا ہون اور مین مسلمانون کا وہ امام ہون جسکو وہ امام مہدی سمجھ رہے ہین وغیرہ وغیرہ جنکا اجمال اس رسالہ کے صفحہ (۵) مین ہے اور تفصیل ریویو مین ہوگی اور انکے پرائیوٹ جلسون مین ایسی پیشگوئیان سنا تا ہے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہین ہے (جیسے ہشت سالہ میعاد کی پیشگوئی وغیرہ وغیرہ) اور ان دعاوی وخیالات مین وہ کامیابی بھی ظاہر کر رہا اور یہ کہہ رہا ہے کہ ساٹھ ہزار اشخاص اسکے پاس آچکے ہین جن کی مہمانداری مین وہ دس ہزار روپیہ کے قریب خرچ کرچکا ہے اور بہت سے لوگون نے (جنکی فہرست وہ خود شایع کرنا چاہتا ہے وہ نہ کریگا تو ہم شایع کرینگے) اسکو مسیح موعود وامام وقت مان لیا ہے

اسکے ان دعاوی وبیانات سے مسلمانون کے مذہب امن مین جسقدر انقلاب واقع ہونیکا اندیشہ ہے وہ مخفی ومحتاج بیان نہین ہے (اس حضرت قادیانی اور انکے حواری انکار کرینگے تو ہم اسکی تفصیل وبیان سے متعرض ہونگے) اس صورت مین اشاعۃ السنہ پر بخصوصیت کے ساتھہ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چہوڑ کر ہمہ تن اسکے دعاوی کے رد کے درپے ہو اسکے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت علی العموم اور اسکی موجودہ جماعت وجمعیت کو تتر بتر کرنیمین کوشش کرے اور آیندہ مسلمانون خصوصًا اہل حدیث کو جنکا یہ خادم ہے اس جماعت مین داخل ہونیسے بچا دے کیونکہ اسی اشاعۃ السنہ نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشانہاے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دہوکا کہا کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبر ۶ وغیرہ جلد ۷ مین اسکو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگون مین اسکا اعتبار جمایا تھا جسکو یہہ حضرات اپنے دعاوی مستحدثہ کی تائید مین اب پیش کر رہے ہین - اور اسکی عبارت اپنی تحریرات ورسائل مین نقل کرکے ان سے فائدہ اٹہا رہے اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہین - اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین اسکو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانون کی نظرون مین بے اعتبار ہوجاتا - کیونکہ بہت سے علما مختلف دیار ہندوستان وپنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اسکی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہوچکا تھا - صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہل حدیث اور اپنے خریدارون کے خیال مین اس کے الہام وولایت کا امکان جمادیا تہا

۴

اسکو حامی اسلام بنا رکہا تہا۔

لہذا اسی (اشاعۃ السنۃ) کا فرض اور اسکے ذمہ یہ ایک قرض تہا کہ اس نے جیسا اسکو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑہایا تہا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اسکو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عملمین لاوے۔ اور جبتک یہ تلافی پوری نہو لے تبتک بلا ضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نکرے +

اسی وجہ سے نمبر ۱ جلد ۱۳ اور اس جلد کے تین نمبرون مین اسکے متعلق بحث ہوئی ہے اور آئندہ بہی انشاء اللہ تعالیٰ تا انفصال منقال وانقطاع جدال حضرت قادیانی اسمین یہی بحث رہیگی۔

اس وقت تک تو صرف مراسلت فریقین طبع ہوئی جس سے اہل بصیرت وانصاف کو بخوبی ثابت ہوگا کہ یہ شخص اپنے اقوال و بیانات مین صادق اور اپنے حال مین مستقیم اور اپنے دعاوی مین نیک نیت نہین ہے اور ان حالات کے ساتھ وہ کسیطرح ملہم نہین ہو سکتا اور جن پر یہ ثبوت مخفی رہیگا انکو اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۳ مین یہ امر مبرہن کرکے دکہایا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اور آئندہ ریویو مین یہ ثابت کیا جائیگا کہ مرزا قادیانی ان دعاوی اور اعتقادات مین اصول اسلام کے مخالف ہے۔ اور بعمل تحریف آریہ۔ نصاریٰ و فلاسفہ کا مقلد و موافق ہے اور اپنے مسیح موعود مسیحائی کجا یکی الہام کے دعویٰ مین صادق نہین ہے اور اس اعتقاد و عمل و اخلاق کے شخص کا شرعاً و عقلاً ملہم ہونا ممکن ہی نہین ہے۔

ایسا شخص ملہم و مخاطب الٰہی کا مخاطب ہو تو الہام کا بالکل اعتبار اٹہ جاتا ہے۔ اور جماعہ مین انبیاء اور اولیاء ربانیین کے حق مین بدظنی بدگمانی پیدا ہو کر کیا وہ بہی ایسے ہی تہے۔ حاشا جنابہم عن ذالک۔ اور اس ریویو مین یہ بیان ہوگا کہ قادیانی کا یہ دام الہام کیونکر پہیل گیا ہے۔ اور اسکے کلام کا بعض لوگون پر اثر کیون پڑجاتا ہے اور اشاعۃ السنۃ کی کاروائی پر مرزا قادیانی اور اس کے حواریون نے ابتک کیا سلوک کیا اور کیا آئندہ ہوگا۔ اور اسکا اثر فریقین پر کیا پڑیگا۔

اسوقت جو سلوک ان سے ہوا ہے وہ یہ ہے (۱) خریداری اشاعۃ السنۃ کو موقوف کرنا یا اسکی وہ بہی قیمت (باوجود عادت نادہندگی) دبا رکہنا۔ (۲) رسائل و اخبارون مین عامیانہ گالیان دینا (۳) گمنام خطوط کے ذریعہ گالیان سنانا اور دہمکانا آئندہ اس سلوک سے ڈرانا اور دہمکانا کہ اگر تم مخالفت مرزا سے باز نہ آوگے تو ہم اور گالیان دینگے اس سلوک کا اثر وہ حضرات تو یہ سوچ بیٹہے ہین کہ صاحب اشاعۃ السنۃ گالیون سے ڈر کر ہماری مخالفت چہوڑ دیگا۔ مگر انکا یہ خیال سودا و محال ہے صاحب اشاعۃ السنۃ تمہاری مخالفت کو اپنا دین و ایمان سمجہتا ہے لہذا وہ گالیون کے خوف سے اپنا ایمان کبہی نہ چہوڑیگا ان گالیونکا بہا اثر یہی پڑیگا۔ اول نعمت ا... مہذب اگو نیز تمہارا اگر زرہ ہونا ثابت ہوگا۔ دوم صاحب اشاعۃ السنۃ کا صبر و رنگ کا انکا جواب نہین تم پر دنیا و آخرت مین ناگہانی بلا نازل کریگا۔ سوم اشاعۃ السنۃ کے دوست و حامی ان گالیونکا ایسا جواب دینگے کہ پہر تم کہانیان یاد بہول جاؤگے وہ جواب دشنام بدشنام نہوگا بلکہ اور ہی قسم کا جواب ہوگا جو سراسر تہذیب و عدل پر مبنی ہوگا جو لوگ خیرخواہ ملزمین ہین وہ ان حضرات کو سمجہا دین کہ وہ گالی گلوچ سے باز آدین ورنہ کسی جوابی کاروائی پر جو اسجانب سے ہو پہر افسوس و شکایت نکرین +

یہاں پر مولانا بٹالوی نے دو باتوں میں واشگاف الفاظ میں اعتراف کرلیا۔

(۱) کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ''براہین احمدیہ'' کی ان عبارات کی وجہ سے جن کے حق میں مولانا بٹالوی دلائل دے کر ان کو سچا ثابت کر رہے تھے اس وقت کے علماء مختلف دیار ہندوستان ، پنجاب وعرب کا مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر پر اتفاق ہو چکا تھا۔

(۲) دوسرا یہ کہ صرف ''اشاعۃ السنہ'' ایک واحد رسالہ تھا جس نے فرقہ اہلحدیث اور اس کے خریداروں کو مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اس کے اوپر نازل ہونے والے الہامات کا اعتبار جما رکھا تھا۔

مگر اب جب مخالفت شروع ہو چکی ہے تو مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کو گرانے کی فکر کر رہے ہیں اور اس کی ابتداء کر چکے ہیں۔

براہین احمدیہ پر تنقید اور اس کی تکذیب وتردید

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے پہلے مرزا قادیانی کو چڑھایا پھر جب اختلاف ہوا تو اس کو گرانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسی میں سب سے بڑا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس ''براہین احمدیہ'' کے بل بوتے پر مرزا قادیانی کے جھوٹے دعووں کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے اب اسی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں وہی باتیں کہنی شروع کر دیں جن کی وجہ سے علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تھا۔ اس کتاب پر تنقید شروع کر دی۔ اس کی تردید پر کمربستہ ہوگئے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی جھوٹا ہے

(۱) عقائد باطلہ مخالفہ دین وادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جز ہے۔ زمانہ تالیف ''براہین احمدیہ'' کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا۔ مگر زمانہ تصنیف ''براہین'' سے جو جھوٹ بولنا ، دھوکہ دینا، آپ نے اختیار کیا ہے۔

(اشاعۃ السنہ شمارہ ۱ جلد ۱۵ ص ۸)

یہاں پر ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مولانا بٹالوی مرزا قادیانی سے اپنی پرانی رفاقت کو بھی بھلا رہے ہیں اور زمانہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' سے مرزا قادیانی کے جھوٹ بولنے کا اقرار بھی کر رہے ہیں۔ یہاں جھوٹ بولنے سے مراد کیا ہے یہ بھی اہل علم سے مخفی نہ ہوگا۔ سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے اس جھوٹ

ے میں مولانا بٹالوی بھی برابر کے شریک تھے۔ بلکہ مرزا قادیانی کے ایک ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے سوسو جھوٹ لکھتے رہے

"براہین احمدیہ" کے اکاذیب

(۲) آپ اپنی دین دنیا کی خیر چاہتے ہیں اور نیکی بدی کے قائل ہیں اور مسلمانوں کی نظروں میں عزیز بننے کے طالب ہیں تو بٹالہ میں خاکسار کے پاس آویں اور میرے غریب خانہ پر حسب عادت قدیم چندروز قیام کریں۔ آپ کے مصارف سفر و قیام بٹالہ میرے ذمہ ہیں اور پھر ان اکاذیب سے جو زمانہ تصنیف "براہین احمدیہ" سے اب تک آپ سے سرزد ہو چکے ہیں تائب ہوں۔ یا ان کا صدق ہونا ثابت کریں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۵ص ۴۰)

یہاں پر مولانا بٹالوی پرانی یادوں کو تازہ کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے گھر پر دعوت دے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ "براہین احمدیہ" میں مرزا قادیانی نے جو جھوٹ بولے تھے اور انہیں سچ ثابت کرنے کے لیے مولانا بٹالوی نے جو دلائل دیئے تھے انہی سے تائب ہونے کی اپیل بھی کر رہے ہیں۔

"براہین احمدیہ" کے دلائل معلم الملکوت (شیطان)

(۳) "براہین احمدیہ" کے دلائل اور اس ایمان میں جو اسلام کے واعظ رکھتے ہیں۔ بہت سے حجاب ہیں۔ یہ دلائل اس ایمان کی طرف ہرگز جانے نہ دیں گے کیونکہ جو ایمان "براہین احمدیہ" سے پیدا ہوتا ہے وہ کسی واعظ اسلام کے پاس نہیں ہے۔ وہ معلم الملکوت کے پاس سے ملتا ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد ۱۵صفحہ ۱۲۱)

یہاں پر غور کریں مولانا بٹالوی "براہین احمدیہ" کے جن الہامات کو پہلے رحمانی کہتے تھے۔ اب ان کو وہ معلم الملکوت (یعنی شیطان) کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے لیے غور کا مقام ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ "براہین احمدیہ" سے کوئی وجہ کفر نہیں بنتی۔ جبکہ بٹالوی صاحب اس کو معلم الملکوت کا الہام بتاتے ہیں۔

"براہین احمدیہ"۔۔۔۔ جھوٹی لاف زنیاں

(۴) اشاعۃ السنۃ نے جس قدر قادیانی کو اس کے سابق دعوی نصرت اسلام کی نظر سے

مسلمان جان کراوراس کی کتاب براہین کی جھوٹی لاف زنیوں کو سچے وعدے سمجھ کراس پر ریویو لکھ کراونچا کیا تھا اس سے وہ چند اس کے چھپے کفر کے ظاہر ہو جانے اور اس کتاب ''براہین'' کے مخفی الحادات کھل جانے پر اس کو نیچے گرادیا۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ص ۸)

یہاں پر غور کیجئے مولانا بٹالوی ''براہین احمدیہ'' میں مرزا قادیانی کے جن دعووں کو پہلے سچے ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے اب انہی دعووں کو جھوٹی لاف زنی قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ اسے کفر والحاد بھی کھلے لفظوں میں کہہ دیا ہے۔

اگر اس چھپے کفر کو علمائے لدھیانہ نے تاڑ لیا تھا اور اس مخفی الحاد کو پہچان کر مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی لگا دیا تھا تو انہوں نے کون سا جرم کیا تھا کہ مولانا بٹالوی علمائے لدھیانہ کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ گئے تھے۔ کیا اب وہ خود یہ تسلیم نہیں کررہے ہے کہ واقعی ''براہین احمدیہ'' میں چھپے کفر تھے اور مخفی الحادات موجود تھے۔

''براہین احمدیہ''......ایک دلیل بھی پوری نہیں

(۵) کون سی کتاب میں اس نے اسلام کی پوری تائید کی ہے۔ کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اس نے تین سو دلائل حقیتِ اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کراور خلاف واقع طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خرد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۶ص ۲۱۱)

''براہین احمدیہ''......ایک سڑیل کتاب اور احتلامات شیطانی

(۶) رسالہ ''سراج منیر'' کی متعلق مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

یہ رسالہ ۷۶ صفحہ کا ہے اور یہ وہ رسالہ ہے جس کو آپ نے ''براہین احمدیہ'' کی موجودہ جلدیں چھاپ دینے کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا وعدہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مشتہر کیا تھا۔ آپ نے ''براہین'' کی لاف زنیوں (پیش گوئیوں) کو تسخیر حمقا اتباع کے لیے ناکافی سمجھ کر اس رسالہ میں آور پیش گوئیوں کا احمقوں کو لالچ دیا تھا............بجز ایک پیش گوئی ازالہ و چند پیش گوئیاں اشتہارات ۱۸۸۷ء سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں............اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں آپ نے ایک نیا رسالہ مشتمل برنشانات جدیدہ کا وعدہ دے کر ہم سے روپیہ بٹورا تھا یا اسی

سڑیل کتاب (براہین احمدیہ) خوگیر کی بھرتی مجموعہ احتلامات شیطانی ''براہین'' کے دوبارہ چھاپ دینے کا اور اسی کی پرانی لن ترانیوں کا اس میں اعادہ کر دینے کا وعدہ تھا۔

(اشاعۃ السنہ، شمارہ نمبر۴ جلد ۱۸ صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

یہاں پر غور فرمائیں مولانا بٹالوی جس ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے تھے کہ اس جیسی کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ایسی تصنیف ہونے کا احتمال ہے۔ اب یہاں پر اسی کتاب کو مولانا بٹالوی سڑیل، مجموعہ احتلامات اور شیطانی براہین فرما رہے ہیں۔ (مقام غور ہے...............غیر مقلدین غور فرمائیں

''سراج منیر'' کے لیے بٹالوی صاحب کے آنسو

''سراج منیر'' پر مولانا بٹالوی کے ان ملفوظات کے حوالے سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات ذہن میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رسالہ ''سراج منیر'' کو یہاں بڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اس پر بڑے غصے کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر اس غصہ کی حالت میں مولانا بٹالوی بھول گئے کہ ماضی میں کسی وقت اسی رسالہ ''سراج منیر'' کی اشاعت کے لیے انہوں نے بذات خود بڑی بے تابی دکھائی تھی جیسے ''براہین احمدیہ'' کے لیے دکھائی تھی۔ اسی طرح لوگوں سے اس رسالہ کی اشاعت میں امداد کی اپیل بھی کی اور امداد نہ کرنے پر بذات خود آنسو بہانے کا اظہار فرمایا تھا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا بٹالوی کی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب آریہ سماج کے خلاف ''سرمہ چشم آریہ'' کتاب لکھی تو اس نے تبصرے کے لیے اپنے قریبی رفیق و مشیر مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمت میں بھیجی۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی کسی کتاب کے صحیح ہونے کی اس وقت تک تسلّی نہیں ہوتی تھی جب تک کہ اس کتاب کی حقانیت پر مولانا بٹالوی مہر نہیں لگا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا بٹالوی نے حسب روایت مرزا قادیانی کی کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمانے کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کی آئندہ شائع ہونے والی کتاب ''سراج منیر'' کی اشاعت کے لیے بھرپور اپیل فرمائی۔

مولانا بٹالوی ''سرمہ چشم آریہ'' کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ کتاب لاجواب مؤلف ''براہین احمدیہ'' مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف ہے۔ جو بغرض تحریر ریویو مصنف عالی ہمت نے ہمارے پاس بھجوائی ہے۔

تبصرے کے بعد لوگوں کو اس کتاب کی خریداری کی طرف متوجہ کرنے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو صاحب ان مباحث سے حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اصل کتاب بقیمت ۱۲عص۔ جناب مصنف سے جو قادیان ضلع گورداس پور میں مقیم ہیں طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

اور حمیت وحمایت اسلام تو اس میں ہے۔ کہ ایک ایک مسلمان اس کتاب کے دس۔ دس۔ بیس۔ بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔

مولانا بٹالوی نے اس کتاب کے دو فائدے لکھے ہیں۔ ان میں دوسرا فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔

ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک ''سراج منیر'' کا طبع ہونا عدم موجود زَر کے سبب معرض التواء میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لیے آمد قیمت ''سرمہ چشم آریہ'' کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے۔ کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذاہب سے مقابلہ کے لیے وقف اور فدا ہو رہا ہے۔ پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کا یہ خیال ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائیداد جس کو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر انعام دینے کے لیے رکھا ہو اہے فروخت کر کے صرف کر لیں تو پیچھے کر وہ مالی مدد دینگے۔ ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی افسوس کے لائق ہے۔

اس افسوس پر بھی ان کا یہی حال رہا اور انہوں نے بہت جلد ''سرمہ چشم آریہ'' ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر مصارف طبع ''سراج منیر'' کے لیے روپیہ مہیا نہ کر دیا تو ہم کو ان کے حال پر آنسو بہانا پڑے گا۔

اے خدا تعالیٰ تو ایسا نہ کر مسلمانوں کو دل ہمت وسماحت ہمدردی عطاء فرما۔ آمین ثم آمین۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج۹۔ ش۶۔ ص۱۵۷۔۱۵۸)

بالآخر مولانا بٹالوی کی دعائیں اپیلیں آہیں اور آنسو رنگ لے ہی آئے۔ اور ''سراج منیر'' کے نام سے کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔ مگر کب۔ مولانا بٹالوی کی اپیل وخواہش کے تقریباً گیارہ سال کے بعد۔ مولانا بٹالوی نے اس کی اشاعت کے لیے اپیل وخواہش اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۹۔

۱۸۸۶ء میں کی تھی جبکہ مرزا قادیانی نے یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں شائع کی۔

مرزا غلام احمد قادیانی بڑا شاطر تھا۔ وہ اپنی ہر تحریر و کتاب کی سب سے پہلے مولانا بٹالوی سے تصدیق کروالیتا تھا اور مولانا بٹالوی کو مرزا قادیانی کی ذات پر ایمان کی حد تک یقین تھا۔ اسی لیے مولانا بٹالوی بغیر کسی تحقیق و جستجو کے اس کی ہر کتاب کے حق میں زوردار قصیدہ لکھ دیتے۔ اس کو لیکر مرزا قادیانی عوام الناس خصوصاً غیر مقلدین میں مشہور کر دیتا۔

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ جب مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کی کتاب "سراج منیر" پر ۱۸۸۶ء میں تصدیقی مضمون لکھ کر اس کی اشاعت کے لیے اپیل کی تو اس وقت مرزا قادیانی مولانا بٹالوی سمیت تمام غیر مقلدین کے نزدیک ایک قابل فخر مسلمان تھا۔ جبکہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر ۱۸۸۴ء میں ہی کفر کا فتویٰ دیدیا تھا۔ لازمی بات ہے کہ مولانا بٹالوی نے اس وقت اس کتاب کو بغور پڑھا ہوگا۔ اور اس کے اندر جو کچھ بھی تھا اس سے مولانا بٹالوی کو سو فیصد اتفاق تھا۔ تو اگر یہ کتاب اسی زمانے میں شائع ہو جاتی تو مولانا بٹالوی کو اس کتاب میں موجود مواد سے کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ مولانا بٹالوی کا مرزا قادیانی سے اختلاف ۱۸۹۱ء سے شروع ہو گیا تھا۔ اور مرزا قادیانی نے اس کتاب کو مولانا بٹالوی کی تصدیق ۱۸۸۶ء کے گیارہ سال کے بعد ۱۸۹۷ء میں شائع کیا تو مولانا بٹالوی کو اس سے اختلاف ہو گیا۔

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں!

(۷) کیا د صاحب نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعہ سے دنیا کا عیش اڑانے کے لیے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے۔ مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ مباحثہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا اور اس کے ذریعے باقرار خود دس ہزار روپے کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا پھر جب دیکھا کہ من جملہ تین سو دلائل عقلیہ کے (جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے) ایک دلیل بھی بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجددیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعوے کی پٹڑی جما دی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعوے کا جھنڈا کھڑا کر دیا

اور معجزات ونشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔

(اشاعۃ السنہ شمارہ نمبر ۷ جلد ۱۸ اص ۱۹۵)

براہین احمدیہ۔۔۔۔مجموعہ خرافات اباطیل

(۸) ہم خدا کے فضل وتوفیق سے الہام کے مثبت ہیں نہ منکر اور اس کا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نمبر ۱۰، ۱۱ جلد ۷ میں بضمن ریویو براہین احمدیہ ایسا کر چکے ہیں۔ جس پر آج تک ہم کو قیام وثبات ہے۔ گو براہین کو ایک مدت سے (جب سے کہ کادیانی اسلام سے مرتد ہو کر کفر بکنے لگ گیا ہے) مجموعہ خرافات واباطیل اور اس کے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانی وگوز ہاشتر جانتے ہیں۔

(شمارہ نمبر ۷ جلد ۱۸ اص ۲۰۲، ۲۰۳)

میرا خیال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور دوسرے تمام غیر مقلدین کو اب تسلی ہوگئی ہوگی کہ ''براہین احمدیہ'' ایک ایسی کتاب تھی جس کے اندر احتلامات شیطانی وگوز ہا شتر اور جھوٹی لاف زنیاں موجود تھیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ،ان تمام الہامات شیطانی اور جھوٹی لاف زنیوں کو پہلے اپنے ریویو میں الہامات رحمانی اور سچی پیش گوئیاں ثابت کرتے رہے ہیں۔

مولانا بٹالوی کی زودِ پشیمانی

آخر کار مولانا بٹالوی کو اس بات کا احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی تھی جس کا نتیجہ مجھے بھگتنا پڑا۔ اگر میں اس وقت ان احتلامات شیطانی کو الہامات رحمانی بنا کر پیش نہ کرتا تو مجھے یہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔

جیسے کہ مولانا بٹالوی مزید لکھتے ہیں:

کادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب براہین احمدیہ میں اپنے لیے ثابت کئے تو بعض علمائے پنجاب[1] نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے۔ مگر چونکہ بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ یہ مرتبہ حقیقی طور پر آنحضرت ہی کا ہے اور وہ ظلی طور پر اور آنحضرت ﷺ کا ادنیٰ امتی ہونے کی وجہ سے ان برکات کا مُس ہے۔ لہذا خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکا

[1] یہاں پر علمائے پنجاب سے مراد علمائے لدھیانہ ہیں۔ بٹالوی صاحب نے غالباً شرمندگی کی وجہ سے علماء لدھیانہ کا نام نہیں لیا۔ (از مؤلف)

کھایا اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم ع خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہ ہوا تھا اور کیونکر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے معہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال و خیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۵ اص ۱۱۹، ۱۲۰)

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

یہاں پر بھی ڈاکٹر صاحب اور ان تمام غیر مقلدین کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ مولانا بٹالوی نے ان تمام دعوؤں کی یہاں پر تردید کردی جس میں ڈاکٹر صاحب اور اس کے ہم مسلک یہ کہتے پھر رہے تھے کہ ''براہین احمدیہ'' میں کوئی کفریہ دعویٰ موجود نہیں تھا۔ بلکہ دوبطن شاعر تھا۔

بٹالوی صاحب کا اپنا اقرار کہ ''براہین احمدیہ'' میں نبوت کا دعویٰ موجود تھا

بعض اوقات آدمی اپنے کیئے پر پچھتاتا ہے دیواروں سے سر ٹکراتا ہے اور ببانگ دہل اپنے اس کیئے کو جسے وہ پہلے صحیح جانتا ہے غیر محسوس طریقے سے اس غلطی کا اقرار کرلیتا ہے۔ اسی طریقے سے مولانا بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۲۰ ص ۲۲۶، ۲۲۷ میں ''کرشن قادیان اور مسلمانان'' کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں:

قادیان کے کرشن (مرزا غلام احمد) مہاراج نے پہلے وکیل و مناظر غیر اقوام من جانب اسلام کا روپ بھرا تھا اور قرآن و اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن ہی سے نکالنے کا وعدہ دے کر (بحسب اعتراف خود) دس ہزار روپیہ مسلمانوں کا بٹورا و ازانجا کہ ان تین سو دلائل کا وجود کتاب براہین میں تو کب ہوتا اس کے دماغ میں بھی نہ تھا۔ لہٰذا اس کتاب کے تیسرے حصے (یا جلد) سے ایک اور روپ ولی اور نبی بننے کا جمایا اور وحی و الہام (جو انبیاء و اولیاء کا خاصہ ہے) کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا ان الہاموں میں کبھی آپ نے آدم علیہ السلام کا روپ بھرا کبھی حضرت عیسیٰ و آنحضرت و دیگر انبیاء علیہم السلام کا اوتار لیا اور اس ذریعے بہت سے عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کو اپنے دام میں پھنسایا۔

(بحوالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۲۰ ص ۲۲۶، ۲۲۷)

ان لوگوں کو جنسے دعاؤں کے عوض میں کوئی پیسہ لینا کر حرام کر رکھا ہے۔ جنکا ذکر صفحہ ۲۴۳ میں کر رکھا ہے
ان صورتوں میں سے کادیانی نے صرف صورت پنجم کے الہام کو فرشتہ سے مخصوص کیا ہے۔
اور صورت چہارم کو خدا تعالیٰ اور فرشتے دونوں میں مشترک ٹھہرایا ہے۔ اور پہلی تینوں صورتوں
کے الہام کو خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے قرار دیا ہے۔ اور صورت دوم میں تو فرشتہ کو خدا کے
مقابلہ میں ذکر کر کے اسکو بے دخل کیا ہے۔ جس شخص کی آنکھ پر کادیانی کا
محبت اور کورانہ تقلید کا پردہ نہ پڑ گیا ہو۔ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ کادیانی نے اپنے وحی الہام کو
جبرئیل یا کسی اور فرشتے کی وساطت سے مقید و مخصوص نہیں کیا۔ اور اپنے آپکو وحی و الہام
میں فرشتے کا محتاج نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اپنے وحی کو وسیع کیا ہے۔ جبرئیل کو ایک طرف رکھ کر خود
خدا تعالیٰ سے مخاطب ہونیکا دعوے کیا ہے۔ پھر جو اُسنے جناب عالی قباب ختمی مآب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ جبرئیل وحی الٰہی سے مشرف ہونے اور فیض وحی سے بکلی محروم
رہنے کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ آنحضرت کے مقابلہ میں کادیانی کی اپنی تعظیم و فوقیت اور آنحضرت
کے پہلے درجہ توہین و مذمت، تنقیص اور کیا ہے۔ اور کون ایسا مسلمان ہے جسکے بدن پر یہ باتیں
سنکر رونگٹے کھڑے نہ ہونگے اور اس سے ان مسلمانوں کے ایمان جوش میں نہ آئینگے؟۔

کادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب براہین احمدیہ میں اپنے لیے ثابت کیے۔ تو بعض علماء پنجاب نے
اسپر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے۔ مگر چونکہ
بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اسنے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ مرتبہ حقیقی طور پر آن
حضرت ہی کا ہے۔ اور وہ ظلی طور پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنٰی امتی ہونے کی وجہ سے
ان برکات کا محل ہے۔ لہٰذا خاکسار نے اسپر حسن ظنی کرکے اسکو تکفیر سے بچایا۔ اور وہ ہوکا کھایا۔
اور اسکی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اسوقت تک اسکے خبث باطن کا (بحکم
ع کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہوا تھا۔ اور کیونکر ہوتا۔ جب تک کہ وہ اپنے منہ سے
اس نجاست کو جو اُب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اسکا یہ حال و خیال اسوقت معلوم

ہوتا تو میں سب سے پہلے اسپر کفر کا فتویٰ لگاتا۔ اب جو اسکے لفظ لفظ سے وہ کفر ٹپک رہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے مولانا بٹالوی نے اس تحریر میں غیر مقلدین کے ان تمام دعووں کا بھانڈا پھوڑ دیا جن میں تمام غیر مقلدین اس بات پر متفق ہیں کہ ''براہین احمدیہ'' میں کوئی دعوی نبوت نہیں پایا جاتا تھا۔اس لیے مولانا بٹالوی نے اس پر ریویو لکھا۔مگر اب بٹالوی صاحب خود اپنے کیئے پر پچھتا رہے ہیں اور اس بات کا علی الاعلان اقرار کر رہے ہیں کہ واقعی براہین احمدیہ میں نبوت کا دعوی موجود تھا۔اپنے آپ کو آدم اور عیسی جو اس نے کہا تھا اس کو مرزا نے ثابت کیا۔جبکہ ریویو میں مولانا بٹالوی نے انہی باتوں کا مکمل طور پر دفاع کیا تھا اور علمائے لدھیانہ کے اس فتوے کا رَدّ کیا تھا کہ جس میں کہا گیا تھا کہ ''براہین احمدیہ'' میں وجوہات کفر پائی جاتی ہیں۔یعنی اس سے نبوت کا دعوی اور وحی انبیاء کی طرح ثابت ہوتی ہے۔اس لحاظ سے مولانا بٹالوی نے اپنی ہی لکھی بات سے اپنے آپ کو عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں میں داخل کرلیا ہے۔اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ مولانا بٹالوی کس طرح مرزا قادیانی کا انہی باتوں میں دفاع کرتے رہے۔

غیر مقلدین سے زیادہ سمجھ دار تو سکھ ہی نکلے

قارئین! ہمارے اس عنوان سے گھبرائیں نہیں۔ہم نے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ غیر مقلدین کے وکیل اور پیشوا جناب مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے ہم مذہب لوگوں کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے:

اس طرح کہ جب مرزا قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' لکھی اور کلمات کفریہ اور ملحدانہ دعووں سے اس کو بھر دیا تو اس کی تعریف اور توصیف میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک طویل ریویو لکھ دیا۔اور سمجھ نہ پائے کہ اس میں دعوی نبوت پایا جاتا ہے۔مگر مرزا قادیانی نے جب اپنے آپ کو سکھوں کا پیشوا گرونانک بنانے کی کوشش کی تو فوراً سکھ اس بات کو تاڑ گئے اور مرزا قادیانی کی چالاکی پر فوراً گرفت کر کے اس کو رَدّ کر دیا اس پر مولانا بٹالوی یوں رقم طراز ہیں:

> جوں جوں مہاراج کی دولت بڑھتی گئی حرصِ مال زیادہ ہوتی گئی لہذا آپ نے (مرزا قادیانی) ایک اور روپ (سکھوں کے گرونانک صاحب) کے بھرنے کا ٹھہرایا اور اس کے واسطے پہلی پٹری یہ جمائی کہ گرونانک صاحب آپ کے ہم مذہب تھے۔تاکہ سکھ پارٹی سے جو اس وقت مال و دولت میں بڑھی ہوئی ہے اور ان میں کئی ریاستوں کے والی راجہ مہاراجہ ہیں کچھ

روپیہ آوے۔ اور زیورات اور قوت باہ کے یاقوتیوں کے کام میں صرف ہو۔ سکھوں میں کوئی ان کا قائل و مائل ہو جاتا تو ایک نہ ایک دن اس میں ضرور باوا نانک صاحب بن جانا تھا۔ مگر چونکہ سکھ پارٹی کے لیڈر تعلیم یافتہ تھے۔ وہ آپ کی چال تاڑ گئے اور اس کے قابو میں نہ آئے اور انہیں بجائے (ویلکم) لبیک کے تبرّے سنائے۔

(بحوالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۲۰ ص ۲۲۷)

قارئین! ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلدین یہاں پر غور فرمائیں اور اپنے سرخیل مولانا بٹالوی کو داد دیں کہ انہوں نے سکھوں کی دوراندیشی کا کس طرح واشگاف الفاظ میں اظہار کر دیا۔ جب کہ خود مولانا بے چارے سکھوں کے مقابلے میں اتنی بھی اہلیت نہیں رکھتے تھے کہ ''براہین احمدیہ'' میں مرزا قادیانی نے جو دعوے کیے تھے اس سے یہ سمجھ جاتے کہ یہ شخص آئندہ چل کر نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ آگے ہم کیا لکھیں۔ تمام غیر مقلدین اس پر غور فرمائیں۔

(اس دونوں حوالوں کا عکس اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

بٹالوی صاحب کے ریویو پر غیر مقلد علماء کا ردِ عمل

غیر مقلدین میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے مولانا بٹالوی کے اس ریویو کو اچھا نہیں جانا۔ اگرچہ ان حضرات نے مرزا غلام احمد قادیانی پر باقاعدہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا عنایت اللہ اثری فرماتے ہیں:

مولوی (بٹالوی) صاحب موصوف نے ''براہین احمدیہ'' پر جو ریویو فرما کر اس کی بعض باتوں کی امکانی تائید فرمائی تھی وہ ایک گناہ تھا۔

(قطع الوتین نمبر ۵ ص ۱۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد عالم کی رائے

تاریخ مرزا کے مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری جو کہ غیر مقلدین کے مشہور مناظر تھے۔ وہ اپنی کتاب تاریخ مرزا میں ''براہین احمدیہ'' اور مولانا بٹالوی کے ریویو کے متعلق رقم فرماتے ہیں:

جس زور شور سے اس کتاب کا اشتہار تھا۔ آخر کار نکلی تو صورت اس کی یہ تھی کہ ایک جلد موٹے حرفوں میں صرف اس کے اشتہار کی تھی باقی جلدوں میں مضامین شروع ہوئے مگر مضامین کی بنا زیادہ تر اپنے الہامات اور مکاشفات پر تھی لیکن وہ الہامات ایسے کچھ صاف اور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۹۰

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

جلد ہفتم نمبر پنجم لغایت دوازدہم

بابت ۱۳۲۲ ہجری مطابق ۱۹۰۴ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور

اس رسالہ کی قیمت عموماً عہ سالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو روسائے اہلام سے لیجاتی ہے) سو عہ روپیہ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے چھ روپیہ۔ جن کی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے رعایتاً تین روپیہ لیے جاتے ہیں۔ اسمیں یہ شرط ہے کہ سالانہ پیشگی دیں۔ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر رابطہ علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال رواں کے لیے ہے۔ سالہائے گذشتہ کی قیمت حسب شرح ذیل ہے۔ جلد یا سال اول لغایت پنجم کی عام سالانہ قیمت عہ۔ جلد یا سال ششم لغایت دوازدہم کی سالانہ عہ۔ جلد یا سال سیزدہم لغایت نوزدہم کی سالانہ للعہ۔ خریدار کل کو چہارم حصہ قیمت معاف۔ خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال رواں۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیے:۔ (۲) نمونہ کا پرچہ یا رسال اول قیمت یک پرچہ ۴ر ملسکتا ہے نہ مفت۔ رسالہ پسند نہ ہو تو رسالہ واپس کریں اور قیمت واپس لیں (۳) خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ جو لوگ اپنا نام و مقام خط و ضع نہ لکھینگے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے۔ جواب نہ پائیں گے۔

راقم۔ ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

اس جلد کے مضامین توجہ خاص بہت لوگوں کے لائق ہیں۔ از انجملہ بعض کے نام یا وصف معہ ذکر صفحات لکھے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ صفحہ ۹۹ ۱۰۱۔ ۱۰۲ سے ۱۰۶۔ ۲۰۰۔ ۲۱۵ سے ۲۱۷۔ ۲۲۹۔ ۲۳۱۔ ۳۲۲ وغیرہ۔ شائقین ملاحظہ کفریات مرزا صفحہ ۹ لغایت ۱۱۔ ۱۲۰۔ شائقین ملاحظہ دروغ گوئی مرزا صفحہ ۲۲۔ ۲۴۔ ۴۱۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۹۱۔ ۱۰۱۔ ۷۷ وغیرہ منشی شمس الدین صاحب سکرٹری حمایت اسلام صفحہ ۳۰۔ ۳۱۔ ۴۹ و ۵۰۔ مولوی ثناء اللہ صاحب صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۶۔ ممبران ندوۃ العلماء و ظفر الرحمن نعمانیہ ۲۱۳ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ۲۱۷۔ کونسل جموں ۲۳۱۔ مولوی نعمانی صاحب ۲۴۷

مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

باللہ من ھذہ الکلمۃ السوداء الغشاء کبرت کلمۃ تخرج من افواھم ان یقولون الا کذبا۔

کرشن قادیان اور مسلمانان

قادیان کے کرشن (مرزا غلام احمد) مہاراج نے پہلے ہر کل مناظر غیر اقوام منجانب اسلام کا روپ بھرا تھا۔ اور قرآن و اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن ہی سے نکالنے کا وعدہ دیکر (بجب اعتراف خود) دس ہزار روپیہ مسلمانوں کا شور اور انجا کر ان تین سو دلائل کا وجود کتاب براہین میں ترکب ہوتا اس کے دماغ میں بھی نہ تھا۔ لہذا اس کتاب کے تیسرے حصے (یا جلد) سے ایک اور روپ والی اور نبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے بسند صحیح ثابت ہوں وہ سب معانی لغویہ سے مقدم ہیں یہ ایک ایسا صحیح اور مسلمہ اصول ہے کہ اس کو عزیز امرتسری نے بھی مان لیا ہے۔ امرتسر میں دو تین جلسوں میں ہمنے اس کو بلایا اور پہلی مجلس میں اس سے یہ اصول منوا لیا اور اسکے قلم سے لکھوا لیا تھا اور اس کی تفسیر آیت کوثر کی غلطی کو اس پر ظاہر و مدلل کر دیا۔ مگر افسوس صد افسوس اس عزیز نے اپنے اس مسلمہ اصول کا آخری مجالس میں خلاف کیا اور آخر وہ ضد اور ہٹ دھرمی پر آگیا اور ان مجالس میں جو ہماری اور اسکی تحریری گفتگو ہوئی ہے۔ اسکے برخلاف رسالہ آیات متشابہات شائع کر دیا اور اس میں اس اصول مسلمہ کا خلاف کیا۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✦ کہ خضر از آب حیوان تشنہ لب آرد سکندر را

ان مجالس کی تحریری گفتگو کو ہم کسی موقعہ پر شائع کر رہا۔ وہ عزیز اور اسکے حامیوں نے ہمارے اس مضمون کو پڑھکر (اور بہت اختیار نہ کیا) جواب دینگے اور بہت برملا ہرگز دینگے کہ یہ عزیز کیسا شوخ و دلیر اور خیرہ ہے اور دہریہ کی طرح کیا عقل و نقل دونوں سے لڑتا ہے۔ بلکہ اپنا مقابلہ خود ہی کرتا ہے۔ ضد میں آکر اپنے مسلمات تحریری کو خود ہی رد کر دیتا ہے۔

بننے کا جھمایا اور وحی والہام (جو انبیا و اولیا کا خاصہ ہے) کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا۔ اون الہاموں میں کبھی آپنے آدم علیہ السلام کا روپ بھرا کبھی حضرت عیسیٰ و آنحضرت و دیگر انبیا علیہم السلام کا اوتار لیا اور اس ذریعے بہت سو عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کو اپنے دام میں پھنسایا۔ ان مختلف روپ بھرنے سے الغرض آپکے مرید بن گئے اور کافی سے زیادہ روپے آپنے جمع کر لیے حتیٰ کہ سرکار انگریزی کو بھی انکی آمدنی دیکھ کر انکم ٹیکس وصول کرنے کا موقعہ مل گیا اور آپ پر ٹیکس لگایا گیا اور پھر وہ ایک مسلمان افسر تحقیقات کی مہربانی سے اور کرشن مہاراج کی حکمت عملی و غلط عذرداری و غلط بیانی سے اٹھ بھی گیا۔ مگر بحکم حدیث نبوی کہ اگر ابن آدم (حریص دنیا) کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں تب بھی وہ تیسرا جنگل تلاش کرتا ہے۔ اور اسکے پیٹ کو مٹی ہی پُر کرتی ہے ؎ تنگ چشم‌ہائے دنیادار را :: یا قناعت پُر کند یا خاک گور ؛

جوں جوں مہاراج کی دولت بڑھتی گئی حرص مال زیادہ ہوتی گئی۔ لہذا آپنے ایک اور روپ (سکھ کے گرونانک صاحب کے) بھرنے کی ٹھہرائی۔ اور اس کے واسطے پہلی پٹری یہ جمائی کہ گرونانک صاحب انکو ہم مذہب تھے تاکہ سکھ پارٹی سے جو اس وقت مال و دولت میں بڑھی ہوئی ہے۔ اور ان میں کئی ریاستوں کے والی راجہ مہاراجہ ہیں۔ کچھ روپیہ آوے۔ اور زیورات اور قوت باہ کے یاقوتیوں کے کام میں صرف ہو۔ سکھوں میں کوئی انکا قائل و مائل ہو جاتا تو ایک نہ ایک دن انکی خبر با وا نانک صاحب بن جاتا تھا۔ مگر چونکہ سکھ پارٹی کے لیڈر تعلیم یافتہ تھے وہ آپ کی چال تاڑ گئے اور اس کے قابو میں نہ آئے۔ اور انہوں نے بجلسہ دیلکم لیپین کر تبرے سنائے۔

اب آپکو یہ سوجھی ہو کہ ہندو پارٹی میں گو تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں۔ مگر ان پڑھ زیادہ ہیں۔ اور زود اعتقادی انکا خاصہ اور قدیمی شیوہ ہے۔ اور مال و دولت میں بھی وہ سکھوں سے کم نہیں تو اب آپنے کرشن جی کا اوتار لیا ہے۔ اور اپنی نسبت تازہ اور گرماگرم یہ الہام گھڑ کر شائع کر دیا ہے جو آپکو لکچر سیالکوٹ میں اور "ریویو آف ریلیجنس" میں مشتہر ہوا ہے یہ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے"۔ یہ روپ اور یہ اوتار لینا آپکے روز افزوں تبدلات و انتقالات کا

صریح اسلام کے مخالف نہ تھے بلکہ بعض معاون بعض گول۔اس لیے حسن ظن علماء اس پر مرزا صاحب سے مانوس ہی رہے۔اس زمانہ میں سب سے بڑے مانوس مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ تھے۔جنہوں نے اس کتاب پر بڑا لمبیط ریویو لکھا۔اور مخالفین کو جوابات دیئے۔باوجود اس کے دور اندیش علماء اسلام مرزا صاحب سے خوف زدہ تھے۔مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص (مرزا) نبوت کا دعوی کرے گا ،ایسا ہی حضرت مولانا ابوعبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے۔کہ مرحوم بھی مرزا صاحب سے خوف زدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعوی کریں گے۔مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں مولوی صاحب مرحوم کا نام لے کر رد بھی کیا ہے۔ایسا ہی مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علماء لودہانہ بھی مرزا صاحب سے بدظن تھے۔ہم حیران ہیں ان علماء کی فراست کس درجہ کی تھی کہ آخر کار وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا تھا۔

(تاریخ مرزا ص: ۱۳،شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۳۷۳۔۳۷۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

دیکھئے صرف ہمارے اکابر علماء لدھیانہ ہی نے مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو قابل گرفت قرار نہیں دیا بلکہ علماء اہل حدیث (غیر مقلدین) نے بھی اس کو قابل گرفت اور قابل اعتراض قرار دیا تھا۔اگرچہ علماء اہل حدیث نے مرزا پر کفر کا فتوی اس وقت نہیں لگایا تھا۔یہ سعادت صرف علماء لدھیانہ ہی کو حاصل ہوئی تھی۔یہاں پر ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ مرزا قادیانی کا دعوی نبوت دوبطن شاعر نہیں تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی بدحواسی

ڈاکٹر صاحب نے مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ کی ایک عبارت اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی ایک نصیحت جو انہوں نے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے کی تھی درج کر کے غیر مقلدانہ ہاتھ دکھانے کی کوشش کی ہے۔لکھتے ہیں۔

مزید سنئے۔

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ (جو مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اپنی کتاب ''رئیس قادیان'' میں نومبر ۱۸۸۴ء (۱۳۰۲ھ) میں ہونے والی مرزا غلام احمد کی

دوسری شادی کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب ایسے وقت میں جب کہ علمائے امت نے ہنوز مرزا صاحب کے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر نہیں کیا تھا اور مرزا صاحب بھی اب تک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔کسی مسلمان کو (بارات کے) ساتھ نہ لے گئے ہوں۔(کتاب مذکور جلد ا ص ۶۸)

قارئین دیکھ لیجئے۔ابن انیس کہتے ہیں کہ ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ کے علماء نے مرزا غلام احمد پر فتویٰ تکفیر جاری کر دیا تھا اور مولانا دلاوری فرماتے ہیں کہ ۱۳۰۲ھ میں بھی علمائے امت کی طرف سے تکفیر مرزا کا فتوی صادر نہیں ہوا تھا۔ہم کیا کہیں۔دونوں طرف بڑے لوگ ہیں۔تاہم سیدھی سی بات تو یوں لگتی ہے کہ یا تو فتویٰ موجود نہیں تھا یا مولانا دلاوری لدھیانہ والوں کو زمرہ علماء میں شامل نہیں سمجھتے تھے۔کوئی اس معمے کو حل کرے تو ہم ممنون ہوں گے۔

(ہفت روزہ الاعتصام ص ۱۳)

ڈاکٹر صاحب نے یہاں بھی غیر مقلدانہ ہاتھ دکھانے کی کوشش کی ہے:

انسان کو جب اپنے کئے کرائے پر پانی پھرتا محسوس ہوتا ہے تو وہ بدحواس ہو جاتا ہے۔ایسا ہی یہاں ڈاکٹر صاحب ہو گئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کچھ عرصہ سے بڑے جوش وخروش کے ساتھ ماہنامہ ''صراط مستقیم بگھم برطانیہ'' میں تحریک ختم نبوت کے نام سے غیر مقلدین کو چڑھا رہے تھے۔کہ میری کتاب ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' منظر عام پر آ گئی۔اس پر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔جب حقیقت حال سامنے آ گئی کہ مرزا قادیانی پر کفر کا سب سے پہلا فتویٰ علمائے لدھیانہ نے دیا تھا اور غیر مقلدین اس وقت مرزا قادیانی کی مدح سرائی میں لگے ہوئے تھے۔تو ڈاکٹر صاحب نے ہمارے حقیقی دعوے کو رد کرنے کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے۔کبھی مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی طرف مدد کے لیے بھاگتے ہیں اور کبھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی نصیحت کی طرف دوڑتے ہیں کہ شاید ان عبارات کو پیش کر کے اور اپنا دجل دکھا کے اپنی بات کو ثابت کر سکوں۔بے چارے پریشان ہیں۔کیا کریں کیا نہ کریں۔سیدھی سی بات ہے ان کو چاہئے تھا کہ ہم نے جو دستاویز مولانا بٹالوی کی اس وقت کے زمانے کے اعتبار سے مرزا قادیانی کی نبوت کی بنیاد رکھنے کے لیے پیش کی تھی اس سے رجوع کرتے۔مگر ڈاکٹر صاحب اپنی غیر مقلدانہ ضد کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کا دجل کرنے کے لیے تیار ہیں۔

(ا) یہاں ڈاکٹر صاحب نے مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی عبارت درج کر کے اپنے طور پر بڑا تیر مارا ہے اور اپنے ہم مسلکوں کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ان کے تمام ہم مسلک ان کو واہ واہ کہہ رہے ہوں گے۔ حالانکہ اگر یہاں پر غور کیا جائے تو ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی کی اصلیت کھل جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر مولانا دلاوری کی کتاب رئیس قادیان کی پہلی جلد کا حوالہ دیا ہے جب کہ مولانا دلاوری کی کتاب رئیس قادیان کی پہلی جلد میں مرزا قادیانی کے ابتدائی حالات اور اور اس کے دعوے ذکر کیے گئے ہیں اور مولانا بٹالوی اور دوسرے حضرات کا مرزا قادیانی کے ساتھ ابتدائی تعاون اور پھر مخاصمت کا ذکر ہے اس جلد میں مرزا قادیانی پر پہلے فتویٰ تکفیر کے متعلق قطعاً بحث نہیں کی گئی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب مولانا دلاوری نے رئیس قادیان کی پہلی جلد مکمل کی تو اس وقت تک ان کی معلومات مرزا قادیانی کے اوپر فتویٰ تکفیر کے متعلق محدود تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری جلد کی ابتداء مولانا دلاوری نے علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر سے کی ہے اور اس میں مولانا دلاوری نے فتویٰ تکفیر کے متعلق کھل کر تفصیل لکھی ہے۔ جس میں اول فتوی تکفیر دینے والے اور فتویٰ کی مخالفت کرنے والوں کا تفصیلا ذکر ہے۔ اس میں علمائے لدھیانہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی آپس میں بحث کا مفصّل ذکر ہے ڈاکٹر صاحب یہاں پر غیر مقلدانہ چابک دستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلی جلد کی محدود معلومات کا ذکر کر کے دوسری جلد کی تفصیلات کو (جس میں فتویٰ تکفیر کے متعلق بحث کا ذکر ہے) بالکل اسی طرح گول کر گئے جس طرح میری کتاب میں علمائے لدھیانہ کی عبارات سے اپنی مرضی کا مطلب نکال کر مولانا محمد حسین بٹالوی کے تفصیلی ریویو کو گول کر گئے۔ ماشاء اللہ کیا پی ایچ ڈی ہے، اسی لیے تو سلطنت برطانیہ نے انہیں توہین رسالت کے ارتکاب پر انعام میں پی ایچ ڈی کی ڈگری دے کر اپنے سایہ عاطفت میں پناہ دے دی ہے۔

مولانا دلاوری نے اپنی کتاب رئیس قادیان کی جلد ۲ اور صفحہ ۲ میں یہ لکھا ہے:

جس روز قادیانی صاحب لدھیانہ میں قدوم فرما ہوئے، مولوی محمد، مولوی عبداللہ اور مولوی اسماعیل صاحبان نے کتاب براہین کا نظر غائر سے مطالعہ کیا اس میں کلمات کفریہ کی بڑی کثرت وفراوانی پائی۔ اس کے بعد شہر میں اعلان کر دیا کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور خارج از اسلام ہے اور فتوے چھپوا کر گردونواح کے شہروں میں روانہ کیے کہ یہ شخص مرتد ہے، آئندہ کوئی شخص اس کی کتاب نہ خریدے۔

(رئیس قادیان جلد ۲ ص ۲،۳)

یہاں پر مولانا دلاوری نے غلطی سے لفظ 'فتوے چھپوا کر' لکھ دیا ہے یہ ان سے تسامح ہوا ہے ورنہ تحفہ قادریہ میں یہ الفاظ ہیں 'کہ فتوے لکھ کر' روانہ کئے۔

(۲) نیز مولانا دلاوری نے رئیس قادیان میں اپنے طور پر جو ترتیب دی تھی اسی موضوع کے مطابق بات کی ہے۔ انہوں نے جہاں پر جس بات کو ضروری سمجھا اسے پہلے لکھ دیا۔

میرے اس نظریے کی تائید مولانا رفیق دلاوری صاحب نے اپنی کتاب رئیس قادیان کے دیباچے میں بھی ان الفاظ سے کر دی ہے۔

> میں نے ابواب کی ترتیب میں عموماً واقعات کی ترتیب وقوع کا لحاظ رکھا ہے۔ البتہ بعض ضرورتوں اور مناسبتوں کے لحاظ سے کہیں اس کے خلاف بھی کر دیا ہے۔ مثلاً وہ چند ابواب جو جلد اول کے آخر میں درج ہیں اور جن کو وقوع کے لحاظ سے دوسری جلد میں جگہ ملنی چاہئے تھی۔ اندراج میں مقدم کر دیئے گئے ہیں۔ ترتیب معہود کو نظر انداز کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ چند ایسے ابواب جن کو باہم مناسبت رکھنے کی وجہ سے ایک ہی مقام پر درج کرنا مناسب تھا ان کے لیے پہلی جلد میں قاطبۃ گنجائش نہ رہی اس لیے ان کی جگہ دوسری جلد کے چند ابواب پہلی جلد کے آخر میں درج کر کے ان کو دوسری جلد کے لیے ملتوی و مؤخر کر دیا۔
>
> (دیباچہ رئیس قادیان الف)

مولانا دلاوری کی اس تحریر سے صاف واضح ہو گیا کہ مولانا دلاوری کا مقصد وہ نہیں تھا جو کہ ڈاکٹر صاحب نے بنا کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے پیش کیا ہے۔

مولانا دلاوری کی جلد اول کی اس عبارت کو پیش کر کے اصل معاملہ کو گول کرنے کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس وقت مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر صاحب اصل میں مرزا قادیانی کے اس نکاح کا جواز پیش کرنا چاہتے ہیں جو ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر ماہ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ مطابق جنوری، فروری ۱۸۸۴ء کے تقریباً دس ماہ بعد ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز سوموار بمطابق ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء کو پڑھایا تھا۔ چونکہ بعض حضرات کی طرف سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ میاں نذیر حسین صاحب نے مرزا قادیانی کا نکاح کیوں پڑھایا۔ اس پر اکثر غیر مقلدین یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں۔ کہ اس وقت مرزا قادیانی میں کوئی کفر کی وجہ نہیں پائی جاتی تھی۔ اور ڈاکٹر صاحب یہ عبارت پیش کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علمائے امت نے اس وقت مرزا قادیانی پر کوئی کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ اس کے متعلق

تفصیل آگے آرہی ہے۔

آگے چلیے!

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اپنے سفر حج میں احناف کے شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ جو ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء کا واقع ہے اور پیر صاحب فرماتے ہیں کہ عرب شریف کے قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہو گیا مگر حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے تو بھی علمائے عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا (اس کے بعد پیر صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) جیسا کہ آپ کی تصنیفات و ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔

(مہر منیر از مولوی فیض احمد ۱۹۸۷ء ص ۱۲۹)

مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے بھی پیر مہر علی صاحب کو کئے گئے اس ارشاد کا ذکر اپنی کتاب 'بیس بڑے مسلمان' میں ص ۹۸ پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حاجی صاحب نے اپنے مرید کو فرمایا 'ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا تم ضرور اپنے وطن چلے جاؤ۔ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہو تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا۔ اور ملک میں سکون رہے گا'۔

قارئین! آج سے ایک سو دس سال پہلے کی بات ہے جب حاجی صاحب نے اپنے ایک مرید کو ایک ایسے فتنے سے آگاہ کیا جو عنقریب نمودار ہونے والا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں ہونے والے اس کشف کو فتنہ قادیانیت پر چسپاں کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا (جبھی تو ۱۸۹۰ء کے عشرے میں اس کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی کی جا رہی تھی) اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حاجی صاحب کے اس فرمان کے وقت مرزا غلام احمد کے کوئی ایسے عقائد منظر عام پر نہیں آئے تھے جس کی بنا پر اس کو فتنہ قرار دیا جا سکتا

قارئین! حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکے ساتھیوں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یہ جو ابن ملجم ہے اسکے ارادے خطرناک لگتے ہیں (یاد رہے کہ ابن ملجم وہ شخص ہے جس نے کچھ دنوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی اگر اس کے ارادے خطرناک ہیں تو میں کیا کروں۔ سزا جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے ادھر حاجی صاحب ۱۸۹۰ء میں فرما رہے تھے کہ فتنہ (قادیانیت) نمودار ہوگا لیکن ہمارے دیوبندی علماء کے بقول انکے علمائے لدھیانہ نے ۱۸۸۴ء ہی میں مرزا غلام احمد کو سزا بھی سنادی کیا احناف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ المشائخ کا کشف خام تھا کہ فتنہ ظاہر ہو چکا تھا لیکن انہیں ابھی نظر نہیں آرہا تھا۔ پھر ہمارے حنفی بھائی لدھیانہ والوں کو حضرت خضر علیہ السلام کے علوم و معارف اور اختیارات کا (جزوی طور پر ہی سہی) حامل سمجھتے ہیں جنہوں نے ایک لڑکے کو اس لیے مار دیا تھا کہ کہیں آئندہ وہ اپنے کفر اور سرکشی سے اپنے والدین کو عاجز اور پریشان نہ کردے۔

(الاعتصام ص ۱۳، ۱۴)

جواب

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی نصیحت جو حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو کی گئی تھی۔ اس کو ڈاکٹر صاحب ہمارے خلاف دلیل بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ لھذا ہم یہاں پر ڈاکٹر صاحب کی تسلی کے لیے کچھ عرض کیے دیتے ہیں۔

ہم تو سمجھے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے وہ بھی ایک تاریخی موضوع پر مگر یہاں آکر ڈاکٹر صاحب اس پی ایچ ڈی کا جس بھونڈے انداز میں اظہار کر رہے ہیں وہ مقام حیرت ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فتنے کے نمودار ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں فرمایا۔ کیونکہ فتنہ تو موجود تھا لیکن ابھی باقاعدہ نمودار نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہیے تھا کہ اپنی پی ایچ ڈی کے ذریعے سے وجود اور نمود میں فرق محسوس کرتے۔ کیونکہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جن دنوں ہجرت کر کے مکہ تشریف لے گئے تھے انہی دنوں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے بھی مکہ کے لیے ہجرت فرمائی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کا آپس میں گہرا تعلق تھا۔ جب علماء لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتویٰ دیا پھر اس کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۰۲ھ میں مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد اور مولانا بٹالوی کے ان کفریہ عقائد کے حق میں ریویو پر گرفت کر کے ایک استفتاء مرتب کیا پھر

اس کو مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا تو اس کے جواب میں علماء حرمین نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیدیا تھا۔ تو ان حالات میں کیسے ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ان کفریہ عقائد کا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو علم نہ ہو۔ کیونکہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ صاحب ایک ہی شہر (مکہ) میں رہائش پذیر تھے۔ لازمی بات ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کا علم ہو گیا تھا۔ چونکہ مرزا قادیانی کھل کر سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب غیر مقلدین کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے قصیدے پڑھے جا رہے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ''براہین احمدیہ'' کے حق میں لکھے ہوئے ریویو کو مرزا قادیانی کی خواہش پر لوگوں میں مفت تقسیم کیا جارہا تھا۔ اور غیر مقلدین کی اکثریت مولانا بٹالوی کی قیادت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ کھڑی تھی تو ایسے حالات میں ہندوستان کے احتیاط کوش علماء ابھی خاموش تھے۔ مگر علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا قادیانی پر کھلے کفر کے فتوے کے بعد خبردار ضرور ہو گئے تھے۔ تو اس صورت حال کے پیش نظر ہندوستان سے دور بیٹھے ہوئے حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو جو مشورہ دیا تھا وہ صحیح تھا۔ کیونکہ مرزا قادیانی اس وقت تک باقاعدہ فتنہ بن کر نمودار نہیں ہوا تھا۔ مگر اس کا فتنہ وجود میں آ چکا تھا۔

اس کی طرف تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کے ریویو کی ابتداء میں مرزا قادیانی کے الہامات کو ذکر کرتے وقت فرمایا ہے:

> ان کے انکار و کفران کا مورد و موجب مؤلف کتاب کے وہی الہامات ہیں جو اس کتاب کے اخص برکات سے ہیں ان الہامات کو بعض مسلمان امرتسری تو صرف غیر صحیح و غیر ممکن و ناقابل تسلیم بتاتے ہیں اور بعضے (لودہانہ والے) ان کو کھلم کھلا کفر قرار دیتے ہیں۔
>
> (ریویو اشاعۃ السنۃ۔ ج ۷۔ ص ۱۷۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں!

> اور فریق دوم (لودہانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مؤلف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔
>
> (ریویو اشاعۃ السنۃ۔ ج ۷۔ ص ۱۷۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

> ان آیات و فقرات کو دیکھ کر فریق مکفّر کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ مؤلف کتاب ان آیات

قرآنی کا جوانبیاء کے شان وخطاب میں وارد ہیں۔ اپنے آپ کومخاطب ٹھہراتا ہے اوران کمالات کا (جوآیات یا عربی فقرات میں مذکوراور انبیاء سے مخصوص ہیں) محل ہونے کا مدعی ہے۔ پھراس کے دعوی نبوت میں کیا کسر رہی۔

(ایضا ۔ج ۷۔ص ۱۷۳۔۱۷۴)

توبقول بٹالوی صاحب اس فتنے کے وجود میں آنے کی تو علمائے لدھیانہ نے نہ صرف نشاندہی کر دی تھی بلکہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج بھی قرار دیدیا تھا۔ مگر اس فتنے کی نمود ۱۸۹۱ء میں ہوئی اور ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء کے درمیان اس فتنے کی نمود میں مولانا بٹالوی کوشاں رہے۔

جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

میں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں۔ کہ میں وہی مسیح موعود ہوں۔ جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔ تعجب ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۷ میں جس میں براہین احمدیہ کا ریویو لکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ہیں مگر پھر بھی سنا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کو بھی اور لوگوں کا شور اور غوغا دیکھ کر کچھ منکرانہ جوش دل میں اٹھتا ہے۔ وہذا عجب العجائب۔

(ازالہ اوہام ص ۷۹)

یہاں پر غور فرمائیں کہ مولانا بٹالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات خود بتلا رہی ہیں کہ فتنہ وجود میں آ گیا تھا مگر اس کی نمود بعد میں ہوئی۔ ازالہ اوہام مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں شائع کی۔ اسی نمود کے متعلق حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو توجہ دلائی تھی۔

یہ تو ایسے ہی ہے جیسا کہ مولانا بٹالوی نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے:

''فتنہ قادیانی ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا''

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۲ نمبر ۱)

گویا کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی مولانا بٹالوی کے نزدیک ابھی فتنہ تھا قیامت نہیں بنا تھا۔ یہاں پر مولانا بٹالوی نے قادیانی فتنے کے وجود کا اعلان کیا ہے اس کے باقاعدہ قیامت بن کر نمودار

ہونے کا اعلان نہیں فرمایا۔

بالکل اسی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو فتنے کے ظہور کے متعلق پیش گوئی فرمائی تھی۔

نیز ڈاکٹر صاحب حضرت علی ؓ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ جرم سرزد ہونے سے پہلے سزا نہیں دی جا سکتی۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں جبکہ صورت حال یہ ہے کہ جرم سرزد ہو چکا تھا مگر غیر مقلدین کے طبقہ کو اپنی خورد بین نگاہوں میں نظر نہیں آیا جبکہ علماء لدھیانہ کی دور بین نگاہ نے خداداد فراست ایمانی سے اس سرزد شدہ جرم پر مضبوطی سے گرفت کی یہی وجہ ہے کہ بعد میں مولانا بٹالوی نے چیخ چیخ کر کہا کہ میں نے دھوکہ کھایا۔

ڈاکٹر صاحب کی ایک نئی غیر مقلدانہ چال

ڈاکٹر صاحب کو چاہئے تو یہ تھا کہ ہر کام کرنے سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی کا وہ ریویو دیکھ لیتے جو انہوں نے ''براہین احمدیہ'' پر لکھا تھا۔ اور اس کو ہم نے اپنی کتاب میں بلا تبصرہ شائع کیا تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب بٹالوی صاحب کو پوچھے بغیر ہی عبارات کا ہیر پھیر کرتے ہوئے لوگوں کو یہاں پر بہکا رہے ہیں اور غیر مقلدانہ چال چلتے ہوئے ہماری ہی وہ عبارات جو کہ فتاوی قادریہ میں درج ہیں (جس میں علماء لدھیانہ کا علماء دیوبند سے قادیانی کے کفر کے بارے میں مباحثہ ہے) کو تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہوئے اپنی غیر مقلدانہ چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو اس میں علماء دیوبند اور علماء لدھیانہ نے مباحثے کے بعد مرزا قادیانی کی تکفیر چھوڑ دی تھی۔ سبحان اللہ کیا کہنے ڈاکٹر صاحب کی پی۔ ایچ۔ ڈی کے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

قارئین! دیوبندی لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں ان کے ہاں مرزا غلام احمد کے کفر و اسلام کی بحث چلی تھی دونوں طرف احناف کے اکابرین تھے اور بات کا تصفیہ دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا حکم ماننے پر ہوا اور حکم نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ مرزا غلام احمد غیر مقلد ہے۔ بالفاظ دیگر انہوں نے ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو مسلمان قرار دیا تھا۔ سطورِ ذیل میں ہم یہ روئیداد آپ کی نذر کرتے ہیں۔

مولوی محمد لدھیانوی فتاوی قادریہ میں لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعوی کیا کہ میں مجدد

ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے مع مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا، بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے، بیان کئے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔ راقم الحروف (مولوی محمد) نے مولوی عبداللہ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔۔۔۔ دوسرے دن قادیانی مع دو ہندوؤں کے لدھیانہ آیا۔۔۔۔ جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کرا دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے۔ اس کی کتاب کو کوئی نہ خرید کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی صاحب کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے بر سر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے اٹکل پچو معنے کر کے زور شور کے ساتھ سنایا۔ مولوی عبدالعزیز

صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بعد دیگرے حیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی (کہ اے مولوی رشید احمد صاحب) آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے۔ دیدہ و دانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا.............. پھر اس تحریر کو ہم تینوں (لدھیانوی علماء) ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲، جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ورود الہامات کا ہوتا تو کیا عجب ہے میں نے کہا اگر اہل کتاب یہود و نصاری یہ اعتراض کریں کہ جیسا کہ قادیانی پر سبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں۔ اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین احمدیہ کی چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعد ازاں ہم (یعنی علمائے لدھیانہ) نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں برسر عام جس میں مولوی مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء فضلاء نامدار موجود تھے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرماویں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا، زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں، مولوی

عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت ''وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَر'' پڑھ کر فرمایا اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب بڑے ہیں۔ اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر آواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر ، بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن صاحب مدرس مدرسہ مراد آباد وغیرہ داخل تھے، آ کر شور وغل مچایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو۔ صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا یہ امر غلط ہے۔ فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا دل سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر ہے اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔ جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں۔ کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے کہ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ نا کو آیا۔ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے بارے میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا۔ یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔ چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی

صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔

(فتاوی قادریہ ص ۱تا۱۷مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

دیوبندی حضرات کی ایک اور معتبر کتاب 'رئیس قادیان' میں ان واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تلخیص درج ذیل ہے۔

شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا جس میں منشی احمد جان مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے اور ان کی مدح وستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا ، وہ گویا اول المسلمین ہوگا ، اس پر مولوی عبداللہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مرزائے قادیان جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو۔ وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق شخص ہے جلسہ برخاست ہونے کے بعد مولوی عبداللہ کے بھائی مولوی محمد صاحب نے اپنے بھائی سے کہا کہ جب تک کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو کسی شخص کے خلاف زبانِ طعن نہ کھولنی چاہئے۔ مولوی عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر خدائے برتر نے اس موقع پر یہ الفاظ میرے منہ سے نکلوا دیئے۔

(رئیس قادیان ج ۲ ص ۱۔۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا غلام احمد کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ کئے ہوئے تھی۔ اس کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور اس کے مجدد ہونے کے دعوی کو قبول کرنے کی یہ کہہ کر لوگوں کو ترغیب دی جا رہی تھی کہ ایسا کرنا گویا اول المسلمین ہونا ہے۔ لدھیانہ کے تمام علمائے احناف میں سے صرف ایک شخص نے دوسروں سے اختلاف کیا جن کا نام مولوی محمد عبداللہ ہے اور مولوی محمد لدھیانوی صاحب انہیں بھی مرزا صاحب کے خلاف آواز اٹھانے سے روک رہے تھے کہ ان کے پاس مرزا صاحب کے خلاف کوئی قطعی دلیل موجود نہیں تھی۔ (حالانکہ براہین کی چار جلدیں شائع شدہ موجود ہیں) اس واقعہ کے اگلے روز ان علماء نے براہین احمدیہ کا مطالعہ کیا۔ اور جو باتیں اس سے قبل ان کو اس کتاب میں نظر نہیں آئی تھیں یکا یک سامنے آ گئیں۔ چار جلدوں کی یہ کتاب ان بزرگوں نے چند گھنٹوں میں پڑھ ڈالی۔ پھر اس پر تنقیدی نظر بھی ڈال لی۔ اس کے مندرجات میں سے قابل

اعتراض حصوں کو الگ بھی کر لیا اور پھر ان پر مزید غور و خوض کر کے اس کتاب کے مصنف کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر کے اسی روز دوپہر سے پہلے پہلے فتوی مرتب کر کے اور اس کی کاپیاں کروا کرارد گرد کے شہروں میں روانہ بھی کر دیا گیا۔ ہماری نظر سے یہ فتوی تا حال نہیں گزرا' اور جس فتاوی قادریہ کا اس مضمون میں ذکر ہے۔اس سے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ وہ تو ایک کتاب کا نام ہے جو شاید ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی تھی اگر کوئی صاحب ،اصل فتوی کی طرف جو ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا تھا ہماری رہنمائی کریں تو ہم اس موضوع پر مزید گزارشات پیش کریں گے انشاء اللہ اس جملہ معترضہ کے بعد ہم قارئین کو دوبارہ لدھیانوی گنگوہی تنازعہ کی طرف لے چلتے ہیں جس کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کہتے ہیں۔

۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلہ میں حضرت گنگوہی و دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ رفع نزاع کے لیے دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب کو جو صاحب کشف تھے حکم تسلیم کیا گیا۔

(الرشید۔ دیوبند نمبر ص ۶۷۶)

قارئین! جب کسی کو حکم تسلیم کر لیا جائے تو وہی بات حتمی ٹھہرتی ہے جس کا اعلان حکم کی طرف سے ہو اور فیصلہ جس فریق کی رائے کے خلاف ہو اسے اپنی رائے چھوڑنا پڑتی ہے۔ ورنہ تحکیم کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے اور اس موقع پر حکم یعنی مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو فیصلہ دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء کا مرزا غلام احمد غیر مقلد (مسلمان) تھا اور اگر چہ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا ہے کہ اسے کس روح کی اویسیت حاصل ہے اور نہ وہ کسی معروف فقہی مذہب کا مقلد ہے لیکن وہ اسی طرح ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے جس طرح دیگر غیر مقلدین ہیں۔

قارئین! بعض دوست جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ پر بعض لدھیانوی علماء کی تنقید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے براہین کی تعریف اور ان لدھیانوی علماء کی مخالفت کی تھی۔ اوپر کے اقتباسات جو ہم نے فتاوی قادریہ نامی کتاب سے نقل کئے ہیں آپ کو واضح طور پر بتا رہے ہیں

کہ لدھیانہ والوں کی مخالفت کون کر رہا تھا۔ کون ان کے خلاف طومار لکھ کر لدھیانہ بھیج رہا تھا۔ مرزا کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں کو عوام کے مجمعوں میں پڑھ پڑھ کر کون سنا رہا تھا۔ لدھیانوی علماء جمعہ کے خطبات میں کس کے دلائل و مضامین کی دھجیاں اڑا رہے تھے۔ علمائے لدھیانہ دیوبند جا کر کس کو خاموش کر رہے تھے۔ وہ کس کے ہاتھ میں اپنی تحریر دے کر اس کا جواب طلب کر رہے تھے۔ وہ کس کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ مرزا کو مرد صالح قرار دے کر عوام کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے۔ وہ کس گروہ کثیر کو بے جا شوروغل مچانے کا مرتکب قرار دے رہے تھے۔ وہ کس کو ثالث کی موجودگی میں مناظروں کے چیلنج دے رہے تھے اور کن کو ناک کٹے ہونے کا طعنہ دے رہے تھے۔ قارئین! ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ،مولوی حکیم مسعود احمد بن مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمود حسن، مولوی شاہدین ،مولوی عبدالقادری لدھیانوی اور ناظرین یہ واقعات جو اپریل اور مئی ۱۸۸۴ء کے ہیں ان میں کہیں بھی مولانا محمد حسین بٹالوی نظر نہیں آتے۔ مولانا بٹالوی صاحب کا قصور یہ ہے کہ درج بالا تحکیم کے سلسلے میں جب فریقین یعنی مولوی رشید احمد صاحب اور لدھیانوی علماء نے مرزا صاحب کو غیر مقلد مسلمان تسلیم کر لیا تو انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے جون جولائی اور اگست ۱۸۸۴ء کے شماروں میں براہین احمدیہ پر موافقانہ تبصرہ شائع فرما دیا۔ اب ہمارے برادران احناف اس تبصرے کو اٹھائے پھرتے ہیں کہ دیکھو تمہارے مولوی محمد حسین نے کیا لکھ دیا تھا۔ لیکن یہ بتانے سے گریز کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کا تبصرہ اس وقت سامنے آیا تھا جب دیوبند اور لدھیانہ کے علماء باہم بحث و تمحیص اور تحکیم کے بعد ۱۸۸۴ء کے مرزا کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دے چکے تھے۔ شائد وہ یہ نہیں جانتے کہ اس پس منظر میں یہ تحریر ایک ایسے شخص کی کتاب پر تبصرہ تھی جسے دیوبند سے اسلام کی سند دی چکی تھی۔ اگر پھر بھی مولوی صاحب کا یہ تبصرہ ایک جرم ہے تو وہ لوگ اس سے پہلے اس سے بڑے جرم کا ارتکاب کر چکے ہیں جن کا تعلق لدھیانہ اور دیوبند سے ہے۔

(الاعتصام ص ۱۴ تا ۱۸)

ڈاکٹر صاحب کی چابکدستی

اوپر جو عبارت درج کی گئی ہے یہ فتاوی قادریہ اور رئیس قادیان سے لے کر ڈاکٹر صاحب نے بع

نے تبصرے کے ذکر کی ہے۔اس عبارت سے تمام کاروائی صاف اور واضح ہے۔دارالعلوم دیو بند کے سالانہ جلسے میں علمائے لدھیانہ اور علمائے دیو بند میں مرزا قادیانی کی تکفیر کے مسئلے میں ایک علمی اختلاف ہوا۔جس میں کافی بحث ومباحثہ بھی ہوا۔جس کی نتیجے میں بات صاف ہوگئی کہ علمائے دیو بند پر مرزا قادیانی کا کفرابھی کھلانہیں تھااور نہ اب تک اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' انکے سامنے آئی تھی نہ ہی علمائے دیو بند مرزا قادیانی کے حالات سے صحیح طرح سے واقف تھےاور علمائے لدھیانہ کوعلمائے دیو بند نے فتوی کفر دینے سے منع بھی نہیں کیا کیونکہ علمائے لدھیانہ بسبب قریب الوطن ہونے کے مرزا قادیانی کو زیادہ جانتے تھے۔نیز علمائے لدھیانہ نے مرزا کی کتاب ''براہین احمدیہ'' دیکھ رکھی تھی۔اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب اپنی غیر مقلدانہ چابکدستی کا مظاہرہ کرتے ہوئےعوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں اور حقائق کو توڑ موڑ کرپیش کر کے تاریخ کو مسخ کررہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کے نتیجے میں تین سوال نکلتے ہیں:

(۱) لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کئے ہوئے تھی۔

(۲) علمائے لدھیانہ کی علمی صلاحیت واستعداد پرڈاکٹر صاحب کوتشویش ہے۔

(۳) مولانا محمد یعقوب نانوتوی کوعلمائے لدھیانہ نے حکم تسلیم کر کے مرزا قادیانی کوسنی العقیدہ غیر مقلد مسلمان تسلیم کرلیا۔

نمبر 1 کا جواب

ہمارا پہلے ہی سے یہی دعوی ہے کہ لدھیانہ میں صرف ہمارے ہی خاندان کے اکابر علماء نے مرزاغلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تھا۔لدھیانہ کے باقی علماء اس میں شامل نہیں تھے۔اس وقت لدھیانہ ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے علماء مرزا قادیانی کی مذہبی حیثیت کومتعین کرنے میں مذبذب تھے۔سوائے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کے جوکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے دعوں سے نہ صرف مطمئن تھے بلکہ اس کی نبوت کے لیے دلائل تراش رہے تھے۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ تاریخی اعتبار سے علمائے لدھیانہ سے مراد ہمارا ہی خاندان ہے۔پورے لدھیانہ کے علماء نہیں۔کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت اورفتوی فرضیت جہاد دینے کی وجہ سے ہمارا خاندان علمائے لدھیانہ کے نام سے موسوم ہوکر زمانے بھر میں شہرت اختیار کر چکا تھا۔ہمارا

خاندان کئی نسلوں سے علماء کا خاندان چلا آ رہا ہے اور علم دین کی خدمت کرتا چلا آ رہا ہے۔ اس نے مختلف حالات واوقات میں ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کی۔ ہمارے خاندان کی تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے مسئلے میں جو خدمات ہیں اس کی مثال آج بھی موجود ہے۔ آج بھی اگر کوئی چاہے تو لدھیانہ (ہندوستان پنجاب) میں جا کر دیکھ سکتا ہے کہ یہی خاندان قادیانیوں کے مقابلے میں مورچہ لگا کر بیٹھا ہوا ہے اور ختم نبوت کا علم بلند کر کے اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

یہاں پر ڈاکٹر صاحب نے یہ الفاظ لکھ کر کہ (لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے تھی) عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ لدھیانہ کے علماء مرزا قادیانی کے ابتداء میں حامی تھے۔ پھر یہ کفر کا فتوی کیسے لگا سکتے ہیں۔ اصل میں ڈاکٹر صاحب اپنے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کو اس آڑ میں بچانا چاہتے ہیں چونکہ مولانا بٹالوی نے "براہین احمدیہ" پر علمائے لدھیانہ کے خلاف ایک تبصرہ کر کے ایک بھیانک کردار ادا کیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کو چاہئے تھا کہ ان اکثریت میں سے غیر اکثریت علماء کا نام ذکر کرتے جنہوں نے مرزا پر کفر کا فتوی دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب لدھیانہ کے علماء کی جس اکثریت کا ذکر کر رہے ہیں ان کی اکثریت بھی غیر مقلدین ہی کے مسلک سے تعلق رکھتی تھی۔ جو مرزا قادیانی کے لیے دیدہ وَدل فرش راہ کئے ہوئے تھی۔ چنانچہ ہم ہی اس سلسلہ میں کچھ حقائق پیش کرتے ہیں۔

دیدہ وَدل فرش راہ کرنے والے کون تھے

خاندان علمائے لدھیانہ کے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتوے کے باوجود جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے دیدہ وَدل فرش راہ کیے ہوئے تھے ان میں دو طبقے تھے۔ ایک طبقہ وہ تھا جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق کوئی زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ صرف اس کو مناظر اسلام سمجھتا تھا۔ یا پھر کچھ صوفی تھے جو کہ ان پڑھ تھے۔ یہ لوگ ناسمجھی کی بنا پر حسن ظن میں مبتلا ہو گئے۔

دوسرا طبقہ وہ تھا جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بڑی اچھی طرح جانتا تھا اور ایک منصوبے کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے دیدہ وَدل فرش راہ کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ یہ طبقہ غیر مقلدین کا تھا۔ لدھیانہ میں اس طبقہ کے سردار مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ تھے۔ غیر مقلدین کے یہ بزرگ مولانا محمد حسین بٹالوی کے دست راست تھے۔ ان کے متعلق ڈاکٹر صاحب بذات خود ایک جگہ لکھتے ہیں:

آپ (مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ) مولانا محمد حسین بٹالوی کے نہایت قریبی رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے صاحب علم و فضل اور آنریری مجسٹریٹ تھے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۳۰ مارچ ۲۰۰۱ء ص ۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے استقبال کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کے متعلق مولانا محمد لدھیانوی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر میں آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعوی کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد حقانی مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعوے کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔

(فتاوی قادریہ)

اس میں مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ سے مراد مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ ہیں۔ اور پھر جب انہی دنوں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ میں ٹھہرا رہا تو اس کو روزانہ ملنے کے لئے آنے والوں میں بھی مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام آتا ہے۔

دیکھیے تحریک احمدیت کا مصنف کیا لکھتا ہے:

زائرین کا ہجوم اور حضور کی مجلس علم وعرفان کے عنوان سے لکھتا ہے:

بہر کیف زبردست مخالفت کے باوجود جو آپ کی آمد پر اٹھائی گئی تھی لدھیانہ کے گردو نواح سے روزانہ ہی صبح و شام بڑی کثرت سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ علماء اور رؤسا کا تو ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ بالخصوص حضرت صوفی احمد جان صاحب نقشبندی، مولوی شاہدین صاحب، مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ، نواب علی خان صاحب جھجر پیر سراج الحق نعمانی تو پروانوں کی طرح آپ کے گرد رہتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۴۶، ۴۷)

یہاں پر دیکھئے کہ خاندان علمائے لدھیانہ کی طرف سے تو زبردست مخالفت ہو رہی ہے اور ادھر مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ سرگروہ اہلحدیث مرزا غلام احمد قادیانی کے گرد پروانہ وار طواف کر رہے تھے۔ تو یہاں تک کہ مرزا قادیانی کے لدھیانہ میں والہانہ عقیدت سے ملنے والوں میں مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام

سرفہرست ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب اوران کے حلقے کے نزدیک تحریک ختم نبوت ۱۸۹۱ء سے شروع ہوتی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء سے لے کر۱۸۹۱ء کے درمیانی عرصہ میں لدھیانہ میں مرزا قادیانی کے لئے دیدہ وُدل فرش راہ کرنے والے کون تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ ان میں شامل ہو کرتے تھے۔ نیز ڈاکٹر صاحب کے بقول مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے تو مرزا غلام احمد قادیانی کی آمد و رہائش کے لئے خاندان علمائے لدھیانہ کی پرزور مخالفت کے باوجود اس کا محفوظ ترین انتظام وانصرام بھی مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کے سپرد ہوگا۔ کیونکہ ان کا سرکاری حلقوں میں آنریری مجسٹریٹ ہونے کی وجہ سے بڑا اثر تھا تو ایسے حالات میں ڈاکٹر صاحب کو سمجھ جانا چاہئے تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جب پہلی بار لدھیانہ آیا تو اس کے لیے دیدہ وُدل فرش راہ کرنے والے اس کے وہ عقیدت مند تھے جو کہ سرکاری عہدوں پر بیٹھ کر اس کی حفاظت کیا کرتے تھے اور اس کے وہ دعوے جو کہ اس نے ''براہین احمدیہ'' میں کئے تھے اور جن کی تائید وتصدیق مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ریویو میں کی تھی اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ حضرات سرگرم عمل ہو جاتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا شگوفہ

تاریخ ایک سنجیدہ موضوع ہے۔ اس کو لکھنے اور پڑھنے والے دونوں سنجیدگی چاہتے ہیں۔ ذرا سی بے احتیاطی اصل حقائق کو کہیں سے کہیں لے جاتی ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے تاریخ کو ایک مذاق بنا کر رکھ دیا ہے اور کیوں نہ ہو کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس معاملے میں نبی اکرم ﷺ تک کی ذات کو نہیں چھوڑا۔ ان کے نظام جاسوسی کے موضوع پر جو بددیانتی کی ہے اس کا مواخذہ تو قیامت کو ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر بھی غیر مقلدانہ مناظرانہ طرز عمل سے تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلے میں ایک شگوفہ قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ''تحریک ختم نبوت'' کے نام سے جو سیاہ تاریخ لکھی ہے اس کتاب میں انہوں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے خاندان علمائے لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ساتھ دینے کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے۔ ساری کوششوں کے باوجود وہ اس میں جب کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے ایک عجیب شگوفہ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد ملتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

لدھیانہ کے یہ علماء کیا تھے اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہوئے ایک اور بات بھی آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں وہ یہ کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد بھی ملتی رہی ہے۔اس بات کی وضاحت مولوی سرور شاہ قادیانی کی اس تحریر سے ہوتی ہے وہ اپنے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے بغرض تعلیم دیوبند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے ہاں لدھیانہ ٹھہرا۔وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی یہیں ہیں۔میں نے اس سے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں۔ان کے حالات دیکھیں۔اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں اس لیے میں تو نہیں جا سکتا۔لیکن آپ کے ساتھ ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتا دے گا (۔سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۷۹) یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک شخص کو جو بغرض تعلیم دیوبند جا رہا تھا مرزا غلام احمد کی جانب روانہ کرنے والا لدھیانہ ہی کا ایک مولوی تھا۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۲۷،۲۲۸)

ماشاءاللہ ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی کے کیا کہنے۔کیا دلیل قائم کی ہے پہلے تو ڈاکٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ لدھیانہ کے یہ علماء کیا تھے اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔یہاں پر ڈاکٹر صاحب کو چاہیے تھا کہ علمائے لدھیانہ کے متعلق کچھ خود بھی فرما دیتے۔تاریخ کو اتنا مسخ کرنے کے باوجود پھر بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تھی کہ علمائے لدھیانہ کو عوام الناس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔لگتا ہے ڈاکٹر صاحب کا ڈرامائی ذہن یہاں پر ماؤف ہو چکا تھا اسی لیے تو آگے ایک قادیانی مولوی کی روایت کو بہانہ بنا کر لدھیانہ کی طرف سے مرزا قادیانی کی مدد کو دلیل بنا دیا۔

غور سے دیکھیں لدھیانہ کا وہ مولوی جس کے متعلق ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو ایک قسم کی امداد دے رہا تھا وہ مولوی ابراہیم خود کہہ رہا ہے کہ لدھیانہ میں مرزا قادیانی کی مخالفت بہت ہے اور پھر مخالفت کی انتہا یہ ہے کہ وہ خود مرزا قادیانی کے پاس جانے سے ڈرتا ہے۔صرف ایک طالب علم کو راستہ بتانے کے لیے بھیج رہا ہے۔لدھیانہ کے حالات ، علماء ، عوام الناس مرزا کے مخالف ہیں اور ڈاکٹر صاحب

فرماتے ہیں کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کوایک قسم کی مدد ملتی تھی۔اصل میں ڈاکٹر صاحب اپنے سیاہ ماضی کی اس کالک کوکسی نہ کسی طریقے سے دھونا چاہتے ہیں جوان کے بڑوں نے عملی طور پران کے طبقے کے ماضی پر مل دی ہے۔

اصل حقیقت کیا ہے یہ ہم لکھ دیتے ہیں۔

جب مرزا قادیانی لدھیانہ گیا تو اس وقت ہمارے خاندان علمائے لدھیانہ کا طرز عمل کیا تھا ہم اس کو قادیانیوں کی روایت سے بیان کرتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر صاحب کو قادیانی روایات پر بڑا اعتماد ہے

مجدد اعظم کا قادیانی مصنف ڈاکٹر بشارت لکھتا ہے:

یہ لدھیانہ کا زمانہ عجیب طوفانی زمانہ تھا۔اس لیے کہ لدھیانہ کے مولوی آپ کے خلاف سخت شور وشر کر رہے تھے۔لدھیانہ کے تین مولوی یعنی ''مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد'' جو اس شہر میں بہت بااثر تھے دن رات لوگوں کو حضرت صاحب کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے اور پبلک میں اس قدر اشتعال پیدا کر دیا تھا کہ جب حضرت صاحب یا آپ کے احباب باہر نکلتے تو لوگ رستہ میں گالیاں دیتے اور خواہ مخواہ شرارتیں پیدا کرتے تاکہ فساد اور مار پیٹ کا موقع مل جائے۔

(مجدد اعظم ص ۲۴۴)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے:

لدھیانہ میں مولوی عبدالعزیز ،مولوی عبداللہ،مولوی محمد' تین بھائی تھے اور خاص لودھیانہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ پران کا بہت اثر تھا۔وہ غالی حنفی تھے۔غدر ۱۸۵۷ء میں ان لوگوں پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کے معاملہ میں کچھ الزامات بھی لگے تھے۔انہوں نے جب دیکھا کہ لدھیانہ میں آپ کی قدر بڑھتی جاتی ہے تو حسد سے جل مرے۔ابھی حضرت صاحب لدھیانہ تشریف بھی نہ لائے تھے جو حاسدین کے اس گروہ نے اپنی تقریروں میں آپ پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔اس کے بعد جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ لدھیانہ تشریف بھی لا رہے ہیں تو اس مخالفت میں اور بھی ترقی ہوگئی۔چنانچہ جب آپ لدھیانہ پہنچے اور انہیں اس احترام اور قبولیت کا پتہ چلا جو لوگوں کے دلوں میں آپ کے متعلق پیدا ہوگئی تھی تو ان کے جوش ،غیض وغضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور اپنے پرانے حربہ تکفیر پر اتر

آئے۔قدرتی طور پر میر عباس علی صاحب اور دوسرے دوستوں کو اس سے تشویش ہوئی چونکہ وہ ان مولویوں کی فتنہ پردازیوں سے خوب واقف تھے۔اس لیے پریشان ہو کر حضرت صاحب کو خطوط لکھے۔

(مجدد اعظم ص ۱۱۸)

اسی طرح تاریخ احمدیت کا مصنف دعوی مسیحیت کے متعلق لکھتا ہے:

اس تعلق سے آپ کا سب سے پہلا سفر لدھیانہ کا ہے جو حضور نے ۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو اختیار کیا۔لدھیانہ میں آپ نے محلہ اقبال گنج۔مکان شہزادہ غلام حیدر میں قیام فرمایا۔حضرت اقدس کے ساتھ حضرت حافظ حامد علی صاحب اور پیراں دتا تھے۔حضرت اقدس بیمار تھے اس لئے حضور نے یہاں خطوط کے جوابات کے لئے منشی عبداللہ صاحب سنوری کو بلا بھیجا اور خود بیماری کے باوجود پیغام آسمانی پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔لدھیانہ کے علماء مولوی محمد صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب وغیرہ جو ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے زمانے سے مخالفت کرتے چلے آ رہے تھے اب اس دعوے پر پہلے سے زیادہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے آپ کے ورود لدھیانہ پر آپ کے خلاف مخالفت کی آگ لگا دی۔ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ وہ مسلمانوں کو آپ کے قتل پر کھلم کھلا اکساتے۔

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۰۱)

قادیانی مصنف کی طرف سے علمائے لدھیانہ کا طرز عمل پڑھنے کے بعد بھی ڈاکٹر صاحب کو شاید تسلی نہیں ہوگی۔کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی نگاہ کرم اس پر نہ ڈالی ہوگی اور اگر ڈالی بھی ہوگی تو غیر مقلدانہ ہوگی۔جس نے ان کو اس تاریخی تحریف پر اکسایا۔مگر قارئین کے سامنے اس تحریر سے اصل صورت حال واضح ہو گئی۔

ادھر علمائے لدھیانہ کا مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق لدھیانہ میں یہ طرز عمل تھا جو کہ ابھی لکھا گیا ہے جب کہ دوسری طرف علمائے لدھیانہ کے اس طرز عمل کے جواب میں غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کیا گل کھلا رہے تھے۔یہ بھی ملاحظہ ہو۔

مجدد اعظم کا قادیانی مصنف ڈاکٹر بشارت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت کے عنوان سے لکھتا ہے:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے انہی دنوں میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں "براہین احمدیہ" پر ریویو کرتے ہوئے ان علماء سوء کی مخالفت کی وجہ بھی تفصیل سے بیان کر دی۔ جس کا خلاصہ خاکسار مؤلف کے الفاظ میں یہ ہے کہ دراصل ان لوگوں کی مخالفت محض حسد وعناد کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ دراصل گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد بالسیف کے قائل ہیں جسے وہ ڈرتے ظاہر تو نہیں کرتے لیکن اندر ہی اندر یہ خیالات باغیانہ رکھتے ہیں۔ چونکہ مولف براہین احمدیہ گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد بالسیف کو جائز نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ اس زمانہ میں جہاد بالسیف کے شرائط کو معدوم سمجھتا ہے اس لیے یہ مولوی جلے پھپھولے پھوڑتے ہیں اور اس نقار کو تکفیر کی شکل میں ظاہر کرتے رہے۔

(مجدد اعظم ص ۱۱۸)

اب یہاں پر ڈاکٹر صاحب فرمائیں کہ ان کی پی ایچ ڈی کیا کہتی ہے۔ لدھیانہ کی طرف سے مرزا قادیانی کو امداد ملتی تھی یا بٹالوی صاحب کی طرف سے مرزا قادیانی کی سرپرستی ہوتی تھی اور نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ علمائے لدھیانہ کا خاندان مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کرنے کی بجائے اس کے راستے میں ایک ایسی خاردار جھاڑی تھی جس سے بچ کر نکلنا مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے بڑا مشکل تھا۔ مگر مولانا بٹالوی ان کانٹوں کو اپنی آنکھوں سے چن چن کر مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے راستہ ہموار کرتے رہے۔

نمبر 2 کا جواب

یہاں پر ڈاکٹر صاحب کو علمائے لدھیانہ کی علمی قابلیت پر بڑا اشکال ہے۔ کہ ایک ہی رات میں کس طرح ان حضرات نے "براہین احمدیہ" کو دیکھ کر فیصلہ کرلیا۔ اور مرزا قادیانی کو کافر بھی قرار دے دیا۔ اور فتوے لکھ کر دوسرے شہروں میں روانہ بھی کر دیئے۔ گویا کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک علمائے لدھیانہ کو مولانا محمد حسین بٹالوی جیسا اہل باطل کا ہوشیار ، ذہین ترین مؤول وکیل ہونا چاہئے تھا۔ دراصل ڈاکٹر صاحب کی پریشانی یہ ہے کہ ان کے سرخیل مولانا بٹالوی صاحب کو مرزا قادیانی کی کتاب "براہین احمدیہ" میں تو سات سال تک کوئی وجہ کفر نظر نہیں آئی۔ مگر علمائے لدھیانہ نے ایک رات میں ہی "براہین احمدیہ" کا مطالعہ کر کے کیسے فیصلہ کرلیا۔ اور علمائے لدھیانہ نے پیچ در پیچ مرزا کے مخفی کفر کو کیسے بھانپ لیا۔ جب کہ بٹالوی صاحب کو وہ کفر سالہا سال کے بعد نظر آیا۔

ڈاکٹر صاحب کے علم میں ہونا چاہئے کہ خاندان علمائے لدھیانہ پر خدا کا فضل ہمیشہ رہا ہے۔علمی میدان میں یہ حضرات نہ کبھی کسی دھوکہ وفریب میں مبتلا ہوئے ہیں۔اور نہ کبھی دجل وتلبیس کے ساتھ کسی کی عبارات کی تشریح کر کے اس کی تائید کی ہے۔یہ خاصہ تو غیر مقلدین حضرات کا ہے۔جن کو اس کام میں کمال کی دسترس حاصل ہے۔جیسے ڈاکٹر صاحب کی ذات باصفات نے اپنے مقالہ میں توہین رسالت کی ہے

نمبر 3 کا جواب

یہاں پر ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ علمائے لدھیانہ نے جب علمائے دیوبند سے مرزا قادیانی کے بارے میں مباحثہ کیا تو دونوں فریقوں نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم بن کر اس کو غیر مقلد سنی العقیدہ مسلمان تسلیم کرلیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اصولی طور پر اپنی تحریر میں اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ علمائے لدھیانہ نے مولانا بٹالوی سے پہلے کفر کا فتویٰ دے دیا تھا۔جبھی تو ڈاکٹر صاحب ،علمائے لدھیانہ کی علمائے دیوبند سے بحث کو ذکر کررہے ہیں۔لیکن ڈاکٹر صاحب کے ڈرامائی ذہن نے اس کے بعد ایک ڈرامہ تیار کرلیا اس کی دلیل میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی وہ تحریر پیش کردی۔جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم تسلیم کرلیا گیا تھا۔جس سے یہ ظاہر کیا کہ علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ واپس لے لیا تھا۔

اس ڈرامائی خاکے میں ڈاکٹر صاحب نے بڑے بھونڈے طریقے سے غیر مقلدانہ فریب دینے کی کوشش کی ہے۔

صاف اور سچی بات یہ ہے کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی یہ تحریر کسی اعتبار سے بھی قول فیصل نہیں بنتی۔کیونکہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے اور ان کی اس ذاتی رائے کی خاندان علمائے لدھیانہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔نیز میں نے بذات خود مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم سے اس بارے میں سوال کیا تھا کہ آپ نے یہ کیسے لکھ دیا کہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم تسلیم کرلیا گیا تھا۔اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔اگر آپ کو اس سے اتفاق نہیں تو مجھے بھی اصرار نہیں۔

فتاوی قادریہ کی عبارت سے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم ماننا کہیں ثابت نہیں ہوتا۔صرف مولانا گنگوہی نے اپنی طرف سے ان کو بڑا کہا ہے۔جس پر علمائے لدھیانہ نے ان سے رجوع کیا۔رجوع

کرنے سے کوئی حکم نہیں بن جاتا۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی ۔نے اپنی پہلی ملاقات میں فرمایا تھا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں۔اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں۔نیز آپ نے اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔

غور کریں تو مولانا یعقوب نانوتوی علمائے لدھیانہ کو فتوی تکفیر سے منع نہیں کر رہے بلکہ ان کے فتوے کی توثیق کر رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی قریب الوطن ہونا بیان کر رہے ہیں اور ''براہین احمدیہ'' پر علمائے لدھیانہ کی عمیق نظر کی تائید بھی کر رہے ہیں۔نیز مولانا یعقوب نانوتوی نے مرزا قادیانی کو اپنے طور پر غیر مقلد قرار دیا ہے اور اسی قسم کی تحریر مولانا نانوتوی نے علمائے لدھیانہ کو لکھ کر بھی بھیجی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو غیر مقلد کہنے کو دلیل بنا کر پیش کر دیا ہے۔مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جو غیر مقلد کہا ہے۔اس کے مراد کیا ہے اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔اس تفصیل سے معلوم ہو جائے گا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک غیر مقلد کس کو کہتے ہیں۔

یہاں پر مولانا محمد یعقوب نانوتوی علمائے لدھیانہ کے حکم ہیں اور نہ علمائے لدھیانہ کو انہوں نے فتوی تکفیر دینے سے منع کیا اور نہ ہی علمائے لدھیانہ نے فتوی تکفیر واپس لیا۔البتہ علمائے لدھیانہ نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا مرزا کے بارے میں یہ ارشاد کہ میں اس کو غیر مقلد جانتا ہوں کو اس اعتبار سے قبول کر لیا کیونکہ مولانا نانوتوی مرزا قادیانی کے حالات سے اچھی طرح واقف نہیں تھے۔نہ ہی انہوں نے مرزا قادیانی کو دیکھا تھا۔نہ ملاقات کی تھی،ان کی معلومات صرف لوگوں کے ذریعہ تک محدود تھی۔

اصل فتوے کا مطالبہ اور ذہنی پستی

ڈاکٹر صاحب بیچارے خواہ مخواہ اپنے آپ کو حکم بنانے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اصل فتوے کی طرف جو ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا تھا ہماری رہنمائی کریں تو ہم اس موضوع پر گزارشات پیش کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب کو چاہئے تھا کہ یہ بات لکھنے سے پہلے اپنی اخلاقی اور ذہنی پستی کی طرف بھی غور فرما لیتے۔کیونکہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ اپنے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریرات کو صحیح

طریقہ سے پیش کر کے ان پر گزارشات پیش کرتے۔ ڈاکٹر صاحب میں اگر اتنی اخلاقی جرأت ہوتی تو پہلے اپنے گھر کو دیکھتے اور پھر بعد میں یہ مطالبہ کرتے۔ چنانچہ ہم قارئین کے سامنے ڈاکٹر صاحب کی اخلاقی و ذہنی پستی کی مثال پیش کرتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کی حیثیت اس قابل ہے کہ آپ سے کوئی رائے لے سکے۔

اس کو سمجھنے کیلئے ڈاکٹر صاحب کی کچھ عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

تحریک ختم نبوت کے ان ابتدائی ایام کی سرگزشت مورخ تاریخ احمدیت مولوی دوست محمد شاہد نے بھی بیان کی ہے۔ آپ بھی سن لیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب مرزا صاحب کے رسالہ فتح اسلام کے پروف دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے (اور انہیں) فتح اسلام اور توضیح مرام کے نسخے پہنچے تو انہوں نے اپنے دلی بغض وعناد کا برملا اظہار کرتے ہوئے...... ......مسلمانان ہند کو اشتعال دلانے کے لیے لکھا کہ فتنہ قادیانی ابھی فتنہ ہے۔ کوئی دن میں قیامت ہوگا۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے مذہب و امن میں زبردست انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اشاعۃ السنہ کا رسالہ اس کی سرکوبی کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ (بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۲۔۴)

(تحریک ختم نبوت ص ۳۶)

ڈاکٹر صاحب نے قادیانی مؤرخ مولوی دوست محمد شاہد کی جو یہ تحریر لکھی ہے اس کو یہاں پر توڑ موڑ کر اپنے خلاف جانے والے الفاظ کو کاٹ کر پیش کیا ہے۔

اصل تحریر ملاحظہ ہو:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فتح اسلام اور توضیح مرام کے نسخے پہنچے تو انہوں نے اپنے دلی بغض وعناد کا برملا اظہار کرتے ہوئے اپنے اس فیصلے کا اعلان کر دیا کہ (اشاعۃ السنہ) کا فرض اور اس کے ذمہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو (یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود کو۔ ناقل) دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے۔ نیز مسلمانان ہند کو اشتعال دلانے کے لیے لکھا کہ فتنہ قادیانی ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے مذہب و امن میں زبردست انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اشاعۃ السنہ کا رسالہ اس کی سرکوبی کے لیے مخصوص

کر دیا گیا۔

(تاریخ احمدیت ص ۱۹۱،۱۹۲ جلد ۲)

یہاں پر غور فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب نے کس طرح تاریخ احمدیت کے مصنف کی اس عبارت میں تغیرّ وتبدّل کیا ہے اور اصل حقائق کو کاٹ کر باقی حصے کو نقل کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے اصل فتوی مانگتے ہیں۔ جن کی اخلاقی و ذہنی پستی کا یہ عالم ہے کہ حقائق کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ خط کشیدہ الفاظ میں ان حضرات کا اصلی چہرہ نظر آ رہا تھا۔ اسی لیے ان کو پی گئے۔

ڈاکٹر صاحب کی پریشانی

اسی قسم کی ایک اور تحریف ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر صاحب اور ان کے طبقہ غیر مقلدین کو سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ علمائے لدھیانہ کا علمی تعلق براہ راست شاہ ولی اللہ کے خاندان سے کیوں ہے۔ اس لیے جب ان کے سامنے کوئی ایسی بات آتی ہے تو اس کو فوراً غائب کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

میں نے اپنی کتاب ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' میں وجہ تالیف کے عنوان سے صفحہ ۲۸ پر لکھا تھا:

> ''ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولانا عبدالقادر ،مولانا سیف الرحمٰن ،مولانا محمد ،مولانا عبدالعزیز ،مولانا عبداللہ اسی طریقے سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں یا منتسبین میں سے ہیں یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں۔ بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ براہ راست ان حضرات کو سند حدیث ولی اللّٰہی خاندان سے حاصل ہے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔

(سب سے پہلا فتوائے تکفیر ص ۲۸)

ڈاکٹر صاحب نے میری تحریر سے خط کشیدہ الفاظ نکال دیئے جو کہ یہ تھے ''براہ راست ان حضرات کو سند حدیث ولی اللّٰہی خاندان سے حاصل ہے'' ڈاکٹر صاحب کو اور غالباً پورے غیر مقلدین کو یہ اچھا نہیں لگا۔ نہ معلوم اس کی وجہ کیا ہے۔ یا ڈاکٹر صاحب اپنے آپ کو جو بڑے دانا، بینا مؤرخ ثابت کر رہے ہیں تو کیا یہ بات ان کے ثقہ ہونے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے اور کیا ان کے سامنے اصل فتوی پیش کر کے ان سے

ے لی جاسکتی ہے۔

غیر مقلد سے مراد کیا ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے یہ الفاظ (میں مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی سنت میں غیر مقلد جانتا ہوں) کو نقل کر کے غیر مقلد کے معنی "سنّی العقیدہ مسلمان" کیے ہیں اور علمائے لدھیانہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے مولانا نانوتویؒ کے اس قول کو تسلیم کر کے مرزا قادیانی کو سنّی عقیدہ مسلمان تسلیم کر لیا تھا۔

گستاخی معاف! ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی اس معاملے میں بھی ادھوری ہے۔ غیر مقلد کے معنے علماء لدھیانہ کے نزدیک کیا تھے۔ اس کی تصریح مولانا محمد لدھیانوی نے ۱۸۸۰ء بمطابق ۱۲۹۷ھ سے پہلے اپنے رسالہ "انتظام المساجد باخراج اھل الفتن والمفاسد" میں کر دی تھی۔ جس کی بنیاد پر ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب حج کے موقع پر جاتے ہوئے گرفتار کر لیے گئے تھے۔ اور اس پر ڈاکٹر صاحب کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۶ شمارہ نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۲۹۰۔۲۹۱ میں ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ جس کا عنوان تھا "مواخذہ مکہ اور اس کا جواب" اس میں اگر غیر مقلد کا معنی پڑھیں گے تو سمجھ آ جائے گا۔

نیز ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ ۱۸۷۶ء میں ان کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کے خسر جناب محمد حسین خان سیاہی ساز لدھیانہ نے ایک مقدمہ بھی مولانا عبدالعزیزؒ صاحب اور مولانا محمدؒ صاحب لدھیانوی کے خلاف انبالہ کے کمشنر گور اوسلی کی عدالت میں ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۶ء کو درج کرایا تھا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ مولویان لدھیانہ ہم کو اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس پر مسٹر اوسلی نے غیر مقلدین کی خوشی کی خاطر مولانا عبدالعزیزؒ صاحب اور مولانا محمدؒ صاحب کو ۶۰۔۶۰ روپے جرمانہ کیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم دوسری کتاب میں درج کریں گے۔

دوسری بات یہ کہ غیر مقلد کا مطلب لامذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد لدھیانویؒ نے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے ساتھ ملاقات کے بعد ۱۸۸۴ء ہی میں جو پہلی تحریر عوام الناس کو مطلع کرنے کے لیے لکھ کر شائع کی تھی (اور اسی تحریر کو مولانا بٹالوی نے بنیاد بنا کر علماء لدھیانہ کے خلاف اور مرزا قادیانی کے حق میں ریویو لکھا تھا) اس میں مولانا محمدؒ صاحب لدھیانوی نے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا یہ قول نقل کیا تھا کہ

''میں اس شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) کو اپنے زعم میں لامذہب جانتا ہوں''، مگر جب مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے تحریر بھیجی تو اس میں غیر مقلد لکھا۔ مولانا محمدؒ لدھیانوی نے فتاویٰ قادریہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی طرف سے جو بات غیر مقلد ہونے کے متعلق لکھی ہے وہ مولانا نانوتوی کی تحریر کے بعد لکھی ہے۔ ''فتاویٰ قادریہ'' ۱۹۰۰ء کے بعد شائع ہوا ہے جبکہ علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند کی مرزا قادیانی کے متعلق بحث کی تفصیل ''فتاویٰ قادریہ'' کی اشاعت سے قبل بھی دو دفعہ ۱۸۸۴ء بصورت اشتہار اور ۱۸۸۸ء کتاب ''فیوضات مکی'' میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ انشاءاللہ ہم اس کو اپنی کتاب ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے دوسرے ایڈیشن میں شائع کریں گے۔ یہ ساری تفصیل لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے جو الفاظ بھی کہے یا لکھے ہوں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ غیر مقلد سے مراد لامذہب ہے اور اس کو شتر بے مہار بھی کہا جاتا تھا۔ اور اس وقت سے آج تک اس کا مطلب یہی لیا جا رہا ہے۔ اس کی تصدیق معروف غیر مقلد مفکر مولانا محمد اسماعیل سلفی ان الفاظ میں کرتے ہیں!

اسی طرح غیر مقلد کا لفظ شتر بے مہار کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

(تحریک آزادئ فکر صفحہ ۱۹۸)

جو لوگ ترکِ تقلید کے مدعی ہیں انہیں غیر مقلد، لامذہب یا وہابی کہا جاتا ہے۔

(تحریک آزادئ فکر صفحہ ۱۹۹)

اسی طرح مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوری (غیر مقلد) فرماتے ہیں۔

کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آ رہے ہیں، جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں۔ مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔

(الارشاد الی سبیل الرشاد صفحہ ۹۔ شائع کردہ۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ علماء لدھیانہ کے نزدیک غیر مقلد کے معنی وہ نہیں جو ڈاکٹر صاحب بیان فرما رہے ہیں۔

غیر مقلدؔ کا مطلب علماء دیو بند کی نظر میں

اسی طرح مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جو غیر مقلد کہا تھا اس کا مطلب علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ تھا کہ غیر مقلد اہل نار میں سے ہیں۔ جیسا کہ علامہ طحطاوی شرح در مختار کی کتاب الذبائح میں فرماتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى! وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَا تَفَرَّقُوْا.

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حَبْلِ اللّٰهِ سے مراد جماعت ہے۔ اس لیے کہ اس کے بعد وَلَا تَفَرَّقُوْا مذکور ہے۔ اور اہل علم کے نزدیک جماعت سے مراد اہل فقہ اور اہل علم ہیں۔ اور جو ان سے ایک بالشت کی مقدار بھی جدا ہوا تو وہ گمراہی میں گر گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے نکل گیا اور جہنم میں داخل ہو گیا۔ اس لیے کہ اہل فقہ اور اہل علم ہی ہدایت یافتہ ہیں۔ حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ اور جو جمہور اہل فقہ ، اہل علم اور سواد اعظم سے علیحدہ ہو گیا وہ اہل نار میں داخل ہو گیا۔ پس ایمان والو تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کی اتباع لازم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفاظت اور توفیق ان ہی کی موافقت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا غصہ و ناراضگی اور اس کی طرف سے رسوائی ان کی مخالفت میں ہے اور یہ فرقہ ناجیہ مذاہب اربعہ میں جمع ہے۔ وہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں۔ اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذہبوں سے خارج ہو، پس وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے۔

(شرح در مختار کتاب الذبائح ص ۱۵۲،۱۵۳)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ انہوں نے جو ترجمہ غیر مقلد کا سنّی العقیدہ مسلمان کیا ہے صحیح نہیں ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ معنی نہیں ہے۔ کیونکہ جو اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے وہ اہل سنت میں شمار نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی پر اگرچہ ابتدا میں کفر کا فتویٰ نہیں دیا مگر اس کو اہل سنت سے خارج اور اہل نار میں سے قرار دے کر کفر کے فتوے کی بنیاد رکھ دی تھی۔

غیر مقلدؔ کا معنی مولانا بٹالوی کی نظر میں

یہاں پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اگر کچھ کہیں گے تو شکایت ہوگی۔ بلکہ غیر مقلدین کے سرخیل

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے ارشادات واقوال نقل کرتے ہیں کہ غیر مقلد کے معنی کیا ہیں۔

(۱) عاملین بالحدیث لفظ غیر مقلد یالا مذہب کو گالی سمجھتے ہیں۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۲ص ۶۱ش نمبر ۳)

(۲) مولانا بٹالوی نے جب ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ڈفرن سے اپنے طبقہ غیر مقلدین کو اہلحدیث کے نام سے رجسٹرڈ کرانے کی درخواست دی اور اس پر ان کو اہل حدیث رجسٹرڈ کر دیا گیا۔

اس پر مولانا بٹالوی نے یہ تحریر فرمایا:

''اس حکم ممانعت استعمال لفظ وہابی'' کے ساتھ یہ بھی احتمال تھا کہ اس فرقے کو بجائے لفظ ''وہابی'' لفظ غیر مقلد سے مخاطب کیا جاتا۔ اور اس باب میں اس گروہ کے بعض مہذب مخالفوں یا ناواقفوں کے خیال ومقال پر (جو اس گروہ کو لفظ غیر مقلد سے یاد کرتے ہیں) اعتماد کیا جاتا۔ اس احتمال وخیال کی مدافعت کے لیے گروہ اہل حدیث کے وکیل ،خاکسار ایڈیٹر نے مقام شملہ سے ایک استشہاد جاری کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

''جو لوگ ہماری درخواست ،مندرجہ نمبر ۹ جلد ۸ سے متفق ہیں اور وہ اپنا خطاب ''اہلحدیث'' پسند کرتے ہیں اور بجائے ''اہلحدیث'' وہابی یا غیر مقلد کہلانے کو برا جانتے ہیں۔ وہ اس مضمون کی ایک سطر اس استشہاد پر تحریر کر کے اس پر اپنا دستخط ثبت کریں۔

اس استشہاد پر اہلحدیث مختلف صوبہ جات ،ہندوستان ،پنجاب، ممالک مغرب و شمال، واودہ ،بمبئی ،مدراس ،بنگال ،ممالک متوسط کے تین ہزار ایک سو چھتیس اعیان و اشخاص نے یہ ظاہر کیا کہ ہم لفظ غیر مقلد کو ویسا ہی برا جانتے ہیں ،جیسا کہ لفظ وہابی کو.......... آنرایبل سید احمد خان سے تہذیب الاخلاق اور جواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر کو جن میں یہ بیان ہے کہ اہل حدیث لفظ ''غیر مقلد'' کو ویسا ہی برا سمجھتے ہیں ،جیسا کہ لفظ ''وہابی'' کو۔

باقی رہی یہ بات کہ مولانا بٹالوی لفظ ''وہابی'' کتنی بری گالی سمجھتے ہیں۔ اس کی تفصیل آگے مرزا قادیانی کے مسلک پر بحث کے مضمون میں آرہی ہے۔

غیر مقلد کا معنی غیر مقلدین کی نظر میں

غیر مقلدین کے ایک مشہور مفکر مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں:

(۱) سرسید احمد خان بانی جامعہ علی گڑھ بڑے آزاد خیال تھے۔ رفع الیدین اور آمین

بالجبر بھی التزام سے کرتے تھے۔لیکن مستشرقین اور غیر مسلم مشنریوں اور سماجیوں سے مرعوب تھے اور اسلامی حقائق کی وضاحت میں تقلیدی افکار ونظریات کے پابند تو نہ تھے لیکن معجزات اور بعض دوسرے مسائل میں ان کی آزادی آوارگی کی حد تک تھی۔اس لیے وہ غیر مقلد تو ہوں گے لیکن وہ اور ان کے ہم خیال ساتھی اہلحدیث نہیں تھے۔

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بریلوی حنفی ظاہر کرتے تھے۔لیکن حقیقت میں وہ حنفی بھی نہ تھے ، اہل حدیث تو کیا ہوتے البتہ غیر مقلد ہو سکتے ہیں۔کیونکہ وہ نہ فقہ حنفی کے پابند تھے نہ وہ صحابہ وتابعین آئمہ سلف کی روش پر چلنا پسند کرتے ہیں۔تنقید حدیث کے متعلق وہ آئمہ حدیث کی بجائے اپنی ذات کو معیار سمجھتے ہیں۔اس لیے وہ ترک تقلید کے باوجود اہل حدیث نہیں ہیں۔

(بحوالہ تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸)

(۳) مولوی عبداللہ چکڑالوی سنا ہے پہلے رسمی حنفی تھے۔پھر ترک تقلید کے ساتھ حدیث کی طرف جھکے لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہوا کہ ان کا مزاج حدیث پر مطمئن نہیں ہوگا۔سنا ہے طبیعت میں غلو اور تشقف تھا اور ذہین بھی نہیں تھے۔ایسے آدمی کے لیے اہلحدیث ہونا ممکن ہی نہ تھا۔چنانچہ وہ اور مولوی حشمت علی مولوی رمضان گوجرانوالہ ، رشید احمد وغیرہم گجرات ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے منکرین حدیث اور ہمارے ہم عصر غلام احمد پرویز یہ حضرات آوارہ مزاجی کے لحاظ سے صرف غیر مقلد ہو سکتے ہیں۔

(تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸ ، ۱۸۹)

سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری منکرین حدیث (جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں) کی تقلید کے متعلق فرماتے ہیں:

میں نے اس فرقہ کے ذمہ دار حضرات سے اس بارہ میں گفتگو کی ہے۔اور گھنٹوں ان کے ساتھ بیٹھ کر یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں کہ ان لوگوں کا نظریہ کیا ہے۔اور چاہتے کیا ہیں۔اصل بات جو میں نے سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ مذہبی پابندیوں اور شرعی قیود سے تنگ آ گئے ہیں۔اور ان احکام کو ماننے کے لیے تیار نہیں جو بہ تفصیل تمام احادیث میں مذکور ہیں..........

ناظرین غالباً یہ سمجھتے ہوں گے کہ اہل قرآن کسی خاص جماعت کا نام ہے۔ جن کا مذہبی نظریہ ایک ہے اور وہ کسی خاص عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ پہلے میرا بھی یہ خیال تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ ان میں کا ہر ایک شخص خود امام اور مجتہد ہے اس کو کسی دوسرے کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تقلید نام ہے، پابندی کا اور اسی پابندی سے بھاگنے کے لیے تو یہ سارا کھیل کھیلا گیا ہے۔

(فتاوی ثنائیہ ص ۲۷۹، ۲۸۰ ج ۱)

یہاں پر غیر مقلدین کے بزرگوں مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری نے وضاحت کردی کہ غیر مقلد سنّی العقیدہ مسلمان نہیں ہوسکتا اور ڈاکٹر صاحب کو اصرار ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی غیر مقلد قرار دینے کی وجہ سے سنّی العقیدہ مسلمان ٹھہرایا گیا تھا۔ یہاں سے سمجھ آجانی چاہئے کہ عدم تقلید کا عقیدے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نیز مرزا غلام احمد کو جو غیر مقلد کہا گیا ہے وہ کس معنی میں ہے اور کس کے ساتھ ہے۔

مولانا اسماعیل سلفی نے یہاں پر مرزا قادیانی کو بریلوی حنفی اور عبداللہ چکڑالوی کو رسمی حنفی لکھا اور بعد میں اس کو غیر مقلد کہہ دیا۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے یہ لوگ شروع ہی سے غیر مقلد اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے تھے۔ اس کے متعلق مولانا بٹالوی نے تفصیل سے لکھا ہے اور ان کو ابتدا سے اہلحدیث ثابت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترکِ تقلید کا اثر

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

”یہ بلا کا دیانی کے اتباع کی اکثر اسی فرقہ میں پھیلی ہے جو عامی و جاہل ہو کر تقلید کے تارک و غیر مقلد بن گئے ہیں یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلاتے ہیں۔ جو درحقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کی برانچ (شاخ) ہیں........... جاہل لوگ خصوصاً (جو مطلق تقلید چھوڑ کر شتر بے مہار ہو بیٹھے ہیں اور مطلق تقلید کے نام سے ایسے چونکتے ہیں کہ تقلیدِ جماعت سلف صالحین صحابہ و تابعین و اجماع مسلمین کو بھی گمراہ ہی جانتے ہیں اور خاکی شاہ کی کتیا کی مانند کس و ناکس کی (جو کوئی آیت خواہ کیسے غلط معنی سے سنائی جاتی ہو یا کوئی حدیث خواہ موضوع ہی ہو ان کے سامنے پڑھ دے) پیروی اختیار کرتے اور بحکم کل جدید لذیذ نئے دن نیا مذہب اختیار کرنا پسند

کرتے ہیں۔ اس کے دام میں آجائیں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ ج ۱۵ ص ۱۲۷)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۳۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

کفر کا فتویٰ کس نے واپس لیا

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند نے آپس میں بحث کے بعد مرزا قادیانی پر سے کفر کا فتویٰ واپس لے لیا تھا۔ اس کے متعلق ہمیں بھی کچھ کہنا ہوگا۔ اس پر اب ڈاکٹر صاحب یا دوسرے غیر مقلدین ناراض نہ ہوں۔ لہٰذا اب دل تھام کے بیٹھیں ہم بتلاتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ کس نے واپس لیا۔ ہم صرف بتائیں گے ہی نہیں بلکہ دکھائیں گے وہ بھی ہم کسی اپنے امام غائب سے نہیں بلکہ غیر مقلدین کے نائب کردہ امام کو حاضر کریں گے۔ اس میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ ان کے سرخیل حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ہی کے طرز عمل سے صاف نظر آئے گا کہ انہوں نے بذات خود عدالتوں میں یہ کفر کا فتویٰ واپس لیا تھا۔ علمائے لدھیانہ یا علمائے دیوبند نے نہیں۔

مولانا بٹالوی کا کفر کے فتویٰ سے رجوع

اس کی تفصیل قادیانی گروہ کی لاہوری جماعت کے پیشوا محمد علی لاہوری نے اپنی کتاب مغرب میں تبلیغ اسلام کے صفحہ ۲۱ پر ذکر کی ہے کہ:

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۹۹ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں اس اقرار نامہ پر دستخط کیے کہ میں آئندہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر، کاذب اور دجاّل نہیں کہوں گا۔ اسی طرح اس نے اپنی ایک اور دوسری کتاب ضرورت مجدد کے صفحہ ۳۳ پر بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی نقل کردیا تھا کہ ایک ہی نوٹس پر فریقین کے دستخط ہوئے مولوی محمد حسین نے یہ اقرار کیا کہ آئندہ مرزا صاحب کو کافر کاذب اور دجاّل نہیں کہوں گا اور حضرت (مرزا قادیانی) نے بھی یہ اقرار کیا کہ آئندہ میں مولوی محمد حسین کو کافر، کاذب اور دجاّل نہیں کہوں گا۔

اگر ہم قادیانیوں کے حوالے پر اکتفاء کرلیں تو ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلدین کو یہ اعتراض ہوگا کہ یہ تو قادیانیوں نے اپنی طرف سے جھوٹ لکھا ہے اس لیے ہم غیر مقلدین کی کتابوں سے بھی حوالہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ہم پر کوئی اعتراض باقی نہ رہے۔

چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کی تفصیل اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۴ جلد۱۹ میں صفحہ۹۳ سے ۱۰۹ تک بیان کی ہے۔

دو دوستوں کا عدالت میں اقرار نامہ

سب سے پہلے وہ اقرار نامہ ملاحظہ کیجئے پھر اس کے بعد آگے بات ہوگی۔

نقل فیصلہ مسٹر، جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی۔سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نمبر مقدمہ ۱/۳

سرکار قیصر ہند فیصلہ مستغیث

بنام...... مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور

ملزم...... الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری

تاریخ مرجوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء

حکم

ہم نے دو اقرار نامجات کا مسودہ مشتمل پر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کاروائی حال مسدود کی جائے لہٰذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔

دستخط جے۔ایم ڈوئی بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور۔

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء۔نمبر بستہ قادیان ،نمبر مقدمہ ۱/۳۔سرکار دولت مدار ،بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان ،تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور ،ملزم الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ

میں مرزا غلام قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنے ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہوخواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی۔ یا وہ موردعتاب الٰہی ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد ودرخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا۔ کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو ،خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ موردعتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو ، یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہوخواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا موردعتاب الٰہی ہوگا۔

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کس دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل ''دجّال، کافر، کاذب، بطالوی'' نہیں لکھوں گا۔ (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہئیں جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لیے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لیے بلاؤں گا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطۂ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اس طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا دفعہ میں نے ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد۔۔۔۔مرزا غلام احمد بقلم خود

گواہ شد:۔خواجہ کمال الدین بی اے ایل، ایل بی۔

دستخط۔ جے ایم ڈوئی......ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کے کہ بٹالوی کو ط سے بطالوی نہ لکھا جائے گا یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا میں اس اقرار نامہ کے مطابق عمل کروں گا۔اور اس پر دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربندر ہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاو، اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد نمبر ۱۸ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت دیکھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر ابو سعید محمد حسین..........ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ من مقام بٹالہ ضلع گورداس پور

(بحوالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۹ ص ۱۰۰ تا ۱۰۳)

(اس کا عکس صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ پر ملاحظہ کریں۔)

دونوں سچے ہیں

اس اقرار نامے کے متعلق مولانا بٹالوی نے لکھا ہے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو چھوٹے کاف'' کے ساتھ کادیانی لکھتا تھا اور مرزا قادیانی مجھے (بٹالوی صاحب) کو لفظ ''ط'' کے ساتھ بطالوی کہا کرتا تھا۔

یہاں پر غور کریں تو دونوں دوست اپنے ان القابات میں سچے نظر آئیں گے۔ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتا تھا۔اسی لیے یہ دونوں دوست حسب حال ایک دوسرے کو مخاطب کرتے تھے۔

یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا۔ اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا۔ اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں بہ اکانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اسوقت کمشنر ڈویزن لاہور تھے۔) اور اسوقت سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پاکر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان

نمبر مقدمہ (۱/۳)

سرکار ذریعہ مستغیث بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ملزم

الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔ تاریخ مرجوعہ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

حکم

ہم نے دو اقرار نامجات کا مسودہ مشتمل پر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی۔ اور مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔ لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں۔ اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کیجائے۔ دستخط

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری۔ اجلاسی مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۔ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵۔ فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیاں

نمبر مقدمہ ۱/۱

سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ملزم

الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ

میں مرزا غلام قادیانی بحضور خداوند تعالے باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ :۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنے ہوں یا ایسے معنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی۔ یا وہ مورد عتاب الہی ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشار رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اُٹھائیگا۔ یا مورد عتاب الہی ہوگا۔

ملے یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں۔ جو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے۔

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے اُن کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اُن کی ذات کی نسبت یا اُن کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال۔ کافر۔ کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا۔ (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کرکے لکھا جاتا ہے تو اُس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے۔) میں اُن کی پرائیویٹ زندگی یا اُن کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں اُن کو یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کیلئے بلاؤنگا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبرا و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد گواہ شد

مرزا غلام احمد بقلم خود خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

دستخط

جے ایم۔ ڈوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔

۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء۔

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں بجائے اس اقرار لینے کے کہ بٹالوی کو بطالوی طے سے نہ لکھا جائیگا۔ یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاویگا۔ میں اس اقرار نامہ کے مطابق عمل کروں گا۔ اور اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اسپر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸۔ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں۔ عین مطابق ہوا ہے لہذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ اس کی ضرورت دیکھتا ہوں جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے۔ اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں وہ بھی اپنی تحریریں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ من مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور

یہ **فیصلہ** ہمارے منشاء کے عین **مطابق** ہوا ہے جسپر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد عدل ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔

مگر مرزا غلام احمد سے کمال **تعجب** ہے۔ کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اُسکا جواب نہیں دیتے۔ ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اس کے اس دعوے کو یوں ہی نہ مان لیں اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا ومنشا یہی تھا۔ کہ آپ کی نبوت ختم ہوجائے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونے کی تائید وثبوت میں **یہ سوال کرے** جیسا کہ اُس نے

مرزا غلام احمد قادیانی مولانا بٹالوی کو لفظ ''ط'' کے ساتھ اس لیے بطالوی لکھتا تھا کیوں کہ مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام باطل نظریات کی اپنے دلائل باطلہ سے تائید و تصدیق کی تھی اسی لیے بٹالوی صاحب لفظ ''ط'' کے ساتھ ''بطالوی'' اسم با مسمّٰی ہوئے۔

اسی طرح مولانا بٹالوی مرزا غلام احمد قادیانی کو چھوٹے ''کاف'' کے ساتھ کادیانی لکھتے تھے کیوں کہ مرزا قادیانی مکر و فریب کا چلتا پھرتا گُرگا تھا اور مولانا بٹالوی بچپن کے رفیق ہونے کے ناتے اس کے ہر مکر و فریب کو جانتے تھے چونکہ عربی میں ''کید'' کا مطلب مکر و فریب ہے اس لیے مولانا بٹالوی اپنے دوست کو چھوٹے ''کاف'' کے ساتھ ''کادیانی'' یعنی مکر و فریب کرنے والا لکھتے تھے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں دوست ایک دوسرے کو یہ القاب دینے میں سچے تھے۔

مرزا قادیانی اور بٹالوی کا پیار بھرا مباحثہ

اس فیصلے کے بعد دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے خلاف نئی بحث چھیڑ دی دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے اپنے طور یہ دعویٰ کیا کہ یہ فیصلہ میری مرضی کے مطابق ہوا ہے۔ چنانچہ ہم اس میں پہلے مرزا قادیانی کا موقف پیش کرتے ہیں پھر اس کے بعد اس کے جگری دوست مولانا بٹالوی کا موقف پیش کیا جائے گا۔

مرزا قادیانی اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں یوں رقم طراز ہے:

منجملہ خدا تعالیٰ کے ان نشانوں کے جو میری تائید میں ظہور میں آئے وہ پیشگوئی ہے جو میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کی تھی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے میرے ذلیل کرنے کی غرض سے تمام لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ شخص مہدی معہود اور مسیح موعود سے منکر ہے۔ اس لیے بے دین اور کافر اور دجال ہے۔ بلکہ اسی غرض سے ایک استفتاء لکھا اور علماء ہندوستان اور پنجاب کی اس پر مہریں ثبت کرائیں تا عوام مسلمان مجھ کو کافر سمجھ لیں۔ اور پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ گورنمنٹ تک خلاف واقعہ یہ شکایتیں پہنچائیں کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیالات رکھتا ہے۔ اور عوام کے بیزار کرنے کے لیے یہ بھی جا بجا مشہور کیا کہ یہ شخص جاہل اور علم عربی سے بے بہرہ ہے۔ اور ان تینوں قسم کے جھوٹ کے استعمال میں اس کی غرض یہ تھی کہ تا عوام مسلمان مجھ پر بدظن ہو کر مجھے کافر خیال

کریں اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کرلیں کہ یہ شخص درحقیقت علم عربی سے بے بہرہ ہے اور نیز گورنمنٹ بدظن ہوکر مجھے باغی قرار دے یا اپنا بدخواہ تصور کرے۔ جب محمد حسین کی بداندیشی اس حدتک پہنچی کہ اپنی زبان سے بھی میری ذلت کی اور لوگوں کو بھی خلاف واقعہ تکفیر سے جوش دلایا اور گورنمنٹ کو بھی جھوٹی مخبریوں سے دھوکہ دینا چاہا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ وجوہ متذکرہ بالا کو عوام اور گورنمنٹ کے دل میں جما کر میری ذلت کرادے۔ تب میں نے اس کی نسبت اور اس کے دو، دوستوں کی نسبت جو محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی ہیں وہ بدعا کی جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے۔ اور جیسا کہ اشتہار مذکور میں میں نے لکھا ہے کہ یہ الہام مجھ کو ہوا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سَیَنَا لُھُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّھِمْ ضَرَبَ اللّٰہُ اَشَدَّ مِنْ ضَرَبِ النَّاس .اِنَّمَا اَمْرُنَا اِذَا اَرَدْنَا شَیْئًا اَنْ نَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن. اَتَعْجَبُ لِاَ مْرِیْ اِنِّیْ مَعَ الْعُشَّاق .اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوْالْمَجْدِ وَالْعُلٰی. وَ یَعُضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ. وَ یَطْرَحُ بَیْنَ یَدَیَّ .جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا وَ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ. مَا لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِم. فَاصْبِرْ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ .اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ.

”ترجمہ: اس الہام کا یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں عنقریب خدا تعالیٰ کا غضب ان پر وارد ہوگا۔ خدا کی مار انسان کی مار سے سخت ہے۔ ہمارا حکم تو اتنے میں ہی نافذ ہوجاتا ہے کہ جب ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس چیز کو کہتے ہیں کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔ کیا تو میرے حکم سے تعجب کرتا ہے۔ میں عاشقوں کے ساتھ ہوں میں ہی وہ رحمٰن ہوں جو بزرگی اور بلندی رکھتا ہے۔ اور ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا میرے آگے ڈال دیا جائے گا۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور ان کو ذلت پہنچے گی یعنی اسی قسم کی ذلت اور اسی مقدار کی ذلت جس کے پہنچانے کا انہوں نے ارادہ کیا ان کو پہنچ جائے گی۔ خلاصہ منشاء الہام یہ ہے۔ کہ وہ ذلت مثلی ہوگی کیونکہ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی ان کو بچانے والا نہیں پس صبر کر جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے۔ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔“

یہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے محمد حسین اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت کی تھی اور اس میں ظاہر کیا تھا کہ اسی ذلت کے موافق ان کو ذلت پہنچ جائے گی جو انہوں نے پہنچائی تو یہ پیش گوئی

اس طرح پوری ہوئی کہ محمد حسین نے اس پیش گوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی ان کاروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے مقاصد کی تائید ہے۔ اور اس فہرست میں یہ جتلانا چاہا کہ منجملہ میری خدمات کے ایک یہ بھی خدمت ہے کہ میں نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں' اور اس فہرست کو اس نے بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قوم کے روبروے اس فہرست کے برخلاف اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ اور اس دورنگی کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا تھا کہ اپنی قوم مسلمانوں کے روبرو تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایسے مہدی کو بدل و جان مانتا ہے کہ جو دنیا میں آکر لڑائیاں کرے گا اور ہر ایک قوم کے مقابل پر یہاں تک کہ عیسائیوں کے مقابل پر بھی تلوار اٹھائے گا۔ اور پھر اس فہرست انگریزی کے ذریعہ سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خونی مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح اور ناقابل اعتبار جانتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ پوشیدہ کاروائی اس کی پکڑی گئی اور نہ صرف قوم کو اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک یہ بھی بات پہنچ گئی کہ اس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق گورنمنٹ اور رعایہ کو دھوکا دیا اور ہر ایک ادنیٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پردہ دری محمد حسین کی ذلت کا باعث تھی اور وہی انکار مہدی جس کی وجہ سے اس ملک کے نادان مولوی مجھے کافر اور دجال کہتے تھے محمد حسین کے انگریزی رسالہ سے اس کی نسبت بھی ثابت ہوگیا۔ یعنی یہ کہ وہ بھی اپنے دل میں ایسی حدیثوں کو موضوع اور بے ہودہ اور لغو جانتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسی ذلت تھی کہ یک دفعہ محمد حسین کو اپنی ہی تحریر کی وجہ سے پیش آ گئی۔

(تریاق القلوب ص ۲۹۵ تا ۲۹۹)

آگے چلیے!

پھر تیسرا پہلو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے۔ ایم۔ ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے۔ کہ وہ آئندہ مجھے ''دجال اور کافر اور کاذب'' نہیں کہے گا اور قادیان کو چھوٹے 'کاف' سے نہیں لکھے گا۔ اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام دجال رکھے گا۔ اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا و کاذب کر کے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے

بعد وہ استفتاء اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتوی دینے میں راستی پر ہوتا تو اس کو حاکم کی روبروئے یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے۔ اس لیے میں اس کو کافر کہتا ہوں۔ اور دجّال بھی ہے اس لیے میں اس کا نام دجّال رکھتا ہوں۔ اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے۔ اس لیے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں۔ بالخصوص جس حالت میں خدا تعالی کے فضل وکرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتوں کو برباد کر لیا اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ ان کو کافر نہیں کہوں گا اور نہ انکا نام دجّال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اس عمارت کی تقوی پر بنیاد ہوتی تو ممکن تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آ جاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا۔ اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کا انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں۔ جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالی نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلا شبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے۔ لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لیے فتوی طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لیے کوئی فتوی طیار نہیں کیا۔ اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالی کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی

مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اور دن بدن ان کے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن چراغ سحری کی طرح گل ہو جاتا ہے۔ سو یہ میرا عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آ کر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لیے فتوی طیار کیا کہ یہ شخص کافر دجال کذاب ہے۔ اس نے خدا تعالی کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعار اسلام ظاہر کرتے ہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے۔ لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لیے یہ قبول کر لیا کہ میں آیندہ ان کو کافر اور دجال اور کذاب نہیں کہوں گا۔ اور آپ ہی فتوی طیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اور باایں ہمہ رسوائی پھر محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے۔ لیکن سوچ کر دیکھو کہ محمد حسین کا یہی منشاء تھا۔ کہ آیندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے۔ اور ان باتوں سے توبہ کر کے اپنا منہ بند کر لے۔ اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آ جائے۔ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیش گوئی پوری ہوگئی اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا ہے تو اور کیا ہے۔ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا کہ میں ایک شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجال کہتا رہوں گا جب تک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے۔ تو اس میں اس کی کیا عزت رہی جو اس عہد کو توڑ دیا۔ اور وہ جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا۔ اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیا نہیں گالیاں نکالتا۔ اور ابوالحسن تبتی کہاں ہے اس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ کیا اس کے گندے ارادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا۔ پس یہی تو وہ ذلت ہے جو پیشگوئی کا منشاء تھا کہ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔

(تریاق القلوب ص ۳۰۳ تا ص ۳۰۸)

کیونکہ یہ پیشگوئی تو ایسے زور شور سے پوری ہوگئی کہ عدالت کے کمرہ میں ہی لوگ بول اٹھے کہ آج خدا کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ صدہا لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ جب محمد حسین کو یہ فہمائش کی گئی کہ آیندہ گندی تحریریں شائع نہ کریں اور کافر اور دجال اور کاذب بھی نہ کہے تو

مسٹر برون صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

(تریاق القلوب ص ۳۱۰)

مشترکہ اقرارنامہ اور اشاعۃ السنۃ کی بندش

مولانا محمد حسین بٹالوی نے جب فروری ۱۸۹۹ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ اس مشترکہ اقرارنامے پر دستخط کئے۔ تو اس کے بعد انہوں نے اشاعۃ السنہ کی اشاعت موقوف کر دی۔ کیونکہ اب معاملہ ختم ہو چکا تھا اور اشاعۃ السنہ کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی تھی جو کہ مرزا قادیانی کے مقابلے کی وجہ سے تھی مگر اس پر لوگوں میں بد دلی پھیلنا شروع ہوگئی اور عام لوگوں تک مرزا قادیانی اور بٹالوی گٹھ جوڑ کی صورت حال سامنے آ گئی۔ ادھر مرزا قادیانی نے بھی اپنے اور بٹالوی صاحب کے گٹھ جوڑ کے پروگرام کے مطابق کچھ اشتہارات شائع کر کے یہ مشہور کر دیا کہ بٹالوی صاحب نے آپ ہی فتوی تیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا۔ اس پر لوگوں نے کافی لعن طعن کی چنانچہ مولانا بٹالوی نے ۱۸۹۹ء کی موقوفی کے بعد اشاعۃ السنہ کو دوبارہ ۱۹۰۲ء میں شائع کیا۔ اور بٹالوی صاحب نے اپنی خفت مٹانے کے لیے ایک ذو معنی تحریر لکھی۔

قارئین! پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی نے باہم ایک قسم کے اقرارناموں پر جو دستخط کئے تھے وہ اچانک نہیں تھے۔ بلکہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔ مگر اس کو آہستہ آہستہ عملی جامہ پہنانا تھا۔

چنانچہ اسی پروگرام کے تحت مولانا بٹالوی نے اشاعۃ السنہ کی موقوفی پر یہ تحریر لکھی:

مرزا توکل پیدا ہوا اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے بلکہ اس غیر معمولی توقف کی وجہ یہ ہوئی کہ خاکسار مؤلف رسالہ ایک اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس مصروفیت کے سبب وہ طبع شدہ حصہ رسالہ از ۲ صفحہ لغایت ۳۷ کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا شائع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مؤلف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ زمین عطا کروائی ہے۔ اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا وہ خداداد زمین اس کے فضل و توفیق سے آباد ہوتی جاتی ہے۔ دو فصل ربیع و خریف کی کاشت کی برکات سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے۔ اور سوم فصل ربیع کی برکات درپیش

ہے۔اور چہارم فصل خریف کی فصل کا اکثر حصہ ہو چکا ہے۔اس منعم حقیقی ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائے گی۔

(اشاعۃ السنہ ص ۹۴،۹۵ نمبر ۳ جلد ۱۹)

یہاں سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ مولانا بٹالوی کو اقرارنامے پر دستخط کرنے کے دنوں میں انگریزی ...منٹ کی مکمل حمایت کی بنیاد انعام کے طور پر چار مربع زمین عطا ہوگئی اور مولانا اس میں اتنے منہمک ہو ...گئے کہ مرزا قادیانی کو بھول گئے اور اشاعۃ السنہ کو بھی موقوف کردیا۔مرزا قادیانی نے سوچا کہ یہ شخص بھی عجیب ...ہے کہ اتنا کچھ ملنے کے بعد مجھے بھول گیا ہے۔چنانچہ مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی کو اپنی یاد دلانے کے ...لیے بار بار اشتہار دیئے۔اور اس میں لکھا کہ مولوی بٹالوی کا ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی اب ضرورت باقی نہیں ...رہی وہ میرے ہی رَدّ میں جاری تھا اور اب اقرارنامے کی بنیاد پر میرا رَدّ موقوف ہو گیا ہے لہٰذا یہ رسالہ بھی ...موقوف ہو گیا۔تو اس کے جواب میں مولانا نے یہ تحریر لکھ دی تھی۔

مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا

مولانا بٹالوی اس عنوان سے یوں لکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لاطائل ہے۔

آگے چلیے!

موقوفی جنگ کا اعلان

مولانا اس عنوان سے لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔اب ہم کو پرانے عیسائیوں ، آریوں (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلے کی ضرورت ہے۔آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے۔تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہیں کریں گے۔آپ سکھوں، آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں۔مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں۔آپ اس عمل کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہے گی۔

اس اعلان پر بھی اس نے سکوت اختیار نہ کیا اور چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہا تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہژدہم کے صفحہ ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے۔

موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔ لہٰذا ہم کو بھی بجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا، اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری واندازی، تیراندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸ اور ۹ جلد ھذا میں ہو چکی ہے۔ لہٰذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں۔ وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دوکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کے اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں۔ اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنہ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں۔ خبر لینے دیں۔ اپنے مقابلے میں اس کے اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو بھی دیکھ کر اس کا منہ بند نہ ہوا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس کا شر اور بچ اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لیے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسدہ کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے۔ اور اس ذریعے سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔

اسی سلسلے میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت وعذاب کی دھمکی تھی مشتہر کر دی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداس پور میں پہنچایا۔ اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا اس الزام اس کی خلاصی ورہائی تب ہوئی جبکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرار نامہ لکھا لیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا۔ اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔

(تلخیص اشاعۃ السنہ ص ۹۴ تا ۱۰۰ نمبر ۳

اس سے آگے مولانا بٹالوی نے اس اقرار نامے کو درج کیا ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

قرار نامہ میری منشاء کے مطابق تھا (مولانا بٹالوی)

گے چلیے!

مولانا بٹالوی مزید اقرار نامے کی وضاحت فرماتے ہیں:

فیصلہ و اقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ اور میں نے اس فیصلے کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔ میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداس پور میں جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گرداس پور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ افروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب و احباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ کو گورداس پور میں نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامے پر دستخط نہ کرایا جاتا۔ مگر میں جب وہاں پہنچا تو مرزا کو اس کا علم ہوا تو جس وقت مرزا سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا تو اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔ جس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی عدالت کے کمرہ میں بلایا۔ اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کروانا چاہا۔ تو میں نے بلا تأمل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث و خطاب قطع کرنا چاہتا تھا۔ جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا۔ جو منقول ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تأمل و توقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔ اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۰۴، ۱۰۵ نمبر ۴ جلد ۱۹)

اس سے آگے مولانا بٹالوی نے (کھسیانی بلی، کھمبا نوچے) کے مصداق اٹکل پچو کے ساتھ اس

تحریر کی صفائی لکھی ہے۔ جو کہ ہر پڑھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ عدالت کے اندر جو بات لکھ دی جائے وہ
حقیقت ہوتی ہے اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور پھر اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ بعد میں آدمی جو مرضی کہتا رہے
لیکن عدالت کے باہر اس کی کسی صفائی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

یہاں پر ایک بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ مولانا کو عدالت نے زبردستی دستخط کرنے پر مجبور نہیں کیا
تھا۔ تا کہ کل کلاں کوئی یہ نہ کہہ دے یہ تو زبردستی کے دستخط تھے۔ شریعت نے تو اجازت دے رکھی ہے کہ اگر
جان خطرے میں ہو تو زبانی طور پر کلمہ کفر کہا جا سکتا ہے۔ اس پر پکڑ نہیں۔ مگر یہاں پر تو مولانا بٹالوی
اطمینان قلب اور اپنا منشاء اور اپنی خوشی بڑے دھڑلے کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ اور اس کے اوپر دلائل
بھی دے رہے ہیں۔ مولانا بٹالوی جو یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ میں از خود گورداس پور چلا گیا تھا۔ یہ صحیح نہیں
ہے میرا خیال ہے یہ ایک مکمل طور پر طے شدہ پروگرام تھا۔ جس کے مطابق عمل ہوا۔ اس کی تفصیل ہم گزشتہ
صفحات میں بیان کر چکے ہیں اور کچھ آگے بھی آ رہی ہے۔

مرزا سے مباحثہ ترک کرنا

جیسے کہ مولانا اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰۸ میں دفعہ ۶ کے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب رہی دفعہ ۶۔ اقرار نامہ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں نہ میرا
کوئی مرید نہ پیرو ہے۔ جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات لغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا
کہا ہو اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے
رک جاتے۔ یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ
شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رک جاتے۔ اس لیے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ
کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر لیا اور اس پر عمل بھی
کیا۔ کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلے کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفع مذکور اپنے دوستوں کو ان
دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعے اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ
مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔

آگے چلیے!

آخر میں مولانا بٹالوی تان اس بات پر توڑتے ہیں:

اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ اس کو میں نے جانے دیا ہے۔ اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔ ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا اور کس معنی کر چھوڑا۔

(اشاعۃ السنہ ص ۱۰۸، ۱۰۹ نمبر ۴ جلد ۱۹)

(اس عبارت کا تفصیلی عکس صفحہ نمبر ۳۸۲ تا ۳۹۵ پر ملاحظہ کریں۔)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلدین پر اب یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ مولانا بٹالوی نے کس پروگرام کے تحت یہ کام کیا۔ نہ صرف خود مرزا کو کافر، کاذب، دجاّل نہ کہنے پر دستخط کیے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اشتہار عام اور پرائیویٹ خطوط کے ذریعے سے اس کا مقابلہ کرنے سے روکا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایسے حضرات بعد میں تسلسل کے ساتھ موجود رکھے۔ جو مرزا کا ہر شکل اور صورت میں تعاقب کرتے رہے۔

گوجرانولہ کی عدالت میں قادیانیت کا تحفظ

ڈاکٹر صاحب نے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند نے مل کر مرزا کی تکفیر سے رجوع کر کے اسے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی سند دے دی تھی۔ اس کے جواب میں ہم نے ایک جھلک گزشتہ صفحات میں دکھا دی ہے کہ مرزا کے کفر سے رجوع کس نے کیا تھا۔ مثلاً مولانا بٹالوی کا مرزا قادیانی کے ساتھ مل کر عدالت میں اس بات کا اقرار کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو کافر کاذب، دجاّل نہیں کہیں گے۔ ہم یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور دیگر غیر مقلدین کے لیے ایک اور تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ جس میں ایک اور عدالت میں جا کر غیر مقلدین کے اول مذہب مکفّر مولانا محمد حسین بٹالوی نے قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کیا اور کہا کہ ہمارا فرقہ اہلحدیث ان کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتا۔

یہاں پر ہم پہلے غیر مقلدین کے سچے راوی قادیانیوں کی طرف سے اس واقعے کو نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب اور دیگر غیر مقلدین کو قادیانیوں کی روایات پر بڑا اعتماد ہے۔

مولانا بٹالوی کا چندہ کے لیے قادیانیوں کے پاس جانا

اس سے پہلے کہ ہم عدالت میں مولانا بٹالوی کی طرف سے قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے اقرار کی

تفصیل لکھیں۔ پہلے ہم اس پر تمہیدی طور پر ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

''مجدد اعظم'' کا مصنف قادیانی مؤرخ ڈاکٹر بشارت لکھتا ہے:

پھر اتنا ہی نہیں اس سے بھی بڑھ کر سنو۔ مولوی عمر الدین صاحب کے تحریری بیان کا خلاصہ میں یہاں درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ مولوی عمر الدین صاحب لکھتے ہیں:

مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب چندہ جمع کرنے شملہ آئے۔ ہماری جماعت احمدیہ شملہ سے بھی چندہ مانگا جب ہم لوگوں نے چندہ دینے سے انکار کیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے تو مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس دینی کام کے لیے چندہ دیا ہے۔ اور یہ کام مسلمانوں کے رفاہ عام کا ہے۔ تب ہم نے قادیان سے دریافت کیا تو وہاں سے حضرت مولانا نور الدین صاحب نے لکھ بھیجا کہ فرداً فرداً چندہ نہ دیا جائے بحیثیت جماعت چندہ دے دیا جائے۔ اس کے دو سال بعد غالباً ۱۹۱۱ء میں مولوی محمد حسین صاحب نے جماعت احمدیہ شملہ کو نجولی میں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے بلایا اور ہم تمام احمدیوں سے بہت محبت سے ملے سب سے مصافحہ کیا اور بعض کو چھاتی سے بھی لگایا اور وہاں کی مسجد اہلحدیث میں جس میں مولوی صاحب خود بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہم سب کو نماز باجماعت پڑھنے کی خوشی سے اجازت دی۔ مولوی صاحب موصوف جب مجھ سے معانقہ کرنے لگے تو میں نے کہا کہ مولوی صاحب اب تو آپ بھی کافر ہو گئے۔ کیونکہ آپ کا فتویٰ یہی تھا کہ احمدیوں سے سلام وکلام کرنے والا بھی کافر ہے اور آج آپ خود مصافحہ ومعانقہ کر رہے ہیں۔ تو مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ چپ رہو ایسی باتیں مت کرو۔ میں تم لوگوں کو کافر نہیں جانتا چنانچہ اس کے بعد انہوں نے منصف دیوکی نند کی عدالت میں حلفی بیان دیتے ہوئے احمدیوں کی نسبت یہی کہا کہ ہم احمدیوں کو کافر نہیں کہتے یعنی مؤمن جانتے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی محمد حسین صاحب پھر شملہ تشریف لائے تو لکڑ بازار میں مستری محمد اسماعیل صاحب جالندھری کی جو میرے بہنوئی تھے دوکان پر حسب معمول تشریف لائے۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب شملوی اور مستری محمد اسماعیل صاحب موجود تھے۔ بابو محمد یوسف صاحب جو دفتر آب و ہوا میں سپریٹنڈنٹ تھے۔ وہ بھی موجود تھے، بابو محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو کہا کہ مولانا اب تو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو دیکھ لیا ہے اب تو

آپ مان لیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ اگر حضرت مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا۔ مگر وہ تو اب فوت ہو چکے ہیں۔ بابو محمد یوسف صاحب نے کہا کہ مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب ان کے خلیفہ جو موجود ہیں اب آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ نورالدین تو مجھ سے کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ وہ تو میرے برابر بھی نہیں میں اس کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا۔

(مجدد اعظم ص ۶۱۸، ۶۱۹)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب ہی کچھ وضاحت فرما سکتے ہیں۔ ہم اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ یہ غیر مقلدین اور قادیانیوں کا نجی لین دین کا معاملہ ہے۔

اب آیئے اصل بات کی طرف کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے گوجرانوالہ کی عدالت میں یہ بیان دیا کہ قادیانیوں کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں سمجھتا۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت مرزا لکھتا ہے:

"مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں یعنی ۱۹۱۳ء میں ضلع گوجرانوالہ کے لالہ دیوکی نند صاحب منصف درجہ اوّل کی عدالت میں مقدمہ نمبر ۳۰۰ مسماۃ کریم بی بی بنت محمد الدین لوہار بنام رحمت اللہ ولد عبداللہ قوم لوہار ساکن نظام آباد مدعاء علیہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے بطور گواہ ایک حلفی بیان دیا جس میں انہوں نے احمدی فرقہ کو مسلمان قرار دیا۔ اور صاف اقرار کیا کہ وہ کافر نہیں ہیں۔

عدالتی بیان...... بمطابق اصل

مولانا بٹالوی نے گوجرانوالہ کی عدالت میں جو بیان دیا تھا اس بیان کو بعد میں قادیانیوں کے اخبار "الفضل قادیان" نے نقل مطابق اصل کے عنوان سے فروری ۱۹۱۲ء میں شائع کر دیا تھا۔ اسی بیان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اور اس کی فوٹو کاپی بھی پیش خدمت ہے۔

نقل مطابق اصل: ہمارے فرقہ اہلحدیث کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری سے ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس فرقے کا نام مسلمان تھا۔ جیسے کہ اور فرقوں کا نام بھی مسلمان تھا۔ پہلے کوئی اور فرقہ ہی نہ تھا۔ سب فرقے بعد ازاں ہی شروع ہو گئے ہیں۔ پہلے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ شیعہ فرقہ بھی ۲۰۰ برس ہجری کے بعد ہی بنا ہے۔ شیعہ نام اس واسطے ہوا کہ وہ

گروہ علی میں سے اپنے آپ کو کہتے ہیں اور شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں۔شافعی فرقہ محمد بن ادریس شافعی جو اپنے جد شافعی کی طرف منسوب تھا اس کی طرف اس فرقے کو منسوب کرتے ہیں یہ بھی دو سو سال بعد ہوا۔ٹھیک وقت یاد نہیں یہ نہیں کہ ان میں کون کون فرقہ پہلے ہوا۔غالبا شافعی سے پہلے شیعہ فرقہ ہوا تھا،سب سے اوّل فرقہ حنفی اس کے بعد تھوڑے عرصہ میں فرقہ مالکی جو امام مالک کی طرف منسوب ہے۔اس کے بعد فرقہ شافعی ،اس کے بعد فرقہ حنبلی جو امام احمد بن محمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے ہوا۔پہلے تمام اہل اسلام کا ایک ہی مذہب تھا۔اور اس میں امن کا زمانہ تھا اور کوئی کشمکش ان کی باہمی نہ تھی اور قریب زمانہ رسول اللہ ﷺ کے سبب اور اصحاب رسول اللہ کے بعد ان کے تابعین کے سبب امن تھا۔آپس میں ایسا اختلاف نہ تھا کہ جس کے سبب ایک دوسرے کو برا کہے یا مخالفت کرے۔اس کے بعد جب باہمی نفسانیت ہو گئی اور اعتقاد بدعت کے پیدا ہو گئے تو لوگوں نے اپنے اپنے اماموں کی طرف سے ان کو زیادہ تر محبت و اعتقاد تھا۔پیروی اختیار کی اور فرقہ بندی ہوگئی۔یہ سب فرقے قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور یہ سب فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں۔ایک فرقہ احمدی بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوی مسیحیت اور مہدویت کا کیا ہے یہ فرقہ بھی قرآن کو اور حدیث کو یکساں مانتا ہے۔ایک فرقہ بابی یا بہائی وہ شیعہ میں سے ایک فرقہ ہے وہ بھی قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔یہ معلوم نہیں کہ وہ حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں۔کسی فرقہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا۔

اس بیان کو پڑھ کر اور پھر اس کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کی پیش گوئی کو پڑھ کر بے ساختہ زبان سے سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً نکل جاتا ہے۔کیونکہ جن فرقوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں احمدی فرقہ بھی ہے۔اور آپ حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہم ان کو مطلقا کافر نہیں کہتے۔پیش گوئی میں بھی یہی لفظ ہیں۔وَرَاَيْتُ كَاَنَّهٗ تَرَكَ قَوْلُ التَّكْفِيْرِ وَتَابَ۔یعنی میں نے دیکھا انہوں نے کافر کہنا چھوڑ دیا اور اس سے رجوع کر لیا۔سو رجوع ظاہر ہے۔

(الفضل قادیان ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء ص ۳ جلد نمبر ۳۵)

(اس کا عکس بھی اگلے صفحہ پر پیش خدمت ہے۔)

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

الفضل

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

مضامین بنام ایڈیٹر
اور
باقی تمام خط وکتابت
منیجر الفضل
کے پتہ پر ہو
قیمت غیر ممالک سے ۵ر

جلد ۱ | ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ | نمبر ۳۵

مدینۃ المسیح

خلافت حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت اس ہفتہ علیل رہی۔ خفیف حرارت ہے ۔ ۲ فروری کو ۹۹ ½ ٹمپریچر تھا۔ جس سے ضعف بھی بہت ہے جیسا کہ آپ نے اعلان کرا دیا۔ کوئی تشویش کی بات نہیں ۔ سید محمد حسین شاہ صاحب و مرزا یعقوب بیگ صاحب طبی مشورہ کیلئے تشریف لائے ۔ اور خلیفہ رشید الدین صاحب تو پہلے ہی سے مقیم حضرت عالیہ ہیں۔ آپکی خیر و عافیت کا حال الفضل میں بالالتزام چھپتا ہے۔ اور ڈاک خلافت کا انتظام مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد ہے۔ ضروری بات ہو تو وہ دوستوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ نیاز مند کو اس بات کا علم ہے۔ کہ خلیفۃ المسیح حضرت لا الہ الا اللہ کلمہ جانتے ہیں۔ آپ محمد رسول اللہ کے بغیر لا الہ الا اللہ کو کامل نہیں سمجھتے جیسا کہ چھپ چکا ہے ۔ محمد رسول اللہ کے مفہوم میں تمام مامورین پر ایمان ضروری سمجھتے ہیں۔

اہل بیت صاحبزادہ صاحب بکھوال سے بخیریت واپس تشریف لا چکے ہیں۔ سراج جہلم نے یہ غلط لکھا ہے کہ آپ کسی برات پر تشریف لے گئے تھے۔ نہ قادیان سے اس نیت سے روانہ ہوئے نہ جہلم میں اس نیت سے ٹھہرے ۔ نہ وہاں کسی برات میں شامل ہوئے نہ اشتہار آپ نے تقسیم کرائے یہ سفر خدا کے فضل سے برکات کا موجب ہوا ہے ۔ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب پھر لاہور تشریف لے جانیوالے ہیں ۔ میاں شریف احمد صاحب اچھے ہیں۔

مدرسے ہائی سکول میں مسٹر گراس انسپکٹر آف سکولز آگئے ۔ اور مدرسہ احمدیہ نے جو ہاکی کپ جیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات تھے۔ ان کی تقسیم کیلئے ایک جلسہ ہوا ۔ جس میں معززین و شرفاء دارالامان موجود تھے۔ پہلے سپرنٹنڈنٹ مدرسہ نے ایک تقریر فرمائی۔ کہ دینی خدمات کیلئے صحت و توانائی کی بھی ضرورت ہے جس کیلئے کھیل بھی چاہئے۔ مگر ایک حد تک پھر خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کئے ۔ آپنے اپنی تقریر میں کھیل کیلئے گورنمنٹ اور مدرسہ احمدیہ کی امداد پر غور کرنے کا وعدہ فرمایا۔

آمد مہماناں لاہور سے میاں چراغ دین صاحب اور میاں محمد شریف صاحب وکیل اور برادران نذیر محمد خدا بخش ۔ محمد سعید محمد انور صاحبان ۔ ملک محمد بخش صاحب اسٹریلین مستری محمد موسیٰ صاحب ۔ بابو محمد صادق صاحب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ ۔ راجہ منظور الٰہی صاحب اور تقریباً تمام احمدی ایجنٹ برادران عبد اللہ جان ۔ رحیم بخش ۔ عبد الرحیم ۔ حبیب اللہ شاہ ۔ صادق علی شاہ عبد الرحیم جبوتی ۔ عبد الخالق ۔ عبد العلی صاحبان ۔ حکیم محمد حسین قریشی ۔ بابو غلام محمد ۔ نعمت اللہ وزیر آباد سے ۔ شیخ محمد جان صاحب و شیخ نیاز احمد صاحب مع عیال فیروز پور سے مرزا محمد اسمٰعیل صاحب مدرس منگ ۔ منشی زین العابدین صاحب و علی محمد صاحب و دیگر احباب ۔ مردان سے میاں محمد یوسف صاحب عبد الاکبر صاحب میاں قمر الدین صاحب ہمراہ [illegible] ڈاکٹر [illegible] صاحب و ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب پٹیالہ سے چوہدری حاکم علی صاحب سکو [illegible] بابو غلام حیدر صاحب کانگڑہ سے عبد المجید صاحب ۔ [illegible] سے جمال الدین معہ ۲۵ رفقاء ۔ گورنگی سے پیر غلام غوث محمد حسین محمد عظیم صاحب معہ فرزند خورد سیالکوٹ سے شیخ نور الٰہی صاحب ۔ نقشہ نویس تشریف لائے (ملخص)

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب [illegible] شائع ہوا

جلد نمبر ۲۵ — الفضل قادیان مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء — ۲

الفضل

قادیان ۔ بروز بدھ ۔ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء

(مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع)

اس میں کچھ شک نہیں ۔ کہ ہم حضرت مرزا غلام احمد صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ کو مسیح و مہدی نبی اللہ یقین کرتے ہیں ۔ اور ان کے مصدقات کو مدار نجات جانتے ہیں ۔ سورۂ جن میں ایک آیت معیار نبوت کے بارے میں ہے ۔ جو یہ ہے ۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا ۔ یعنی غیب کے جاننے والا خدا اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوا برگزیدہ رسول کے گویا سچی پیشگوئیوں پر کوئی شخص بجز اس کے رسولوں کے قادر نہیں ہو سکتا ۔ اس معیار پر جب ہم اپنے امام کی نبوت کو دیکھتے ہیں ۔ تو وہ بالکل پوری اترتی ہے ۔ اور اس کا تازہ ثبوت مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع عن التکفیر ہے ۔ یہ تو ساری دنیا جانتی ہے ۔ کہ اس خدا کے برگزیدہ انسان پر جس نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا اور پھر اقطاع دیارو امصار کے علماء کے ماتحت اسے شائع کرایا ۔ وہ یہی صاحب ہیں ۔ پھر جو انہوں نے اپنے کئے کا پھل پایا ۔ اس کی تفصیل بھی عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے ۔ پچھلے دنوں الحق نے اس پر کچھ لکھا تھا ۔ لیکن باوجود اس شدو مد تکفیر کے جیسا نمونہ بٹالوی صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے ۔

"مرزا غلام احمد کے اعتقادات مذکورہ اور اقوال و اعتقادات کو زیر تحقیق کر کے علماء ہندوستان پنجاب کی خدمت میں پیش کئے گئے سب نے بالاتفاق اسکو دائرہ اسلام سے خارج کہا ۔ اس کے ساتھ اسلامی معاملات مثل ملاقات اور سلام و کلام کرنے سے منع کر دیا ہے اور قریب ڈیڑھ سو علماء کی مہر یا دستخط اس فتویٰ پر ثبت ہیں ۔ منقول از ابو سعید محمد حسین بٹالوی اہلحدیث"

خدا کے برگزیدہ مرسل نے یہ پیشگوئی کی تھی ۔ جو بحث حجۃ الاسلام سے نقل کی جاتی ہے ۔

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی (الہامی)

شیخ محمد حسین ابو سعید کی آجکل بہت نازک حالت ہے ۔ یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے ۔ اور نہ صرف کافر بلکہ اس کے کفر نامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے ۔ اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اس بلا میں ڈال دیا ہے ۔ سبحان اللہ ایک شخص اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرہ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں ۔ اسکو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نص بین قرآن کریم فلما توفیتنی فوت شدہ سمجھتا ہے اور بموجب پیشگوئی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا ۔ اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بنا پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے ۔ اور میاں بٹالوی بطور افترا کے یہ بھی کہتا ہے ۔ کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور جبرائیل نبوی کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا ۔ سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کیلئے اس بیچارہ نے کیا کیا افترا کئے ہیں ۔ انہی غموں میں مرتا ہے ۔ کہ کیونکر ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر کہہ لیوے ۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کفر میں بڑھ کر قرار دیوے ۔ دیکھنے والے کہتے ہیں ۔ کہ اب اس شخص کا بہت ہی برا حال ہے ۔ اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو ۔ کچھ خدا سے ڈرو ۔ تو دیوانہ کی طرح اس کے گرد ہو جاتا ہے ۔ اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکالی کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے ہم اس کے خیر خواہ ہو کے ملتجی ہیں ۔ کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں ۔ اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے ۔

وانی رئیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ ورئیت کانہ ترک قول التکفیر وتاب ۔ وھذہ رویای وارجوان یجعلہا ربی حقا ۔ والسلام علی من اتبع الھدی ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان دارالامان ۔ ضلع گورداسپور ۔ ۴ مئی سنہ ۱۸۹۳ء

اس پیشگوئی کو جو بیس برس پیشتر کی گئی ہے ۔ مدنظر رکھ کر آپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ بیان پڑھیں جو آپ نے ایک مقدمہ میں منصف درجہ اول ضلع گوجرانوالہ کے سامنے دیا ہے ۔

"نقل مطابق اصل ۔ ہمارے فرقہ اہل حدیث کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری سے ہوا ہے ۔ اس سے پہلے اس فرقہ کا نام مسلمان تھا جیسے کہ اور فرقوں کا نام بھی مسلمان تھا ۔ پہلے کوئی اور فرقہ نہ تھا سب فرقے بعد ازاں ہی شروع ہو گئے ہیں پہلے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے ۔ شیعہ فرقہ بھی دو سو برس ہجری کے بعد بنا ہے شیعہ نام سو اسطے ہوا ۔ کہ وہ گروہ علی ہیں اپنے آپ کو کہتے ہیں اور شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں ۔ شافعی فرقہ محمد بن ادریس شافعی جو اپنے جد شافعی کی طرف منسوب تھا ۔ اسکی طرف اس فرقے کو منسوب کرتے ہیں ۔ یہ بھی دو سو سال کے بعد ہوا ۔ ٹھیک وقت یاد نہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہیں سے کون فرقہ پہلے ہوا تھا ۔ شافعی سے پہلے شیعہ فرقہ ہوا تھا ۔ سب سے اول فرقہ حنفی اس کے بعد تھوڑے عرصہ میں فرقہ مالکی جو امام مالک کی طرف منسوب ہے ۔ اس کے بعد فرقہ شافعی اس کے بعد فرقہ حنبلی جو امام احمد بن محمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے ہوا ۔ پہلے تمام اہل اسلام ایک ہی مذہب تھے اور اس میں امن کا زمانہ تھا ۔ اور کوئی کشمکش آپس میں نہ تھی اور قرب زمانہ رسول اللہ کے سبب اور اصحاب رسول اللہ کے بعد ان کے تابعین کے سبب امن تھا ۔ آپس میں ایسا فرق نہ تھا کہ جس کے سبب ایک دوسرے کو برا کہے یا مخالفت کرے ۔ اس کے بعد جب باہمی نفسانیت ہو گئی ۔ اور اعتقاد بدعت کا پیدا ہو گیا تو لوگوں نے اپنے اپنے اماموں کی طرف سے ان کو زیادہ رغبت تھی منسوب ہونا اختیار کیا ۔ اور فرقہ بندی ہو گئی یہ سب فرقے قرآن شریف کو خدا کا کلام مانتے ہیں ۔ اور یہ سب فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں ۔ ایک فرقہ احمدی ہے جو اب تھوڑے عرصے سے پیدا ہوا ہے جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کا کیا ہے ۔ یہ فرقہ بھی قرآن کو اور حدیث کو یکساں مانتا ہے ۔ ایک فرقہ بابی یا بہائی ہے شیعہ میں سے ایک فرقہ ہے ۔ وہ بھی قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں ۔ یہ معلوم نہیں ۔ کہ وہ حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں ۔ کسی فرقہ کو جن کا کہ ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا ۔"

اس بیان کو پڑھ کر اور پھر اس کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کی پیشگوئی کو پڑھ کر بے ساختہ زبان سے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا نکل جاتا ہے ۔ کیونکہ جن فرقوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ ان میں احمدی فرقہ بھی ہے سو آپ حلفیہ بیان دیتے ہیں ۔ کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے ۔ پیشگوئی میں بھی یہی لفظ ہیں ۔ ورئیت کانہ ترک قول التکفیر وتاب ۔ یعنی میں نے دیکھا کہ انہوں نے کافر کہنا چھوڑ دیا ۔ اور اس سے رجوع کیا سو رجوع ظاہر ہے ۔ کوئی ہے جو اس نشان سے مستفید ہو انشاء اللہ کسی دوسرے وقت میں اور بھی اس کی تفصیل کی جائے گی ۔

اب آگے پڑھیے، مجدد اعظم کا مصنف لکھتا ہے:

اس شہادت سے عدالت نے جو کچھ سمجھا اور اپنے فیصلہ میں لکھا۔ وہ حسب ذیل ہے۔

اور ایسے ہی مولوی عبدالحکیم صاحب گواہ مدعیہ کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں۔ جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں۔

مقام غور ہے۔ منصف کی عدالت میں ایک عورت فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرتی ہے۔ کہ میرا شوہر احمدی ہو گیا ہے اور چونکہ علماء کے نزدیک وہ کافر ہے اور کافر کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ اس لیے فسخ نکاح کر دیا جائے۔ اس کی طرف سے علماء گواہی میں پیش ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالحکیم احمدیوں کو کافر بتاتے ہیں۔ مگر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب احمدیوں کو کافر نہیں قرار دیتے۔ بلکہ صاف لفظوں میں اپنے حلفی بیان میں یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہیں۔

(مجدد اعظم ص ۶۱۷، ۶۱۸)

مولانا بٹالوی کا موقف

یہ تو تھے ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین کے بھروسہ کے راوی۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ہم اس بات کے قائل نہیں ہے کہ قادیانیوں کی اس روایت پر مکمل بھروسہ کیا جائے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ غیر مقلدین کے سرخیل مولانا بٹالوی جن کے متعلق یہ الزام عائد کیا گیا ہے وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا یہ طریقہ رہا ہے کہ عدالت میں جا کر قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے حق میں بیان دے دیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد کافی عرصہ تک خاموش رہتے۔ بلکہ اپنا رسالہ اشاعۃ السنۃ کی اشاعت بھی موقوف کر دیتے۔ اس وقفہ میں قادیانی مولانا بٹالوی کے اس عدالتی بیان کا چرچہ بڑے زور سے کرتے۔ جب یہ بات زبان زد عام ہو جاتی یا لوگوں کی طرف سے اس پر سوال اٹھائے جاتے تو تقریباً دو سال بعد مولانا بٹالوی جوش میں آ کر قادیانیوں کے خلاف برستے اور اپنے عدالتی بیان کو الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ پیش کرتے۔ مگر اس کوشش میں پھر بھی ان کا قلم سچ اُگل ہی دیتا اور ان کے پنہاں اصلی جذبات کی عکاسی کر ہی دیتا۔

جیسا کہ مولانا بٹالوی نے ۱۸۹۹ء میں گورداس پور کی عدالت میں مرزا قادیانی کو کافر کاذب، دجال نہ کہنے کا اقرار کیا اور اس اقرار نامے پر دستخط بھی کئے۔ پھر ۱۹۰۲ء تک خواب خرگوش میں چلے گئے۔ چنانچہ تین سال کے وقفے کے بعد مولانا بٹالوی نے اس عدالتی اقرار نامہ کی وضاحت الفاظ کے ہیر

پھیر کے ساتھ کی۔ جو کہ وضاحت کی بجائے مزید اس پر پختہ دلیل بن گئی۔ غالباً اس وقت تک خاموش رہنے کا یا تو قادیانیوں سے معاہدہ ہو گیا ہو گا یا پھر وہ جج تبدیل ہو گیا ہو گا جس کے سامنے مولانا بٹالوی نے اقرار نامے پر دستخط کئے تھے۔

بالکل اسی طرح گوجرانوالہ کی عدالت میں مدعیہ کی طرف سے گواہ کے طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے جب یہ بیان دے دیا کہ ہمارا فرقہ مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتا۔ یہ بیان دینے کے بعد مولانا بٹالوی خواب خرگوش میں چلے گئے۔ تقریباً چار سال تک خاموشی رہی۔ ان دنوں میں قادیانیوں نے اس عدالتی گواہی کی خوب تشہیر کی تو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا محمد حسین بٹالوی کو سوال آ گیا کہ آپ کے متعلق اس قسم کی افواہ ہے۔ اس کی وضاحت کریں۔

اگرچہ اس کی وضاحت بقول بٹالوی صاحب ''سراج الاخبار'' اور ''پیسہ'' اخبار میں بھی کی گئی۔ مگر اصل وضاحت تو ان کے اپنے رسالہ میں ہونی چاہئے تھی۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عدالتی گواہی کے دنوں ۱۹۱۳ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک مولانا بٹالوی کا رسالہ اشاعۃ السنہ شائع نہیں ہوا۔ بہر حال مولانا بٹالوی نے دارالعلوم دیوبند کے استفسار پر جو جواب دیا اس کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں نقل کیا ہے۔ اور اپنے عدالتی بیان کی یہ وضاحت فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین حضرات غور سے پڑھیں۔ اور اس کا عکس صفحہ نمبر ۱۸۳ اور ۱۸۴ پر دیکھیں۔

مدت ہوئی مدرسہ عربیہ دیوبند سے جو سوال ہمارے پاس بغرض استفتاء پہنچے تھے جن کا جواب ہم نے دے دیا تھا۔ جو اہل مدرسہ نے امید ہے شائع کر دیا ہو گا۔ ان سوالات کو نقل کر کے اصولی طور پر ان کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس کی خاص وجہ اور تازہ محرک یہ امر ہوا کہ قادیانی کے نادان اتباع و جانشین اپنے دام افتادہ جاہلوں کو یہ کہہ کر بہکاتے ہیں کہ ابوسعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے اور اس استفتاء کا ماخذ و دلیل ہمارا وہ قول پیش کرتے ہیں جو عدالت مجسٹریٹ گوجرانولہ میں ہم نے کہا تھا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتے۔ جیسا کہ چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔ ہمارے اس قول کو جس میں لفظ مطلقاً موجود ہے اور ان لوگوں نے یہ لفظ نقل کیا ہے انہی دنوں قادیانی اخبار ''الفضل و پیغام صلح'' وغیرہ میں دست آویز ٹھہرا کر۔ ان لوگوں نے اپنی ناواقفی و بے علمی سے اس سے ہمارا رجوع نکال لیا تھا اور انہی دنوں میں ہم نے ''سراج الاخبار'' میں اس کا یہ جواب دے دیا تھا کہ لفظ مطلقاً کہہ کر ہم نے یہ

ناظم اسلامی

خیر خواہی اور نیک نیتی اسکو کہتے ہیں مولوی ثناء اللہ السنۃ کو قبول نہیں بارہ سال

اِشَاعَۃُ السُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃ

نمبر اول الغایت دوازدہم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ جلد بست و سوم

بابت ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء

شرح قیمت۔ رؤسائے اسلام سے سالانہ للعہ۔ باہم اغنیاء سے جن کی چالیس روپیہ ماہوار سے کم آمدنی رکھیں انکے سے روپیہ۔ جن کی دس روپیہ ماہوار یا تنے ہوں انسے جو دس روپیہ سے کم پاتے ہوں پر علمی اشاعت رکھتے ہوں اور اس کی اشاعت کریں مفت۔

میں بہت پھیل گئی تو ناچاران عام لوگوں کی صیانت کے لئے ان مضامین کی اشاعت عمل میں آئی۔ کیا اس خیر خواہی و نیک نیتی کی نظیر آجکل کی اسلامی دنیا کے اہل قلم میں کوئی بتا سکتا ہے

مولوی حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کی تحریر

مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب میرے بلا تردد شیخ و استاذ ہیں میں نے ایک بار تمام مشکوٰۃ اور آٹھ ورق موطا امام مالک بطور تلمذ ان سے پڑھی اور ماسوائے اسکے اور کئی مسائل بطور تلمذ انسے سیکھے ہیں فاللہ یغفرلہ وارحمہ ترحماً

العاجز عبد المنان

نوٹ حافظ عبد المنان صاحب مرحوم کی تحریر ہذا کو ۱۳۱۹ھ میں انکی زندگی میں چھپوا کر اپنے اقبالی تلامذہ ثنائی پارٹی کے بعض اشخاص کے پاس جو اپنے استاذ الاستاذ (ناظم اشاعۃ السنہ) سے سخت کلامی و بے ادبی سے پیش آتے ہیں اس غرض سے بھیجا گیا تھا کہ اس حرکت عقوق سے باز آویں۔ استاذ کا عاق بھی ویسا ہی عاق ہوتا ہے۔ جیسے ماں باپ کا عاق ہوتا ہے کتب فقہ ملاحظہ ہوں

فہرست مطالب جلد ہذا

ہمارا یہ فتوے تکفیر و تبدیع ان لوگوں کے حق میں صاحب سر رسول اللہ حضرت حذیفہ بن الیمان صحابی کے آنحضرت صلعم سے اس سوال کی نظیر ہے جو کتب حدیث میں ان سے مروی ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی نسبت سوال کیا کرتے تھے۔ اور میں شر (فتنوں وغیرہ) کی بابت پوچھا کرتا تھا کہ کہیں مجھکو نہ آلگیں حضرت حذیفہ انکو

> کان الناس یسئلون رسول اللہ صلعم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الحدیث (بخاری ص ۱۰۴۹)

شر سے بچانے کیلئے وہ سوال کرتے سے ہم ان لوگوں کو کفر و الحاد و بدعت سے بچانے کیلئے ایسے فتوے شائع کرتے ہیں۔ نہ کافر بنانے کے لئے اور خدا تعالیٰ کو اسپر گواہ کرتے ہیں۔ وکفیٰ باللہ شھیدًا۔

اس اصول و مقصود کو پیش نظر رکھکر عقائد کفریہ قادیانی سے بحث کیجاتی ہے۔ لعلہم یتقون او یحدث لہم ذکریٰ۔ مدت ہوئی مدرسہ عربیہ دیوبند سے دو سوال ہمارے پاس بغرض استفسار پہنچے تھے۔ جنکا جواب ہمنے دیدیا تھا جو اہل مدرسہ نے امید ہے شائع کردیا ہوگا۔ اب ان سوالات کو نقل کرکے اصولی طور پر ان کا جواب دیا جاتا ہے اسکی خاص وجہ اور تازہ محرک یہ امر ہوا ہے کہ قادیانی کے نادان اتباع و جانشین اپنے دام افتادہ جاہلوں کو یہ کہکر بھکاتے ہیں کہ ابو سعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کرلیا ہے اور اس افترا کا ماخذ و دلیل ہمارا وہ قول پیش کرتے ہیں جو عدالت مجسٹریٹ گوجرانوالہ میں ہمنے کہا تھا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتے جیسا کہ چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔ ہمارے اس قول کو جس میں لفظ مطلقاً موجود ہے اور ان لوگوں نے یہ لفظ نقل کیا ہے ان ہی دنوں قادیانی اخبار الفضل و پیغام صلح وغیرہ میں دست آویز ٹھہرا کر ان لوگوں نے اپنی ناواقفی و بے علمی سے اس سے ہمارا رجوع نکال لیا تھا اور ان ہی دنوں میں ہمنے سراج الاخبار میں اسکا یہ جواب دیدیا تھا کہ لفظ مطلقاً کہکر ہمنے یہ جتایا تھا کہ وہ لوگ بہر حال اور بلا تفصیل کافر نہیں۔ بلکہ جو لوگ عقائد کفریہ قادیانی کے معتقد ہیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عقائد کے معتقد نہیں اور مرزا کو غلطی سے صرف ایک بزرگ مستجاب الدعوات و پیر سمجھکر اسکی بیعت میں مبتلا ہوگئے ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔ ان دنوں تو ہمارے جواب کو سنکر انکا منہ بند ہوگیا تھا۔ ان دنوں میں پھر قادیان سے ایک اشتہار نکلا ہے جسمیں ہمارے سے رجوع کا پھر دعویٰ کرکے اسی باسی کڑہی کو ابال دیا ہے۔ لہٰذا اسکے جواب و صلہ میں ہمکو یہ فتویٰ شائع کرنا پڑا المہ ... [illegible]

(حاشیہ: [illegible])

جتایا تھا کہ وہ لوگ بہر حال اور بلا تفصیل کافر نہیں بلکہ جو لوگ عقاید کفریہ کادیانی کے معتقد ہیں وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عقاید کے معتقد نہیں اور مرزا کو غلطی سے صرف ایک بزرگ مستجاب الدعوات و پیر سمجھ کر اس کی بیعت میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۲۳ ص ۱۹۲)

بٹالوی صاحب نے اپنی اس تحریر میں دار العلوم دیوبند سے جس استفتاء اور اس کے جواب کا ذکر ہے اس پر دار العلوم کے اکابر کی طرف سے اتفاق یا اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ صاف بات ہے اگر اکابرین دیوبند کا اس جواب سے اتفاق ہوتا تو اکابرین دیوبند بٹالوی صاحب کے اس فتوے کو ضرور شائع کرتے مگر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اکابرین دیوبند نے مولانا بٹالوی کے اس جواب کو شائع نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیوبند کو بٹالوی صاحب کے اس فتوے سے اتفاق نہیں تھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کی اس وضاحت کے باوجود قادیانیوں نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور پروپیگنڈے کو جاری رکھا۔ تو اس پر مولانا بٹالوی کو اس بارے میں سخت زبان استعمال کرنا پڑی۔ چنانچہ بٹالوی اسی جلد کی کے صفحہ ۲۸۳ شمارہ نمبر ۹ میں فرماتے ہیں:

> بعض ممبروں نے اس فتوے کا مضمون خاکسار کی زبان سے سن کر بزعم خود پیش بندی کی ہے اور ''اخبار الفضل'' اور ''پیغام صلح'' میں یہ جھوٹی خبر مشتہر کر دی ہے۔ ابوسعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے۔ جس پر بہت سے احباب واخوان کے خطوط متعلق استفسار حقیقت اس خبر کے پہنچ رہے ہیں اور جن کے علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے سے خاکسار عاجز ہو گیا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار (پیسہ اخبار) عام مسلمانوں کو اطلاع دیتا ہے کہ خاکسار نے اس فتوی کفر سے رجوع نہیں کیا جس نے رجوع کیا ہو اس پر ہزار لعنت۔ مرزائی اگر جھوٹے نہیں ہیں تو جھوٹے پر کچھ کم ہی کہہ دیں۔ ان مفتریوں نے اس افتراء کا منشاء میرے اس قول کو ٹھہرایا ہے جو میں نے عدالت منصفی گوجرانوالہ میں کہا تھا کہ میں مرزائیوں کو مطلقاً بلا تفصیل کافر نہیں کہتا جس کا مطلب اسی وقت عدالت میں میں نے یہ بیان کر دیا تھا کہ مرزا کے مریدوں میں سے جو عقاید کفریہ مرزا کے معتقد ہیں۔ ان کو کافر کہتا ہوں اور جو ان عقاید سے بے خبر ہیں اور دھوکے میں آ کر اس کے مریدوں میں داخل ہو گئے ہیں جیسے اکثر جاہل مرید پیروں کے مرید ہو جاتے ہیں وہ کافر نہیں۔ لفظ مطلق ''الفضل'' میں بھی موجود ہے۔ مگر یہ ہٹ دھرم انصاف سے کام نہیں لیتے۔ یا جہل کے سبب اس لفظ مطلق کے معنی نہیں سمجھتے اور بددیانتی کی وجہ سے اس لفظ کی

تفصیل کو جو میں نے عدالت میں کی تھی خورد برد کر گئے ہیں۔

فَعَلَيۡهِمۡ مِنَ اللّٰهِ مَا يَسۡتَحِقُّوۡنَهٗ فقط راقم......... ابوسعید محمد حسین

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ صفحہ ۲۹۳)

دو فرقوں کی تقسیم

قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' نے مولانا بٹالوی کا جو عدالتی بیان نقل مطابق اصل کے عنوان سے شائع کیا ہے اس بیان میں مولانا بٹالوی کی طرف سے کہیں بھی یہ تشریح موجود نہیں کہ جس میں انہوں نے قادیانیوں کے دو طبقے بیان کیے ہوں۔ اس میں تو صاف الفاظ میں صرف لفظ فرقہ احمدی ہے۔ اور اس میں کہیں بھی فرقہ احمدی کے دو گروہوں کا ذکر نہیں۔ لگتا ہے کہ فرقہ احمدی کے نام سے دو گروہوں کی تفریق مولانا بٹالوی نے بعد میں کی ہے۔ اور اصل بیان کی وضاحت کے چکر میں بٹالوی صاحب ڈنڈی مار گئے۔

نیز اگر بٹالوی صاحب کی طرف سے فرقہ احمدی کی تقسیم کو مان بھی لیا جائے تو یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور تمام غیر مقلدین کی جماعت غور کرے کہ مولانا بار بار قادیانیوں کو لفظ مطلقاً کہہ کر فرماتے ہیں کہ ہم ان کو مطلقاً کافر نہیں کہتے۔ بٹالوی صاحب کو لفظ مطلقاً کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالوی اب بھی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ ان کو کافر کہا جائے یا نہیں۔ اس لیے مطلقاً مطلقاً بولتے رہے۔

مولانا بٹالوی نے عدالت میں اپنے تحریری بیان میں مرزائیوں کے دو طبقے بنا دیئے۔ ایک طبقہ جو کہ مرزا قادیانی کے کفریہ عقاید کو جانتا ہے پھر بھی وہ مرزا قادیانی کا معتقد ہے وہ تو کافر ہے دوسرا طبقہ ہے جو کہ مرزا کو غلطی سے دھوکے میں آ کر اس کا مرید ہو گیا وہ کافر نہیں۔

مولانا بٹالوی نے اپنے اس بیان میں ان دونوں طبقوں کو مرزائی تسلیم کیا ہے تو ایسی صورت میں مرزائیوں کا ایک طبقہ کافر ہوا اور دوسرا طبقہ مسلمان بن گیا۔ بہت خوب!

یہاں پر معاملہ عدالت میں تھا مولانا بٹالوی سے مرزائیوں میں اس تفریق کے متعلق سوال نہیں کیے گئے تھے قرائن بتلاتے ہیں کہ عدالت کا سیدھا سادھا سوال یہ تھا کہ مرزائی کافر ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں ایک گواہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے صاف فرما دیا کہ مرزائی کافر ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب ان کے طبقہ کے اول مذبذب مکفرؒ نے اپنے تذبذب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے فتوے کو گول مول کر دیا۔ مرزائیوں میں دو طبقے پیدا کر کے گول مول فتوی دے دیا۔ ساتھ مطلقاً کی پخ لگا کر مسئلے کو گھمبیر بنا دیا۔ عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین کے اوّل مکفرؒ کے فتوی کفر میں تزلزل و تذبذب ہے جب کہ بعد میں

فتوی دینے والے مولوی عبدالحکیم کے کفر کے فتوے میں نہ تو تزلزل ہے اور نہ تذبذب۔

ایک غیر مقلد دوست کو میں نے مولانا بٹالوی کا جب یہ شگوفہ دکھایا تو اس نے فوراً غیر مقلدانہ طرز اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا بٹالوی نے ٹھیک ہی تو کیا ہے۔ دیکھو دیکھو مولانا بٹالوی بلا وجہ کسی کو کافر نہیں کہتے۔ مولانا بٹالوی نے ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جو کہ مرزا قادیانی کے دھوکہ وفریب میں آ کر اس کو پیر یا ولی مانتے ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی لاعلمی اور جہالت ہے۔ بھلا لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے بھی کسی پر کفر کا فتوی دیا جاسکتا ہے۔

میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ مولانا بٹالوی اور آپ لوگوں نے مرزائیت میں داخل ہونے کے لیے ایک چور رستہ کھول دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ عدالت میں جس شخص کے خلاف تنسیخ نکاح کا دعوی کیا گیا تھا وہ شخص دو حال سے خالی نہیں تھا۔ یا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقاید کو جانتے ہوئے پکا مرزائی تھا یا پھر وہ بقول بٹالوی صاحب دھوکہ میں آ کر مرزا غلام احمد قادیانی کو پیر یا ولی یا بزرگ سمجھ کر اس کے جال میں آ گیا تھا۔ اگر تو وہ شخص پہلی قسم میں داخل ہے تو پکا مرزائی تھا پھر مولانا بٹالوی کا عدالت میں مرزائیوں کے دو طبقے بنا کر پیش کرنا اور یہ کہہ دینا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتے یہ ایک قسم کا مقدمہ میں مدعیہ کی کاروائی کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔ مولانا بٹالوی سیدھی بات کہتے کہ یہ شخص کافر ہے۔

اور اگر وہ شخص مرزا قادیانی کے کفریہ عقاید کو نہیں جانتا تھا بلکہ دھوکہ میں آ کر مرزائی ہو گیا تھا تو عدالت میں آ کر اس شخص کو مرزا قادیانی کے کفریہ عقاید معلوم ہو ہی گئے تھے۔ اس کو پتہ بھی چل گیا تھا کہ یہ تنسیخ نکاح کا دعویٰ صرف اس لیے ہے کہ میں مرزا قادیانی کی جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔ اب جب کہ مرزا قادیانی کے کفریہ عقاید کھل کر سامنے آ گئے ہیں لہٰذا اب ان کفریہ عقاید کے سامنے آنے کے بعد مجھے تائب ہو جانا چاہئے۔ یہاں سوال یہ ہے کیا وہ شخص مولانا بٹالوی کی تقریر یا عدالت کی بحث سننے کے بعد مرزائیت سے تائب ہو گیا تھا اگر تو وہ تائب ہو گیا تھا تو پھر مقدمہ کی کاروائی ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب مدعا باقی ہی نہیں رہا تو پھر مقدمے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ مگر حالات اور جج کا فیصلہ صاف یہ بتلا رہا ہے کہ مقدمہ کی ساری کاروائی کے باوجود اور علماء کے بیان کے باوجود وہ شخص مرزائیت سے تائب نہیں ہوا، حالانکہ اس شخص کے سامنے مرزا قادیانی کے کفریہ عقاید بیان کئے جا چکے تھے۔ اس کے باوجود وہ شخص مرزائی ہی رہا۔ اب ایسے شخص کے متعلق مولانا بٹالوی کو کیا فتوی دینا چاہیے تھا۔ عدالت نے فیصلے میں صاف لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک مرزائی کافر نہیں اسی لیے عدالت نے نکاح کو فسخ نہیں کیا، اب میرا

سوال یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کی عدالت میں اس گول مول تشریح سے فائدہ کس کو پہنچا۔مرزائیوں کو یا مسلمانوں کو۔

اس پر غیر مقلد دوست بغلیں جھانکنے لگا۔

ایک سوال

یہاں پر ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگ (جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہوئے نہیں تھکتے اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزائیت کے معاملے میں اوّل مکفرؔ اور ملت اسلامیہ کا بڑا محسن کہتے ہیں) سے سوال ہے کہ کیا بٹالوی صاحب کی اس عدالتی تشریح سے مطمئن ہیں۔اور جس عقیدے کی وضاحت مولانا بٹالوی نے عدالت میں یہ کہہ کر کی ہے کہ ہمارا فرقہ اہل حدیث مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتا کیا ڈاکٹر صاحب اور موجودہ غیر مقلدین کا عقیدہ یہی ہے۔ کیونکہ بٹالوی صاحب نے اپنے پورے فرقے کی بات کی ہے۔اگر تو عقیدہ یہی ہے تو سب حضرات کو کھل کر اس عقیدے کا اعلان کرنا چاہئے اگر یہ عقیدہ نہیں ہے جو کہ مولانا بٹالوی نے عدالت میں بیان کیا ہے تو ڈاکٹر صاحب اور تمام غیر مقلدین کو اس کی تردید کرنی چاہئے اور مولانا بٹالوی سے اپنا تعلق توڑنے کا اعلان کرنا چاہئے اور ان کے متعلق اوّل مکفرؔ ہونے کا راگ الاپنا بند کر دینا چاہئے۔

ویسے ہم نے اپنے طور پر دیانت داری سے پوری کوشش کی ہے کہ کسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی یہ فرمادیں کہ میں نے یہ بیان ہی نہیں دیا۔مگر مولانا بٹالوی اس بیان سے انکاری نہیں ہیں۔

عدالتی بیان کی قانونی حیثیت

دنیا کا اصول ہے کہ جو بات عدالت میں کہہ دی جائے یا لکھ دی جائے وہی حرف آخر ہوتی ہے۔ عدالت میں بیان دینے کے بعد باہر جا کر اگر کوئی بیان میں کچھ تبدیلی کر دے تب بھی اس عدالتی بیان کی حیثیت نہیں بدلتی۔ یہاں پر تو مولانا بٹالوی اپنے بیان کی مطلقاً سچائی کو تسلیم کر رہے ہیں۔وہ یہ کہ میں مرزائیوں کو مطلقاً بلا تفصیل کافر نہیں کہتا۔

مولانا بٹالوی کے بدلتے فیصلے

مولانا محمد حسین بٹالوی کے بدلتے فیصلے ظاہر کر رہے ہیں کہ بٹالوی صاحب گورنمنٹ برطانیہ کی

اور مرزا قادیانی کے ساتھ تعلقات اور علمائے اسلام کے فتویٔ تکفیر کے درمیان پھنسے ہوئے تھے۔ جب گورنمنٹ کی طرف سے تقاضہ ہوتا اور مرزا قادیانی یا اس کی جماعت کے ساتھ تعلقات ہموار ہو جاتے تو فتویٰ دینے میں لچک پیدا کر لیتے۔ لیکن جب تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا اور علمائے اسلام اور عامتہ المسلمین کی طرف سے رَدِّ عمل کا خوف ہوتا تو زبانی کفر کا فتویٰ دے دیتے اور بعض اوقات اپنے اس زبانی فتوی کو اپنے رسالہ میں تاویلات کے ساتھ شائع کر دیتے۔ گویا مولانا بٹالوی کی کیفیت نیم بروں اور نیم دروں تھی۔ اس طرف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب غیر مقلدین کے یہ دونوں بزرگ (مولانا بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) آپس میں الجھ گئے تھے اور ایک دوسرے کو کذّاب اور کافر تک کہنے لگے تھے۔ چنانچہ اسی بھاؤ میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے خلاف سچ اگلنے لگے۔

مولانا بٹالوی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ایک سچ کو جو کہ انہوں نے ''پیسہ'' اخبار ۱۰ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھا تھا اس کو بیان کیا ہے:

> ایک زمانہ تھا کہ مولوی (بٹالوی) صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی تکفیر کا بیڑا اٹھایا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ عدالت میں مرزا صاحب کے مریدوں کی تکفیر سے دستبردار ہو گئے۔ پھر تھوڑے دنوں بعد بدستور انہیں کافر کہنے لگے۔
>
> (اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ ص ۲۸۲)

بٹالوی صاحب کے نزدیک کافر کے معنی:

مولانا بٹالوی کے نزدیک کافر کے معنی کیا ہیں۔ وہ قابل غور ہے:

> ''کافر'' بمعنی منکر ہے اور یہ لفظ اس معنی کر نسبتی اور ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک فرقہ کو بلحاظ اس مذہب کے جس سے وہ منکر ہو کافر کہا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کا ''کافر'' یعنی منکر کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور انکے اصحاب نے اپنے مخالفوں کو کہا ہے ''کَفَرْنَا بِکُمْ'' کہ ہم تمہارے کافر یعنی منکر ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ'' جو طاغوت سے کافر ہوا اس نے مضبوط رسی (اسلام) کو پکڑا۔ لہٰذا اس لفظ ''کافر'' کو مذاہب غیر کے ناظرین خلاف تہذیب نہ سمجھیں۔
>
> (حاشیہ اقتصاد فی مسائل الجہاد۔ ص ۹)

ماشاء اللہ بٹالوی صاحب نے ''کفر'' کے کیا خوب معنی کیے ہیں۔ کتاب کا حاشیہ کسی مبہم بات کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے۔ تاکہ کتاب کی عبارت میں اگر کوئی مبہم بات ہو تو اس کو حاشیہ میں واضح کر دیا جائے۔ بٹالوی صاحب ایک متبحر عالم دین تھے۔ انہیں اصطلاح شریعت کے مطابق ''کفر'' کے معنی واضح کرنے چاہیے تھے۔ مگر انہوں نے غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لیے تمام مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیدیا۔ لفظ ''کفر'' کے لغوی معنی لے کر بیچ میں قرآن مجید کو استعمال کر ڈالا۔ جیسے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے حق میں دلائل دیتے وقت قرآن مجید کو استعمال کیا تھا۔ مولانا بٹالوی نے لفظ ''کفر'' کے معنی اسی طرح کیے ہیں جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ 'خاتم' کو لغت کے اعتبار سے ''مہر'' کے معنی میں استعمال کر کے حضور اقدس ﷺ کو مہر والے نبی بنا دیا۔ اور اس کو اپنی جھوٹی نبوت کی دلیل کے طور پر استعمال کر لیا۔ مولانا بٹالوی نے یہ لکھ کر کہ (اس لفظ '' کافر'' کو مذاہب غیر کے ناظرین خلاف تہذیب نہ سمجھیں) کہیں قادیانیوں کو حوصلہ تو نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اسی زمانہ ماضی قریب میں علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تھا۔

نئی تحقیق نیا زاویہ

ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کا جب مطالعہ کیا تو اس میں ڈاکٹر صاحب کی طرف سے نئے زاویے سے نئی نئی تحقیقات سامنے آئیں۔ خصوصاً ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے ملفوظات کو بڑی اہمیت دی ہے اور ایک جگہ مرزا قادیانی کا ایک ملفوظ ذکر کر کے یہ فرماتے ہیں:

> یہ ملفوظ ہمارے ان احباب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے کہ مولانا (بٹالوی) نے ۱۹۰۰ء کے گردو پیش مرزا کی مخالفت ترک کر دی تھی۔ یہ ملفوظ مرزا اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ بقول مرزا اس بات کی شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں۔
>
> (تحریک ختم نبوت ص ۲۸۳)

آگے لکھتے ہیں:

> جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا بٹالوی نے بعد ازاں تکفیرِ مرزا سے رجوع کر کے مرزائیت کی مخالفت ترک کر دی تھی تو یہ بات ان حقائق کے خلاف ہے جو ہم اس سے قبل

بیان کر چکے ہیں۔

(تحریک ختم نبوت ص۲۹۴)

آگے چلیے!

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

آج مولانا بٹالوی کی تکفیرِ مرزا سے رجوع کی باتیں کرنا دراصل قادیانیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کی مترادف ہے۔

قادیانیوں کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ محمد حسین کے رجوع کے بارے میں مرزا غلام احمد کی پیش گوئیاں پوری ہوچکی ہیں۔

(تحریک ختم نبوت ص۲۹۴)

ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے ان ٹکڑوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے فتویٰ کفر سے رجوع نہیں کیا تھا مرزا کی مخالفت نہیں چھوڑی تھی اور کچھ لوگ قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے یہ بات لکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بیچارگی کی حالت میں دوسروں کو طعنہ دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں، جبکہ گزشتہ صفحات میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ یہ باتیں کسی مخالف نے نہیں کہیں نہ لکھیں بلکہ خود مولانا محمد حسین بٹالوی نے ان باتوں کا اقرار عدالتوں میں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ببانگ دہل کیا ہے۔ جب مولانا بٹالوی ایڑیاں اٹھا اٹھا کر ببانگ دہل یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے اپنی مرضی سے مشترکہ اقرار نامے پر اس بات پر دستخط کیے ہیں کہ میں مرزا قادیانی کو کافر، کاذب، دجال نہیں کہوں گا اور خود کہہ رہے ہیں بلکہ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعے اس عدالتی فیصلے سے پہلے خود مشورہ دیتے رہے ہیں کہ مرزا کو اب جانے دو۔ پھر دوسروں سے ڈاکٹر صاحب کو شکوہ کیوں ہے۔ ہم نے عکس سامنے رکھ دیا ہے۔ آنکھیں کھول کر دل اور دماغ کو ٹھنڈا کر کے تمام غیر مقلدین کی جماعت اس کو پڑھے اور حقائق کی روشنی میں اس کو تسلیم کرے۔

ڈاکٹر صاحب کو اس بات پر بڑی تکلیف ہے کہ مولانا بٹالوی کے خلاف اس قسم کا پروپیگنڈا کر کے قادیانیوں کو خوش کیا جارہا ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب کو یہ بات لکھتے ہوئے تکلیف نہیں ہوئی کہ انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند نے آپس میں بحث کر کے مرزا غلام احمد قادیانی پر سے کفر کا فتویٰ واپس لے لیا تھا۔ اور ان کے دیگر ہم مسلک مولانا رشید احمد گنگوہی کی ایک ایسی تحریر جس میں انہوں

نے مرزا قادیانی کے حالات وخیالات سے عدم واقفیت کی بناء پر حسن ظن کرتے ہوئے اس کو مرد صالح کہہ دیا تھا۔اس کو اٹھا اٹھا کر لوگوں کے سامنے پیش کررہے ہیں کہ دیکھو مولانا گنگوہی نے مرزا کو مرد صالح قرار دے دیا تھا۔اس پرڈاکٹر صاحب کیا فرماتے ہیں کہ وہ خودتو کہیں قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں کھیل رہے۔

عدالتی بیانات کا پس منظراور بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کا قادیان میں تعلیم حاصل کرنا

چلتے چلتے غیر مقلدین کے ایک اور امام کو حاضر کرتے جائیں!

غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی نے صرف عدالتوں میں جا کر ہی مرزا قادیانی سے کفر کا فتوی واپس نہیں لیا بلکہ اس کے لئے عملی قدم بھی اٹھایا۔وہ اس طرح کہ ۱۸۹۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ عدالت میں مشترکہ اقرار نامے پر دستخط کرنے کے بعد ۱۹۱۳ء میں گوجرانوالہ میں عدالتی بیان سے پہلے انہوں نے اپنی اولاد کو قادیاں میں تعلیم وتربیت کے لیے بھی بھیجا۔جیسا کہ تاریخ احمدیت مصنف (مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے چپقلش اور تکفیر سے رجوع) کے عنوان سے لکھتا ہے:

۱۹۰۹ء کا سال اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں سلسلہ کے دو مشہور معاند مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناءاللہ صاحب جو جماعت کو تباہ کرنے کا دعوی لیکر اٹھے تھے۔آپس میں الجھ پڑے اور ملک کے دوسرے مشہور علماء بھی رفتہ رفتہ اس جنگ میں کود پڑے۔اور فریقین نے ایک دوسرے کو کافر کہنے پر بس نہ کر کے مرصع گالیاں دیں۔چنانچہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے اہل حدیث میں اپنے روحانی باپ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق جھوٹا،بکواسی،بیہودہ گوتک کہہ ڈالا۔نیز لکھا "بٹالوی کا رہبر شیطان لعین ہے" اس کے مقابل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مولوی ثناءاللہ کو کاذب گیدڑ مفتری وغیرہ خطاب سے نوازا۔اور بڑے لمبے لمبے مضامین "اشاعۃ السنہ "میں ان کے خلاف لکھے۔غرضیکہ ایک طوفان بے تمیزی تھا جو بلند ہوا۔اور یہ سب کچھ اس شوخی اور بے باکی کی پاداش میں تھا۔جوان خدا ناترس علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بالمقابل دکھائی تھی۔

اس معرکہ آرائی کے دوران مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حق کی طرف بھی رجو

ع کرلیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ ھٰذَا الرَّجُلُ یُؤمِنُ بِاِیمَانِیُ قَبُلَ مَوُتِہٖ یہ شخص اپنی موت سے قبل میرا مومن ہونا تسلیم کرلے گا۔

چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۱۹۰۹ء میں اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ یہ اعلان کیا کہ آنے والا مسیح موعود آسمانی نشانات و برکات سے اسلام کو غالب کرے گا۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

(امام مہدی) بھی حضرت مسیح موعود کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن اور آپ کا دعوی تھا۔

اس حیرت انگیز اعلان کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ پہلے اپنے ایک لڑکے ابواسحق کو پھر عبدالباسط کو قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کرادیا۔ جس پر اہل حدیث حلقے میں بہت شور اٹھا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۳۲۲۔۳۲۳)

بٹالوی صاحب کی وضاحت

قادیانی مصنف کے اس دعوے کے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے وضاحت سامنے آجائے تو اچھا ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مورخہ 11 فروری 1910ء کے اخبار اہلحدیث میں مولانا محمد حسین بٹالوی سے ایک سوال "جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جواب دیں" کے عنوان سے شائع ہوا۔

"مرالہ میں جس طرح یہ خاکسار تبدیل ہوکر آیا ہوا ہے، اسی طرح چند دیگر مرزائی بھی آئے ہوئے ہیں۔ جن سے عموماً نوک جھونک ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آج کل وہ ایک خاص امر کا اظہار بڑے فخر سے کرتے پھرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ابوجہل آپ کی نبوت سے منکر رہا اور اس کا بیٹا مسلمان ہوگیا، اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حال ہے۔ یعنی مولانا ممدوح آج تک مرزا صاحب کے مخالف رہے۔ مگر آج کل انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو قادیان کے سکول میں داخل کرادیا ہے۔ جس سے مولانا ممدوح کا مرزا صاحب کی طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ وہ ہروقت ہمارے سامنے یہی نظیر پیش کرتے ہیں، اس لیے عرض ہے کہ آپ یا مولانا محمد حسین صاحب اس معاملے کی اصلیت سے پبلک کو آگاہ کریں۔ تاکہ بدگمانی دور ہووے۔

فقط احقر العباد

قائم الدین نقشہ نویس از ہیڈ مرالہ،

دفتر نہر اپر چناب ڈویژن اوّل ضلع سیالکوٹ۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر 11 فروری 1910ء مطابق ۳۰ محرم ۱۳۶۸ھ، صفحہ ۲)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۳۹۶۔۳۹۷ پر ملاحظہ کریں)

اس سوال کے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء کو اس عنوان سے دیا۔

جواب استفسار متعلق قادیان

مندرجہ اخبار اہلحدیث، مطبوعہ ۱۱ فروری ۱۰ء مطابق ۳۰ محرم ۱۳۶۸ھ

از مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

میرے پانچ لڑکے یکے بعد دیگرے علم عربی دینی پڑھنے میں کوتاہی اور آخر صاف انکار اور مخالفت احکام شریعت پر اصرار کرنے کے سبب میری اطاعت سے خارج اور عاق ہو گئے (جس کی تفصیل میرے مضمون 'عقوق' میں ہو چکی ہے۔ جو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ میں درج ہے۔ اور وہ جلد عنقریب شائع ہوگی۔) انہی کی دیکھا دیکھی باقی ماندہ دو نابالغ لڑکے جو ایک مڈل کی دوسری میں اور دوسرا تیسری میں پڑھتا ہے اور گھر میں میرے جبر سے نہ اپنے شوق سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھ کر قرآن اور حدیث پڑھنے لگ گئے تھے۔ گھر سے بھاگنے اور آوارہ پھرنے لگ گئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک (بڑا لڑکا ابو اسحٰق نامی) اب تک آوارہ پھرتا ہے۔ اور اس کا پتہ نہیں لگتا۔ دوسرا (چھوٹا عبدالباسط نامی) لڑکا قابو آیا تو منشی یعقوب علی ایڈیٹر ''الحکم'' نے اس کا حال سن کر ہمدردی کا اظہار اور اپنے سکول کے انتظام کی تعریف کر کے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ ان کو چندروز کے لیے ہمارے سپرد کر دیں۔ اور آپ دیکھیں ہم ان کو کیسا قابو میں لاتے ہیں۔ اس سکول کے انتظام وتعلیم کی تعریف میں نے خارجاً بھی سنی۔ بعض سرکاری ملازموں نے بھی کی۔ اور انسپکٹر سرشتہ تعلیم کی رپوٹ کی شہادت دی، یہ

بن کر میں نے اس چھوٹے لڑکے کو ان کے سپرد کر دیا اور بڑے لڑکے کی تلاش میں وہ خود لگے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے ان سے یہ شرط کر لی ہے کہ اپنے خاص مذہب مرزائی یا احمدی کے عقائد کی ان کو تعلیم نہ دیں۔ جس کو انہوں نے قبول کر لیا اور اس کا پختہ وعدہ دیا۔ ساتویں جماعت کی تعلیم مذہبی میں بانی مذہب کا لیکچر ''مہوتسو'' اور ''حمامتہ البشریٰ'' لغات ص ۱۰ داخل تھا۔ میرے کہنے سے انہوں نے اس لڑکے کی تعلیم سے اس کو بھی نکال دیا۔ سٹاف (ارکان) سکول اور بورڈنگ کے حسن تدبیر ونگرانی ولطف سے لڑکے کا دل وہاں تعلیم پر اچھی طرح لگ گیا۔ اور اس کی آوارگی جاتی رہی۔ عید کے موقع پر وہ میرے بلانے سے اپنے گھر آیا تو ایک دن سے زیادہ نہ ٹھہرا اور بولا کہ میری تعلیم کا حرج ہوگا۔ اس حسنِ انتظام وتعلیم کی وجہ سے اس سکول میں اور لڑکے بھی تعلیم پاتے ہیں۔ وہ اور ان کے والدین اس فرقہ کے عقائد سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ بعض لڑکے ہندو بھی ہیں جن کے والدین کو اسلام سے بھی تعلق نہیں۔ ان کے اس احسان و ہمدردی کے ساتھ اب بھی میں اس فرقہ کے عقائد کا ایسا مخالف ہوں، جیسا کہ پہلے تھا۔ اس امر کا مصدق اور شاہد عدل میرا رسالہ اشاعۃ السنہ ہے۔ اور آئندہ بھی ہمیشہ انشاء اللہ رہے گا۔ حال میں جو جلد ۲۲ شائع ہوگی اس مخالفت کی کافی دلیل ہے۔ بایں ہمہ کوئی مجھ پر تہمت کرے کہ میں نے عقائد بد مذہب مرزائی کی طرف رجوع کیا ہے تو میں اس کے جواب میں بجز ''لعنة الله على الكاذبين'' کے اور کیا کہوں۔ ہاں یہ سوال ضرور ہوگا کہ پنجاب و ہندوستان میں بہت سے مدارس اہلسنت واہلحدیث ہیں۔ ان کو چھوڑ کر لڑکے کو وہاں کیوں بھیجا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت سے مدارس اہلسنت واہلحدیث کا امتحان کر چکا ہوں ان میں کوئی بھی ان آوارہ لڑکوں کی اصلاح نہ کر سکا۔ میں نے پہلے ایک لڑکے عبدالرشید نامی کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا، پھر اس کو مدرسہ آرہ میں بھیجا۔ پھر دو لڑکوں احمد حسین محمد اطہر کو مدرسہ اہلحدیث لکھو کے علاقہ فیروز پور میں ایک مدت تک رکھا، پھر ان دونوں کو مدرسہ آرہ میں ایک مدت تک رکھا۔ پھر ایک لڑکے عبدالشکور نامی کو امرتسر کے مدرسہ ثنائی میں سپرد کیا۔ پھر ایک لڑکے عبدالنور کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا۔ پھر اس کو تعلیم کے واسطے مدرسہ حمایت اسلام کے سپرد کیا اور بود و باش اور نگرانی کے لیے مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری مجلس اہلحدیث کے مکان پر رکھا۔ ان مدارس سے کسی مدرسہ میں ان لڑکوں کی تربیت وتعلیم نہ ہوئی

جو قادیان میں اس چھوٹے لڑکے کی ہو رہی ہے۔ تو مجبوراً ناچار ہو کر منشی یعقوب علی ایڈیٹر اخبار ''الحکم'' کی دوستانہ درخواست و اصرار پر لڑکے کو قادیان میں بھیج دیا۔ جس کا نتیجہ اس وقت تک خاطر خواہ نکل رہا ہے۔ معہذا مجھے اس اپنی تجویز پر اصرار نہیں۔ اب بھی کوئی مدرسہ یا تعلیم گاہ اس لڑکے کی تعلیم انگریزی کا (جس کی زیادہ خواہش لڑکے کو ہے) اور تعلیم عربی کا (جس کے لیے میری دلی تمنا ہے) اور اس کی تربیت و نگرانی کا ذمہ دار ہے۔ تو میں اس مدرسہ میں لڑکے کو بھیجنے کے لیے تیار ہوں۔ اور جو بورڈنگ وسکول قادیان میں خرچ دیتا ہوں۔ جس کی اوسط چھ روپیہ ماہوار ہے وہی دوسری تعلیم گاہ میں دینے کو حاضر ہوں۔ بشرطیکہ اس کا انتظام و تعلیم قادیان سکول سے بڑھ کر نہ ہو تو کم بھی نہ ہو۔ برابر ہو۔ (راقم ابوسعید محمد حسین بٹالوی)

(اخبار اہلحدیث ۱۴ صفر ۱۳۶۸ھ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء ص ۱۰)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۱۹۷، ۱۹۸ پر ملاحظہ کریں)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کا رَدِّ عمل

مولانا بٹالوی نے اپنی اس تحریر میں لکھا ہے کہ

میں نے ان (مرزائیوں) سے یہ شرط کر لی ہے کہ اپنے خاص مذہب مرزائی یا احمدی کے عقائد کی ان کو تعلیم نہ دیں

اس پر مولانا ثناءاللہ امرتسری اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ایڈیٹر: سائل کا سوال بجائے رفع ہونے کے پختہ ہوتا ہے ...... مانا کہ آپ مخالف ہیں۔ مانا کہ قادیانی مشن نے اپنی تعلیم نہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اثر صحبت سے تو انکار نہیں۔ لاہور جیسے آباد شہر کے اسلامیہ سکول میں لڑکے کا دل نہیں لگا اور قادیان جیسے کورہ میں لگ گیا۔ ایں چہ بوالعجبی ست۔

(حاشیہ اخبار اہل حدیث ہذا۔ وصفحہ ہذا)

مولانا بٹالوی کی اس وضاحت کے متعلق فاتح قادیان نے جو بات فرمادی ہے اس کے بعد ہمارے لیے کچھ کہنے کے لیے باقی نہیں رہا

نیز مولانا بٹالوی کی اس تحریر میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کے مدرسہ ثنائی کا بھی ذکر آیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے ایک لڑکے عبدالشکور نامی کو داخل کیا تھا۔ مگر وہ وہاں نہ پڑھ سکا۔ اس پر

...نا ثناء اللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''آپ میرے انتظام میں دخلیل ہوتے رہے۔ تو میرے ذمہ کیا قصور''

(حاشیہ اخبار اہلحدیث صفحہ ہذا)

نیز مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا بذات خود ...سلمان مدارس کے ساتھ ایسا رویہ تھا جس کی وجہ سے مدارس کے منتظمین ان کی اولاد کی احسن طریقے سے ...بیت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لیے مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے صاحبزادوں کو قادیان میں داخل کرایا۔ ...یونکہ بٹالوی صاحب کے نزدیک اُن کی اولاد کی اچھی تربیت قادیان میں ہی ہو سکتی تھی۔

...ٹالوی صاحب کے صاحبزادے کا قادیان میں لیکچر

اس تعلیم کے اثرات بٹالوی صاحب کے صاحبزادے پر کیا ہوئے اس کے متعلق مولانا ثناء اللہ ...مرتسری لکھتے ہیں:

''جناب مولوی محمد حسین صاحب کے صاحبزادہ کا لیکچر قادیان میں'' کے عنوان سے اخبار ...حدیث میں یہ مضمون ہے۔

''مولوی صاحب چونکہ علماءِ اعلام میں ہیں۔ اس لیے آپ کے اعمال واقوال پر قوم کو خاص نظر رہتی ہے، جس کی وجہ سے مخالف، موافق آراء کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن دنوں آپ نے صاحبزادے مذکور کو قادیان بھیجا تو مسلمانوں میں غلغلہ اُٹھا، سوال ہوئے، جواب ہوئے۔ غرض صاحبزادہ کا داخلِ سکول ہونا بھی قوم کی نگاہ میں ایک اچھا خاص معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا۔ غالباً اسی لیے سیالکوٹ سے واپسی کے وقت گاڑی میں مولوی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ نے عبدالباسط کا لیکچر دیکھا، میں نے چونکہ نہ دیکھا تھا۔ کہا نہیں دیکھا۔ فرمایا اس نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارا (مرزائیوں کا) مخالف ہوں۔ میں نے مکان پر آ کر لیکچر مذکور دیکھا تو خیال آیا کہ چونکہ صاحبزادہ کے داخلہ کی طرح یہ لیکچر بھی قوم سے ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے اس لیے اسے درج اخبار کرنا چاہیے۔ تاکہ مخالف، موافق کو رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے۔ اور وہ اندازہ کر سکیں کہ صاحبزادہ کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی۔ اس لیے ہم بلا کسی حاشیہ ونوٹ کے اس کو پورا نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

تقریر عبدالباسط

بزرگانِ قوم! میں بڑی جرأت کے ساتھ آپ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوتا ہوں۔ اس معزز جگہ پر میرے جیسے کم سن بچے کا کھڑا ہونا اور کچھ کہنا بہتوں کے لیے تعجب اور حیرت کا موجب ہوگا۔ مگر میں اپنے دلی جوش سے مجبور ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں، آپ میں سے بہت ہی کم میرے جاننے والے ہوں گے۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں اسی طرح غیر معروف رہوں۔ صاحبان! میں نے اپنے گھر میں اور اپنے بزرگ اور اہلحدیث کے فخر باپ کے ساتھ رہ کر اس مضمون پر عام مسلمانوں کے نیک خیالات کو سنا ہے کہ مسلمان دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کیا دنیوی پہلو سے اور کیا دینی پہلو کے لحاظ سے ....

''صاحبان! آپ کو یہ سن کر اور بھی تعجب ہوگا کہ میں آپ کے سلسلے میں شامل نہیں ہوں۔ مگر میں نے مختلف وعظوں اور خطبوں میں سنا ہے کہ جو شخص انسان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔ اس لیے میں یہ کہنے میں مضائقہ نہیں کرتا کہ اس مدرسے میں داخل ہونے کے بعد میں نے چار مہینے کے اندر تجربہ کیا ہے کہ اس اصول پر یہاں تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میں اپنے بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب کا صدقِ دل سے شکر گزار ہوں جو میرے یہاں آنے کا موجب ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر بہت بڑے انعام کرے۔ پھر میں اپنے والد بزرگوار کی مہربانی اور فراخدلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے حال پر رحم فرما کر مجھے یہاں بھیجنا منظور فرمالیا۔ میں آپ میں سے اُن صاحبان کو مبارک باد دیتا ہوں جن کے بچے یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نیک استادوں کی نگرانی کے نیچے ہیں۔ اور ان کی مذہبی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ میں اس بات کو بھی خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں آپ لوگوں کے بعض عقائد سے متفق نہیں ہوں، لیکن مجھے کبھی کسی اُستاد یا شاگرد نے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ بلکہ حضرت مولوی (نورالدین) صاحب نے جو مجھ پر کمال درجہ کی مہربانی اور شفقت فرماتے ہیں، فرمایا اگر کوئی تم سے کسی قسم کی مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے تو مجھے فوراً اطلاع دو۔ تو بھی یہ خوشی کی بات ہے کہ عام مذہبی تعلیم کی حفاظت کے لیے یہاں سامان ہے۔ پس آپ لوگ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے بچوں کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجو......................

امید ہے کہ آپ میرے ان خیالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور جس طرح پر آپ اپنے گھر میں اپنے چھوٹے بھولے بھالے معصوم بچوں کے لفظ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اگرچہ ان میں سے بہت سی باتیں زبان دانی کے لحاظ سے غلط ہوتی ہیں، اسی طرح میری ان باتوں پر آپ نظر کریں گے۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو سچا مسلمان بنائے۔

(عبدالباسط، طالب علم دوئم مڈل، مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان)

ایڈیٹر!

جیسا میں اس تقریر کو بے حواشی چھوڑتا ہوں، نامہ نگار مندرجہ ذیل کے بیان کو بھی اپنے حال پر (بے تصدیق وتکذیب) درج کرتا ہوں۔ جس کا ذمہ دار بھی خود نامہ نگار ہے۔ جو یہ ہے!

''مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کا لڑکا مرزائی ہوگیا۔''

جبکہ مولوی صاحب موصوف نے ریویو رسالہ السیف الصارم میں امام بخاریؒ کے شافعی مقلد ہونے کے الزام کے جواب میں ارقام فرمایا۔ کہ ممکن ہے کہ ابتداء میں شافعی کے مقلد ہوں۔ پھر درجہ اجتہاد پر پہنچ کر خود مجتہد مطلق ہوگئے ہوں۔ اس پر ایک فاضل حیدر آبادی نے، اخبار اہلحدیث میں لکھا کہ اس پر کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے کہ مجتہد ابتداء میں ضرور مقلد ہو۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے رسالہ ''الہدیٰ'' بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کے صفحہ ۳۵ میں فرمایا کہ اس پر کتاب کی شہادت ضروری نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ مکتب میں قاعدہ بغدادی یا پہلا سپارہ پڑھتا ہے یا نماز یا کلمہ شہادت سیکھتا ہے تو اس وقت وہ اس کا مقلد ہی ہوتا ہے۔

چونکہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ایک فرزند ''دلبند'' کو مرزائیوں کا شاگرد بنایا، لہٰذا مولوی صاحب کے اس کلیہ کے بموجب فی الحال وہ بے چارہ مرزائیوں کا مقلد مرزائی ہوا۔ آئندہ دیکھا جائے گا، مرزائی استادوں کی تعلیم وصحبت بغیر رنگ لائے رہتی معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ استادوں کا اثر جو شاگردوں پر پڑھتا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ مولوی صاحب کے مجدد العلم نواب صدیق حسن خان علیہ رحمۃ حد الغاشیہ کے صفحہ ۲۷۱ میں فرماتے ہین جو عالم متقی، خوش عقیدہ نہ ہو اس کا ہرگز شاگرد نہ بنیں، وہ ضرور شاگرد کو گمراہ کردے گا۔

اور جو وجوہات وعذرات لاطائل مولوی صاحب نے اپنے فرزند سعادت مند کے

داخل کرنے ،سکول مرزائی میں ارقام فرمائی ہیں وہ قابل التفات نہیں۔

عبدالکریم بن مولوی محمد صدیق مرحوم......از پٹ

(تفصیل وتلخیص اخبار اہلحدیث امرتسر: مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۰ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ ص ۸)

(اس تحریر کا عکس صفحہ نمبر ۳۹۸ تا ۴۰۱ پر ملاحظہ کریں)

جس طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس پر حواشی لکھنے سے انکار کیا ہے اسی طرح ہم بھی اس بحث نہیں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس کے متعلق اپنی تائیدو تنقید فرمائیں۔

بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کا قادیان کو چھوڑنا

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان کی تمام اسلامی درسگاہوں کے نظام تعلیم وتربیت کو ناقص قر دیکر قادیانیوں کے نظامِ تعلیم وتربیت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے صاحبزادوں کو قادیانیوں کے سپرد کی تھا۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ بھی ہم فاتح قادیان کے ''اخبار اہل حدیث امرتسر'' سے پیش نے کی جسارت کرتے ہیں۔

''مولوی محمد حسین صاحب کے دونوں لڑکوں نے قادیان چھوڑ دیا'' کے عنوان سے شیخ عبدالر صاحب امرتسری، لکھتے ہیں:

عبدالباسط (پہلا لڑکا) جس کے مرزائی سکول قادیان میں داخل ہونے پر اخباروں میں بہت زور کے ریمارک ہوئے تھے۔ اور ابواسحٰق (دوسرا لڑکا جو اپریل ۱۰ء کے اخیر میں بھیجا گیا تھا) مندرجہ ذیل وجوہات پر سکول سے واپس بلائے گئے ہیں۔

(۱) اول یہ لڑکے شیخ یعقوب علی اڈیٹر اخبار الحکم قادیان کے دوسالہ اصرار اور تقاضے پر بایں اقرار بھیجے گئے تھی کہ ان لڑکوں کو عقائد مرزائی کی تعلیم نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ انہون نے اس پر اس قدر عمل کیا کہ دوسری ٹدل مین جو مرزا صاحب کا حمامت البشریٰ۔ اور جلسہ مہوتسو کا لیکچر پڑھائی میں داخل ہے۔ ان کی پڑھائی سے نکال دیا۔ مگر درپردہ انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔ اور قرآن شریف کے ترجمہ پڑھانے کے وقت عبدالباسط کو حضرت مسیح علیہ السلام کے فوت ہو جانے اور بجائے ان کے مرزا صاحب کے مسیح ہو کر آنے کی تعلیم دیتے رہے۔ جب مولانا خبر ہوئی تو صاحب ممدوح نے دونوں لڑکوں کو قادیان سے بلالیا۔ چھوٹے لڑ کے (عبدالباسط) کو واپس نہ بھیجا۔ بڑے لڑکے (ابواسحٰق) کو صرف ۱۵ جولائی تک رہنے کی

اجازت دی۔اس مدت کے گزرنے پر دوسرے کو بھی بلا لیا گیا۔

(۲) دوئم: قادیان میں رہ کر لڑکے پہلے سے بھی زیادہ آزاد ہو گئے۔ پہلے جو مولانا کے خوف سے گھر میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔لیکن جب سے قادیان میں گئے تھے جب بٹالہ میں آتے تو مولانا موصوف کی فہمائش پر بھی نماز میں کوتاہی کرتے۔اور جب مولوی صاحب ان کو بٹالہ میں بلاتے تو عبدالباسط آنے سے انکار کر دیتا۔ بلکہ ایک دفعہ بلا اجازت قادیان چلا گیا۔ یہ بظاہر شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کی تعلیم وترغیب کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ وہ ان بچوں کو مولوی صاحب سے جدا کرنے اور اپنی جماعت میں ملانے کے خیال سے مولانا ہی کے روپے پیسے سے وہ لباس وغیرہ تیار کرا دیتے رہے جو مولانا کی رائے کے خلاف اور لڑکوں کی خواہش کے مطابق ہوتا۔

(۳) سوئم: آخری وجہ (جو سب سے بڑھ کر قابل غور اور لائق توجہ تھی) یہ ہوئی کہ جب شیخ یعقوب علی کو ان بچوں کو سکول سے علیحدہ کر لینے کی اطلاع ہوئی تو شیخ صاحب نے ان بچوں کو مولانا صاحب سے تنفر دلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ بلکہ ابواسحٰق کے قلم سے ایک خط مشعر چند شرائط لکھوا کر بھجوا دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ قادیان میں پڑھوں گا یا علی گڑھ کے سکول میں۔اور خاص اپنے لیے مبلغ ۹ روپے ماہوار سے کم خرچ نہیں لونگا۔اور تمہاری زیر نگرانی نہیں پڑھوں گا۔غرضیکہ ازیں قبیلہ بہت کچھ لکھوا کر بھجوا دیا۔ چونکہ ان بچوں کا سکول سے علیحدہ کر لینا قادیانی پارٹی کو سخت ناگوار گزرا ہے لہذا باوجود تقاضا عطاء سارٹیفکیٹ لیت ولعل میں ٹالا جاتا ہے۔ بارہا وعدہ دیکر ایفاء نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ سکول کے متعلق جو رقم فیس وغیرہ کی ان بچوں کے ذمہ قابل ادا ہو، اسے سارٹیفکیٹوں کو بذریعہ وی، پی، بھیج کر وصول کر لو۔ مگر ہنوز اس کی تعمیل بھی نہیں ہوئی۔کل ۲۶ جولائی کو مولانا ہر دو لڑکوں کو روپڑ کے سرکاری سکول میں داخل کرنے کی نیت سے لے گئے ہیں۔

عبدالعزیز سوداگر بوٹ، امرتسر۔ کٹڑ ڈھنیاں)

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۶ شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۲۔ اگست ۱۹۱۰ء۔ ص ۹۔۱۰)

فاتح قادیان کی وجدانی پیش گوئی

فاتح قادیان نے اپنے اخبار میں یہ تحریر پیش کر کے بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کے متعلق اپنا بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ایڈیٹر: خدا کا شکر ہے کہ اہل حدیث اور اس کے نامہ نگاروں کا قیاس صحیح ثابت ہوا۔ اسی لیے اہل حدیث میں شور اٹھایا گیا تھا۔ جس کے جواب میں قادیان کے سکول کی تعریف کی جاتی تھی۔ جس کی تصدیق اب ہوگئی ہے۔ سچ ہے

ع۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

لیکن میں وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں کہ لڑکے بطور خود پھر قادیان جائیں گے۔ خدا کرے میری پیش گوئی غلط ثابت ہو۔

(اخبار اہل حدیث ہذا۔ ص۰

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۰۲ تا ۴۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کی مرزا بشیر احمد کے ہاتھ پر بیعت

اوپر ہم نے بٹالوی صاحب کی جو اعترافی تحریر پیش کی ہے اور اس پر مولانا ثناء اللہ نے فرمایا تھا کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اور پھر اس صحبت کے اثر کی بنیاد پر صاحبزادوں کو قادیان سے واپس لے گیا۔ تو اس پر فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری نے پھر ایک وجدانی پیش گوئی فرما دی۔ اب دیکھیے کہ فاتح قادیان کا وجدان کہاں تک سچ ثابت ہوا۔ اس کو بھی عبرت کے طور پر ملاحظہ فرمائیے:

مرزا قادیانی کا بیٹا اور اس کا دوسرا جانشین مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

چنانچہ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالی نے ان کے (مولانا بٹالوی) دل میں ندامت پیدا کی چنانچہ میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ خود مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور میں نے دیکھا کہ ان پر سخت ندامت تھی .... پھر اللہ تعالی نے اس رؤیا کو اس رنگ میں پورا فرمایا کہ ان کے دو لڑکے تعلیم حاصل کرنے کے لیے قادیان آئے اور انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔

(حاشیہ تذکرہ ص ۲۶۸)

یہ روایتیں غیر مقلدین اور اُن کے ثقہ ترین راویوں کی ہیں۔ کسی لدھیانوی کی نہیں۔ صاحب کو چاہیے کہ اس تحفہ کو قبول فرمائیں اور اس کے متعلق کچھ وضاحت فرمائیں۔

بٹالوی صاحب کے صاحبزادے کا عیسائی ہونا

ہم یہاں پر ایک اور انکشاف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو کہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان نے اخبار ''اہلحدیث امرتسر'' میں کیا ہے۔ یہ بھی وجدانی پیش گوئی کا نتیجہ لگتا ہے

"فتنہ اہلحدیث امرتسر میں" کے عنوان سے اپنے مضمون میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رقم فرما ہیں:

اسی طرح پنجاب کے نامور عالم مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جو تا حال صف محاربین کے اعلیٰ کمان دار ہیں۔ اپنے ایک عنایت نامہ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

آپ کے رسالہ اجتہاد و تقلید نے آپ کو اعتقادی اہلحدیث بنا دیا ہے اور خدا سے امید ہے کہ ایک دن عملی اہلحدیث بھی ہو جائیں گے۔ لہٰذا اب اجنبیت و تنافر تناصر اختیار کرنا چاہیے۔ (ابوسعید محمد حسین)

مولانا بٹالوی کے عنایت نامہ کا مطلب بہت صاف ہے۔ فرماتے ہیں اب ہم کو آپس کی نفرت دور کر کے باہمی مدد اور ملکر کام کرنا چاہیے۔

میں مولانا المکرّم کے اس ارشاد کی تعمیل کو ہر وقت تیار ہوں۔ چنانچہ اس کی مثال بھی خود انہی کے ایک واقعہ سے عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کا "صاحبزادہ عبدالباسط" عیسائی ہو گیا تو جناب ممدوح نے مجھے امرتسر دفتر "اہلحدیث" میں خود تشریف لاکر فرمایا۔ کہ تم بٹالہ آ کر اس کو عیسائیوں کے پھندے سے نکالو۔ میں بہ تعمیل ارشاد گیا اور لڑکا ان سے ملایا۔ جو اس کی شکایتیں تھیں ان کے رفع کرنے پر آپ کو توجہ دلائی۔ چنانچہ وہ لڑکا چند دنوں بعد آپ ہی کے پاس انتقال کر گیا۔ (اناللہ)

میں مولانا کے اس حکم (تعاون و تناصر کرنے) کی تعمیل کرنے کو ابھی تیار ہوں۔ مولانا موصوف کو بھی چاہیے کہ آیت عتاب لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ پر غور فرمالیا کریں۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق یکم فروری ۱۹۱۸ء ص ۳)

یہاں پر ہم صرف فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَار ہی کہہ سکتے ہیں۔

(اس کا عکس صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ پر ملاحظہ کریں)

بٹالوی صاحب کی طرف سے قادیانیوں کے ساتھ مشترکہ کام میں شرکت کی خواہش

مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے عدالتوں میں قادیانیوں کو کافر نہ کہنے کے اقرار پر ایک یہ بھی حجت بنتی ہے جو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں لکھی ہے۔

ہوا یوں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۱۵ء میں علیگڑھ میں اہلحدیث کانفرنس منعقد کی تو اس

کانفرنس کی مولانا محمد حسین بٹالوی نے بھرپور مخالفت کی تو اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں یوں اظہار خیال فرمایا:

ہاں افسوس ہے تو یہ ہے کہ اس کانفرنس کی مخالفت کرنے پر وہ لوگ کھڑے ہوئے جن کو انسانی نگاہ میں اس مخالفت کے لائق نہ سمجھا جاتا ہوگا۔ کیونکہ ان کی عمر اسی (۸۰) اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہے ان کی ساری عمر قَالَ اللّٰہ وَقَالَ الرَّسُول میں گزری ہے:

مگر افسوس اس قومی ترقی اس معراج بلندی کو نہ دیکھ سکے تو وہی جن سے یہ گمان نہ ہوسکتا تھا جن کا یہ اصول تھا کہ مشترک کاموں میں ہر ایک فریق سے مل جانا چاہیئے یہاں تک کہ انکی عین تمنا تھی کہ مرزائی بھی انکو کسی متفقہ اسلامی کام کے لیے بلائیں تو وہ ضرور جائیں۔

یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے حاشیے کا اشارہ دے کر لکھا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی طرف اشارہ ہے۔

(اخبار اہلحدیث ۲ اپریل ۱۹۱۵ء ص ۲)

اشاعت اسلام کانفرنس اور مولانا بٹالوی

مزید سنیئے:

مولانا محمد حسین بٹالوی کی قادیانیوں کے ساتھ مشترکہ کام میں شرکت کی خواہش کی طرف [...] ثناء اللہ امرتسری نے صرف اشارہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کی ایک تحریر بھی اس سلسلے میں پیش کی ہے۔ [...] فرمائیں۔

''اشاعت اسلام کانفرنس اور مولانا بٹالوی'' کے عنوان سے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں

شخصی رنج اور کدورت بھی برا مرض ہے۔ جو انسان اس میں مبتلا ہو جائے اس کی خیر نہیں۔ قرآن مجید نے اس مرض کے علاج پر انسانوں کو بہت ہی توجہ دلائی ہے۔ مگر یہ مرض ایسا مرض ہے کہ مریض کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مرض دن بدن بڑھتا جاتا ہے مگر مریض اپنے آپ کو صحیح جانتا ہے۔ قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے حالات پڑھ کر ہم حیران ہوتے تھے جن کی بابت ارشاد ہے کہ یہ لوگ جس مصلح کے مدت سے منتظر تھے جب وہ آیا تو (بَغیاً مِنهُم) محض ضد سے مخالف ہو گئے۔ حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ ایسا کون آدمی ہے جو حق بات

کو محض کسی شخص کی ضد سے نہ مان کر اپنا نقصان کرے اور مہذب دنیا میں نامہذب کہلائے۔

آہ! ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کی مثالیں دیکھیں کہ محض شخصی رنج (ذاتی کدورت سے پیدا کردہ) کی وجہ سے ایک ایسے کام کی مخالفت کرنے والے آج ہم میں موجود ہیں جو دنیا کی رہنمائی کے مدعی اور قوم کے ریپریزینٹو کی طرح ساری قوم کے مستقل قائم مقام بننے کے دعوے دار ہیں۔ مگر آہ! اس مرض مہلک نے ان پر کیسا اثر جمایا ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے اور قوم کو آگاہ کرنے کے لیے ہم بادل ناخواستہ آج جناب مولانا ابوسعید مولانا محمد حسین بٹالوی مدظلہ کو مثال میں پیش کرنے کے لیے مجبور ہیں۔

عرصہ ہوا مولانا موصوف کا ایک مضمون روزانہ ''پیسہ'' اخبار مؤرخہ 8 اپریل 1911ء میں نکلا تھا۔ درج ذیل ہے۔

مختلف فرقہائے اسلام میں اتفاق کی جائز وممکن صورت

(نوشتہ از جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی)

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد۔ و بے دولتی از نفاق خیزد

اس وقت اسلام کے نام لیوا (خواہ وہ کسی فرقہ اسلام سے ہوں) سنی، شیعہ، اہلحدیث، اہل فقہ، اولڈ فیشن (قدیم وضع) جبہ پوش، دستار بند، نیو فیشن (نئی وضع) جاکٹ پتلون کے پابند علما ظاہر، اصحاب باطن، خاص روساء، عوام فقراء، بشرطیکہ کچھ لکھے پڑھے ہوں اور دنیا کے حالات ان کی نظر سے اور کان سے گزرے ہوں اور قوم وقومیت کے مفہوم سے جس میں مذہب بھی داخل ہے وہ آشنا ہوں۔ اسلام (مسلمانوں کے حالات سے آگاہ ہوں) مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت کو محسوس وتسلیم کر چکے ہیں اور اس کے وسائل کی سوچ و تلاش میں لگ گئے ہیں اور اس میں ان کی کامیابی کے آثار بھی نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں.......... خصوصیات مذہب کی اشاعت واقامت یوں تو ملاطفت سے ہو۔ اور امور مشترکہ کی اقامت واشاعت کے وقت ان خصوصیات کا باہم ذکر تک نہ آوے۔ ان امور مشترکہ کا سب مل کر اور باہم شیر وشکر ہو کر اہتمام کریں۔ اور انجام تک پہنچ جاویں۔ مثلاً آریہ کے مقابلے میں ایک قدیم محمدی سنی کھڑا ہو۔ دوسرا احمدی مرزائی۔ تو اس وقت باہم مل کر آریہ

کی خبر لیں۔اور فرقہ احمدیہ کی ان خصوصیات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ آنے والے مثیل مسیح تھے جو بانی مذہب احمدی ہوئے ہیں بحث نہ چھیڑ دیں۔اس وقت اس بحث کو ترک کرنے سے وہ شرعاً گناہ گار اور مداہنت کے مرتکب نہ ہوں گے۔بلکہ اس بحث کو چھیڑنے سے آریہ کے مقابلے میں شکست پاویں گے۔اور بحکم آیت وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اس منازعت سے گناہ گار ہوں گے۔اور اس روش میں قرآن اور حدیث اور سلف صالحین کے مخالف ٹھہریں گے۔اس مقام میں بطور تنظیر اس واقعہ کو پیش کرنا مناسب نظر آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خلیفہ برحق سمجھتے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتے۔مگر جب ان کے اس اختلاف کی وجہ سے کسرائے شاہ فارس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا چاہا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس مضمون کا خط لکھا۔کہ تو نے ہماری منازعت کے سبب یہ ارادہ کیا ہے تو یہ یاد رکھ کہ جب تو علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر نکلے گا تو علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہلے تجھ سے لڑنے والا میں ہوں گا۔حضرت علی کرم اللہ نے بھی اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ نہ لکھا کہ تو خود میرا باغی ہے پہلے اپنی بغاوت کو دور کرلے پھر میری جماعت حماۃ میں داخل ہونے کا نام لے۔

(اخبار اہلحدیث ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء ،ص ۱،۲،۳)

مولانا بٹالوی کے اس طویل مضمون میں سے ہم نے غیر ضروری حصے کو نقطے لگا کر حذف کر دیا ہے۔تاہم اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۰۵ تا ۴۰۸ پر پیش کر رہے ہیں۔اہل ذوق اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ جو تحریر پیش کی ہے اس میں مولانا بٹالوی نے اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے۔قادیانیوں کے ساتھ اشاعت اسلام کا مشترکہ کام کرنے پر زور دیا ہے۔اور مسلمانوں اور قادیانیوں کو دو فرقوں (محمدی سنی اور احمدی مرزائی) میں تقسیم کر کے قادیانیوں کو مسلمان بنایا ہے اور اپنے اس موقف کو مزید مضبوط کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو دلیل بنایا ہے۔میرا سوال ڈاکٹر صاحب اور دیگر غیر مقلدین سے یہ ہے کہ ''محمدی سنی اور احمدی مرزائی''میں سے حضرت علی کے مقام پر کون ہے اور حضرت امیر معاویہ کے مقام پر کون ہے۔کیونکہ یہ دونوں بزرگ تاریخ اسلام کی عظیم ہستیاں ہیں۔ان بزرگوں میں کفر و اسلام کا اختلاف نہیں تھا جبکہ قادیانیوں اور مسلمانوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہے۔کیا مولانا بٹالوی کی اس تحریر سے قادیانی

مسلمانوں میں داخل نہیں ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب یا کوئی اور غیر مقلد بھائی اس کی وضاحت فرمادیں۔

بٹالوی صاحب کا رہبر کون؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق اپنے ہی مسلک کے ایک عالم مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا ایک مضمون نقل کیا ہے۔ اس کا عنوان ''ایڈیٹر بٹالوی اور واعظ رحیم آبادی'' رکھا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ہمارے پنجاب کے بزرگ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جس کسی عالم پر خفا ہوتے ہیں ان کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ واعظ آپ کی اصطلاح میں بے علم کا لقب ہے۔ گزشتہ ایام میں جناب موصوف مولانا المکرم مولوی عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مدظلہٗ پر خفا ہوئے تو آپ کو بھی علاوہ اور سخت کلامیوں کے واعظ کا خطاب دیا۔ جو دراصل مستحسن اور مقبول خطاب ہے۔ مگر مولانا بٹالوی چونکہ اس وصف سے محروم یا کمال نہیں رکھتے اس لیے بطور طنز دوسروں کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ عرصہ ہوا مرزا قادیانی کی مخالفت کے زمانہ میں آپ نے یہی خطاب (واعظ) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو بھی دیا تھا۔ ہم جیسوں کو ایسا خطاب دیں ہم تو حسب عادت علاوہ اور سندات علمیہ (مولوی فاضل وغیرہ) کے اس کو بھی سند یا ڈپلومہ سمجھیں۔ مگر سارے تو ہمارے جیسے نرم آسامی نہیں۔ بعض طبائع جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا کو موجب امن و آسائش جانتے ہیں۔ لِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوَىٰ۔

مندرجہ ذیل مضمون اسی اصول سے مولانا عبدالعزیز صاحب نے حضرت بٹالوی کے جواب میں بھیجا ہے۔ چونکہ مضمون طویل نیز اخباری بحث سے کسی قدر اجنبی تھا۔ اس لیے حسب منشاء معزز راقم الگ ضمیمہ کیا گیا۔ (ایڈیٹر)

مولانا ثناء اللہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میری اس ناچیز تحریر کو اپنے اخبار گہر بار میں جگہ پانے کی عزت دیویں۔ میں نے اہلحدیث مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۵ء میں ایڈیٹر بٹالوی کا ایک خط بجواب آپ کے چیلنج کے دیکھا۔ جس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اور میں وقف حیرت ہو گیا اس خط میں اس قدر جھوٹ ہے کہ پناہ خدا۔ اور مزہ یہ ہے کہ خود ان کا کلام مکذب ہے۔

تکذیب کے لیے خارج سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے..........................

اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

بٹالوی نے جہاں مولوی ثناء اللہ امرتسری کو میرا (عبدالعزیز کا) لیڈر ور ہبر لکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میرا لیڈر ور ہبر امرتسری ہے تو بٹالوی کا رہبر شیطان لعین ہے۔ اور اس متصلہ لزومیہ کے مقدم وتالی میں لزوم کی دلیل وہی ہے جو بٹالوی کے پاس ثناء اللہ کے لیڈر ور ہبر ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ اس کا رہبر شیطان ہونا عیاں ہے۔ اسی رہبر نے بٹالوی کو مرزا قادیانی کا مداح بنایا اور یہی حضرت (بٹالوی) قادیانی کے فروغ کے ذریعہ ہوئے۔ اسی (لیڈر) نے ان سے اہل حق کے خلاف لکھوایا۔ اسی لیڈر نے خراسانی عربی وغیرہ ان سے لکھوائیں۔ اسی لیڈر نے ان سے جھوٹا دعویٰ کروایا کہ معیار الحق خود بدولت کی تصنیف ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس بس ان کا رہبر شیطان صاف ہے۔"

(عبدالعزیز رحیم آبادی)

(اخبار اہلحدیث، امرتسر ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء ضمیمہ ص...)

اس پر ہمارا کوئی تبصرہ نہیں! اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۰۹۔۴۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فتوے کی حمایت میں بٹالوی صاحب کی بھاگ دوڑ پر ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ

ڈاکٹر صاحب نے علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند کی بحث پر بڑی تفصیل کے ساتھ نمک مرچ لگا کر تبصرہ فرمایا۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ علماء لدھیانہ نے علماء دیوبند سے بحث کے بعد فتویٰ واپس لے لیا تھا۔ یہ دجل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے غیر مقلدانہ رعایت کرتے ہوئے اپنے غیر مقلد سرخیل مولانا بٹالوی کی اس پوری عبارت کو نقل کرنے کی بجائے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جو علماء لدھیانہ کے کفر کے فتوے کے جواب میں لکھی گئی تھی یکدم پس پشت ڈال کر صرف سرسری انداز میں یہ کہتے ہوئے گزر گئے کہ:

قارئین! جب ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد کے غلط عقائد منظر عام پر آ گئے تو مولانا بٹالوی نے ایک استفتاء مرتب کیا اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی سے اس کا جواب حاصل کیا۔ پھر برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے علماء کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا اور حضرت سید محمد نذیر حسین کا فتویٰ ان کے سامنے رکھ کر معاملے کی حقیقت سمجھائی ۱۸۹۱ء کے

برصغیر میں آج کے ذرائع رسل ورسائل نہ تھے۔ ذرائع مواصلات بھی محدود تھے۔ نہ ہر طرف ریل گاڑیاں جاتی تھیں ، نہ سڑکوں کے وہ جال تھے جو آج نظر آتے ہیں۔ نہ ٹرینوں کی وہ فراوانی تھی جو آج ہے نہ بسوں کی بہتات تھی نہ تیز رفتار کاریں اس کے باوجود اللہ کے بندے نے جون ، جولائی اور اگست کے گرم موسم میں ہزاروں میل کا سفر کیا۔ وہ لکھنو، بنارس اور دہلی گئے وہ پٹنہ، سیالکوٹ اور پنڈی گئے۔ وہ کسی تنظیم کے نمائندے نہیں تھے جو انہیں ٹی اے ،ڈی اے ادا کرتی وہ اپنے اوقات اور اموال صرف کر کے اس لیے ہر جگہ پہنچے کہ برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ وہ جہاں جہاں گئے وہاں کے علماء کے سامنے سید محمد نذیر حسین محدث کا فتوی رکھا اور زبانی وضاحتیں کر کے اس پر علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔ اس فتوی سے پہلے دیوبندی بزرگوں کا یہ حال تھا کہ بقول مولانا خلیل احمد سہارنپوری ان کے مشائخ شروع میں مرزا صاحب کے ساتھ 'حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے تھے (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین، دارالاشاعت کراچی ص ۳۶۸) اور جب مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے تھے کہ 'حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے۔ مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے۔ (مجالس حکیم الامت مع ملفوظات مرتبہ مفتی محمد شفیع دہلی۔ ۱۳۹۶ھ ص ۲۷۹) اللہ بھلا کرے محمد حسین بٹالوی کا کہ اس نے ان دیوبندی بزرگوں کو سید محمد نذیر حسین کا فتوی دکھا کر مرزا کے کذاب اور دجاّل ہونے کا قائل کیا اور پھر ان بزرگوں کی فراست کا بھی کیا کہنا کہ جب انہوں نے مسند الوقت کا فتویٰ دیکھ لیا تو اس پر بلا چون و چرا یہ جواب صحیح ہے لکھ دیا۔ یاد رہے کہ میاں صاحب کے فتوی کی تائید میں یہ الفاظ مولوی رشید احمد گنگوہی مرحوم کے ہیں جو اس سے پہلے مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دیا کرتے تھے۔ اسی لیے مرزا غلام احمد ساری عمر یہ کہتا رہا کہ 'فتنہ تکفیر کا تمام تر بوجھ نذیر حسین پر ہے۔ باقی لوگوں نے تو اس کی مطابقت یا اس کے کافر ہونے کے فتوی پر دستخط کر دیئے ہیں اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ انیسویں صدی کے دسویں عشرے میں تحریک ختم نبوت کی زمام کار اہل حدیث علماء کے ہاتھ میں تھی اور باقی لوگ ان کی مطابقت میں تحریک میں شامل ہوئے تھے۔

(الاعتصام ص ۱۸، ۱۹)

نوٹ

یہاں پر ڈاکٹر صاحب کا میری کتاب ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' پر کیا ہوا تبصرہ اختتام کو پہنچتا ہے۔

جواب

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر بڑے دردِ دل کے ساتھ بٹالوی صاحب کی ان کوششوں کا ذکر کیا ہے جو بٹالوی صاحب نے اس فتوائے کفر کی حمایت میں اہل علم سے دستخط کروانے میں کی ہیں۔ جو کہ بٹالوی صاحب نے مرزا پر ۱۸۹۱ء میں دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب یہ باتیں کس کو سنا رہے ہیں۔ مولانا بٹالوی کا امت مسلمہ پر یہ کوئی احسان نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ بٹالوی صاحب کو اتنی مشقت اور محنت کیوں کرنا پڑی۔ صاف ظاہر ہے کہ جب بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی حمایت اور اس کے دعوے اور الہاموں کو رحمانی بنانے میں دن رات ایک کر دیا تھا اور مرزا قادیانی کے اوپر ہر اعتراض کو اپنے دلائل سے رَدّ کر رہے تھے تو ایسے حالات میں مرزا قادیانی سے اختلاف کی بنیاد پر جب اس پر کفر کا فتویٰ جاری کرنے کا وقت آیا تو بٹالوی صاحب نے اپنی اس سات آٹھ سالہ محنت جو کہ انہوں نے مرزا قادیانی کو کھڑا کرنے کے لیے کی تھی اس کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے یہ مشقت اٹھائی۔

جیسا کہ ''تاریخ احمدیت'' کا مصنف لکھتا ہے

> مولوی محمد حسین بٹالوی کو ''فتح اسلام اور توضیح مرام'' کے نسخے پہنچے تو انہوں نے اپنے دلی بغض وعناد کا برملا اظہار کرتے ہوئے اس فیصلے کا اعلان کر دیا کہ (اشاعۃ السنہ) کا فرض اور اس کے ذمہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس (مرزا غلام احمد قادیانی) کو دعویٰ قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا۔ ویسے ہی ان دعویٰ جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے۔
>
> (تاریخ احمدیت ص ۱۹۱، ۱۹۲ جلد ۲)

یہ صورت حال مولانا بٹالوی کے سامنے تھی اب ان کو معلوم تھا کہ میں نے مرزا قادیانی کو اتنا چڑھا دیا ہے کہ مرزا قادیانی اب مولانا بٹالوی سے مشورہ کئے بغیر خود فیصلے کرنے لگ گیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ احمدیت کا مصنف لکھتا ہے:

> رسالہ فتح اسلام ابھی امرتسر میں چھپ ہی رہا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اتفاقاً امرتسر پہنچ گئے اور انہوں نے اس رسالے کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگوا کر دیکھے اور

دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئے۔ انہیں غصہ اس بات پر تھا کہ مجھ سے اپنے دعوے سے متعلق آپ نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔''

(تاریخ احمدیت ص ۱۹۰ ج ۲)

تو جب بات یہاں تک پہنچ چکی ہو کہ مرزا قادیانی مولانا بٹالوی کے ساتھ مشورہ کرنا بھی گوارا نہ کرتا ہو تو ایسی حالت میں مولانا بٹالوی کو غصہ تو آنا ہی تھا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کو اتنا چڑھا کر پھر گرانے کے لیے اب انہیں اس سے بھی بڑی محنت کرنی پڑی تھی اور اس محنت کے لیے انہیں بھاگ دوڑ کرنا پڑی اور اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ چنانچہ بٹالوی صاحب نے جو بیج بویا تھا اس کے تناور درخت بننے کے بعد اس کو کاٹ کر پھینکنے کے لیے اتنی ہی تگ و دو کرنا پڑی۔ سیدھی سی بات تھی اگر بٹالوی صاحب، علمائے لدھیانہ کی علمی و مومنانہ فراست کو سمجھتے ہوئے ۱۸۸۴ء ہی میں علماء لدھیانہ کے فتوے سے موافقت اختیار کر لیتے یا کم از کم مخالفت نہ کرتے تو یہ کچھ نہ کرنا پڑتا جس کا رونا ڈاکٹر صاحب یہاں رو رہے ہیں۔ بلکہ اس وقت مرزا قادیانی کی حمایت میں وہ کچھ نہ کرتے جو کہ انہوں نے مرزا کی حمایت میں کیا تو قادیانی فتنہ اسی وقت دفن ہو جاتا۔ آج قادیانی فتنہ جتنا موجود ہے اس کی آبیاری میں مولانا بٹالوی کا بھرپور حصہ ہے۔

مرزا قادیانی کے نکاح اور اس کے مسلک کی بحث

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک علمائے لدھیانہ کے اوّل مکفرّ ہونے کا جو اتنی شدت سے انکار کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے لدھیانہ کے فتوائے کفر کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے ساتھ ان کے طبقہ کے سرخیلوں کے مراسم خسروانہ رہے ہیں۔ مثلاً علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر جنوری، فروری ۱۸۸۴ء کے بعد غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب نے نومبر ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح پڑھایا تھا۔ لازمی بات ہے کہ نکاح اس لیے پڑھایا تھا کہ ان کے نزدیک مرزا قادیانی مسلمان تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت میں اسی بات کو موضوع بحث بنایا ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بمطابق نومبر ۱۸۸۴ء میں انہوں نے دہلی کی ایک خاتون مسماۃ نصرت بیگم کا قادیان کے مرزا غلام احمد سے نکاح پڑھایا۔ اس بنا پر بعض لوگ حضرت

میاں صاحب کی شخصیت کو غبار آلود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا۔

ایسے لوگوں کو کون سمجھائے کہ تاریخی واقعات کو وجہ اعتراض بنانے کے لیے تاریخ کے شعور کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں، ۱۸۸۴ء میں وہ خود کو مناظر اسلام کے طور پیش کرتا تھا۔ اسلام کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ بحث مباحثوں میں مصروف دکھائی دیتا تھا۔ وہ خود کو اہلسنت قرار دیتا اور حنفی مناظر اور پیر کی حیثیت سے خود کو متعارف کراتا تھا۔ اس دور کے مرزا غلام احمد کو مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح اور گولڑہ شریف والے (مہر منیر صفحہ ۱۶۶) صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں جب اس نے مثیل مسیح پھر مسیح موعود اور بعد ازاں نبوت کا دعوی کر دیا تو یہ شخص نہ مرد صالح رہا نہ اہلسنت اور نہ مسلمان بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس دائرے سے خروج سے پہلے جب کہ وہ حنفی اہلسنت اور مرد صالح تھا تو دہلی میں حضرت سید نذیر حسین کے روبرو دوزانوں ہو کر بغرض نکاح بیٹھا اور آپ نے یہ نکاح پڑھایا تو وہ کسی متنبی کذاب اور مرتد کا نکاح نہیں پڑھا رہے تھے وہ تو ایک حنفی المسلک مسلمان کا نکاح پڑھا رہے تھے۔ صحیح العقیدہ سنی اور ایک مرد صالح کا نکاح پڑھا رہے تھے۔

مرزا غلام احمد کے وہ دعاوی جنہوں نے اسے اسلام سے خارج کیا ۱۸۹۱ء میں شروع ہوئے۔ میاں صاحب کو علم غیب نہیں تھا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے یہ شخص جو مؤدب ہو کر بیٹھا ہے سات سال بعد دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ ایسی باتیں جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوئیں ان کی بناء پر دنیا کی کوئی عدالت کوئی حکم نہیں لگا سکتی۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۶۷)

اس کے آگے ڈاکٹر صاحب مولانا ابوالحسن علی ندوی مرحوم کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ جو کہ انہوں نے اپنی کتاب ''قادیانیت'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات پر بحث کرتے ہوئے لکھی ہے:

اس کتاب میں ان (مرزا صاحب) کو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا بھی اقرار ہے۔ خود مرزا صاحب نے نزول المسیح کے ضمیمہ میں جو ۱۹۰۲ء کی تالیف ہے اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو ۱۹۰۵ء کی تصنیف ہے اس کا اعتراف اور اس امر پر اظہار تعجب کیا

ہے کہ وہ اس وقت تک عقیدہ رفع ونزول مسیح کے قائل تھے۔''براہین احمدیہ'' میں مرزا صاحب بڑی شدومد سے کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں۔اس لیے کہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو کسی تحریف کا خطرہ نہیں ہے اور نہ مسلمانوں کے دور بت پرستی ومخلوق پرستی کی طرف واپس جانے کا کوئی اندیشہ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرمائی اور دائمی صحبت اہل توحید کچھ کچھ توحید کی طرف مائل کرتی جاتی ہیں اور نبوت ووحی کا کام انہی دونوں خرابیوں کی اصلاح ہے۔اس لیے اب کسی جدید شریعت اور کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ خاتم الرسل ہیں وہ لکھتے ہیں اور جب کہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرّف ومبدّل ہو جانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال وممتنع ہوا تو نئی شریعت ونئے الہام کے نازل ہونے میں امتناع عقل لازم آیا کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت خاتم الرسل ہیں۔

(حاشیہ براہین احمدیہ جلد ۴ص ۱۱۱ قادیانیت مطالعہ وجائزہ لکھنو ۱۹۶۶ص ۵۸،۵۹)

طویل عبارت لکھنے کے بعد ڈاکٹر صاحب مولانا ندوی کی اس بات پر تان توڑتے ہیں کہ مولانا ندوی نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے:

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی ودینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔مرزا صاحب اوران کے دوستوں نے اس کی تشہیر وتبلیغ بھی جوش وخروش سے کی تھی۔اس کتاب کی کامیابی اوراس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کی بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی (قادیانیت ازمولانا ابوالحسن علی ندوی ،طبع دوم صفحہ ۵۹) اس تحریر میں دارالعلوم دیوبند کی شوری کے رکن ندوہ کے ناظم اور دور حاضر کے احناف کے انتہائی مقبول ومحترم اہل علم ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد کو رفع ونزول مسیح کا قائل ختم نبوت کا قائل کسی قسم کی جدید نبوت یا جدید وحی کا منکر قرار دیتے ہیں اور یہ وہ عقاید ہیں جو مسلمانوں کے عمومی عقائد ہیں۔ان عقائد کا حامل شخص بارات لے کر دہلی جائے ایسے شہر میں جہاں اللہ نے میاں صاحب سید نذیر حسین کو ایسی محبوبیت عطا کر رکھی تھی کہ ہر خاص وعام کی

خواہش ہوتی تھی کہ ان کے نکاح آپ ہی پڑھائیں۔

(تحریک ختم نبوت صفحہ ۲۶۷ تا ۲۶۹)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اس تحریر پر ہم بحث گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے تحریف کر کے اپنی مرضی کے مطلب نکالے تھے۔ مگر ہم یہاں اس موضوع کی مناسبت سے چند مزید گذارشات کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر دو چیزوں کو موضوع بحث بنایا ہے:

(۱) یہ کہ مرزا قادیانی کا نکاح جب پڑھایا گیا تو وہ اس وقت مسلمان تھا۔

(۲) یہ کہ مسلک کے اعتبار سے وہ حنفی تھا۔

ہم یہاں پر پہلے مسئلے پر بحث کریں گے۔ صورت حال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس نکاح کے جواز کے لیے مولانا ابوالحسن علی ندوی کی جس تحریر کو پیش کیا ہے وہ حسب عادت ادھوری پیش کی ہے۔ غالباً ڈاکٹر صاحب مولانا ندوی کی مکمل عبارت لکھتے ہوئے شرما گئے کیونکہ اس سے آگے کی تحریر سے ڈاکٹر صاحب اور ان کی جماعت کا ستر کھل جاتا ہے۔ اس ادھوری تحریر کو ہم مکمل کر دیتے ہیں تا کہ اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو ادھوری عبارت چھوڑی وہ یہ ہے:

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر و تبلیغ بھی بہت جوش وخروش سے کی تھی۔ اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کی بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔

(قادیانیت از مولانا ابوالحسن علی ندوی، طبع دوم صفحہ ۹۰)

اس سے آگے کی عبارت ڈاکٹر صاحب کھا گئے۔ حالانکہ اگلی عبارت سے ہی مولانا ندوی کی پوری تحقیق کا نتیجہ نکلتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مولانا ندوی کی بحث کو ذکر کر دیا مگر اس سے مولانا ندوی نے کیا نتیجہ نکالا اس کو گول کر گئے۔ اس نتیجے کو ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

مولانا ندوی اس سے آگے لکھتے ہیں:

اس کتاب کے خاص معترفین اور پرجوش تائید کرنے والوں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔انہوں نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں اس پر ایک طویل تبصرہ یا تقریظ لکھی۔ جو رسالہ کے چھ نمبروں میں شائع ہوئی ہے۔اس میں کتاب کو بڑے شاندار الفاظ میں سراہا گیا ہے۔اور اس کو عصر حاضر کا ایک علمی کارنامہ اور تصنیفی شاہکار قرار دیا گیا ہے۔اس کے کچھ عرصے بعد ہی مولانا مرزا صاحب کے دعاوی اور الہامات سے کھٹک گئے اور بالآخر وہ ان کے بڑے حریف اور مدمقابل بن گئے۔

اس کے برخلاف بعض علماء کو اسی کتاب سے کھٹک پیدا ہوئی اور ان کو یہ نظر آنے لگا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے یا عنقریب دعوی کرنے والا ہے۔ان صاحب فراست لوگوں میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانوی مرحوم کے دونوں صاحب زادے مولانا محمد صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(قادیانیت مولانا ابوالحسن علی ندوی طبع دوم ص ۵۹،۵۸)

ڈاکٹر صاحب نے مولانا ندوی کی جو عبارت ادھوری چھوڑی تھی اس کو ہم نے مکمل کر دیا۔اب اس عبارت کو مکمل طور پر پڑھا جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔صاف بات ہے کہ علمائے لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی لگ چکا تھا۔

یہاں پر مولانا ندوی نے علمائے لدھیانہ کو صاحب فراست لوگوں میں شمار کیا ہے۔اگر مولانا ندوی کا نظریہ وہی ہوتا جو کہ ڈاکٹر صاحب نے ان کی تحریر پیش کر کے نکالا ہے تو مولانا ندوی علمائے لدھیانہ کو بھی صاحب فراست لوگوں میں شمار نہ کرتے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں

ایسے شہر میں ایک سید خاندان اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے آپ کو تشریف آوری کے لیے درخواست کرے اور آپ جا کر ان کی لڑکی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ سنی اور مرد صالح سے پڑھا دیں تو اس میں طعن و تشنیع والی کون سی بات ہے۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۶۹،۲۷۰)

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کے مطابق ہم نے یہاں پر دیکھنا یہ ہے کہ اس سید خاندان نے خود ہی آ کر میاں نذیر حسین صاحب سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی تھی؟ اگر تو ایسا ہی ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کا

موقف مانا جا سکتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہ نکاح میاں نذیر حسین صاحب نے اپنے شاگرد رشید مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے مرزا قادیانی سے رشتہ کرانے کی وجہ سے پڑھایا تھا۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے

علماء لدھیانہ نے ۱۳۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اس کے باوجود غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب نے محرم ۱۳۰۲ھ بمطابق نومبر ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح پڑھایا اس کی تفصیل ''تاریخ احمدیت'' میں درج ہے۔ ''تاریخ احمدیت'' کی تفصیل سے پہلے اس کا پس منظر مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری سے سنئے:

ان ایام میں ترک تقلید کا مسلک ہندوستان میں نیا نیا رائج ہوا تھا، مقلدوں اور غیر مقلدوں کے تعلقات میں بہت کچھ کشیدگی پائی جاتی تھی، اس لیے حضرات اہل حدیث حنفیوں سے رشتہ ناطہ نہیں کرتے تھے ، اور کفو ہو یا غیر کفو لازما اپنی لڑکی اہل حدیث ہی کو دیتے تھے ، جب مرزا صاحب کے دل میں نئی شادی کا شوق سر سرایا تو اپنے یار غار مولوی محمد حسین بٹالوی سے اس کا ذکر کیا ، مولوی محمد حسین صاحب کے پاس تمام اہلحدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی مولوی محمد حسین نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا کہ میر ناصر نواب سے تمہاری پرانی ملاقات ہے ، ان کی لڑکی جوان ہے ، اس کے لیے سلسلہ جنبانی کرو ، مرزا صاحب نے میر صاحب کو چٹھی لکھی کہ گو پہلے بھی میرے گھر میں بیوی موجود ہے اور اولاد بھی ہے مگر عملا میں مجرد ہی ہوں. .... مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ میر صاحب کے بہت دیرینہ تعلقات تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب کی سفارش میں متعدد خطوط بھیجے۔

(رئیس قادیان ص ۸۶ ج ۱)

اس سلسلے میں مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ:

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلّی میں ہوگی ، چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا تو چونکہ اس وقت اس کے پاس تمام اہل حدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی اور میر ناصر نواب صاحب بھی اہل حدیث تھے اور اس سے بہت میل ملاقات رکھتے تھے اس لیے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا ، آپ نے میر صاحب کو

لکھا۔ شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا ، مگر آخر رضامند ہو گئے اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلی گئے ، آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل بھی تھے ،نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا ، یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز پیر کی بات ہے، اس وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلّے نذر دیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت مسیح موعود کی عمر پچاس سال کے قریب ہوگی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے تایا میرے نکاح سے ڈیڑھ دو سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ تایا صاحب ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے تھے۔ جو کہ تصنیف براہین کا آخری زمانہ تھا۔ اور والدہ صاحبہ کی شادی نومبر ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی اور مجھے والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا ہے کہ پہلے شادی کا دن اتوار مقرر ہوا تھا۔ مگر حضرت صاحب نے کہہ کر پیر کروا دیا تھا۔

(سیرت المہدی ص ۵۷، ۵۸ ج ۱)

مرزا بشیر احمد مزید لکھتا ہے کہ میری نانی اماں نے مجھ سے بیان کیا:

مولوی محمد حسین بٹالوی کے تمہارے نانا (میر ناصر نواب) کے ساتھ بہت تعلقات تھے، انہوں نے کئی دفعہ تمہارے ابا کے لئے سفارشی خط لکھا اور بہت زور دیا کہ مرزا صاحب بڑے نیک اور شریف اور خاندانی آدمی ہیں، مگر میری یہاں بھی تسلی نہ ہوئی ، کیونکہ ایک تو عمر کا بہت فرق تھا دوسرے ان دنوں میں دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف بہت تعصب ہوتا تھا۔

(سیرت المہدی ص ۱۱۱ ج ۲)

چنانچہ بٹالوی صاحب کی زبردست اور پرزور سفارش کے بعد مرزا صاحب کی شادی ہوگئی۔ میاں سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے اس نکاح پڑھانے کے واقعے کو تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۵۶ میں بھی ذکر کیا گیا ہے:

تو یہاں پر ایک بات واضح ہوگئی کہ میاں نذیر حسین صاحب نے مرزا قادیانی کا نکاح صرف ایک سید خاندان کے کہنے پر نہیں پڑھایا تھا بلکہ اس نکاح پڑھانے کا مقصد اپنے شاگرد رشید مولانا محمد حسین بٹالوی کے اس موقف کی تائید کرنا تھا جو کہ انہوں نے ”براہین احمدیہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے اختیار کیا تھا۔ وہ موقف یہی تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ”براہین احمدیہ“ میں اپنے تمام تر کفریہ دعووں کے باوجود مولانا محمد حسین بٹالوی کے نزدیک مسلمان تھا۔

مرزا قادیانی کی بیماری نکاح ٹوٹنے کی فکر اور بٹالوی صاحب کی رشتے کی بحالی کی کوششیں

مرزا صاحب اور ان کی نئی بیگم کے درمیان عمر کا چونکہ بہت بڑا فرق تھا اس لیے یہ شادی بے جوڑ ہوتی ہوئی نظر آئی جس کی وجہ مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں

ایک ابتلاء مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں۔ جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اس لیے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لیے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلایا ہے جیسے اخویم مولوی نورالدین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ، مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بہ باعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں۔ ورنہ ایک بڑی فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آ جاوے۔

(تریاق القلوب ص ۷۵،۷۶)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب کو وضاحت کرنی چاہئے جو نکاح مولانا محمد حسین بٹالوی کی انتہائی کوششوں سے منعقد ہوا اور ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے بابرکت خطبے سے انجام کو پہنچا اس میں مرزا قادیانی کی بیماری کی بنیاد پر بٹالوی صاحب نے جو روحانی قوت کی بات کی ہے اس سے مراد کیا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اپنی پی ایچ ڈی کے ذریعے سے کر دیتے مگر غیر مقلدانہ رعایت کی بنیاد پر ڈاکٹر صاحب کبھی اس پر قلم نہیں اٹھائیں گے۔

لیجئے صاحب ڈاکٹر صاحب جس چیز کو چھپانا چاہتے تھے ہم نے وہ ظاہر کر دی یہ بھی ایک امام غائب

...وڈاکٹر صاحب جیسے حضرات نے غائب کیا ہوا تھا۔

...ولانا بٹالوی کا بے مثال دولہا

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مولانا بٹالوی نے اپنے جگری یار کے لیے اہل حدیث طبقے سے خوبصورت ...کا انتخاب کیا اور ان کی شادی کرائی اس کا نکاح انکے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا جس پر ...روپے اور ایک مصلّٰی بھی ان کو عطا ہوا۔اس دولہا صاحب کی بوقت شادی صحت کی کیفیت کیا ...۔قارئین کی تفریح طبع کے لیے اس دولہا صاحب کا حال بیان کیا جاتا ہے جو کہ مولانا بٹالوی کا انتخاب ...قادیانی کتاب ''اصحاب احمد'' کا مصنف اس کو تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کرتا ہے۔

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر ۱۸۸۴ء میں) ایک روز مجھے فرمایا میاں حامد علی سفر پر جانا ہے۔چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔جب خاکروبوں کے محلّہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسماعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا۔یہ بات کسی کو نہ بتائیں میں جا کر خط لکھوں گا اس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا تا کہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔میں حضور کی یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا۔لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے۔فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے لیکن میں کیا کروں اللہ تعالیٰ کہتا ہے چل تو میں چلتا ہوں۔اس جواب پر میں کیا کرتا۔سو میں خاموش ہو گیا۔دہلی میں حضرت میر نواب صاحب کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سید نصرت جہاں بیگم صاحبہ ایام سے پاک ہوئیں تھی۔گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔رخصتانہ کی رات میں نہایت بے قرار تھا کہ کیا ہوگا۔چنانچہ شدت اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہو گئی اور میں رات بھر حضور کے لیے نہایت تضرع سے دعاء میں مصروف رہا۔صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی

جس کے بعد فرمایا آؤلال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں چنانچہ راستے میں خود ہی فرمایا۔ اللہ تعالی کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہو گئے اور ہمیں چھٹی ہو گئی چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آ کر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آ کر لے گئے۔ پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آ کر بچی کو لے جائیں حضور نے ایک سو روپیہ بھیج دیا اور لکھا کہ آپ آ کر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آ کر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین کے اخلاق عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارے میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔ میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گزر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعوی محبت کرتے ہو میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہو گا۔ تو فرمایا کہ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دعا کرو اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہو گیا اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا لیکن میری خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی تھکا ماندہ تھا سو گیا رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا حامد علی تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے اس پر میں بیدار ہو گیا۔ اور صحن میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہو گیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد والے مکان کی بیٹھک والی جگہ پر پہنچا تو حضور بیت الفکر میں ٹہل رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کوچہ سے اسلام علیکم عرض کیا تو حضور نے جواب دے کر پوچھا کہ کون ہے عرض کیا حامد علی فرمایا خیر ہے عرض کیا خیر ہے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی

خواب بیان کی۔ فرمایا یہی بات تھی جس کے لیے میں نے آپ دوستوں کو دعا کے لیے کہا تھا چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کردہ وہ دواڑھائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا۔ جو بے حد مفید ثابت ہوا۔

(اصحاب احمد ص ۳۱، ۳۲، ۳۳)

ماشاء اللہ مولانا بٹالوی صاحب کا چہیتا دولہا جو کہ ان کا یار غار تھا جس کی شادی انہوں نے بڑے شوق سے کروائی تھی۔ اور یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب کہ ابھی مولانا بٹالوی نے مرزا پر کفر کا فتویٰ نہ دیا تھا۔ اس پر ہم کیا کہیں۔ جیسا دوست تھا ویسا ہی نبی بنایا گیا۔

ڈاکٹر صاحب کا استفسار

ڈاکٹر صاحب نے ان معترضین سے جنہوں نے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین پر مرزا قادیانی کے نکاح پڑھانے کی وجہ سے اعتراض کیا تھا یہ استفسار کرتے ہیں۔

اگر کچھ لوگ اس وضاحت کے باوجود سید نذیر حسین محدث دہلوی کے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کو قابل اعتراض سمجھنے پر مصر ہوں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ۱۸۸۴ء میں پڑھایا جانے والے یہ نکاح مرزا غلام احمد کی دوسری شادی تھی۔ جب کہ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں بھی اس کی ایک شادی ہو چکی تھی۔ وہ نکاح بھی تو کسی نے پڑھایا ہوگا۔ ذرا تحقیق کریں اور کھوج لگائیں کہ وہ نکاح خواں کون تھا۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۷۲)

سیدھی سی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ وہ اپنے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی سے پوچھیں جن کا تعلق بچپن سے پچپن تک مرزا قادیانی سے رہا ہے۔ بلکہ اس کے بعد تک رہا یا مولانا بٹالوی کے والد شیخ رحیم بخش صاحب سے پوچھیں جن کے نام پر مرزا غلام احمد قادیانی ابتداء میں مختلف اخبارات ورسائل میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ ہوسکتا ہے دوسرے نکاح سے پہلے اول نکاح خواں کا بندوبست مولانا بٹالوی کے والد نے ہی کیا ہو۔

مرزا قادیانی کا مسلک

ڈاکٹر صاحب نے اس نکاح کے قصے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بار بار حنفی المسلک لکھا ہے۔ جیسا کہ

اس مضمون میں یوں لکھتے ہیں:

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا کر کوئی جرم نہیں کیا جو بوقت نکاح اہل سنت کے عقاید کا حامل اور حنفی مسلک پر کاربند تھا۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۷۱)

مرزا قادیانی کو حنفی مسلک میں شمار کرنے میں صرف ڈاکٹر صاحب اکیلے ہی نہیں ان کے مسلک کے اور بھی لوگ ہیں۔ مثلاً

اہل حدیث طبقے سے تعلق رکھنے والے قاضی محمد اسلم سیف صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ بھی سفید جھوٹ ہے کہ لدھیانہ کے حنفی مولویوں نے مرزا غلام احمد پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اے بھائی لدھیانہ کے حنفی علماء اپنے حنفی مولوی پر کفر کا فتویٰ کس طرح لگا سکتے ہیں۔''

(علمائے دیوبند اور انگریز ص ۱۵۹)

اسی طرح غیر مقلدین کی طرف سے ایک شائع شدہ کتاب ''احناف کی تاریخی غلطیاں'' ہے جس کے مصنف محمد احسن اللہ ڈیانوی اور محمد تنزیل ہیں۔ یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔ یہ کتاب ان دونوں کی مشترکہ کاوش ہے۔ اس کتاب میں ڈیانوی غیر مقلدین نے مرزا قادیانی اور اس کی ذرّیت کی طرف سے کئی حوالے پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزا قادیانی حنفی تھا۔

جواب:

ہم یہاں پر غیر مقلدین کے اس پروپیگنڈے کا جائزہ لے کر تفصیل کے ساتھ جواب دیتے ہیں تا کہ کوئی ابہام نہ رہے۔

ڈاکٹر صاحب اور قاضی اسلم سیف صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کو حنفی لکھنے کے باوجود اس پر کوئی دلیل نہیں دی۔ اس لیے اس سے پہلے ڈیانوی غیر مقلدین کے دعوے کا جائزہ لے کر جواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کی کچھ عبارتیں دلیل میں پیش کی ہیں۔ البتہ انہوں نے اپنی مرضی کی ادھوری عبارتیں لکھ کر باقی عبارات کے وہ حصے کاٹ دیے جن میں ان کے خلاف کوئی بات جاتی تھی۔

یہاں پر ہم طوالت سے بچنے کے لیے اس کتاب سے صرف دو ہی مثالیں دینے پر اکتفاء کریں گے۔ زیادہ بحث میں نہیں پڑیں گے اسی سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کے اس

پروپیگنڈے کی حقیقت کیا ہے اور تحریفات کرنے میں یہ لوگ کتنی مہارت رکھتے ہیں۔ باقی حوالوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔

(۱) ڈیانوی غیر مقلدین نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حنفی ہونے کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے:

> ہمارا مذہب وہابیوں کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید چھوڑنا ایک اباحت (قباحت) ہے کیونکہ ہر ایک شخص مجتہد نہیں .... ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں یہ چاروں مذاہب اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں اور اسلام کے واسطے ایک چاردیواری۔ (ملفوظات مرزا۔ ج ۲۔ ص ۳۴۳)
>
> (احناف کی تاریخی غلطیاں۔ ص ۱۲۳)

یہ عبارت لکھ کر ڈیانوی غیر مقلدین نے حسب روایت غیر مقلدانہ طریقے سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ جس کا ہم تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔

مرزا قادیانی کی اس عبارت میں تین باتوں کو بنیاد بنا کر ڈیانوی غیر مقلدین نے اس کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) ہمارا مذہب وہابیوں کے خلاف ہے۔

(۲) ہمارے نزدیک تقلید چھوڑنا ایک اباحت (قباحت) ہے۔

(۳) ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔

سب سے پہلے ہم شق نمبر ایک کو دیکھتے ہیں۔

چونکہ آجکل کے اہل حدیث کہلانے والے غیر مقلدین ایڑیاں اٹھا اٹھا کر لوگوں کو یہ بتلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ تاریخ میں مجاہدین کے طور پر جن حضرات کو ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ وہ ہم اہل حدیثوں ہی کے اکابرین تھے۔ لہٰذا ان کو ماننے کی بناء پر ہم اہل حدیث بھی ''وہابی'' ہوئے۔ اسی پروپیگنڈے کو بنیاد بنا کر ڈیانوی غیر مقلدین نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ چونکہ مرزا قادیانی نے ''وہابی مذہب'' کی مخالفت کی ہے اس لیے وہ ''وہابی'' یعنی بقول انکے اہل حدیث نہ تھا۔ لہٰذا مرزا قادیانی حنفی تھا۔

''وہابی'' کے متعلق غیر مقلد اکابرین کا نقطہ نظر

غور کریں تو مرزا قادیانی نے یہ کہہ کر کہ (ہمارا مذہب وہابیوں کے خلاف ہے) میں یقینی طور پر اپنا

وہ نظریہ پیش کیا ہے جو اس مسئلے میں تمام غیر مقلد اکابرین کا ہے۔ کیونکہ غیر مقلدین کے تمام اکابرین بھی اپنے آپ اور اپنے فرقہ کو ''وہابی'' کہنے اور کہلانے کو انتہائی برا سمجھتے ہیں۔ ہم اس معاملے میں زیادہ تفصیل میں جانے کی بجائے غیر مقلدین کے صرف تین اکابر کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب جو کہ غیر مقلدین میں انکے امام کی طرح مشہور ہیں۔

(۲) مولانا محمد حسین بٹالوی۔ جن کے غیر مقلدین کی جماعت پر بڑے احسانات ہیں۔ خصوصاً انہوں نے غیر مقلدین کو انگریز حکومت سے ''اہل حدیث'' کا نام رجسٹر کروا کر دیا۔ اور بقول غیر مقلدین کہ وہ مرزا قادیانی کے اول مکفرّ بھی تھے۔

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری جو کہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان تھے۔ اور انہوں نے مرزا قادیانی کے ساتھ بڑے مناظرے اور مباہلے کیے تھے۔ چنانچہ ان حضرات کی ''وہابیت'' کے سلسلہ میں وضاحت غیر مقلدین کے لیے زیادہ اطمینان کا باعث ہوگی۔

نواب صدیق حسن خان کا موقف

نواب صدیق حسن خان صاحب ہندوستان کی ریاست بھوپال کے رئیس تھے۔ انہوں نے اپنے دور میں غیر مقلدین کو فروغ دینے میں بڑا کام کیا۔ ۱۹۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزی حکومت کے کارندوں نے اپنی کارکردگی بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لیے کچھ ایسے طبقوں کو مجاہدین کے زمرہ میں شمار کر دیا جو کہ کبھی بھی انگریز کی مخالفت کے متحمل نہیں سکتے تھے۔ اسی افراتفری میں انگریزی کارندوں نے مجاہدین کی فہرست میں غیر مقلدین کو ''وہابی'' کے نام سے موسوم کر کے شامل کر دیا۔ (اس کے متعلق تفصیل ایک دوسری کتاب میں آرہی ہے جو کہ زیر ترتیب ہے) اور جب ان پر انگریز کی طرف سے ابتلاء آئی تو پھر یہ لوگ اپنی اور اپنے طبقے کی صفائی پیش کرنے لگے۔ چنانچہ اس پر غیر مقلدین کے بزرگ نواب صدیق حسن خان صاحب نے ایک رسالہ ''ترجمان وہابیہ'' کے نام سے لکھا۔ جس پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک ریویو (تبصرہ) لکھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''ترجمان وہابیہ'' پر ریویو کے عنوان سے مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

جناب مؤلف نے حسب وعدہ اپنی مختصر سرگذشت لکھی ہے۔ اور اس کے ضمن میں نجدیوں کا ۱۸۱۸ء میں منقرض ہو جانا۔ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کا مذہب حنبلی کا مقلد

ہونا۔اور اہل حدیث ہندوستان کا تقلید مذہب خاص سے منکر ہونا۔اور عبدالوہاب نجدی سے کوئی تعلق وراہ رسم نہ رکھنا اور اہل حدیث کی کتابوں میں گورنمنٹ انگلشیہ سے بغاوت و جہاد کی ترغیب کا نہ پانا اور ہندوستان میں کسی کا بھی ''وہابی مذہب'' نہ ہونا اور اہل بدعت کا اہل حدیث کو از راہ عداوت ''وہابی'' کہنا بیان کیا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ج ٦۔ش ٧۔ص ٢٠٨)

آگے چلیے!

اس لیے اس جگہ بضرورت بیان حال خبر مذکور لکھنا اس بات کا ضرور ہوا کہ یہ ''وہابیت'' کس چیز کا نام ہے۔جس پر اس قدر شور وغل ہوتا ہے۔اور ہر شخص اور قوم کے دشمن جب کسی کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرتے ہیں تو نزدیک حکام وقت اس کو ''وہابی'' ظاہر کر کے بدنام کر دیتے ہیں۔

(ایضاً۔ج ٦۔ش ٧۔ص ٢٠٩)

آگے پڑھیے!

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شہر میں بعضے لوگ بعضوں کو ''وہابی'' کہتے ہیں اور ایک دوسرے کے رَدّ میں کتابیں بناتے ہیں۔اس کے سبب میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ فساد آپس کی عداوت سے ہے۔اس لیے کہ مذہب اسلام میں باوجودیکہ تہتّر فرقے ہیں جن کی گنتی علماء اسلام نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے ان میں کسی جگہ کوئی فرقہ بنام ''وہابیہ'' نہیں گنا۔اس کے سوا جن کو ہندوستان میں انکے دشمنوں نے ''وہابی'' مشہور کیا ہے وہ اس نام سے انکار کرتے ہیں۔

(ایضاً۔ج ٦۔ش ٧۔ص ٢١٠، ٢١١)

چلتے جایئے!

معہٰذا تہمت ''وہابیت'' اور جہاد علماء حدیث پر خواہ قدما ہوں خواہ متأخرین محض خیال خام ہے

کوئی دانشمند تجربہ کار معاملہ فہم اس بات کو قبول نہیں کر سکتا ہے۔سوائے ان ملاؤں کے جو علم کامل سے جاہل اور تحقیق صحیح سے عاطل ہیں۔

(ایضاً۔ج ٦۔ش ٧۔ص ٢١٣)

پڑھتے جایئے!

ناچار میں نے اس فصل کو واسطے بیان حال ''وہابیت'' کے تحریر کیا۔ہم کو وہابی کہنا ایسا ہے

جیسا کوئی کسی کو گالی دے۔

(ایضاً۔ج ۶۔ش ۷۔ص ۲۱۴)

آگے غور سے دیکھئے!

ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے جہان کے مسلمان دو طرح کے ہیں۔ایک خالص اہل سنت و جماعت جن کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں۔دوسرے مقلد مذہب خاص وہ چار گروہ ہیں۔حنفی۔شافعی۔مالکی۔حنبلی۔جو شخص ملک نجد میں پیدا ہوا اور جس کی رائے پر محمد بن سعود نجدی نے بوہروں اور عرب کے مسلمانوں اور بدؤوں سے لڑائی کی وہ شخص حنبلی مذہب تھا۔یہ بات کتب تواریخ عیسائی اور اہل اسلام دونوں سے ثابت ہے۔پھر اہل حدیث کس طرح ''وہابی'' ہو سکتے ہیں۔

(ایضاً۔ج ۶۔ش ۷۔ص ۲۱۶)

مزید پڑھیے!

کوئی اہل حدیث ہندوستانی ''وہابی'' نہیں کہلاتا۔جیسے شیعہ شیعہ کہلاتا ہے حنفی حنفی۔

(ایضاً ج ۶ ش ۷۔ص ۲۱۷)

کچھ اور سنیے!

بعض مسائل میں اہل حدیث ہندوستان کا ''وہابیہ نجد'' سے اتفاق و اشتراک ایسا ہے جیسا کہ بعض مسائل میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو بھی ان سے اشتراک حاصل ہے۔

(ایضاً۔ج ۶۔ش ۷۔ص ۲۱۷)

چلتے جایئے!

ان سب باتوں کے بعد سول ملٹری گزٹ لاہور سے ایک مضمون نقل کیا ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے۔اہل حدیث ہندوستان ''وہابی'' وباغی و بدخواہ گورنمنٹ نہیں ہیں۔اور نہ ''وہابی'' کہلانے کے مستحق ہیں۔

(ایضاً۔ج ۶۔ش ۷۔ص ۲۱۸)

آگے چلیے!

ہندوستان میں غیر مقلدین کے انہی بزرگ اور پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی پر انگریزی حکومت کی چاپلوسی کے باوجود ایک دفعہ ایک ابتلاء آ گئی۔حکومت انگریز کی طرف سے ان پر کچھ ناراضگی کا اظہار

گیا۔اس پر ان کی صفائی کے لیئے مولانا بٹالوی کو درمیان میں آنا پڑا۔اس پر مولانا بٹالوی لکھتے ہیں۔
''وہابی مذہب'' کو تو وہ بہت برا سمجھتے ہیں۔اور اپنی متعدد کتابوں میں وہ اس مذہب کے بانی عبدالوہاب نجدی کو برا کہہ چکے ہیں۔نہ صرف آجکل کسی مصلحت یا حکمت عملی کی نظر سے بلکہ اس وقت سے بیس برس پہلے اور اپنے دلی اعتقاد وارادت سے جبکہ وہ نواب ہونے کی خیالی توقع بھی نہ رکھتے تھے..........اس مقام میں ان کے ایک رسالہ 'حطہ فی احوال الصحاح الستہ' جو ۱۸۸۲ء ہجری سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے نقل کی جاتی ہے۔اس میں انہوں نے عبدالوہاب نجدی کا حال بیان کر کے کہا ہے

واشهر ماينكر عليه خصلتان كبيرتان .الاولىٰ تكفير اهل الارض بمجرد تلفيقات لادليل عليها والثانيه التجارى على سفك الدّم المعصوم بلا حجة واقامة برهان (حطه . ص ۷۳)

کہ اس کی بہت مشہور خصلتیں جن کو برا سمجھا جاتا ہے۔دو خصلتیں ہیں۔اول لوگوں کو بلا دلیل کافر کہنا دوسرا بے گناہ خون بہانا۔

اور جو کتابیں اپنی یا اور علماء کی تالیف انہوں نے ہندوستان یا مصر وغیرہ میں چھپوائی ہیں وہ بھی ''وہابی'' مذہب کی کتابیں نہیں ہیں۔

جو کتابیں انہوں نے خود تالیف کی ہیں انکی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۶ میں درج ہے۔اور جو کتابیں اور علماء کی تالیف انہوں نے مصر میں چھپوائی ہیں انکی فہرست رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۶ میں مندرج ہے۔ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی نسبت کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ''وہابی'' مذہب کی کتاب ہے۔اور وہ عبدالوہاب یا اس کے کسی شاگرد کی تالیف ہے

ایک بڑی قوی اور عام فہم دلیل ان کتب کی ''وہابی'' مذہب کی کتابیں نہ ہونے پر یہ ہے۔کہ وہ کتابیں عرب و مصر و قسطنطنیہ میں بلا انکار رواج پائی ہیں۔وہاں کے سنی علماء نے ان پر تقریظیں لکھیں ہیں۔اور اگر وہ ''وہابی'' مذہب کی ہوتیں تو وہ مصر، قسطنطنیہ، مکہ، مدینہ میں جلائی جاتیں۔یا دریا برد ہوتیں۔کیونکہ ''وہابی'' مذہب کے اشخاص اور کتب سے اس دیار میں یہی معاملات ہوتے ہیں۔

(ایضاً۔ج ۸۔ش ۸۔ص ۲۲۶۔۲۲۷)

ایک اور جگہ بٹالوی صاحب نواب صدیق حسن خان کی تحریر لکھتے ہیں:

یہ فرقہ جوایک خدا کو مانتا ہے۔اور سارے جہان کا حاکم اور مالک اسی اکیلے ایک قدرت والے کو سمجھتا ہے۔ان کو، وہابی، کہنا اور محمد بن عبدالوہاب کی طرف اس فرقہ کو منسوب سمجھنا محض غلط اور جھوٹ ہے۔کئی وجہوں سے۔اول یہ کہ یہ فرقہ اپنے تئیں ،وہابی، نہیں کہتا اور نہ عبدالوہاب کی طرف اپنی نسبت ثابت کرتا ہے۔

پس یہ خطاب اور لقب اس نے اپنے لیے مقرر نہیں کیا جیسے شیعوں نے سنیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو شیعہ کہنا مقرر کیا ہے۔اور ضرور تھا کہ اگر وہ اس لقب کو اپنے لیے مقرر کرتے تو ضرور اس کی بوان میں پائی جاتی۔ بلکہ یہ لوگ تو اس لقب سے کمال نفرت رکھتے ہیں۔اور انکار کرتے ہیں۔پھر ایسا لقب کسی کے واسطے رکھنا۔جو وہ خود اس سے ناراض ہو عرفاً اور عقلاً وقانوناً ہرگز لائق حجت نہیں ہوسکتا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جوایک خدا کے ماننے والے ہیں انکو، وہابی، کہنا ایسا برا لگتا ہے جیسے گالی دینا۔اور ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے اور نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں۔اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔پھر محمد بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنے اور ان کے طریقہ میں اپنے تئیں داخل کرنے پر کب راضی ہونگے۔

دوسرے یہ کہ کسی مذہب میں داخل ہونا یا کسی طریقہ میں کہلانا بجز اس کے نہیں ہوتا کہ وہ شخص اس کا شاگرد ہو یا اس کے گھر کا چیلہ یا معتقد ہو یا اس کا ہم وطن ہو۔غرض داخل ہونا ہندوستان کے لوگوں کا محمد بن عبدالوہاب کے طریقہ میں بغیر ان صورتوں کے ممکن نہیں۔اور کوئی ہندوستانی کسی طرح کا علاقہ ان علاقوں میں سے ان کے ساتھ نہیں رکھتا ہے۔پھر ان کو انکی طرف منسوب کرنا سوائے خطاء اور غلط کے کیا تصور کیا جائے۔تیسری یہ کہ محمد بن عبدالوہاب کے انتقال کو ایک مدت مدید گذری کہ ملک نجد میں بھی جہاں ان کا نشو ونما تھا وہاں بھی کوئی ان کے پوتون پروتوں میں سے باقی نہیں سنا جاتا کہ ان کے طریقہ کی تعلیم لوگوں کو کرتا ہو۔اور اہل ہند یا عرب کو اس طرف بلاتا ہو اور یہ لوگ اس کی چال پر چلتے ہوں اور اس کے سکھانے کے موافق برتاؤ رکھتے ہوں۔پھر اس صورت میں ان کو ''وہابی'' کہنا اور محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا انصاف کا خون بہانا ہے اور عدل کی گردن مارنا ہے۔......

اس حال کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند میں کوئی مسلمان ''وہابی'' مذہب نہیں ہے۔اس لیے کی جو کارروائی ان لوگوں نے ملک عرب میں عموماً اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کی اور جو تکلیف ان کے ہاتھوں سے ساکنانِ حجاز وحرمین شریفین کو پہونچی وہ معاملہ کسی مسلمان ہندو غیرہ نے ساتھ اہل مکہ و مدینہ کے نہیں کیا۔اور اس طرح کی جرات کسی شخص سے نہیں ہوسکتی۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فتنہ وہابیوں کا ۱۸۱۸ء میں بالکل خاموش ہوگیا اس کے بعد کسی شخص امیر وغریب نے اس ملک میں بھی سر نہ اٹھایا۔اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ میں کہاہے کہ ہم پر نہ اتباع محمد بن عبدالوہاب نجدی کا لازم ہے نہ اتباع اسماعیل دہلوی۔اس قسم کے مضامین اس کتاب ''ترجمان وہابیہ'' میں اور بہت ہیں بلکہ تمام کتاب کا مضمون ہی یہی ہے کہ اہل حدیث ہندوستان وہابی نہیں اور نجدیوں وہابیوں سے ان کا کوئی تعلق خاص نہیں۔

(ایضا۔ج ۹۔ش ۲۔ص ۳۴۔۳۵)

یہ تو تھا غیر مقلدین کے امام جناب نواب صدیق حسن خان کا ''وہابیت'' کے متعلق موقف۔

سرخیلِ اہل حدیث مولانا محمد حسین بٹالوی کا موقف

اب یہاں پر ہم غیر مقلدین کے اول مکفرّ اور ان کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کا ''وہابیوں'' کے متعلق تحقیق وموقف پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنے رسالہ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ لفظ ''وہابی'' پر بحث کرکے اس کا رد لکھاہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''ہندوستان میں حدیث پر عمل کرنے والے وہابی نہیں'' کے عنوان سے بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

ایک لفظ ''وہابی'' ہے جو قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں کو انکے مخالف کہہ دیتے ہیں اور در حقیقت وہ اس لفظ کے مصداق اور ''وہابی'' نہیں ہیں۔ان کو ''وہابی'' کہنا ایسا ہے جیسا انکا اپنے مخالفین کو بدعتی اور مشرک کہنا۔

(اشاعۃ السنہ۔ج ۴۔ش ۸۔ص ۲۳۷)

اور اہل حدیث کو جو وہابیت سے تبری وتحاشی کرتے ہیں، وہابی، کہنا اہل انصاف کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔

(ایضا۔ج ۴۔ش ۸۔ص ۲۳۸)

جن باتوں میں اہل حدیث ہند کو محمد بن عبدالوہاب سے مشارکت ومشابہت ہے۔ بعینہٖ ان ہی باتوں میں اور اہل مذہب کو بھی اس سے مشارکت حاصل ہے۔ دیکھو رفع یدین وآمین بالجہر شافعی وغیرہ تمام بلاد عرب (مکہ مدینہ وغیرہ) اور بعض بلاد ہند (بمبئی کلکتہ وغیرہ) میں کرتے ہیں۔ اور قبروں کو پوجنے اور مردوں سے مدد مانگنے سے تمام اہل مذہب حنفی، شافعی جو ٹھیک مذہب پر ہیں منع کرتے ہیں۔ اور خود ان مذاہب کے بانی اور حامی ان باتوں سے منع کر گئے ہیں۔ چنانچہ کتب متداولہ اہل مذہب (درمختار۔ ردمختار و عالمگیری وغیرہ) اس پر گواہ ہیں۔ اور سوائے ان باتوں کے اور باتوں میں تو ہر ایک مذہب (شیعہ۔ سنّی۔ خارجی۔ ہنود۔ یہود۔ عیسائی) کو محمد بن عبدالوہاب سے کسی نہ کسی بات میں مشابہت حاصل ہے۔ خدا کے ماننے اور رسول (جس کو کوئی رسول سمجھے) کے برحق جاننے میں یہ بھی ان سے مشارکت رکھتے ہیں۔ اور خاص کر آنحضرت ﷺ کو رسول ماننے میں خاص کر اسلامی سب فرقے ان سے مشارکت ومشابہت رکھتے ہیں۔ پھر چاہیے کہ اس مشارکت ومشابہت کے لحاظ سے ہندو۔ عیسائی۔ یہود۔ شیعہ۔ سنّی۔ خارجی وغیرہ لوگوں کو ''وہابی'' کہا جاوے۔ اگر ان سب فرقوں کو اس مشارکت جزئی کے سبب ولحاظ سے ''وہابی'' کہنا جائز نہیں تو پھر ان مظلوم بیچارے اہل حدیث کو مشارکت جزئی کے سبب کیوں، وہابی، کہنا جائز ہے۔ باوجودیکہ وہ ''وہابی'' ہونے سے ایسے انکاری ہیں جیسے مسلمان ہندو یا عیسائی ہونے سے۔

(ایضاً۔ ج ۴۔ ش ۹۔ ص ۲۷۱۔ ۲۷۲)

غیر مقلدین غور فرمائیں کہ مولانا بٹالوی یہاں پر ''وہابی'' ہونے سے ایسے انکار فرما رہے ہیں جیسے مسلمان ہندو یا عیسائی ہونے سے۔

آگے چلئے۔ ایک تحریر میں بٹالوی صاحب فرماتے ہیں:

اہل حدیث کو ''وہابی'' کہنے پر اعتراض (گورنمنٹ اور خواص ملک توجہ کریں) کے عنوان سے مولانا بٹالوی لکھتے ہیں۔

ایک لفظ گو اچھے معنی بھی رکھتا ہو مگر جب وہ عام محاورہ میں برے معنی میں مستعمل ہو چکا ہو تو اس کا استعمال کسی کے حق میں (خصوصاً ان کے جو اس کو برا سمجھیں) جائز نہیں ہے۔...... جیسے عربی میں لفظ ''کافر'' ہے۔ جو اپنے اصلی اور پرانے استعمال کی رو سے بری چیز سے انکار

کرنے کے معنی بھی رکھتا ہے۔ جو اچھے معنی ہیں اور اس معنی کی نظر سے قرآن مجید میں مومنوں پر جو طاغوت ''فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہ'' (بقرہ ع ۳۴) کَفَرْنَا بِکُمْ الآیہ (ممتحنہ ع ۱) اور ادیانِ باطلہ سے منکر ہیں اس لفظ کا اطلاق پایا گیا ہے۔ مگر چونکہ پچھلے زمانوں میں یہ لفظ حق سے انکار کرنے کے معنی میں جو امرِ بدُ ہے زیادہ تر مستعمل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب اس کا استعمال کسی خاص شخص کی نسبت جائز نہیں سمجھا جاتا۔ ایسا ہی لفظ رافضی بحق اہل شیعہ ہے اور لفظ خارجی بحق اہل سنت۔

ایسا ہی ہندی محاورہ میں لفظ حلال خور ہے۔ جس کے اصلی معنی حلال کھانے والے کے ہیں (جن میں کوئی برائی نہیں) مگر چونکہ اس کا استعمال بر طبق برعکس ''نہند نام زنگی کافور'' ایک حرام خور قوم (چوہڑوں) کے حق میں ہو گیا ہے۔ لہذا اس کا اطلاق کسی ہندو یا مسلمان پر جائز نہیں سمجھا جاتا۔.........

ان الفاظ میں سے لفظ ''وہابی'' ہے۔ جو اہل حدیث ہندوستان کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کے اگر چہ اچھے معنے بھی ہو سکتے ہیں یعنی وہاّب والہ یا بندۂ خدا جو اس کے لغوی معنی ہیں مگر دو معنے اس کے برے بھی ہیں۔ جن میں وہ اب عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔

ان میں سے ایک معنی کو تو مذہبی محاورہ میں برا سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے معنی کو پولیٹیکل اصطلاح میں۔

مذہبی محاورہ میں اس کے معنی محمد بن عبدالوہاّب نجدی کے پیرو کے سمجھے جاتے ہیں۔ جس کو اکثر مسلمانان ہند و عرب و روم و مصر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور اس کے عقائد و اعمال یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ معجزات انبیاء و کرامات اولیاء کا منکر ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا (جو اس کے اعتقاد سے مخالف تھے) قاتل و مکفر۔

پولیٹیکل محاورہ میں اس کے معنی باغی و بدخواہ سلطنت کے لیئے جاتے ہیں۔ جس کی مناسبت پہلے معنی مذہبی سے یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ محمد بن عبدالوہاّب ایسا ہی تھا۔ سلطنت روم کا وہ باغی رہا اور بار ہا اس سے لڑا اور مکہ مکرمہ پر متغلب ہو گیا۔ جس کو آخر محمد علی پاشاہ مصر نے مغلوب کیا۔

اور چونکہ اہل حدیث ہند میں یہ دونوں برے معنی پائے نہیں جاتے۔ نہ وہ معجزات و

کرامات کے منکر ہیں نہ کسی اہل قبلہ کے (جوان کے اعتقاد میں مخالف ہو) مکفرّ ہیں۔اور نہ کسی گورنمنٹ کے جس کے ظلّ حمایت میں رہیں (مخالف مذہب وغیر مسلم کیوں نہ ہو) وہ باغی ہیں اورکم سے کم یہ کہ وہ دونوں معنے سے اپنی برات وانکار ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے حق میں وہ اس لفظ کا استعمال جائز نہیں جانتے۔اوراس کو لائبل لفظ خیال کرتے ہیں۔جیسا کہ مومن لفظ کافرکو یا مسلمان لفظ حلال خورکو۔

(اشاعۃ السنہ۔ج۸۔ش۹۔ص۲۵۳۔۲۵۴۔۲۵۵)

مولانا بٹالوی نے اپنی اس تحریر میں مفصّل طور پر وضاحت فرمادی کہ وہ اپنے طبقے کے لیے ''وہابی'' کہلانا پسند نہیں فرماتے۔ بلکہ یہاں تک فرما گئے ہیں کہ جس طرح مؤمن کے مقابلہ میں کافر ہےاور مسلمان کے مقابلہ میں حلال خور (چوہڑہ) ہےاسی طرح ''وہابی'' قابل نفرت ہے۔گویا کہ مولانا بٹالوی نے ''وہابی'' کو اور چوہڑے کوایک ہی زمرہ میں شمار کیا ہے۔

آگے چلیے۔ایک اور جگہ بٹالوی صاحب رقم فرماہیں:

یہ امر عموماً مشہور ہے کہ اس لفظ کوکوئی اہل حدیث اپنی نسبت بولنا پسند نہیں کرتا۔اور عندالاستفسار کوئی ''وہابی'' نہیں کہلاتا۔اس دعوی پر ایک بڑی روشن دلیل یہ ہے کہ مردم شماری کے وقت اس گروہ کے کسی پڑھے لکھے آدمی نے اپنے آپ کو''وہابی'' نہیں لکھایا۔باوجودیکہ اس گروہ کی تعداد ملک ہندوستان میں لاکھ سے بڑھ کرتھی۔بعض ان پڑھ لوگوں نے اپنے آپ کو''وہابی'' لکھایا ہے تو یہ ان کی ناواقفی کا نتیجہ ہے۔وہ لوگ عوام ہیں۔لفظ''وہابی'' کے کسی معنے اچھے یا برے سے واقف نہیں۔جولفظ لوگوں سے اپنے حق میں سنا وہی لکھادیا۔ان لوگوں کا مذہبی امور میں کچھ اعتبار نہیں۔

آنریبل سید احمد خان،سی،ایس،ای نے جوڈاکٹر ہنٹر کے مقابلہ میں لفظ''وہابی'' کوتسلیم کرلیا ہےتو وہ بھی بطور فرض وتنزّل تسلیم کیا ہے ورنہ وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ اس گروہ کا اصلی نام اہل حدیث ہے۔.........اسی تسلیم وتنزّل پر کسی شاعر گروہِ اہل حدیث کا کلام مبنی ہے۔جس نے نظم میں یہ کہا ہے'' وہابی کا معنی ہے رحمان والا۔کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا'' ورنہ حقیقت میں اس کوبھی اپنے''وہابی'' ہونے کا اقبال نہ تھا۔

(ایضا۔ج۸۔ش۹۔ص۲۵۸)

آگے چلیے۔ بٹالوی صاحب احناف سے بھی درخواست گزار ہیں:

ہمارے علاتی بھائی (حنفیہ وغیرہ اتباع فقہاء) اس سے سبق حاصل کریں کہ آئندہ وہ اپنے اسلامی بھائیوں، اہل حدیث، کوکبھی اس دل آزار لفظ ''وہابی'' سے یاد نہ کریں۔

(ایضاً۔ج۹۔ش۸۔ص۲۲۶)

مولانا بٹالوی نے اپنے فرقہ غیر مقلدین کو انگریزی حکومت سے ''اہل حدیث'' کے نام سے منظور کروالیا تھا۔ کیونکہ لوگ ان کو ''وہابی'' کہتے تھے۔ اس پر عمل درآمد کے لیئے مولانا نے باقاعدہ اپنے فرقے کو اپیل بھی کی۔

سرکاری عہدیداران میں سے کوئی شخص (ادنیٰ ہو خواہ اعلیٰ) اس فرقہ کے کسی فرد کو سرکاری احکام اور تحریرات میں ''وہابی'' کہے تو اس کی اطلاع اپنے قومی وکیل (ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ) کو کرنا ضروری ہے۔ ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ اس عہدیدار کی (خواہ کسی صوبہ یا ضلع ہندوستان میں ہو) گورنمنٹ میں رپورٹ کرے گا۔ اور اس عدول حکمی گورنمنٹ کا کامل تدارک کرے گا۔

(ایضاً۔ج۹۔ش۸۔ص۲۲۷)

اس سے آگے ہم اور کیا لکھیں۔ ان تمام کے عکس ہم صفحہ نمبر ۴۱۱ تا ۴۳۰ پر دے رہے ہیں۔ اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو بٹالوی صاحب کا اشاعۃ السنہ پڑھ لیا جائے۔

وہابیت'' کے متعلق فاتح قادیان کا موقف

اب غیر مقلدین کے تیسرے بڑے بزرگ مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ''وہابیوں'' کے متعلق موقف پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بعد غیر مقلدین کی طرف سے قادیانیوں کے خلاف مناظر کے طور پر ابھر کر سامنے آنے والے انکے فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری ہیں۔ ہم نے دیکھنا ہے کہ وہ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنی کتاب ''اہل حدیث کا مذہب'' میں رقم فرما ہیں۔

جہلاء میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے۔ مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ یہ تو صاف بات ہے ہر ایک فرقہ اپنے اپنے بانی مذہب کے اقوال اپنے فتاووں میں نقل کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بھائی حنفیہ، شافعیہ، امامیہ

وغیرہم کے طریق عمل اس امر پر شاہد عدل ہیں۔لیکن آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ اہل حدیث نے کبھی بھولے سے بھی عبدالوہاب نجدی کے اقوال کو سنداً پیش کیا ہو۔اور کہا ہو کہ هذاقَوْلُ اِمامُنا عبدالوهاب وبه نأخذ بلکہ اہل حدیث کے بہت سے افراد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا۔اس کی بود و باش کیا تھی۔ہاں تاریخوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک مقلد تھا۔چنانچہ رسالہ ''جوہرالایقان'' مطبوعہ افضل المطابع دہلی کے مصنف کو باوجود یکہ اہل حدیث سے سخت للہی بغض ہے ایسا کہ بات بات میں ان پر متعدد افترا اور اتہام لگائے ہیں اور سطر سطر پر ان کا نام وہابی اور نجدی رکھا ہے۔تاہم اس امر کے اقراری ہیں کہ عبدالوہاب نجدی حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔ہمارے نزدیک تقلید کا حال وہی ہے جو ہم اس رسالہ میں لکھ آئے ہیں۔پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو عبدالوہاب کے سپر دیا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ ہے

(اہل حدیث کا مذہب ص ۷۸ شائع شدہ ۱۹۰۳ء)

ہندوستان میں دو قسم کے لوگوں کو وہابی کہا جاتا تھا۔ایک وہ جو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے۔اس معاملہ میں سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری نے واضح فرمادیا کہ ان کے فرقہ اہل حدیث محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ مسلکاً یا عقیدۃً کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔اس لئے وہ وہابی نہیں۔

دوسرے ان لوگوں کو وہابی کہا جاتا تھا جو کہ گورنمنٹ انگریز کے مخالف تھے۔اس کے متعلق بھی مو[illegible] ثناء اللہ امرتسری وضاحت فرماتے ہیں۔

غالباً ۱۹۱۷ء میں انگریز گورنمنٹ کی طرف سے اسباب فساد و بغاوت کے عنوان سے کوئی رپور[illegible] شائع کی گئی تھی۔اس میں ''وہابیوں'' کا ذکر آ گیا ہوگا۔تو غیر مقلدین کے فاتح قادیان مولانا ثنا[illegible] امرتسری کو فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں ''وہابیت'' کے الزام میں انہیں نہ دھرلیا جائے۔چنانچہ انہوں نے اپنی صف[illegible] کے لیے اپنے ''اخبار اہل حدیث'' میں ''ایک مذہبی غلطی کا اثر پولیٹیکل پہلو پر'' کے عنوان سے ایک تح[illegible] لکھی۔ملاحظہ فرمائیں۔

دنیا میں عام دستور ہے۔کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کا نام ایسے لفظوں میں رکھا کرتا ہے جس کو بعض اوقات ناپسند کرتا ہے۔مثلاً ہندوستان کے اہل حدیثوں اور دیوبندی خیالات کے حنفیوں کو بوجہ شرک و بدعت کی مخالفت کرنے کے مخالف ''وہابی'' نام سے موسوم کرتے اور

پکارتے ہیں۔یعنی انکا خیال ہے کہ یہ لوگ دراصل عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں۔ پھراس کا جوڑ ملانے کو یوں زینے لگاتے ہیں کہ سید احمد صاحب رائے بریلی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے۔ وہ ''وہابی'' ہوئے تو انکی وساطت سے یہ دونوں گروہ ''وہابی'' ہوئے۔ حالانکہ عبدالوہاب نجدی کی بابت بارہا لکھا گیا ہے کہ وہ حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔اور دیوبندی حنفی ہیں۔اور اہل حدیث تو نہ حنبلی نہ حنفی۔ بلکہ دونوں سے الگ غیر مقلد۔ مذہبی رنگ میں تواس خیال کی کافی تردید ہوچکی۔مگر چونکہ زبانزد ہوچکا ہے اسلیے اب اس خیال نے پولیٹیکل رنگت اختیار کی ہے۔

کے بعد مولانا امرتسری نے وہ رپورٹ درج کی ہے۔اس پر اپنا موقف لکھتے ہیں۔

اس رپورٹ میں ''وہابی'' فرقہ میں اگر اہل حدیث بھی شامل ہیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی تہہ میں کس کا ہاتھ ہے۔ غالباً مخالفانہ بیانات کو بغیر جوابات دیکھنے کے یہ رپورٹ لکھی گئی ہے۔گذشتہ ایام میں ڈاکٹر ہنٹر نے ایک کتاب ''وہابیوں'' کے متعلق نہایت زہریلی لکھی تھی۔جس کا جواب سرسید احمد خان مرحوم نے لکھا تھا۔ میں ''وہابی'' میرا باپ ''وہابی'' اور تمام پولیٹیکل الزامات کے جوابات دیئے تھے۔ غالبا اسی کتاب (مصنفہ ڈاکٹر ہنٹر) کو رپورٹ نویسوں نے اپنی سند بنالیا ہوگا۔ ورنہ اہل حدیث گروہ کو نہ تو عبدالوہاب نجدی سے کوئی خاص مذہبی تعلق ہے۔نہ سید احمد رائے بریلی سے مخصوص تعلق ہے۔ کیونکہ عبدالوہاب نجدی اور سید احمد رائے بریلوی بحیثیت غیر مقلد دنیا میں پیش نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ دونوے صاحب مقلدانہ صورت میں تھے۔عبدالوہاب حنبلی تھا۔اور سید صاحب حنفی۔یہی وجہ ہے کہ حنفی بھی سید صاحب کے معتقد تھے اور ہیں۔سب سے اول مرید سید صاحب کے نواب صاحب ٹونک تھے۔اور سید صاحب کے غیر مقلد نہ ہونے کا ثبوت خود اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کی سوانح عمری حنفی رسالہ ''صوفی'' پنڈی بہاؤالدین کے دفتر سے شائع ہوئی ہے۔جس میں سید صاحب کی بہت بڑی تعریف کی گئی ہے۔یہ واقعہ صاف دلیل ہے کہ سید صاحب بحیثیت غیر مقلد پیش نہ ہوئے تھے۔ دارالحرب کا مسئلہ بھی اہل حدیث کی طرف سے کبھی نہیں لکھا گیا۔ بلکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے رسالہ ''اقتصاد'' میں ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تردید کی...... مختصر یہ کہ رپورٹ کا فقرہ مذکورہ سنی سنائی باتوں پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ جو مزید تحقیقات کا محتاج

ہے۔ واللہ اعلم۔ (ایڈیٹر)

(اہل حدیث امرتسر ۲۴ شوال ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۔ اگست ۱۹۱۸ء ص

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۳۱۔ ۴۳۲ پر ملاحظہ کریں)

آگے چلیے۔

جن دنوں میں غیر مقلدین کے دو بزرگوں (مولانا بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) میں اختلاف عروج پر تھا ان دنوں میں مولانا بٹالوی نے مولانا امرتسری پر ایک الزام لگایا تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ اس الزام و جواب کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ہم چاہتے تھے کہ حضرت بٹالوی میدان میں آویں اور منصفوں کے سامنے فیصلہ کرائیں اس لیے ہم ان غلط الزامات کو ذکر کر کے جواب نہ دیتے۔ مگر ان الزامات میں ایک الزام کو آپ نے پولیٹیکل صورت میں بڑی رنگ آمیزی سے بیان کر کے شاید یقین کر لیا کہ بس گونمنٹ اڈیٹر اہل حدیث کو میرے کہنے پر پھانسی دیدے گی۔............ وہ الزام یہ ہے کہ بٹالوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ مارچ ۱۷ء میں جب وفد اہل حدیث گورنمنٹ ہوس میں گیا تھا تو تم (ایڈیٹر اہل حدیث) نے سیکرٹری گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ وہ جھوٹ یہ ہے کہ تم نے کہا تھا۔

اہل حدیث کو ''وہابی'' کہنا ان کے مخالفین مذہب سے مولوی نذیر حسین صاحب سے شروع کیا گیا ہے''۔

اصل الفاظ تو مجھے یاد نہیں لیکن میں ان الفاظ کو تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی میں نے کہے ہونگے۔ مگر ان کا مطلب کیا ہے؟ کبرسنی مانع فہم نہ ہو تو سنئے! ان کا مطلب یہ ہے کہ اہل حدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں حضرت میاں صاحب (مولوی نذیر حسین صاحب) سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لیے غیر مقلد اہل حدیثوں پر ''وہابی'' کا الزام حضرت میاں صاحب سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت موصوف سے پہلے کسی شخص کو ''وہابی'' نہ کہا گیا ہو۔ جیسا کہ آپ سمجھ کر مرزا صاحب قادیانی کی طرح یعنی لگا کر اس کا مطلب بگاڑنے کو لکھتے ہیں۔

''یعنی سب سے پہلے ان ہی (حضرت میاں صاحب) کو وہابی کہا گیا ہے''

اناللہ! کبر سنی پر حسن ظن نہ ہوتا تو میں آپ کے جواب میں یہ شعر پڑھتا۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

اے حضرات! میاں صاحب سے پہلے جن جن علماء (مولوی اسمٰعیل شہید یا مولوی خرم علی مرحوم وغیرہ) کو ''وہابی'' کہا گیا۔ وہ ان کے مسائل توحیدیہ کی وجہ سے کہا گیا تھا۔ جیسا کہ دیوبندی خیال کے حنفیوں کو بھی ان کے مخالف ''وہابی'' کہتے ہیں۔ لیکن میرے بیان کا مطلب یہ نہیں تھا۔ کہ دنیا میں سب سے پہلے یہ لفظ حضرت میاں صاحب پر بولا گیا۔ جو آپ سمجھے ہیں بلکہ یہ مطلب تھا کہ اہل حدیث (غیر مقلدین) پر یہ لفظ حضرت میاں صاحب سے شروع ہوا۔ کیونکہ حضرت موصوف سے پہلے اہل حدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں نہ تھا۔ جن لوگوں کو ان سے پہلے لوگ ''وہابی'' کہا کرتے تھے وہ مسائل توحیدیہ کی وجہ سے کہتے تھے۔ نہ مسائل ترک تقلید کی وجہ سے۔

(۔۸ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۶۔ اگست ۱۹۱۸ء صفحہ ۳)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۴۳ تا ۴۴۴ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر فاتح قادیان نے ایک پتے کی بات کہدی ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان میں غیر مقلدین کا جتھہ ان کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین کے زمانہ سے پیدا ہوا ہے، اس سے پہلے نہ تھا۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ نیز واضح فرما دیا کہ اس زمانہ میں کسی کو ترک تقلید کی وجہ سے ''وہابی'' نہیں کہا جاتا تھا۔

آگے چلیے۔

ایک اور جگہ فاتح قادیان ''اہل حدیث کو وہابی کہنا منع ہے۔ قابل توجہ گورنمنٹ'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں۔

گورنمنٹ کے حکم سے ایک کمیٹی تحقیق بغاوت کے لیے قائم ہوئی تھی۔ اس نے اپنی رپورٹ شائع کردی ہے۔ جس کا ایک اقتباس متعلقہ فرقہ اہل حدیث ہم اہل حدیث مؤرخہ ۲۔ اگست میں نقل کر چکے ہیں۔ رپورٹ میں ''وہابی'' فرقہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اور اس کو سنیوں میں تربیت یافتہ یعنی معقول فرقہ لکھا ہے۔ شاید اس لیے کہ یہ فرقہ کسی ایسی رسم و رواج کا پابند یا قائل نہیں جو اصل اسلام میں داخل نہ ہو۔ اس کے متعلق ہم نے گذشتہ پرچہ میں ایک

نوٹ لکھا تھا۔ آج یہ نوٹ خاص اس غرض سے لکھا جاتا ہے۔ کہ اس ''وہابی'' فرقہ کی کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں۔ یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو عام لوگ اہل حدیث کے حق میں کہا کرتے ہیں۔ اس لیے گورنمنٹ کی خدمت میں التماس ہے کہ '' فرقہ وہابی'' جو سرکاری رپورٹ میں لکھا گیا ہے۔ اس سے مراد اگر فرقہ اہل حدیث ہے تو ہم گورنمنٹ کو اس وعدہ کی یاددہانی کراتے ہیں۔ جو فرقہ اہل حدیث کی درخواست پر فرمایا تھا۔ کہ آئندہ فرقہ اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں ''وہابی'' نہیں لکھا جاویگا۔ بلکہ اہل حدیث لکھا جاویگا۔ ملاحظہ ہو چٹھی گورنمنٹ ہند بنام گورنمنٹ پنجاب مؤرخہ ۳۔ دسمبر ۱۸۸۶ء نمبری ۱۷۵۸۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۶۔ ستمبر ۱۹۱۸ء صفحہ ۵)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۳۶۔ ۴۳۷ پر ملاحظہ کریں)

اس کے علاوہ بھی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ''اخبار اہل حدیث امرتسر'' میں مختلف مقامات پر ''وہابی'' کے متعلق اسی نقطہ نظر کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً انہوں نے اپنے اخبار اہل حدیث۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۷۔ اور ۱۸ مئی ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۶۔ میں ''گوجرانوالہ میں وہابی کیس'' کے عنوان سے اور اسی طرح ۲۹ جون ۱۹۱۷ء کے صفحہ ۱۷۔ میں ''کلکتہ وہابی کیس'' کے عنوان سے تفصیلی بحث کی ہے۔ ان دونوں کیسوں کی حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے دونوں جگہ پر ایسے لوگوں کے خلاف عدالتوں میں مقدمات دائر کیے گئے تھے کہ جو لوگ غیر مقلدین (عرف اہل حدیث) کو ''وہابی'' کہتے تھے۔ اور بقول مولانا امرتسری عدالتوں کے ذریعہ ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ لوگ یہ بات اگر تحریراً لکھ دیں کہ وہ غیر مقلدین کو ''وہابی'' نہیں کہیں گے تو ان پر سے یہ مقدمہ واپس لے لیا جائے گا۔ مگر مولانا امرتسری کے بقول وہ لوگ نہیں مانے۔

ہم یہاں پر لمبی بحث کی بجائے اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کو تحقیق میں دلچسپی ہے تو اخبار اہل حدیث غیر مقلدین کی لائبریریوں سے منگوا کر اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی ان تحریروں یہ لکھا ہے کہ دیوبندی خیال کے لوگوں کو بھی ان کے مخالف ''وہابی'' کہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ کسی دیوبندی نے ''وہابی'' کہنے پر کسی کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر نہیں کیا مگر غیر مقلدین کے اکابرین نے اس بات پر لوگوں کے خلاف مقدمے دائر کیے۔ اس پوری تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ غیر مقلدین کے اکابر کے نزدیک ''وہابی'' ہونا ایسے ہے جیسے ہندو ہونا، عیسائی ہونا، چوہڑا ہونا، یا کافر ہونا۔

میرا خیال ہے کہ اب غیر مقلدین کو تسلی ہو گئی ہو گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارا مذہب وہابیوں کے خلاف ہے۔ اس سے مراد اس کا حنفی ہونا نہیں بلکہ اس کا مقصد غیر مقلدین کے اکابر کے اس نظریے کی تائید کرنا ہے جو کہ ان کے اکابر کا وہابیوں کے متعلق تھا۔ اس پوری تفصیل میں یہ بات سامنے آ گئی کہ سیاسی طور پر ''وہابی'' انگریز کے مخالفین کو سمجھا جاتا تھا جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتا تھا۔ اور اسی طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیر کاروں کو ''وہابی'' کہا جاتا تھا۔ اور پھر اس وقت غیر مقلدین کے تمام اکابرین ''وہابی'' ہونے سے انکار کر رہے تھے۔ تو ایسی صورت میں مرزا غلام احمد قادیانی غیر مقلد ہونے کی باوجود اپنے آپ کے لئے کس طرح ''وہابیت'' کو پسند کر سکتا تھا۔

شق نمبر۲

مرزا کا قول۔ ہمارے نزدیک تقلید چھوڑنا ایک اباحت (قباحت) ہے۔

یہاں پر بھی ڈیانوی غیر مقلدین نے غیر مقلدانہ دھوکہ دینے کہ کوشش کی ہے۔ اس لفظ ''اباحت'' کا معنی انہوں نے بریکٹ میں ''قباحت'' کر دیا ہے۔ جبکہ اصل کتاب (ملفوظات مرزا) جس کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں کوئی بریکٹ لگا کر اس کا معنی قباحت نہیں کیا گیا۔ لفظ ''اباحت'' مباح سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی جواز کے ہیں۔ اور جبکہ لفظ ''قباحت'' کا معنی برائی ہے۔ مرزا قادیانی تقلید چھوڑنے کو ''اباحت'' یعنی اچھا قرار دے رہا ہے۔ جبکہ ڈیانوی غیر مقلدین نے روایتی دجل کا سہارا لیتے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے لفظ ''اباحت'' کو ''قباحت'' میں بدل کر برائی بنا دیا۔ مرزا قادیانی اگر آج زندہ ہوتا تو ڈیانوی غیر مقلدین کو ضرور داد دیتا

شق نمبر۳

مرزا کا قول۔ ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے

ڈیانوی حضرات نے اس کو بھی حنفی ہونے کی دلیل بنا دیا۔ حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مرزا قادیانی اپنے متعلق حنفی ہونے کا اظہار نہیں کر رہا۔ بلکہ حنفیت کا رنگ چڑھانے کی بات کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کے اپنے طریقہ واردات کا ذکر کر رہا ہے۔ یہ تحریر مرزا قادیانی کی ملمع سازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مرزا قادیانی چونکہ غیر مقلد تھا اس کو جب بھی ضرورت پڑتی تو اس ضرورت کے اعتبار سے وہ اپنا مسلک ظاہری طور پر نہ صرف خود بدلتا بلکہ وہ اپنے قریبی دوستوں سے بھی یہ عمل کرواتا۔ اس

کی مثال ملاحظہ کیجئے۔

مرزا بشیر لکھتا ہے:

حافظ روشن علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی دینی ضرورت کی ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو یہ لکھا کہ آپ یہ اعلان فرمادیں کہ میں حنفی ہوں۔ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب عقیدۂ اہل حدیث تھے۔ مولوی نور الدین صاحب نے اس کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں ایک پوسٹ کارڈ ارسال کیا۔ جس میں لکھا:

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزل ہا

اور اس کے نیچے نورالدین حنفی کے الفاظ لکھدیئے۔

(سیرت المہدی۔ جلد ۲۔ ص ۴۸)

یہاں پر غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی بعض اوقات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیئے خود بھی اور اپنے چیلے چانٹوں کو منافقت کے طور پر لفظ حنفی استعمال کرنے کا مشورہ دیا کرتا تھا۔

حنفیت کا رنگ اور مولانا بٹالوی

ڈیانوی غیر مقلدین نے مرزا قادیانی کے الفاظ ''حنفیت'' کا رنگ چڑھانے، کو اس کے حنفی ہونے کو دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو ''حنفیت'' کا رنگ چڑھانے میں مولانا بٹالوی اس سے بھی آگے ہیں۔ بلکہ ''حنفیت'' کو مرزائیت کا توڑ سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ دعوی بلا دلیل نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم مولانا بٹالوی کی ایک فیصلہ کن تحریر پیش کرتے ہیں:

آج کل کے بعض اہل حدیث کہلانے والوں میں، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت، معتزلیت و رافضیت پھیلتی جاتی ہے۔ اہل حدیث کے ساتھ لفظ ''حنفی'' ملانے سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس لقب کا مصداق، سنی اہل حدیث ہے۔ نہ معتزلی اور نہ مرزائی اور نہ نیچری اور نہ رافضی وغیرہ۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۲۲ ص ۳۱۰۔۳۱۱)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۳۸۔۴۳۹ پر ملاحظہ کریں)

اس تحریر میں غور فرمائیں، کہ مولانا بٹالوی صرف ''اہل حدیث'' کے لفظ سے مطمئن نہیں۔ بلکہ اس پر ''حنفیت'' کے رنگ کو چڑھانا ضروری سمجھتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مولانا بٹالوی کی طرح حنفیت کا رنگ چڑھانے کی بات کہنے کی بنیاد پر حنفی ہو گیا۔ جبکہ بٹالوی صاحب مرزا قادیانی سے بھی زیادہ حنفیت کا رنگ چڑھانے کی وجہ سے حنفی نہ ہوئے۔

نیز مولانا بٹالوی کی اسی تحریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صرف لفظ 'حنفی' ہی ملانے سے اہل حدیث سنی ہو سکتے ہیں۔ اور جس اہل حدیث کے ساتھ لفظ 'حنفی' نہ لگا ہو وہ ، نیچری، مرزائی، معتزلی، اور رافضی اہل حدیث تو ہو سکتا ہے 'سنی' اہل حدیث نہیں۔

احناف کے متعلق مولانا بٹالوی کا فیصلہ

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا تھا کہ ہر طبقہ اس کے دام میں آ جائے۔ اس کے لیے وہ کبھی ہندوؤں کا کرشن بنتا۔ کبھی سکھوں کا گرونانک بننے کی کوشش کرتا۔ اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ غیر مقلدین چونکہ مرزا قادیانی کے ہم مسلک تھے۔ اس لیے ان کو اپنے ساتھ ملانے میں مرزا قادیانی کو کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ بلکہ الٹا اہل حدیثوں کو قادیانی کے پنجے سے چھڑانے کے لیئے مولانا بٹالوی کو بڑی سخت جدوجہد کرنی پڑی (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔) جبکہ اس کے مقابلے میں احناف مرزا قادیانی کے دام و فریب میں نہیں آ رہے تھے۔ لہذا مرزا قادیانی نے حیلے بہانے سے احناف کو زیر دام لانے کے لیے کئی پینترے بدلے۔ اس کے باوجود اس کا داؤ نہ چل سکا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے اس طریقہ واردات کے متعلق اس کے رازوں کے امین مولانا محمد حسین بٹالوی ہی بہتر انداز سے بتلا سکتے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں مولانا بٹالوی کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

ایک دفعہ مرزا قادیانی نے کسی بات پر احناف کو مولانا بٹالوی کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی اس پر مولانا بٹالوی نے جو فرمایا وہ حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔ کادیانی نے اس الزام واتہام، امام صاحب سے حنفیوں کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا۔ جس سے الٹا نتیجہ نکلا۔ اس کا دجّال ہونا ثابت ہوا اور اس کا وہ داؤ نہ چل سکا۔ کسی حنفی نے اس کو اپنا دوست نہ سمجھا۔ بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اس کو اپنا دشمن اور مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اس کی معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے

اس فتوی پر کار بند ہوئے۔ ہر شہر و دیار میں کادیانی پر نعرہ لعنت و تکفیر بلند کیا اور ہر جلسہ و معرکہ میں اس کے مکفرین کا ساتھ دیا۔

(اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۴۔ ص ۳۳۲۔ ش ۱۲)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۴۰۔ ۴۴۱ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر خواص حنفیہ سے بٹالوی صاحب کی مراد خاندان علماء لدھیانہ ہی ہیں۔

حنفیت اور مرزائیت دونوں متضاد

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنی تجرباتی زندگی کا نچوڑ ان لفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اور حنفی المذہب مقلدّ سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ عیسائی، مرزائی ہو جائے، جب تک کہ وہ حنفی المذہب کا مقلدّ ہے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج ۱۵۔ ص ۱۷۲۔ ش ۱۱)

یہاں پر غیر مقلدّین کے سرخیل نے واضح طور پر فرمادیا کہ حنفیت اور مرزائیت میں کوئی جوڑ نہیں۔ یا تو آدمی حنفی ہوسکتا ہے یا مرزائی۔ یہ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حنفیت اسلام ہے اور مرزائیت کفر ہے۔

ترکِ تقلید اور مرزائیت دونوں ایک ہیں

اس کے متعلق بھی غیر مقلدین کے سرخیل کا فیصلہ پڑھ لیجئے۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

یہ بلاء کادیانی کے اتباع کی اکثر اسی فرقہ میں پھیلی ہے جو عامی و جاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک و غیر مقلد بن گئے یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلائے۔ جو درحقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کی برانچ (شاخ) ہیں۔

(اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۵۔ ص ۱۷۲۔ ش ۱۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

آج کل بعض اہل حدیث کہلانے والوں میں، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت، معتزلیت و رافضیت، پھیلتی جاتی ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج ۲۳ ش ۱۰ ص ۱۱۳۔ ۱۱۳)

اس سے آگے ہم اور کیا کہیں۔ صورت حال واضح ہے۔

...ری مثال

ڈیانوی صاحبان مرزا بشیر احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اصولا آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے اور آپ نے اپنے لیے کسی زمانے میں اہلحدیث کا نام پسند نہیں فرمایا

(احناف کی تاریخی غلطیاں ۔ص ۱۲۴۔ سیرت المہدی ص ۴۹ ج ۲)

یہاں تک لکھ کر ڈیانوی صاحبان نے اگلی بات چھوڑ دی ۔ تا کہ حقائق چھپ جائیں ۔لہٰذا اگلی ...رت ہم لکھ دیتے ہیں تا کہ پڑھنے والے کو اصلیت معلوم ہو جائے ۔ پوری عبارت یوں ہے:

''اصولا آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے اور آپ نے اپنے لیے کسی زمانے میں اہل حدیث کا نام پسند نہیں فرمایا۔ حالانکہ اگر عقائد و تعامل کے لیے دیکھیں تو آپکا طریق حنفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے''

یہاں پر خط کشیدہ الفاظ کو دیکھا جائے تو ڈیانوی غیر مقلدین کے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے کہ کس ...رح یہ لوگ اپنے مطلب کی عبارت لے کر باقی عبارت کو جو ان کی مرضی کے خلاف ہو چھوڑ کر لوگوں کی ...کھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔

آگے چلیے مرزا بشیر احمد مزید لکھتا ہے:

مولوی شیر علی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ باوجود سورۃ فاتحہ کو ضروری سمجھنے کے میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حنفیوں کا عقیدہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش کھڑے ہو کر اس کی تلاوت کو سننا چاہئے اور خود کچھ نہیں پڑھنا چاہئے اور اہلحدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور حضرت صاحب اس مسئلہ پر اہلحدیث کے مؤید تھے۔ مگر باوجود اس عقیدے کے آپ غالی اہلحدیث کی طرح یہ نہیں فرماتے تھے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(سیرت مہدی ص ۴۹، ۵۰ جلد ۲)

یہاں پر صاف اور واضح الفاظ میں مرزا قادیانی کا عقیدہ اور تائید واضح ہوگئی۔ مگر پھر بھی غیر مقلدین

مرزا قادیانی کو حنفی کہنے پر تلے ہوئے ہیں۔

جواب نمبر 2: ارتداد کے بعد مسلک کی بحث

آج تک غیر مقلدین کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کا مسلک حنفی ہونے کے متعلق جتنی بھی روایات بیان کی گئی ہیں۔ وہ تمام کی تمام مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد کے بعد کی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ''براہین احمدیہ'' شائع کرنے کے بعد ہی مرتد ہو گیا تھا۔ جبکہ مرتد ہونے کے بعد کوئی شخص اگر کسی مسلک کی ترجیح کے متعلق بات کرے تو وہ قابل حجت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ شخص ارتداد کے بعد دائرہ اسلام سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ان تمام مسالک سے نکل جاتا ہے جو مسلک اہل اسلام کے شمار کئے جاتے ہیں۔ یہاں پر سوال مرزا غلام احمد قادیانی کے اس مسلک کا ہے جو کہ اس کے ارتداد سے پہلے کا تھا۔ ارتداد کے بعد تو مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے، مسیح موعود ہونے، مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ کیا غیر مقلدین حضرات اس کے ان دعووں کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ غیر مقلدین مرزا قادیانی کے ان جھوٹے دعووں کو کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ جب ان تمام دعووں میں مرزا قادیانی جھوٹا ہے تو لفظ ''حنفی'' کو اگر مرزا قادیانی اور اس کی ذریّت نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے استعمال کیا تھا تو وہ بھی صریحاً جھوٹ ہی تھا۔

آگے چلیے!

مرزا بشیر احمد مرزا غلام احمد قادیانی کے استادوں کے عقاید کے متعلق لکھتا ہے:

''مولوی فضل الٰہی صاحب سے تعلیم پانے کے وقت آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ اس لیے اغلب ہے کہ مولوی فضل احمد صاحب اور مولوی گل علی شاہ صاحب میں سے کوئی صاحب ہوں گے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی فضل الٰہی صاحب قادیان کے رہنے والے تھے اور مذہباً حنفی تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب فیروز والا ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے اور مذہباً اہلحدیث تھے۔ یہ صاحب مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے والد تھے۔ جنہوں نے (مولوی مبارک علی صاحب نے) حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مگر جو بعد وفات حضرت خلیفہ اول فتنہ کی رو میں بہہ گئے۔ تیسرے استاد مولوی سید گل علی شاہ صاحب تھے جو بٹالہ کے رہنے والے تھے اور مذہباً شیعہ تھے''

(سیرت المہدی جلد اول ص ۲۵۱)

یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی ابتدائی نشو ونما اور اٹھان ہی غیر مقلدیت کے
میں پروان چڑھی۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے تینوں استادوں کے مسلک میں اختلاف تھا۔ جس کی وجہ
تقلید کی طرف مائل نہیں تھا۔ خصوصاً دوآخری استاد مولوی فضل احمد جو کہ اہل حدیث تھا اور مولوی سید
شاہ جو کہ شیعہ تھا ان کی تربیت نوجوانی میں مرزا قادیانی کونصیب ہوئی۔ کیونکہ مرزا بشیر الدین نے
الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ مولوی فضل الٰہی حنفی سے جب مرزا نے تعلیم حاصل کی تو اس وقت مرزا قادیانی
بہت چھوٹی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دور مرزا کے بچپنے کا دور تھا جس میں مسلک کی کوئی واضح
سامنے نہیں آسکتی تھی۔

آگے چلیے!

رفیق دلاوری نے رئیس قادیان میں ایک روایت نقل کی ہے:

''میاں عزیز الدین مرحوم نے بتایا کہ مرزا غلام احمد جموں جاتے ہوئے تین چار دن تک
ہمارے محلہ شیخ لال کے قریب پیر حیدر شاہ کے مکان پر قیام فرما رہے۔ جو باوجود اہل حدیث
ہونے کے پیری مریدی کرتے تھے ،مرزا غلام احمد ان دنوں اہل حدیث کی جماعت میں صوفی
صفا کیش کی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے۔ ہم بھی انہیں دیکھنے گئے۔''

(رئیس قادیان جلد اول ص ۸۲)

باب نمبر 3: دعا کے لیے اہل حدیث بزرگ کے پاس جانا

عام طریقہ یہ ہے اگر کسی آدمی کو کسی مسلک کے ساتھ تعلق ہو تو وہ دعا وغیرہ کے لیے بھی اسی
مسلک کے بزرگ کے پاس جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا دلاوری نے رئیس قادیان میں یوں لکھا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ملاقات کے چند روز بعد ،مرزا صاحب امرتسر گئے اور مولوی
عبداللہ مرحوم غزنوی سے ملاقات کی۔ یہ ایک مشہور صوفی المشرب عالم تھے۔ مولوی صاحب
نے ان سے فرمایا تم مسافر معلوم ہوتے ہو مرزا صاحب نے کہا ہاں آپ کا خیال درست
ہے ،مولوی صاحب نے پوچھا کیا نام ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو، کہا ضلع گورداس پور
میں قادیان نام ایک گاؤں ہے وہاں کا رہنے والا ہوں۔ مولوی صاحب نے دریافت فرمایا کہ
یہاں کس طرح آنا ہوا ،مرزا صاحب نے کہا میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ قادیان کے رئیس
ہیں میں پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں نوکر تھا قلیل تنخواہ میں بسر اوقات نہ ہوتی تھی اس لیے

طیاری کر کے مختاری کا امتحان دیا ،لیکن نا کام رہا مولوی صاحب نے پوچھا اب کیا منشاء ہے
مرزا صاحب نے کہا کہ اب نوکری وغیرہ کا تو قصد نہیں محض توکل پر گزارہ کرنا چاہتا ہوں
،رجوعات اور فتوحات کی دعا کا خواست گار ہوں۔آپ دعا فرما دیجئے۔مولوی صاحب نے کہا
تم گھر کے رئیس ہو خدا کا تم پر فضل ہے اگر نیک نیتی سے کام لو تو خدائے برتر اسی میں برکت
دے گا۔مرزا صاحب نے کہا میرا قصد ہے کہ مخالفین اسلام کے رَدّ و ابطال میں کتابیں
لکھوں۔اثبات حقیقت اسلام و کتاب اللہ و سنت خیر الانام لکھ کر شائع کروں اور بقیۃ العمر اسی
شغل میں بسر کروں۔مولوی صاحب نے فرمایا جزاک اللہ نہایت مبارک عزم ہے۔حق تعالی
حسن نیت کی توفیق بخشے اور برکت دے۔آپ کو کیا مشکل ہے۔عنایت ایزدی سے صاحب
اقتدار ہو اور جب تصنیف و اشاعت کا کام چل پڑے گا تو تم پر کچھ بار بھی نہیں رہے گا۔مرزا
صاحب نے کہا یہ ارشاد تو بجا ہے لیکن ابتدا میں اس کام کے لیے روپے کی اشد ضرورت ہے اور
روپیہ کا انتظام سخت دشوار نظر آتا ہے۔جائیداد پر بھی روپیہ نہیں مل سکتا۔کیونکہ وہ پہلے ہی رہن و
مکفول ہے۔اگر خدانخواستہ آج والد کی آنکھیں بند ہو جائیں تو شاید ساری جائیداد فروخت
ہونے پر بھی بار قرض سے سبکدوش نہ ہو سکیں.........اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور مرزا
صاحب قادیان آ کر لاہور کی تیاریاں کرنے لگے۔

(چودہویں صدی کا مسیح ص ۴۸ تا ۵۳ بحوالہ رئیس قادیان جلد اول ص ۳۸)

جواب نمبر 4: مرزا قادیانی کے نزدیک حنفیت کے معنی

دنیا کا اصول ہے کہ اگر کسی کے نظریہ کے متعلق کوئی بات کی جائے تو اسی سے اس کی وضاحت
مانگی جاتی ہے۔ڈاکٹر صاحب اور دیگر غیر مقلدین نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بڑی شدومد کے ساتھ حنفی کہا
ہے۔ہم نے اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی سے رجوع کیا تو اس کی طرف سے جو وضاحت آئی ہے
پیش خدمت ہے:

مرزا قادیانی کے قریبی ساتھی اور اس کے مرنے کے بعد اس کا پہلا خلیفہ بننے والا حکیم نورالدین کو
ایک دفعہ شادی کا شوق ہوا تو اس کے لیے رشتے کی تلاش ہوئی تو اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی
بڑے زور شور کے ساتھ معاونت کی۔اس کے متعلق مرزا قادیانی نے ۲۳ جنوری ۱۸۸۸ء کو حکیم صاحب کے
نام ایک چٹھی لکھی اس میں لکھتا ہے:

اس عاجز نے آں مخدوم کے نکاح ثانی کی تجویز کے لیے کئی جگہ خط روانہ کئے تھے۔ایک جگہ سے جو جواب آیا ہے وہ کسی قدر حسب مراد معلوم ہوتا ہے یعنی میر عباس علی شاہ صاحب کا خط جو روانہ خدمت کرتا ہوں ، اس خط میں ایک شرط عجیب ہے کہ حنفی ہوں ، غیر مقلد نہ ہوں چونکہ میر صاحب بھی حنفی اور میرے مخلص دوست منشی احمد جان صاحب (خدا تعالی ان کو غریق رحمت کرے) جن کی بابرکت لڑکی سے یہ تجویز درپیش ہے پکے حنفی تھے اوران کے مرید جو اس علاقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں سب حنفی ہیں۔اس لیے حنفیت کی قید بھی لگا دی گئی۔ یوں تو حَنِیۡفاً مُسۡلِماً میں سب مسلمان داخل ہیں لیکن اس قید کا جواب بھی معقولیت سے دیا جائے تو بہتر ہے.........مگرانہوں (منشی احمد جان مرحوم) جس اخلاص اور محبت پر قدم مارا تھا آخر تک نبھارہا اور اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کرتے رہے اوردوسرے تیسرے مہینے کسی قدر روپے اپنے رزق خداداد سے مجھے بھیجتے رہے.........چونکہ وہ عالی خیال اور صوفی تھے اس لیے ان میں تعصب نہیں تھا۔ میری نسبت وہ خوب جانتے تھے کہ یہ حنفی تقلید پر قائم نہیں ہے اور نہ اسے پسند کرتے ہیں لیکن پھر بھی یہ خیال انہیں محبت اور اخلاص سے نہیں روکتا تھا۔

(مکتوبات احمدیہ جلد۵ نمبر۲ ص ۵۳،۵۴)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۴۲ تا ۴۴۵ پر ملاحظہ کریں)

اس خط میں دو باتیں واضح ہوگئیں۔ایک یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ ''حنفی'' کے متعلق وضاحت کردی کہ اس کے نزدیک حنفی سے مراد ''حَنِیۡفاً مُسۡلِماً'' ہے۔اس سے حنفی مسلک مراد نہیں۔ بلکہ اس کے نزدیک سب مسلمان اس معنے میں داخل ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ تشریح تمام غیر مقلدین کو مبارک ہو۔اس حساب سے مرزا قادیانی کے ساتھ تمام غیر مقلدین بھی حنفیت میں داخل ہوگئے۔

نیز یہاں پر خط کشیدہ الفاظ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے واضح طور پر اپنے آپ کو ''حنفی'' ہونے سے خارج قرار دیا ہے۔اورواضح الفاظ میں کہا ہے کہ میں حنفی تقلید پر قائم نہیں ہوں۔

جواب نمبر 5: مولانا بٹالوی کی وضاحت

غیر مقلدین کے نزدیک مرزا قادیانی کی ہر وہ بات قابل حجت ہوتی ہے جو کہ علمائے احناف کے خلاف جاتی ہو اور ہر وہ بات جو غیر مقلدین کے خلاف جاتی ہے اس کو وہ یہ کہہ کر رَدّ کردیتے ہیں کہ یہ تو مرزا

ئیوں کا جھوٹا پرپیگنڈا ہے ۔اس لئے ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سب سے قریبی ساتھی اور دست راست (مولانا بٹالوی) اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں۔ان کی بات میں وزن ہوگا۔ کیونکہ وہ مرزا قادیانی کے سفر، حضر اور اس کے ظاہر و باطن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ان کی کہی ہوئی بات حجت ہے۔ چنانچہ ہم یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی کے دست راست جگری وفکری دوست اور غیر مقلدین کے سرخیل جناب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی تحقیق پیش کرتے ہیں جس میں واضح طور پر انہوں نے اپنے طرز عمل اور قول سے ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی ''اہلحدیث'' ہی تھا۔

عملی دلیل: کہ مرزا قادیانی ''اہل حدیث'' تھا

مرزا غلام احمد قادیانی کے 'اہلحدیث' ہونے کی عملی دلیل اس کا وہ نکاح اور رشتہ ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے کروایا۔مولانا بٹالوی نے اہلحدیث خاندان کی ایک لڑکی کا رشتہ مرزا قادیانی سے کروایا اور پھر اس نکاح غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا۔اس پر ان کو ہدیہ کے طور پر ۵ روپے اور مصلّٰی دیا گیا۔گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔مگر پھر بھی اس کی ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے میری شادی سے پہلے حضرت صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کی دوسری شادی دلّی میں ہوگی، چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے پاس اس کا ذکر کیا تو چونکہ اس وقت اس کے پاس تمام اہل حدیث لڑکیوں کی فہرست رہتی تھی، اس لیے اس نے حضرت صاحب کے پاس میر صاحب کا نام لیا، آپ نے میر صاحب کو لکھا۔شروع میں میر صاحب نے اس تجویز کو بوجہ تفاوت عمر ناپسند کیا، مگر آخر رضامند ہو گئے۔اور پھر حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلّی گئے، آپ کے ساتھ شیخ حامد علی اور لالہ ملاوامل بھی تھے، نکاح مولوی نذیر حسین نے پڑھایا، یہ ۲۷ محرم ۱۳۰۲ھ بروز پیر کی بات ہے، اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلّٰے نذر دیا تھا۔''

(سیرت المہدی ص ۵۷ ج ۱)

جواب نمبر 6: اہلحدیث کے نزدیک غیر اہلحدیث کو لڑکی دینا ناجائز ہے

یہاں پر یہ بات بڑے واضح انداز میں آ گئی کہ مرزا قادیانی کا رشتہ اور نکاح مولانا محمد حسین

نے اہلحدیث لڑکی کے ساتھ بڑی ذاتی دلچسپی لے کر کروایا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی بقول غیر مقلدین اگر حنفی تھا تو مولانا بٹالوی اہلحدیث طبقے کے سرخیل تھے۔ مولانا بٹالوی نے اہلحدیثوں کے اتنے بڑے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود ایک غیر اہلحدیث کے ساتھ اہلحدیث لڑکی کی شادی کیوں کرا دی۔ جبکہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا یہ وہ دور ہے جس میں ان کے احناف کے ساتھ بڑے سخت مباحثے اور مناظرے ہوتے تھے۔ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی بہانے احناف کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کی اٹھان میں بنیادی کردار احناف کی مخالفت کا تھا۔ انہی دنوں مولانا بٹالوی احناف کی مخالفت میں اتنے آگے پہنچ گئے تھے کہ انکے نزدیک اہلحدیث لڑکی کا رشتہ کسی حنفی کے ساتھ کرنا جائز نہیں تھا اس لئے کہ اہلحدیثوں کے ہاں حنفیوں کے لیے رشتہ کرنا تقریبا حرام سمجھا جاتا ہے۔ دیکھئے مولانا محمد حسین بٹالوی اس مسئلے میں فرماتے ہیں کہ اہلحدیث حضرات حنفیوں کو اس وقت تک اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے تھے جب تک وہ اہلحدیث نہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس موقعے پر مولانا بٹالوی نے اہلحدیث حضرات کی حیثیت اور پختگی واضح کرنے کے لیے احناف کی طرف سے ''فتاویٰ تاتارخانیاں'' سے ایک واقعہ نقل کر کے بتلایا ہے کہ اہلحدیث حضرات اپنی بیٹی کا رشتہ کسی حنفی کو نہیں دیتے تھے۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

> اسی شرح میں طحطاوی نے ایک اور موقع پر (جہاں انتقال مذہب پر تعزیر کا بیان کیا ہے) فتاوی تاتارخانیاں سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ایک مقلد نے اصحاب الحدیث میں سے ایک شخص کی لڑکی سے نکاح چاہا اس نے کہا کہ تو حنفی مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے الحمد پڑھے اور رکوع (وغیرہ کے وقت) رفع الیدین کرے تو میں تجھے لڑکی دوں گا اس نے ویسا ہی کیا اور نکاح ہو گیا جس پر امام جوزجانی نے جواز نکاح کا فتوی دیا
>
> (اشاعۃ السنہ ص ۸۷ شمارہ ۳ جلد ۷)

اب یہاں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اہلحدیث لڑکی کا رشتہ اسی لیے مرزا قادیانی سے کروایا تھا کیونکہ مرزا قادیانی خود 'اہلحدیث' تھا۔ اگر مرزا قادیانی اہل حدیث نہ ہوتا تو مولانا بٹالوی کسی بھی قیمت پر اس کا رشتہ اہل حدیث لرکی سے نہ کرواتے۔ یہاں پر ہم تفریح طبع کے لیے مولانا عبدالحق بشیر کی دلچسپ تحریر پیش کرتے ہیں جو کہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنی کتاب ''سیف حنفی'' میں لکھی ہے:

''کیا یہ غیر مقلدین کی غیرت کو کھلا چیلنج نہیں کہ ایک حنفی جو بقول اثری گوندلوی سلفی

برادران حنفیوں کا بڑا مناظر تھا۔ غیر مقلدین کے پیشواء و مقتدیٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کی سر توڑ کوششوں اور سفارشوں سے اور غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے نکاح پڑھانے سے ایک غیر مقلد گھرانے کی لڑکی نکاح کر کے لے آیا اور خود غیر مقلدوں نے وہ لڑکی بخوشی و رضا اس کے ساتھ رخصت کی۔ سوچنے کی بات ہے کہ کہیں اس لڑکی کے ساتھ غیر مقلدین کی غیرت بھی تو رخصت نہیں ہوگئی۔''

اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ لڑکی والے عمر کے تفاوت اور دہلی والوں میں پنجابیوں کے خلاف تعصب کا عذر تو پیش کرتے ہیں لیکن ایک بار بھی اس رشتہ سے انکار کے لیے مرزا صاحب کی حنفیت کا عذر بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ غیر مقلدیت کے تعصب کی بنا پر سب سے پہلے عذر مرزا قادیانی کی حنفیت کا بیان کرنا چاہئے تھا۔ ان کی طرف سے مرزا قادیانی کی حنفیت کا عذر نہ کرنا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ مرزا حنفی نہیں بلکہ غیر مقلد تھا۔

(سیف حنفی ص ۲۶۸، ۲۶۹)

جواب نمبر 7: مولانا بٹالوی کی وضاحت کہ سرسید، مرزا قادیانی اور چکڑالوی پہلے اہلحدیث کہلاتے تھے

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اچانک انگریز کی سرپرستی میں ترک تقلید کی تحریک نے زور پکڑنا شروع کر دیا تو اس زورازوری میں اسی تحریک کے راستے سے کئی گمراہ طبقوں نے جنم لیا۔ ترک تقلید کی یہ تحریک اہلحدیث یا غیر مقلدیت کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی تحریک کے ثمرات سے متاثر ہو کر سرسید احمد خان نے نیچری مذہب اختیار کیا۔ اسی کے ثمرات سے لوگ انکارِ حدیث کے فتنہ میں مبتلا ہوئے اور چکڑالوی کہلائے۔ اور اسی تحریک کے نتیجہ میں مرزا قادیانی نے مرزائیت کی بنیاد رکھی۔ اسی کے سائے میں ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک اپنی تحریک کو پروان چڑھاتا رہا۔ چنانچہ جب یہ تینوں تحریکات عروج کی طرف گامزن ہوئیں تو اس وقت اہل علم کی طرف سے اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی کہ یہ تینوں تحریکیں مسلک اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات (سرسید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی، مرزا غلام احمد قادیانی) اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد لدھیانوی فتاویٰ قادریہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

چونکہ یہ شخص (مرزا قادیانی) غیر مقلدین ہند کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا۔ محمد حسین لاہوری نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۱۹)

مولانا محمد لدھیانوی کی یہ تحریر بتلا رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اہل حدیث طبقہ میں ایک اہم رکھتا تھا۔ جبھی تو یہ شور اٹھا تھا کہ یہ طبقے مسلک اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔ چنانچہ مولانا بٹالوی نے اس اس عنوان سے کہ ''کیا چکڑالویت، مرزائیت اور نیچریت وغیرہ مذاہب اہلحدیث کی شاخیں ہیں'' ایک مضمون اشاعت السنہ جلد ۱۹ شمارہ نمبر ۸ میں تفصیلاً لکھا اور فرمایا کہ پہلے یہ لوگ اہلحدیث کہلاتے تھے۔ جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں۔

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے نیچری، مرزائی، چکڑالوی پیدا ہوئے تو قدیم فرقہ اہلحدیث کے حریفوں نے بے چارہ اہلحدیث کو الزام دینا شروع کیا اور کہا:

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

وہ کہتے ہیں کہ نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہلحدیث کہلاتے ہیں اور بانی مذہب سرسید خود بھی اہلحدیث کہلاتا تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہلحدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی جموئی، اور مولوی احسن امروہی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیاں والی لاہور میں جو اہلحدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے اور چٹو و محکم الدین وغیرہ کے (جو اہلحدیث کہلاتے تھے) گود میں نشو ونما پایا اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کواٹر بنایا گیا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوے اور بہت زور سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کچھ تو پرانے مبتدعین، معتزلہ، خوارج وغیرہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے ان میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہ تھا۔ اگر

کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوی تھا تو صرف زبانی یا برائے نام تھا۔ جو آخر چھوڑا گیا۔ اور اب چھوڑا جارہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصول پیروی واتباع اخبار سید المرسلین وآثار سلف صالحین ہے۔ پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصول صرف رائے اور عقلی ڈھکوسلے ہیں کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کی عقلی تاویلات۔ اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے۔ چندروز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔ تو صرف اس مجبوری اور مصلحت کی وجہ سے کہلایا تھا۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بے خبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا۔ سرسید نے قومی حمیت کے جوش میں آکر ڈاکٹر ہنٹر کی رد میں ایک رسالہ لکھا۔ اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہ ہونا بڑے زور سے ثابت کیا۔ اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بن کر گورنمنٹ پر ظاہر کیا کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں۔ مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سرسید کا خلاف مشتہر کیا اور اس کو مسائل نیچریہ قرار دیا تو سرسید نے برملا دعوی کیا کہ میں نیچری۔ میرا باپ دادا نیچری وغیرہ وغیرہ۔

مرزا کے پیر و مولوی جو کسی وقت اہلحدیث کہلاتے تھے۔ وہ بھی برائے نام اہلحدیث کہلاتے تھے۔ اور درحقیقت وہ ان مسائل اسلام کی وجہ سے جو مجہول الکنہ۔ اور عقل انسانی ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے۔ نہ ان کو اس قدرت خداداد علم وفہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کر سکتے۔ اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وسلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے۔ لہذا وہ بحکم۔ گم آں شد کہ دنبال رائی نرفت۔ گم کردہ راہ۔ اور ڈانواں ڈول تھے۔ پھر جب ان کو سرسید مل گئے تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تأویل میں وہ ان کے پیرو ہوگئے۔ اور جان ومال سے ان کے انصار بن گئے۔

پھر جب مرزا پیدا ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ عقلی تأویل وتسویل میں وہ سرسید سے بڑھ کر چلتا پرزا ہے تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیر باد کہہ کر مرزائی مذہب میں داخل ہوگئے اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ انہی کے چیلے

چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں۔وہ محض جاہل اور کندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے۔نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے۔وہ صرف علماء اہل حدیث کی صحبت ومیل جول وپیروی سے پانچوں سواروں میں داخل ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے۔اور حقیقت بحکم العامی لا مذهب له۔یعنی عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے بلکہ وہ پہلے علماء اہل حدیث کے مقلد تھے۔اور پیچھے کر (جب ان کی بے باکیوں اور خودسریوں کی وجہ سے ان کے علماء نے ان کی سربراہی اور ان کی دستگیری چھوڑدی) تو وہ خاکی شاہ کی کتیا کی مانند (جو جس کے چوتڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہو لیے۔اور وہ بھی مرزائیوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ص ۲۵۱ تا ۲۵۴ نمبر ۸ ج ۱۹)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۴۶ تا ۴۵۱ پر ملاحظہ کریں)

اس پورے مضمون یا تحریر میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے واضح طور پر لکھدیا کہ یہ تینوں حضرات سرسید احمد خان عبداللہ چکڑالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے ماننے والے اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے تھے۔ہم آگے چل کر مولانا بٹالوی کی ایک ایسی تحریر پیش کریں گے جس میں بٹالوی صاحب نے بذات خود تسلیم کیا ہے کہ مرزا قادیانی ''اہل حدیث'' تھا۔

قابل توجہ پہلو

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس سے پہلے کسی تحریر میں مرزا غلام احمد قادیانی اور دوسرے حضرات کے مسلک کے متعلق اتنی تفصیل کے ساتھ کہیں نہیں لکھا۔مگر اس تحریر میں ایک قابل توجہ بات ہے۔جو کہ غیر مقلدین کو نظر نہیں آئی یا نہیں آئیگی۔ہم اس کی طرف توجہ دلا دیتے ہیں۔وہ یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے ان تینوں طبقوں کو پرانے مبتدعین معتزلہ، خوارج، وغیرہ میں شمار کیا ہے۔مگر کسی جگہ پر کوئی ایک بھی باریک اشارہ نہیں کیا جس میں کہا گیا ہو کہ ان لوگوں میں کوئی ایک (خصوصا مرزا غلام احمد قادیانی) حنفی تھا۔اگر ان میں سے کوئی ایک بھی حنفی ہوتا تو مولانا بٹالوی بانگ دہل یہ سارا کا سارا ملبہ حنفیوں پر ڈالدیتے۔مگر انہوں نے دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں لکھدیا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ''اہل حدیث'' کہلاتے تھے۔

ایک اور توجہ طلب پہلو

ہم اس سے آگے کی بات بھی لکھ دیتے ہیں تا کہ یہ بھی تشنہ نہ رہے اور کسی کو بات بنانے کا موقعہ نہ ملے۔ مولانا بٹالوی اسی تحریر کے متصل فرماتے ہیں۔

شاید یہاں سوال ہوگا۔ کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری، ومرزائی و چکڑالوی مذہب اہل حدیث کی شاخیں نہیں۔ وہ عقلی مذاہب ہیں اور اہل حدیث سلفی واثری مذہب ہے۔ مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی اور چکڑالوی ہو گئے ہیں۔ وہ اگر مذہباً حنفی، شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری، مرزائی، چکڑالوی نہ ہوتے اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے۔ اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے۔ حنفی مذہب چھوڑ کر لا مذہب بنا دیا۔ جب ہی وہ ڈانواں ڈول پھرتے ہیں اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند پھرتے ہیں۔ بھلا اگر چٹو۔ یا محکم الدین اپنے پرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے۔ اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہل حدیث کی طرف عائد ہوتا ہے۔

اے بادِصبا ایں ہمہ آوردہ تست

یہ جو تحریر ہے مولانا بٹالوی نے خود ایک سوال کی صورت میں گھڑ کے پیش کی ہے۔ چنانچہ اس کا جواب بھی وہ خود ہی دیتے ہیں۔ (از مؤلف)

الجواب = یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر در حقیقت وہم و مغالطہ ہے اور اوھن من بیت العنکبوت یعنی مکڑی کے جالے سے ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چٹو اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علماء اہل حدیث نے چکڑالوی بنایا ہے۔ تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مذہب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا ہے۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لدھانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ ج ۱۹ ص ۲۵۴-۲۵۵)

اس پوری تحریر میں مولانا بٹالوی نے ایک فرضی سوال بنا کر اگر چہ اپنے دفاع میں (پنجابی کا ایک مشہور مقولہ گونگلو (شلجم) سے مٹی جھاڑنے والی بات پر عمل کیا ہے) اس کے باوجود مولانا بٹالوی نے حقیقت حال کو واضح کرتے ہوئے جس کا جو مسلک تھا وہ لکھدیا۔ مثلاً چٹو، محکم الدین سراج الحق اور افتخار احمد کا مسلک حنفی لکھدیا ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی مسلکاً حنفی ہوتا تو مولانا بٹالوی کو اس کے حنفی ہونے کے متعلق لکھنے میں کس بات کا ڈر تھا۔ صاف بات ہے کہ مولانا بٹالوی کو مرزا قادیانی کے ساتھ پرانے تعلقات کی بنیاد پر معلوم تھا کہ مرزا قادیانی کم از کم ''حنفی'' نہیں تھا۔

نیز مولانا بٹالوی نے اس تحریر میں ایک پتے کی بات بتائی ہے۔ وہ یہ کہ چٹو اور محکم الدین جیسے عام ان پڑھ حنفیوں کو علماء اہل حدیث ہی نے چکڑالوی بنایا تھا۔

جواب نمبر 8: مرزا قادیانی اہل حدیث تھا، بٹالوی صاحب کی وضاحت

ابھی مولانا محمد حسین بٹالوی کی جو تحریر اوپر پیش کی گئی ہے اس میں مولانا بٹالوی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتا تھا۔ اس سے آگے چل کر ایک اور تحریر میں بھی بٹالوی صاحب نے اس کو باقاعدہ اہل حدیث تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ بٹالوی صاحب ''اہلحدیث اور ان کا مذہب اور ان کے شناخت کی علامت'' کے عنوان سے جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۵ میں لکھتے ہیں:

ہندوستان میں مذہب نیچریت کے بانی کا زمانہ تصنیف رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر تک یہی ادعا تھا کہ میں اہلحدیث ہوں۔

ان کے شاگرد (مگر نافرماں بردار و سرکش) قادیان کے یرافٹ نے گو ڈائریکٹ (بلا واسطہ) اور بصراحت یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ میں اہلحدیث ہوں مگر ان کے ڈائریکٹ (بواسطہ مشاہیر جماعت خود اور پریکٹیکلی (عملی طور پر) یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اہلحدیث تھا۔

عبداللہ (عرف غلام نبی) بھی ابتداء میں اسی اصول سے اہلحدیث ہی کہلاتا تھا (اس کی تفسیر ملاحظہ ہو) گو اب وہ اہلحدیث کہلانے کو کفر جانتا ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۵ ج ۲۰ ص ۱۵۶)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۲۶۱، ۲۶۲ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر مولانا بٹالوی نے واشگاف الفاظ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ ''اہلحدیث'' ہی تھا۔ حنفی نہیں تھا۔

یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق بٹالوی صاحب نے قادیان کے پرافٹ کی اصطلاح
استعمال کی ہے۔انگریزی میں یہ لفظ نبی کے لئے بولا جاتا ہے۔

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد سے پہلے کا مسلک مولانا محمد حسین بٹالوی سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا۔کیونکہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ بچپن کے اتصال سے لے کر ارتداد کے اختلاف تک کے تمام رازوں کے امین تھے۔مرزا غلام احمد قادیانی کی بچپن کی نادانیاں اور بچپن کی شیطانیاں مولانا محمد حسین بٹالوی کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ان دونوں ساتھیوں نے ایک ہی استاد کے سامنے ایک ہی وقت میں زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔چنانچہ مرزا قادیانی کا مسلک مولانا محمد حسین بٹالوی کے سامنے جس طرح آشکارا تھا اتنی خبر کسی کو بھی نہیں۔اس معاملے میں مولانا محمد حسین بٹالوی ہی حجت ہیں۔دوسرا کوئی نہیں۔چنانچہ اس تحریر میں مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ارتداد سے پہلے کا مسلک کھلے دل اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

جواب نمبر 9: مولانا بٹالوی کی مزید شہادتیں

اب ہم یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے ''اہلحدیث'' ہونے کی مولانا بٹالوی کی طرف سے مزید شہادتیں پیش کرتے ہیں۔آپ گنتے جائیے ہم لکھتے جاتے ہیں۔

مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ کی جلد نمبر ۱۳ میں لکھتے ہیں :

(۱) اہلحدیث جو آپ (مرزا قادیانی) کو اہلحدیث سمجھ کر آپ کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں
(ص ۱۲۹ نمبر ۸)

(۲) کہاں ہیں وہ اہلحدیث جو کادیانی کو اہلحدیث سمجھتے اور پیرو حدیث خیال کرتے ہیں۔
(نمبر ۸ ص ۱۳۱)

(۳) قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے آپ کے اس ماتم کو دیکھیں اور پھر انصاف سے کہیں کہ آپ صحت احادیث صحیحین کے قائل ہیں یا منکر۔
(ص ۱۴۱ نمبر ۸)

(۴) قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے ایمان وانصاف کو کام میں لا کر کہیں کہ وہ صحیح مسلم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۹۰

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایت دوازدہم — جلد بستم

بابت سنہ ۱۳۲۲ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۴ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور

اس رسالہ کی قیمت عموماً عہ سالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو رؤسائے اسلام سے لیجاتی ہے) سو روپیہ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سو چھ روپیہ۔ جن کی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سو ہی تین روپیہ لیے جاتے ہیں۔ اسمیں یہ شرط ہے کہ سالانہ پیشگی دیں۔ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر رغبت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال روان کی ہے۔ سالہائے گذشتہ کی قیمت حسب شرح ذیل ہے۔ جلد یا سال اول لغایت پنجم کی عام سالانہ قیمت عہ۔ جلد یا سال ششم لغایت دوازدہم کی سالانہ تے۔ جلد یا سال سیزدہم لغایت نوزدہم کی سالانہ للعہ۔ خریدار کل کو چہارم حصہ قیمت معاف۔ خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال روان۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیئے:- (۲) نمونہ کا پرچہ بارسال ٹکٹ قیمت یک پرچہ ہر ملسکتا ہے نہ مفت۔ رسالہ پسند نہ ہو تو رسالہ واپس کریں اور ٹکٹ واپس لیں (۳) خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ جو لوگ اپنا نام و مقام بخط وضع نہ لکھینگے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے۔ جواب نہ پائیں گے۔

راقم۔ ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

اس جلد کے مضامین توجہ خاص بہت لوگوں کے لائق ہیں۔ ازانجملہ بعض کے نام یا صفحات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ صفحہ ۸ تا ۲۲۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲ سے ۱۰۶۔ ۲۰۰۔ ۲۱۵ سے ۲۱۷۔ ۲۲۹۔ ۲۴۷ ۳۲۲ وغیرہ۔ شائقین ملاحظہ کفریات مرزا صفحہ ۹ لغایت ۱۱۔ ۱۲۰۔ شائقین ملاحظہ دروغ گوئی مرزا صفحہ ۲۲۔ ۲۴۔ ۴۱۔ ۴۷۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۶۱۔ ۷۱۔ ۷۷ وغیرہ منشی شمس الدین صاحب سکرٹری حمایت اسلام صفحہ ۳۰۔ ۳۱۔ ۴۹ و ۵۸۔ مولوی ثناء اللہ صفحہ ۱۶ تا ۱۹۔ تمیران و عظیمی انجمن نعمانیہ ۲۱۳ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ۲۱۷۔ کونسل جموں ۲۴۱۔ مولوی نعمانی صاحب ۲۳۷

مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

اہل حدیث اور انکا مذہب
اور اُن کے
شناخت کی علامت

ہر خنید مذہب ایک ادعائی امر ہے۔ ہر شخص جس مذہب کو چاہتا ہے اسکا مدعی بن جاتا ہے مشرکین مکہ کا یہہ ادعا تہا کہ ابراہیمی ملت پر ہم ہی ہین اور وہ آنحضرت صلعم اور انکے پیرو مومنین کو صابی (یعنے دین ابراہیم سے خارج) کہتے تہے۔

اہلکتاب عصر نبوی دعوے کرتے کہ مومن ہم ہی ہین اور ہم ہی بہشت مین جاوینگے۔ اور مومنین قرآن کو لائق بہشت نہ جانتے تہے۔

مسلمانون سے فرقۂ **خوارج** مدعی تہا کہ مسلمان ہم ہی ہین اور دوسرے اسلامی فرقون کو دہ خارج از اسلام سمجہتے۔

اسی **جنرل رول** (عام قاعدہ) کے مطابق مذہب اہلحدیث کی نسبت بہت لوگون کا ادعا پایا گیا اور پایا جاتا ہے۔

ہندوستان مین مذہب **نیچریت** کے بانی کا زمانہ تصنیف رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر تک یہی ادعا تہا کہ مین اہلحدیث ہون رسالہ مذکور کا صفحہ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ ان کے **شاگرد** (دیگر نافرمان بدنام وسرکش) قادیان کے **پرافٹ** نے گو ڈائرکٹ (بلا واسطہ) اور بصراحت یہہ دعوی نہین کیا تہا کہ مین اہلحدیث ہون مگر ان کے ان ڈائرکٹ (بواسطہ مشاہیر جماعت خود) اور پریکٹیکل (عملی طور پر) یہہ ثابت کر دیا تہا کہ وہ اہلحدیث تہا۔

عبد اللہ (عرف غلام نبی) چکڑالوی بہی ابتدا مین اسی اصل سے اہلحدیث ہی کہلاتا تہا (اسکی تفسیر ملاحظہ ہو) گو اب وہ اہلحدیث کہلانیکو کفر جانتا ہے مگر اس ادعا کے مقابلہ مین ہر مذہب کے حامیون اور سچے پیروان کو یہہ حق پہنچتا ہے کہ جس شخص کو اپنے مذہب کا حقیقی اور اصلی

کی جملہ احادیث کو صحیح جانتا ہے۔

(ص ۱۴۲ نمبر ۸)

(۵) صرف ایک آپ (مرزا قادیانی) مسلمان پھر اہل سنت پھر اہل حدیث کہلا کر بعض احادیث صحیحین کی صحت سے بعد اتفاق اہلسنت انکاری ہوئے ہیں اور صرف اس انکار کی نظر سے آپ کو کافر نہیں کہا گیا ہاں اس کا چھوٹا بھائی فاسق اور مبتدع تو ضرور کہا جائے گا۔

(ص ۱۴۴ نمبر ۸)

(نوٹ) عجیب بات ہے کہ مولانا بٹالوی نے اسی جلد میں مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے کی تفصیل اوراس کے اوپر دستخط کرنے والوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ مگر یہاں پر اسی جلد میں اس کو کافر نہیں کہہ رہے بلکہ اس کا چھوٹا بھائی، فاسق اور مبتدع لکھ رہے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب یا کوئی غیر مقلد دانش وراس پر روشنی ڈال دے تو ہمارے لیے سمجھنا کچھ آسان ہو جائے گا۔

(۶) اور عوام اہلحدیث پر جو اس کو اہلحدیث اور قائل صحت صحیحین جان کر اس کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(ص ۱۵۳ نمبر ۸)

(۷) اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح و موضوع بناتے ہیں تو آپ کے دام افتادہ اہلحدیث (خصوصاً منشی ناصر نواب خسر شریف اور حافظ محمد یوسف و منشی عبدالحق اور ان کی پارٹی) دام سے نکلتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اہلحدیث کہلاتے ہیں اور آمین بالجہر کرتے ہیں اور آپ کو اہل حدیث سمجھ کر آپ کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(ص ۳۰۲ نمبر ۱۰)

(۸) اور ان لوگوں کی جو آپ کو اہلحدیث سمجھ کر آپ کے دام میں مبتلا ہیں۔

(ص ۳۰۳ نمبر ۱۰)

(۹) موحّدین کے لفظ سے آپ ان لوگوں کو مراد رکھتے ہیں جن کو عام لوگ غیر مقلد یا وہابی کہتے ہیں۔

(ص ۳۰۵ نمبر ۱۰)

اسی طرح مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۱۴ میں یوں رقم فرما ہیں:

(۱۰) ازاں جملہ ایک ہمارے شہر کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر

رسال دار پنشنرز ہیں جن سے ان کے گھر میں بیٹا پیدا ہونے کے لیے دعاء کے وعدہ وامید پر آپ نے پانسو روپیہ یکمشت اور کئی رقمیں متفرق اپنے ایک دلال (جو اہلحدیث کہلاتے اور آمین بالجہر اور رفع الیدین کرتے ہیں اور اس جامہ کے پردہ میں لوگوں پر اعتبار جما کر ان کا صد ہا روپیہ قادیانی کے خزانہ میں جمع کرا چکے ہیں) کے ذریعے سے وصول کی ہیں۔

(ص ۱۱ نمبر ۱)

(۱۱) آپ کے دام افتادہ وہ اہلحدیث جو صرف دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(ص ۵۶ نمبر ۲)

(۱۲) قادیانی کے اس بے باکانہ غوغا و شور اور مزخرفانہ دعاوی کے زور کو دیکھ کر بعض مدعیان علم عربی وقرآن مصداق مثل مشہور ''نیم ملاں خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان'' اور اکثر اردو خوان جو حدیث سے محض بے خبر ہیں اور علوم عربیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے۔ و معہذا علماء سلف و خلف کی تقلید چھوڑ کر نیچری ہو چکے ہیں۔ یا فرقہ اہلحدیث کی طرف منسوب ہو کر و برطبق ع بدنام کنندہ نکونامی چند اس فرقہ کو بدنام کر رہے ہیں تو اسلام کو سلام کر بیٹھے ہیں۔

(ص ۶۱ نمبر ۲)

(۱۳) فرقہ اہلحدیث کے بے عمل مجتہدو جو اس معنی کے دام میں آ کر کادیانی کے پنجے میں پھنس گئے ہو تم تو اب اس معنے کے بیان میں قادیانی کو جھوٹا جان لو اور اس کے اتباع سے دستبردار ہو کر اپنے ایمان کو سنبھالو۔

(ص ۸۸ نمبر ۳)

(۱۴) کادیانی اور اس کے اتباع نے جو مولوی کہلاتے ہیں۔ جیسے حکیم نور الدین بھیروی جمونی اور مولوی محمد احسن امروہی) احادیث مسیح و دجال کو ظنی و محل تاویل بنانے کے لیے جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو غیر قطعی اور اپنے ظاہری معنی سے مصروف ٹھہرا دیا اور حکم و رتبہ اعتقاد کا کچھ لحاظ نہ کیا۔

کادیانی پر تو چنداں افسوس نہیں۔ کیونکہ وہ علوم دینیہ سے محض امی و اجنبی ہے۔ حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن پر سخت افسوس و تعجب ہے کہ انہوں نے کادیانی کی محبت میں اندھے بہرے ہو کر اپنا تھوڑا بہت پڑھا پڑھایا سبھی بھلا دیا اور اپنی مولویت کو ڈبو دیا اور علم کو خاک میں

ملادیا(ص ۱۱۹نمبر ۵)

(نوٹ) یہ دونوں حضرات (حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن امروہی) کٹر غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے تھے

(۱۵)اگر کادیانی اوراس کے تمام اعوان وانصار جو اہلحدیث کہلاتے ہیں۔

(ص ۱۲۵نمبر ۵)

(۱۶) کادیانی نے جو اس وقت قرآن قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقا و جہلا فرقہ اہلحدیث کو دام میں لا رہا ہے۔

(ص ۱۴۴نمبر ۵)

(۱۷) کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والو سوچو کہ وہ اس سوال کے ساتھ اہلحدیث کہلا سکتا ہے۔

(ص ۱۴۸نمبر ۶)

(۱۸)اس سے عام اہل اسلام اور خصوصا اہلحدیث جن کے بعض عوام آپ کے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں۔

(ص ۱۶۰نمبر ۶)

(۱۹) بلکہ صرف اپنے ناظرین خصوصا کادیانی کے سادہ لوح دام افتادہ اہلحدیث معتقدین کو جو اس کو اہلحدیث سمجھ کر اس کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں............ کادیانی اہلحدیث کے ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی نہیں بلکہ وہ در پردہ زندیق (چھپا مرتد) ہے۔وہ اہلحدیث بن کر سادہ لوح اہلحدیث کو زندیق بنانا چاہتا ہے۔

(ص ۲۴۶نمبر ۹)

(۲۰) یہ سب منافقانہ چال اور اہلحدیث کو پھنسانے کے لیے ایک جال نہیں تو اور کیا ہے۔کادیانی کو اہلحدیث اور قائل حدیث جاننے والو اب بھی اس کے منکر صحت صحیحین ہونے میں شک کرو گے۔

(ص ۲۹۷نمبر ۱۰)

(۲۱) کادیانی کو اہلحدیث جاننے والو اب بھی اس کو اہلحدیث کہو گے۔

(ص ۳۱۲نمبر ۱۰)

(۲۲) امید ہے کہ کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والے اور اس دھوکہ سے اس کے دام میں

پھنسنے والے اب اس کو منکر حدیث سمجھ کر اس کے دام سے چھٹکارا پائیں گے۔

(ص ۳۱۸ نمبر ۹)

اسی طرح مولانا بٹالوی اشاعۃ السنہ جلد نمبر ۱۵ میں یوں لکھتے ہیں:

(۲۳) میرے پرانے عزیزو، دوستو ،شاگردو یا شاگردان شاگردو آپ لوگ اپنی میدان محشر کی حاضری کو اور ایمان کو پیش رکھ کر کہو کہ کور باطن کون ہے۔ کادیانی چور.........

میرے اس سوال کے مخاطب خصوصیت کے ساتھ میرے عزیز دوست میر ناصر نواب نقشہ نویس دہلوی ، منشی عبدالحق ، پنشنرا کاؤنٹ لاہوری ، حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر ، مرزا خدا بخش، اتالیق خان صاحب ، محمد علی خان ، رئیس مالیر کوٹلہ (جواب تک ہمارے شاگرد ہونے کے معترف میں (اور خان صاحب محمد علی رئیس مالیر کوٹلہ ہیں) جو دھوکہ میں آ کر کایانی کے دام میں مبتلا ہیں۔

(ص ۱۴۴، ۱۴۵ اش نمبر ۷)

(۲۴) اور یہ امر (ترک تقلید یا پیروی سلف صالحین) جیسا دین داروں کے لیے گناہ ہو جانے کا موجب ہے۔ ایسا اور کوئی سبب ضلالت نہیں ہے۔ اسی سبب سے کادیانی کے دام میں وہ لوگ پھنس گئے ہیں جو کم علم و بے علم ہو کر اہل سنت و جماعت کی تقلید یا پیروی سے آزاد ہو کر مجتہد کہلاتے تھے۔

(ص ۲۸۱ اش نمبر ۱۱)

اسی طرح اشاعۃ السنہ کی جلد نمبر ۱۶ میں یوں رقم فرما ہیں:

(۲۵) تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور میں ایک شخص قطب الدین واعظ ساکن موضع بدوملی (جو اس عاجز کا شاگردان شاگرد ہے اور بدقسمتی سے اور کم علمی کی وجہ سے کادیانی کے دام پھنس گیا ہوا ہے) کادیانی کی تائید میں برسر بازار واعظ کہتا پھرتا تھا۔

(ص ۱۹۳ اش نمبر ۶)

لیجئے!! قادیانی کے 'اہلحدیث' ہونے کی شہادت مولانا محمد حسین بٹالوی دے رہے ہیں جو کہ تمام غیر مقلدین کے سرخیل ہیں۔ ڈیانوی غیر مقلدین اور تمام غیر مقلدین بشمول ڈاکٹر صاحب اپنے سرخیل کی عبارتوں کو پڑھتے جائیں اور دیکھتے جائیں کہ مولانا بٹالوی کے ان فرمودات میں کہیں بھی قادیانی کے "حنفی" ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ یہ اہلحدیث ہے یا اہل حدیث بن کر لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے

جہلا و علماء اہلحدیث اس کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں جیسے کہ خود بھی مولانا اس سے پہلے پھنسے رہے اور پھر میں پھنس گئے۔

باب نمبر 10: مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی دونوں ''اہلحدیث حنفی''

مرزا قادیانی کی عبارات جو حنفی مسلک کی تائید میں غیر مقلدین لیے پھرتے ہیں ان کی اصلیت یہ ہے کہ یہ دو دوستوں کا ایک مشترکہ پروگرام تھا۔ کیونکہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ میں ''اہلحدیث حنفی'' ہوں۔ اسی طرح مرزا قادیانی بھی ارتداد کے بعد کہیں کہیں اسی طرح کی باتیں کرتا تھا۔ یہ دو دوستوں قادیانی اور مولانا بٹالوی کے مشترکہ پروگرام کی عملی شکل ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کچھ وہ مجہول عبارتیں جن میں ارتداد کے بعد اس نے کہیں کہیں اپنی تصنیفات میں لفظ 'حنفی' کو استعمال کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ 'حنفی' تھا۔ کیونکہ عملی طور پر اس نے ہمیشہ ''اہلحدیث'' ہونے کا ثبوت دیا۔ اگر مرزا قادیانی نے ارتداد کے بعد کسی مقام پر لفظ 'حنفی' لکھا ہے تو وہ اسی قسم میں تھا جیسے مولانا بٹالوی اپنے آپ کو ''اہلحدیث حنفی'' کہتے تھے۔ جس کی تفصیل مولانا بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد نمبر ۲۱ سے لے کر جلد نمبر ۲۳ تک پڑھی جا سکتی ہے۔ اس میں مولانا بٹالوی نے تفصیل اپنے آپ کو اور اپنے شیخ الکل میاں نذیر حسین کو ''اہلحدیث حنفی'' لکھا ہے۔

اس کی جھلک ملاحظہ ہو:

مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں۔

<u>حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے۔ وہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے اور حنفی بھی کہلاتے تھے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون و شروح اور فتاویٰ پر فتویٰ دیتے تھے...........اور خاکسار خود اس مشورہ پر عمل کر چکا ہے۔ مجھ سے کوئی میرا مذہب پوچھتا ہے تو میں یہی کہتا ہوں کہ میں اہلحدیث حنفی ہوں۔ اولاً حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ اور اس کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال کرتا ہوں۔ فیا لیت قومی یعلمون و بما قلت لھم یعملون</u>

(اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۲۱ ص ۴۷)

اسی قسم کا ایک مضمون مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد ۲۳ میں بھی بیان کیا ہے۔ مختصرا

ملاحظہ ہو۔

میں نے جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ مین جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ رسالہ سبیل الرشاد مولوی رشید احمد صاحب و رسالہ الارشاد مولوی ابو یحییٰ محمد صاحب پر ریویو اور محاکمہ کرتے ہوئے مولوی رشید احمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ خاکسار کو جو سبیل الرشاد میں کئی جگہ سرگروہ فرقہ غیر مقلدین کہا گیا ہے۔ یہ مجھے ناگوار گزرا ہے۔ ہم لوگ جو اس گروہ سے علم کی طرف منسوب ہیں۔ منصوصات میں قرآن وحدیث کے پیرو ہیں۔ اور جہاں نص نہ ملے وہاں صحابہ تابعین و آئمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔ خصوصاً آئمہ مذہب حنفی کی جن کے اصول فروع کی کتب ہم لوگوں کو مطالعہ میں رہتی ہیں۔ اگر ہم کو عام مسلمانان اہل سنت سے ممتاز کر کے کوئی خصوصیت کے ساتھ خطاب دینا ہے تو اہلحدیث کا خطاب دیا جاوے۔ اس سے بھی زیادہ خصوصیت کرنی ہو تو ''اہلحدیث حنفی'' کہا جائے۔ مجھ سے کوئی میرا مذہب پوچھتا ہے تو میں بھی کہتا ہوں کہ میں ''اہلحدیث حنفی'' ہوں۔ اولاً حدیث پر عمل کرتا ہوں اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں، پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال عمل کرتا ہوں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۲۳ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

(ان کا عکس صفحہ نمبر ۴۵۲ تا ۴۵۶ پر ملاحظہ ہو)

یہاں پر واضح ہو گیا کہ غیر مقلدین کی یہ رٹ کہ مرزا قادیانی اپنی تحریرات میں فقہ حنفی کو ترجیح دیتا اس لیے وہ حنفی تھا یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ تو دو جگری و فکری دوستوں کا مشترکہ عقیدہ تھا۔ اگر مرزا قادیانی کو کی مجہول تحریرات یا اقوال سے حنفی کہا جا سکتا ہے تو مولانا بٹالوی بدرجہ اولیٰ حنفی تھے مگر ان کو اہلحدیثوں فہرست سے نکال کر حنفی نہیں کہا جاتا۔

اسی ضمن میں مشہور غیر مقلد عالم حافظ محمد عبداللہ روپڑی کے ایک سوال کا جواب یہاں پر ذکر جاتا ہے جو کہ انہوں نے فتاویٰ اہلحدیث میں دیا ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم جس معنی سے ''حنفی اہلحدیث'' کہلائے اس معنی سے تقلید شخصی کی شرعی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ کیونکہ اہل حدیث کے ساتھ حنفیت کے اضافے کا صرف یہ مطلب ہے کہ جو مسئلہ قرآن وحدیث سے نہ ملے اس میں اپنی رائے سے کسی امام کا قول لینا

بہتر ہے۔ ہندوستان میں حنفی مذہب چونکہ زیادہ مروّج ہے اس لیے انہی کی موافقت ان کو انسب معلوم ہوئی۔ اس کا حاصل یہ کہ کوئی اور مذہب زیادہ مروّج ہوتا تو اس کی موافقت کرتے۔ تقلید شخصی شرعاً کوئی شے نہیں۔

(فتاوی اہلحدیث ص ۱۰۹ جلد ۱)

اب یہاں پر تمام غیر مقلدین غور فرمائیں کہ صرف مرزا قادیانی ہی نے ارتداد کے بعد لفظ ''حنفی'' کو ...ل نہیں کیا بلکہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے دوست کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی ''اہلحدیث حنفی'' کہتے ... عجیب بات ہے کہ مولانا بٹالوی اپنے آپ کو اہلحدیث حنفی کہنے کے باوجود اہلحدیث ہی رہے۔ مگر مرزا ...نی غیر مقلدین کے نزدیک حنفی بن گیا۔

...اب نمبر 11: مرزا قادیانی کے بارے میں بزرگان اہلحدیث کے مکاشفات

مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک کے بارے میں ہم سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اور واضح کر چکے ... کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹی نبوت کے دعوے سے پہلے مسلکاً اہلحدیث تھا اور جھوٹی نبوت کے دعوے ... بعد بھی اس کی فقہ میں تمام احکام اہلحدیث فقہ کے مطابق ہیں۔ اب ہم یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی ...اکٹر بہاؤ الدین صاحب کے ہم مسلک بزرگوں کے ان مکاشفات کا ذکر کرتے ہیں جو کہ ان کو مرزا ...حمد قادیانی کی سچائی کے بارے میں ہوئے۔

غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی ہی ابتداء میں صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی زلفِ ...دیت کے اسیر نہیں تھے اور صرف بٹالوی صاحب نے ہی مرزا قادیانی کے ''براہین احمدیہ'' میں شائع ...ہ الہامات کی تائید وتوثیق نہیں کی بلکہ غیر مقلدین کے بڑے بڑے بزرگوں نے بھی مرزا قادیانی کے ...متعلق خواب اور کشف کے ذریعے سے پیش گوئیاں کی تھیں اور ان خواب اور مکاشفات میں مرزا قادیانی ...کے متعلق مختلف بشارتیں دی تھیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

مرزا غلام احمد قادیانی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے:

ازانجملہ بعض مکاشفات مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ہیں۔ جو اس عاجز کے زمانہ ظہور سے پہلے گزر چکے ہیں۔ چنانچہ ایک یہ ہے کہ آج کی تاریخ ۱۷ جون ۱۸۹۱ء سے عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب جو ایک مرد صالح بے ریاہ متقی اور متبع سنت

اور اول درجہ کے رفیق اور مخلص مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ہیں۔وہ قادیان میں اس عاجز کے پاس آئے اور باتوں کے سلسلے میں بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے کشف سے ایک پیش گوئی کی تھی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔فقط.........ایسا ہی فروری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور منشی محمد یعقوب صاحب برادر حافظ محمد یوسف نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے ایک دن میں نے سنا کہ وہ آپ کی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ معمور کئے جائیں گے۔

(ازالہ اوہام ،حصہ دوم ص ۲۸۶، ۲۸۷۔۔ناشر بک ڈپو تالیف قادیان)

یہاں پر غور فرمائیں کہ غیر مقلدین کے ایک معروف بزرگ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود کے اظہار سے پہلے ہی اس کے متعلق اپنے مکاشفات میں مرزا غلام احمد قادیانی کو آسمان کا نور کہہ دیا اور دوسرے صاحب کو فرمادیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک عظیم الشان کام کے لئے معمور کئے جائیں گے۔اس کے متعلق ہم کیا کہیں۔ڈاکٹر صاحب ہی غور فرما سکتے ہیں۔

نوٹ: قارئین کرام یہ دونوں راوی حافظ محمد یوسف اور منشی محمد یعقوب صاحب اہلحدیث تھے۔شروع میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے پکے عقیدت مند تھے۔۱۸۹۲ء کے بعد جا کر یہ لوگ مرزائیت سے تائب ہوگئے تھے۔

جواب نمبر 12: ایک اور مکاشفہ

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ:

''از انجملہ ایک کشف ایک مجذوب کا ہے جو اس زمانے سے ۳۰ یا ۳۱ برس پہلے اس عالم بے بقا سے گزر چکا ہے جس شخص کی زبان سے میں نے یہ کشف سنا ہے وہ ایک معمر سفید ریش آدمی ہے جس کے چہرے پر آثار صلاحیت وتقویٰ ظاہر ہے۔جس کی نسبت اس کے جاننے والے بیان کرتے ہیں کہ یہ درحقیقت راست گو اور نیک بخت اور صالح آدمی ہیں۔یہاں تک کہ مولوی عبدالقادر مدرس جمال پور ، ضلع لدھیانہ نے جو ایک صالح آدمی ہے اس پیر سفید ریش آدمی کی بہت تعریف کی کہ درحقیقت یہ شخص متقی اور متبع سنت اور راست گو ہے۔اور نہ صرف انہوں نے آپ ہی کی تعریف کی بلکہ اپنی ایک تحریر میں یہ بھی لکھا کہ مولوی محمد حسن

صاحب رئیس لدھیانہ کے جو گروہ موحّدین (اہلحدیث) میں سے ایک منتخب اور شریف اور غایت درجہ کے خلیق اور بردبار اور ثقہ ہیں جن کے والد صاحب مرحوم کا جو ایک باکمال بزرگ تھے یہ سفید ریش بوڑھا ،قدیمی دوست اور ہم قوم اور پرانے زمانہ سے تعارف رکھنے والا ہے.........اب وہ کشف جس طور سے میاں کریم بخش موصوف نے اپنے تحریری اظہار میں بیان کیا اس اظہار کی نقل مع ان تمام شہادتوں کے جو اس کاغذ پر ثبت ہیں ذیل میں ہم لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

میرا نام کریم بخش والد کا نام غلام رسول قوم اعوان ساکن جمال پور اعوانہ تحصیل لدھیانہ ،پیشہ زمینداری عمر تقریبا ۶۴ سال ،مذہب موحّد اہلحدیث حلفاً بیان کرتا ہوں کہ عرصہ تخمیناً تیس یا اکتیس سال کا گزرا ہو گا یعنی سمت ۱۹۱۷ میں جب کہ سن سترہ کا ایک مشہور قحط پڑا تھا۔ایک بزرگ گلاب شاہ نام جس نے مجھے توحید کا راہ سکھلایا اور جو بباعث اپنے کمالات فقر کے بہت مشہور ہو گیا تھا اور دراصل باشندہ ضلع لاہور کا تھا ہمارے گاؤں جمال پور آ رہا تھا اور ابتداء میں ایک فقیر سالک اور زاہد اور عابد تھا اور اسرار توحید اس کے منہ سے نکلتے تھے لیکن آخر اس پر ایک ربودگی اور بے ہوشی طاری ہو کر مجذوب ہو گیا اور بعض اوقات قبل از ظہور بعض غیب کی باتیں اس کی زبان پر جاری ہوتیں اور جس طرح وہ بیان کرتا آخر اسی طرح پوری ہو جاتیں.........اس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گزرا ہو گا مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور قرآن کی رُو سے فیصلہ کرے گا اور کہا کہ مولوی اس سے انکار کریں گے ۔پھر کہا کہ مولوی انکار کر جائیں گے۔تب میں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیا قرآن میں بھی غلطیاں ہیں ،قرآن تو اللہ کا کلام ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پر تفسیریں ہو گئیں اور شاعری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پر مبالغہ کر کے حقیقتوں کو چھپایا گیا۔جیسا شاعر مبالغات پر زور دے کر اصل حقیقت کو چھپا دیتا ہے) پھر کہا کہ جب وہ عیسیٰ آئے گا تو فیصلہ قرآن سے کرے گا۔پھر اس مجذوب نے بات کو دوہرا کر یہ بھی کہا تھا کہ فیصلہ قرآن پر کرے گا اور مولوی انکار کر جائیں گے اور پھر یہ بھی کہا کہ انکار کریں گے اور جب وہ عیسیٰ لدھیانہ میں آئے گا تو قحط بہت پڑے گا۔پھر میں نے پوچھا کہ عیسیٰ اب کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ بیچ قادیان کے۔یعنی قادیان میں تب

میں نے کہا کہ قادیان تو لدھیانہ سے تین کوس ہیں وہاں عیسیٰ کہاں ہے۔ (لدھیانہ کے قریب ایک گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے)اس کا انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ضلع گورداس پور میں بھی کوئی گاؤں ہے جس کا نام قادیان ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کعبہ پر اتریں گے تب انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ تو مرگیا ہے اب وہ نہیں آئے گا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ مرگیا ہے ہم بادشاہ ہیں جھوٹ نہیں بولیں گے اور کہا کہ جو آسمانوں والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آیا کرتے۔

المظہر

میاں کریم بخش بمقام لدھیانہ محلہ اقبال گنج

۱۴جون ۱۸۹۱ء روز شنبہ

(ازالہ اوہام ،حصہ دوم ،ص ۲۸۸،۲۸۹۔۔۔۔۔بک ڈپو تالیف قادیان ۹۲۹

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک لمبی فہرست گواہوں کی لکھی ہے جنہوں نے اس وقت میاں کریم بخش کے اس بیان پر تصدیقی دستخط کئے تھے۔ آگے مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اس بیان کے بعد پھر میاں کریم بخش نے بیان کیا کہ ایک بات میں بیان کرنے سے رہ گیا اور وہ یہ ہے کہ اس مجذوب نے مجھے صاف صاف یہ بھی بتلا دیا تھا کہ اس عیسیٰ کا نام غلام احمد ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۶۳)

اور پھر اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے میاں کریم بخش کے ثقہ ہونے اور ایک مرد صالح ہونے کے متعلق مختلف حضرات کی تصدیقی گواہی ڈالی ہے جن میں غیر مقلدین کے سرگروہ مولانا محمد حسن رئیس اعظم لدھیانہ کے بھائی امیر علی ولد نبی بخش اعوان ساکن لدھیانہ کے بھی بطور گواہ کے دستخط ہیں۔

یہاں پر میاں کریم بخش نے اپنے آپ کو اہلحدیث کہا ہے اور جس مجذوب کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق کہا ہے کہ میں نے اس سے توحید کی راہ سیکھی اور اسرار توحید اس کے منہ سے نکلتے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مجذوب صاحب بھی میاں کریم بخش کے مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ غیر مقلدین صرف اپنے آپ ہی کو موحد کہتے ہیں۔

اب یہاں پر ہم کیا کہیں ڈاکٹر صاحب ہی کچھ فرما سکتے ہیں۔

آگے چلئے:

جواب نمبر 13: پیر آف جھنڈا سندھ کا کشف

صوبہ سندھ پاکستان میں حیدر آباد شہر کے قریب ایک بستی ہے وہاں پر غیر مقلدین کے بزرگوں کی ایک پرانی گدّی ہے جس کو عام طور پر پیر جھنڈا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی بستی کے ایک پیر صاحب جو کہ پیر سید اشہد الدین جھنڈے والے کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں ''پیر صاحب العلم'' کے نام سے لکھا ہے۔

علم، عین اور لام کی زبر اور میم کی جزم کے ساتھ جو لفظ بنتا ہے اس کا معنی اردو میں جھنڈا ہے۔

ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اور دوسرے پیر صاحب العلم ہیں جو بلاد سندھ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں۔ جن کے مرید ایک لاکھ سے کچھ زیادہ ہوں گے اور باوجود اس کے وہ علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور علماء راسخین میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے میری نسبت گواہی دی ہے وہ یہ ہے۔

''یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو عالم کشف میں دیکھا۔ پس میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے پس اگر آپ یہ کہیں کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پاؤ گے۔''

یہ وہ باتیں ہیں جو ان کے خلیفہ عبداللطیف مرحوم اور شیخ عبداللہ عرب نے زبانی بھی مجھے سنائیں اور اب بھی میرے دلی دوست سیٹھ صالح محمد حاجی اللہ رکھا صاحب جب مدراس سے ان کے پاس گئے تو انہیں بدستور مصدّق پایا۔ بلکہ انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو اپنے دعویٰ میں حق پر جانتا

ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا ہے اور ان کے صاحب زادہ صاحب نے کہا کہ جب میرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں۔

(سلسلہ تصنیفات جلد ششم ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰۷،۴۷)

اوّل مکفرّین کا راگ

لگتا ہے کہ غیر مقلدین کو ابھی تک مرزا غلام احمد قادیانی سے بڑی محبت ہے۔ جبھی تو یہ حضرات اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے مرزا قادیانی کے اقوال تلاش کر کے اپنی کتابوں کو ان سے سیاہ کرتے ہیں اور علمائے لدھیانہ کے متعلق تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے لیے ان کو استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں صفحہ ۱۴۲ سے لے کر صفحہ ۱۵۱ تک کیا ہے۔ ان صفحات میں ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے ان اقوال کو پیش کیا ہے جس میں مرزا قادیانی نے مختلف مقامات پر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب کو اوّل مکفرّین قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کو کاٹ چھانٹ کر اپنی مرضی کے مطابق مولانا بٹالوی کو اوّل مکفرّین قرار دے کر ہیرو بنانے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ غور کیا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا مقصد یہ نہیں بلکہ اس نے ان تحریرات کو اپنے زاویے سے اپنی ان تمام پیشگوئیوں کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ اس نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں کی تھیں اور جن پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے ان پیش گوئیوں کے حق ہونے پر ریویو لکھا تھا۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی کیا کہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہم ان میں سے کچھ عبارات کو بغیر کاٹے اور بغیر چھانٹے پیش کرتے ہیں تا کہ اصلیت معلوم ہو سکے۔

سب سے پہلے ہم ڈاکٹر صاحب کی لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے کئی مقامات پر کاٹ چھانٹ کی ہے۔ پھر اس کے بعد ہم اس تحریر کو مکمل پیش کریں گے۔ بعد میں بتلائیں گے کہ کہاں کہاں پر ڈاکٹر صاحب نے کاٹ چھانٹ کی۔

یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے ، کہے گا کہ میرے لئے اس فتنے کی آگ بھڑکا .... مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتوے دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ مولوی محمد حسین .... جو اوّل مکفرّین بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی

شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے۔ (روحانی خزائن تحفہ گولڑویہ جلد ۱۷ص ۲۱۵)

(تحریک ختم نبوت ص ۱۴۴،۱۴۵)

اصل تحریر یہ ہے:

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَتَبَّ اس موذی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مظہر جمال احمدی یعنی احمد مہدی کا مکفّر اور مکذّب اور مہین ہوگا۔ چنانچہ آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۵۱۰ میں یہی آیت بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے اور وہ الہام جو صفحہ مذکورہ کی ۱۱۹اور ۲۲ سطر میں ہے یہ ہے۔

''اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْ کَفَّرَ. اَوْقِدْ لِیْ یَاھَامَانُ. لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ عَلٰی اِلٰہِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَا ظُنُّہٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ. تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَ تَبَّ مَا کَانَ لَہٗ اَنْ یَدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا وَمَا اَصَابَکَ فَمِنَ اللّٰہِ''

یعنی یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑ سکے ، کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ بھڑکا۔ یعنی ایسا کر اور اس قسم کا فتویٰ دے دے کہ تمام لوگ اس شخص کو کافر سمجھ لیں۔ تا میں دیکھوں کہ اس کا خدا سے کیا تعلق ہے یعنی یہ جو موسیٰ کی طرح اپنا کلیم اللہ ہونا ظاہر کرتا ہے کیا خدا اس کا حامی ہے یا نہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے (جب کہ اس نے یہ فتویٰ لکھا) اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا۔ مگر ڈرڈر کر اور جو رنج تجھے پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ پیش گوئی قریباً فتویٰ تکفیر سے بارہ برس پہلے ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہو چکی ہے۔ یعنی جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے۔ اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کے مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اوّل مکفّرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی

تھے۔اس جگہ سے خدا کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔کہ ابھی اس فتویٰ کا نام ونشان نہ تھا۔بلکہ مولوی محمد حسین صاحب میری نسبت خادموں کی طرح اپنے تئیں سمجھتے تھے۔اس وقت خداتعالیٰ نے یہ پیش گوئی فرمائی جس کو کچھ بھی حصہ عقل اور فہم ہے وہ سوچے اور سمجھے کہ کیا انسانی طاقتوں میں یہ بات داخل ہوسکتی ہے کہ جوطوفان بارہ برس کے بعد آنے والا تھا جس کا پرزور سیلاب مولوی محمد حسین جیسے مدعی اخلاص کو درجہ ضلالت کی طرف کھینچ لے گیا اور نذیر حسین جیسے مخلص کو جو کہتا تھا کہ ''براہین احمدیہ'' جیسی اسلام میں کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔اس سیلاب نے دبالیا......اور یہ تفصیل اس الہام کے ذریعے سے کھلی ہے جو آج سے بیس برس پہلے ''براہین احمدیہ'' میں درج ہوکر کروڑہا انسانوں یعنی عیسائیوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں شائع ہوچکا تھا۔اس لئے یہ تفسیر سراسر حقانی ہے اور تکلف اور تصنع سے پاک ہے اور ہر ایک صاحب عقل وانصاف کو اس بات میں شبہ نہ ہوگا کہ جب کہ خدا کے الہام نے آج سے بیس برس پہلے اس عظیم الشان پیش گوئی میں جو ''براہین احمدیہ'' کے صفحہ ۵۱۰ میں درج ہے اور کمال صفائی سے پوری ہوچکی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۱،۱۲۲۔مطبع ضیاء الاسلام،قادیان)

یہاں پرغور فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب نے مرزاغلام احمد قادیانی کی اس تحریر میں سے یہ الفاظ:

(۱) یہ پیش گوئی قریباً فتویٰ تکفیر سے بارہ برس پہلے ''براہین احمدیہ'' میں شائع ہوچکی ہے۔

(۲) سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب تمام پنجاب اور ہندوستان سے شائع ہوچکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اوّل مکفرّین بنے۔کاٹ کر باقی کو شائع کردیا ہے۔اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔

آگے چلیے!

(۳) آج سے چھبیس برس پہلے ان دونوں صاحبوں کو بطور پیش گوئی کے فرعون اور ہامان کہا گیا ہے۔چنانچہ ''براہین احمدیہ'' کے ص ۵۱۰،۵۱۱ میں یہ عبارت درج ہے۔وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِی .... یاد کروہ زمانہ جب کہ ایک فرعون تجھے کافر ٹھہرائے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ تو تکفیر کی آگ بھڑکا دے یعنی ایسا تیز فتویٰ لکھ کہ لوگ اس فتویٰ کو دیکھ کر اس شخص کے جانی دشمن ہوجائیں اور کافر سمجھنے لگیں۔تاکہ میں دیکھوں کہ موسیٰ کا خدا اس کی کچھ مدد کرتا ہے یا نہیں اور میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں......... اب اس جگہ آنکھ کھول کر دیکھ لو

خدا نے مجھے اس جگہ موسیٰ ٹھہرایا اور مستفتی اور مفتی کو فرعون اور ہامان ٹھہرایا۔ (روحانی خزائن جلد۲۲ حقیقت الوحی ۹۔۳۶۷)

(تحریک ختم نبوت ص ۱۴۶، ۱۴۷)

(۳) مکفرّ سے مراد مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیونکہ اس نے استفتاء لکھ کر نذیر حسین کے سامنے پیش کیا اور اس ملک میں تکفیر کی آگ بھڑکانے والا نذیر حسین ہی تھا۔ اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے جو فوت ہو چکا ہے اور یہ پیش گوئی ۲۵ برس کی ہے کہ ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے اور یہ اس زمانے میں شائع ہو چکی ہے۔ جب میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نہیں نکلا تھا۔ تکفیر کے فتویٰ کا بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا۔ جس کا نام خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا اور تکفیر سے ایک مدت دراز پہلے یہ خبر دے دی جو ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے۔ (روحانی خزائن جلد۲۲، حقیقت الوحی ص ۸۴،۸۳)

(تحریک ختم نبوت ص ۱۴۸، ۱۴۹)

یہ وہ تحریریں تھیں جو ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیں اور کچھ کانٹ چھانٹ کر کے لکھیں۔ نیز ان دو آخری تحریروں میں ڈاکٹر صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں کہ یہ پیش گوئیاں براہین احمدیہ کے فلاں فلاں صفحے پر اور اتنے اتنے سال پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

ہم اختصار سے بچنے کے لئے انہیں تحریرات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

یہ جو عبارتیں ڈاکٹر صاحب نے لکھی ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ یہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں اور ہم لوگ تاریخ کے اخفاء کے قائل نہیں سوال یہ ہے ڈاکٹر صاحب یہاں پر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات میں مولانا بٹالوی کو اوّل مکفرّین قرار دیا ہے اس کے علاوہ تو کچھ نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جائے کہ آپ نے جو کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کے نام سے لکھی ہے اس کا مقصد مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کو سچا ثابت کرنا ہے یا جھوٹا۔ ہم ڈاکٹر صاحب پر حسن ظن رکھتے ہوئے یہی کہیں گے کہ اس کتاب کا مقصد مرزا قادیانی کو اس کی پیشگوئیوں کے معاملہ میں جھوٹا ثابت کرنا ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اوّل مکفرّین کے معاملہ میں مرزا قادیانی کی جو تحریرات پیش کی ہیں ان میں تو وہ سچا ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ بار بار ان عبارتوں میں کہہ رہا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے ان کے متعلق

میں اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے فلاں فلاں صفحہ پر اتنے اتنے برس پہلے لکھ چکا ہوں اور اس کتاب (براہین احمدیہ) کو انہی پیش گوئیوں سمیت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک مثالی کتاب فرمایا تھا اور کہا تھا کہ ایسی کتاب تاریخ اسلام میں آج تک شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کا علم نہیں اور پھر عجیب بات ہے کہ اول مکفرؔ ہونے کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کی ''براہین احمدیہ'' میں لکھی گئی تمام پیش گوئیاں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ہاتھوں ہی پوری ہوئیں۔

گزشتہ صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے کہ ''براہین احمدیہ'' کی تصنیف اس کی اشاعت اور اس کو مقبول عام بنانے میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے کتنی گراں قیمت خدمات سرانجام دی تھیں اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو خود اس کا اقرار ہے۔ تو ایسی حالت میں ڈاکٹر صاحب مرزا قادیانی کی یہ تحریرات لوگوں کے سامنے پیش کر کے کس کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو یا مولانا محمد حسین بٹالوی کو یا دونوں کو۔

علماء لدھیانہ نے جب مرزا غلام احمد قادیانی پر ۱۸۸۴ء میں ''براہین احمدیہ'' کے مطالعہ کے بعد کفر کا فتویٰ دے دیا تھا تو اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کسی پیش گوئی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس فتوے کی مخالفت میں مولانا بٹالوی نے کھل کر لکھا۔ اور اس فتوی کی تردید اور براہین احمدیہ کی تصدیق میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کسی تحریر میں علماء لدھیانہ کے متعلق اپنی کسی پیش گوئی کا اس انداز میں ذکر نہیں کیا جس انداز میں اس نے بٹالوی صاحب کے متعلق بار بار لکھا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کو معلوم تھا کہ جو کھیل وہ اور مولانا بٹالوی کھیل رہے ہیں اس میں حق پرست علماء لدھیانہ شامل نہیں ہوں گے اسی لئے علماء لدھیانہ کے ۱۸۸۴ء کے فتوی تکفیر سے لے کر ۱۸۹۱ء تک مرزا غلام احمد قادیانی خاموش رہا۔ پھر اچانک مولانا بٹالوی کے فتویٰ تکفیر کے بعد بول اٹھا۔ ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی نہ جانے کیا کیا گل کھلا رہی ہے اور آگے کیا کیا کھلائے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کی یہ تحریرات پیش کر کے قادیانیوں کی دانستہ یا نادانستہ مدد کی ہے اور مرزا قادیانی کی ان تحریرات کو پیش کر کے سچا بنا دیا اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو اس کا آلہ کار ثابت کیا ہے۔

جیسا کہ قادیانیوں کی ایک کتاب تذکرہ میں یہ عبارت درج ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ صلوۃ والسلام نے فرمایا اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی پس اللہ تعالی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے۔ یہ اس کیلئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس

کافرعون نام رکھا گیا ہے۔اس نے بھی آخر یہی کہنا تھا کہ آمَنتُ بِالَّذِی آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْل اس لئے اس کے لئے بھی آمَنتُ بِالَّذِی کا وقت مقدر ہے۔اس پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے فرمایا یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا۔کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضوء کرایا۔غرض بڑا اخلاص ظاہر کرتا تھا۔کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں آ کر رہوں۔مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا اس کے بعد اسے یہ ابتلاء پیش آ گیا۔کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

(حاشیہ تذکرہ ص ۲۹۸)

ڈاکٹر صاحب مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کی اس تحریر کو کیا معنی دیں گے۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ غیر مقلدین کے محققین ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' شائع کرنے کے وقت یا اس کتاب پر مقدمہ لکھنے کے وقت آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے تھے۔اور ڈاکٹر صاحب کی پی ایچ ڈی پر ایمان بالغیب لے آئے تھے۔

اور اگر ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق صحیح ہے اور غیر مقلدین اس بات سے متفق ہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی ملی بھگت تھی اس لئے مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی پر فتویٰ تکفیر دینے کے کچھ عرصہ بعد عدالتوں میں جا کر اس کو کافر، کاذب، دجاّل نہ کہنے کا اقرار کیا اور اس کے طبقہ کو فرقہ احمدی کہہ کر مسلمان تسلیم کیا۔

راقم الحروف نے جب اپنی کتاب ''سب سے پہلے فتوائے تکفیر'' میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے براہین احمدیہ پر لکھے ہوئے ریویو سے علمائے لدھیانہ کے فتوائے کفر کی وجوہات لکھ دی تھیں اور مولانا محمد حسین بٹالوی نے ببانگ دہل علمائے لدھیانہ کو اوّل مکفّر قرار دے کر ان کے فتوے کو رَدّ کر دیا تھا تو ڈاکٹر صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کو مولانا محمد حسین بٹالوی کے مقابلے میں کیوں لے آئے اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو جھوٹا قرار دے کر مرزا قادیانی کو سچا کیوں بنا رہے ہیں۔اگر اس کی وضاحت ہو جائے تو کچھ

سمجھ میں آ سکے۔ ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین ایک بات صاف صاف کھل کر کہیں کہ اس معاملے میں مولانا محمد حسین بٹالوی سچے ہیں یا مرزا غلام احمد قادیانی سچا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کئی مقامات پر مولانا محمد حسین بٹالوی کو اوّل مکفّر قرار دیا ہے جس کی مثالیں ڈاکٹر صاحب پیش کر چکے ہیں ہم کہتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے کسی بھی مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی کی اس بات کی تصدیق کی ہو اور کہا ہو کہ میں ہی اوّل مکفّر ہوں اگر ایسا ہی ہے تو اس تحریر کو سامنے لایا جائے کیونکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہی نہیں بلکہ یہ پوری امت کو گمراہی سے بچانے کا ایک اہم اور نیکی کا عمل ہے۔ عجیب بات ہے کہ جس کے متعلق اوّل مکفّر ہونے کی بات کی جا رہی ہے اس کی اس مسئلہ میں کوئی تحریر غیر مقلدین کی طرف سے آج تک پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ اس دجاّل اور کذّاب کی تحریروں کو پیش کیا جا رہا ہے جو خدا اور رسول کے نام پر دنیا کو فریب دیتا رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ”براہین احمدیہ“ میں درج جھوٹی پیش گوئیوں کا سہارا لے رہا ہے۔ اور یہ پیش گوئیاں وہ ہیں جن کی حقانیت پر مولانا بٹالوی مہر لگا چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس طرزِ عمل سے ہم یہ بات سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک مولانا بٹالوی کو مرزا قادیانی کی تحریرات کی بنیاد پر جھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ ہم مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزا قادیانی کے مقابلہ میں سچا مانتے ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس وقت جس بات کو صحیح سمجھا اس کو بانگ دہل کہا اور لکھا۔ اور جس چیز کو غلط سمجھا اس کو بھی بانگ دہل غلط کہا اور لکھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ”براہین احمدیہ“ پر ریویو لکھا اس کو صحیح سمجھ کر بانگ دہل لکھا اور علماء لدھیانہ کے سب سے پہلے فتوائے تکفیر کی ڈٹ کر مخالفت کی اور پھر جس وقت مولانا محمد حسین بٹالوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار کیا اور لکھا کہ:

> قادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں اپنے لیے ثابت کیے تو بعض علمائے پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے.......... خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکہ کھایا اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم ع۔ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہ ہوا تھا اور کیونکر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے معہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال و خیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے

پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔

(اشاعت السنہ جلد ۱۵ ش ۶ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

پھر جب مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے مقابلے پر آئے تو بڑے مد مقابل بن کر آئے۔ اس پر کفر کا نہ صرف جاری کیا بلکہ اس پر پورے ہندوستان سے حمایت حاصل کی۔

اور پھر جب مولانا بٹالوی نے گورداس پور کی عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ اس قرار نامے پر دستخط کئے کہ میں مرزا کو کافر، کاذب اور دجال نہیں کہوں گا تب بھی مولانا بٹالوی نے کھل کر لکھا کہ یہ اقرار نامہ میری مرضی اور منشاء کے مطابق تھا اور میں نے اپنی مرضی سے بخوشی دستخط کئے۔ اور گوجرانوالہ کی عدالت میں بھی مولانا بٹالوی نے مرزائیوں کے متعلق کھل کر کہا کہ ہمارا فرقہ احمدی فرقہ کو کافر نہیں سمجھتا یہ تمام باتیں مولانا محمد حسین بٹالوی نے کھل کر کہیں۔ منافقت نہیں کی، کسی بات کو چھپایا نہیں۔ مگر مولانا بٹالوی کے ساتھ تعلق کا دعوی کرنے والے آج ان کی تحریرات کے مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کو پیش کر کے مولانا بٹالوی کو جھوٹا کذاب ثابت کر رہے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اس کی ہر تحریر کو وحی سمجھ کر پیش کر رہے ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک طبقے کا یہی نظریہ ہے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ بھی ایک ملی بھگت تھی اور اندرون خانہ پروگرام کچھ اور ہی تھا یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام پیش گوئیوں کو کبھی فتویٰ تکفیر دے کر پورا کرنا اور کبھی فتویٰ تکفیر عدالتوں میں واپس لے کر۔ اس سلسلے میں ہم اپنا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حالات اور قرائن کیا کہتے ہیں

یوں سمجھئے کہ یہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔ کیوں کہ حالات اور قرائن صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ بھی دو دوستوں کی منصوبہ بندی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی جب ''براہین احمدیہ'' لکھ رہا تھا تو اس میں مولانا بٹالوی اس کے شریک کار تھے۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی وقت ان دوستوں نے سوچ لیا ہوگا کہ ان الہامات کی بھرپور مخالفت ہوگی تو اس کا حل کیا ہے۔ تو اس کا حل یہ نکالا ہوگا کہ مولانا بٹالوی ان اعتراضات کے جواب میں ایک بھرپور ریویو لکھیں گے۔ اگر یہ ریویو کام کر گیا تو ٹھیک ورنہ مولانا بٹالوی پروگرام کے تحت خود مرزا قادیانی کے بڑے مدّ مقابل بن جائیں گے اور بڑے مخالف کے روپ میں آئیں گے اور دونوں دوست ایک دوسرے

کے خلاف بڑا محاذ قائم کریں گے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مرزا قادیانی کے اصل اور اوّل بڑے مخالف مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں۔ پھر مباحثے ہوں گے، مناظرے ہوں گے۔ تمام لوگوں کی نظریں دوسرے کی طرف سے ہٹ کر مولانا بٹالوی کی طرف لگ جائیں گی اور پھر اچانک مولانا بٹالوی عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر، کاذب، دجّال نہ کہنے پر معاہدہ کر لیں گے اور لوگوں پر یہ تاثر ہوگا کہ یہ کچھ نہیں۔ جب اصل مکفّر اور بڑے مدّ مقابل نے کفر کے فتوے سے رجوع کر لیا ہے تو اس کا مطلب کہ معاملہ ختم ہو گیا۔ مرزا مسلمان ہو گیا۔ ان حالات اور قرائن کی تصدیق مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں میں ملتی ہے۔ ایک تحریر ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

شیخ محمد حسین بٹالوی صاحبِ رسالہ ''اشاعت السنہ'' جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفّروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت رَدِی اور یاس کی حالت کے ہیں اس کی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

اور ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا محمد حسین کے مکان پر میں گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے اور ہم نے وہیں نماز پڑھی اور میں نے امامت کرائی اور مجھے خیال گزرا کہ مجھ سے نماز میں یہ غلطی ہوئی ہے کہ میں نے ظہر یا عصر کی نماز میں سورت فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا تھا .... پھر مجھے معلوم ہوا کہ میں نے سورت فاتحہ بلند آواز سے نہیں پڑھی بلکہ صرف تکبیر بلند آواز سے کہی۔ پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے اور اس وقت مجھے اس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے۔ پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں۔ پس اسی حال میں وہ میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پس وہ بہت نزدیک آیا اور بغل گیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگزر کر جو میں نے تیرے حق میں کہیں۔ جن سے تجھے دکھ پہنچا اور خوب یاد رکھ کہ میں نے کچھ نہیں کہا مگر صحت نیت سے اور ہم ڈرتے ہیں خدا کے اس بھاری دن سے جب کہ ہم اس کے سامنے

کھڑے ہوں گے اس نے کہا میں نے در گزر کی۔ تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں اور تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔ پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا آج وہ پورا ہو گیا۔

پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے۔ جان کندن میں ہے میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مر جائے گا کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہو گی۔ پھر میں نے محمد حسین کو یہ کہا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ صلح کے دن کی یہ نشانی ہے کہ اس دن بہاؤ الدین فوت ہو جائے گا۔ محمد حسین نے اس بات کو سن کر نہایت تعظیم کی نظر سے دیکھا اور ایسا تعجب کیا جیسا کہ ایک شخص ایک واقعہ صحیحہ کی عظمت سے تعجب کرتا ہے اور کہا یہ بالکل سچ ہے اور واقعی بہاؤ الدین فوت ہو گیا۔ پھر میں نے اس کی دعوت کی اور اس نے ایک خفیف عذر کے بعد دعوت کو قبول کر لیا اور پھر میں نے اس کو کہا کہ میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ صلح بلا واسطہ ہو گی۔ سو جیسا کہ دیکھا تھا ویسا ہی ظہور میں آ گیا اور یہ بدھ کا دن اور تاریخ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۴ء تھی۔

(سلسلہ تصنیفات جلد ہشتم سراج منیر ص ۱۴۷، ۱۴۸ ۵ مطبع ضیاء الاسلام ۱۸۹۷ء)

یہ تحریر صاف بتلا رہی ہے کہ کوئی پروگرام پہلے سے طے ہو گیا تھا۔ چنانچہ عمل در آمد کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ میں آیا اور مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا تو فوراً علمائے لدھیانہ نے اپنی خداداد دینی فراست سے سمجھ لیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ یہ شخص (مرزا قادیانی) در اصل اپنی نبوت کے لئے میدان بنا رہا ہے۔ اس کے الہامات میں نبوت کی بو پائی جاتی ہے۔ چنانچہ علمائے لدھیانہ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ اس پر عین پروگرام کے مطابق مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کی حمایت میں علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے اور ۱۴۲ صفحات پر فتویٰ کے ردّ میں ایک طویل مضمون لکھ دیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ علمائے لدھیانہ کے اس فتوائے تکفیر کے اثرات کو زائل کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے الہامات کو سچا ثابت کرنے کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ اسی لئے بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کے دوسرے نکاح کے لئے رشتہ کی بڑی کوششیں شروع کر دیں۔ اور پھر اپنے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب سے نکاح پڑھوا دیا۔ مگر

ان کی یہ چال ناکام ہوئی کیونکہ علمائے لدھیانہ کے اوّل فتوائے تکفیر کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کی کتاب ''براہین احمدیہ'' اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے اس پر تبصرے کی بڑی سخت گرفت کی۔ یہ ۱۳۰۲ھ کی بات ہے۔ جب کہ علمائے لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ کو فتوائے کفر دیا تھا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ''براہین احمدیہ'' میں جھوٹے الہامات اور مولانا بٹالوی کی اس تصدیقی عبارات کی تحقیق کر کے ان دونوں دوستوں کے دجل وفریب کو آشکارا کیا اور ایک استفتاء لکھ کر ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین بھیجا اور وہاں پر مولانا رحمتہ اللہ کیرانوی (بانی مدرسہ صولتہ مکہ مکرمہ) کے ذریعے علمائے حرمین سے ''براہین احمدیہ'' اور اس پر مولانا بٹالوی کے تبصرے کے متعلق فتوی طلب کیا جس کے جواب میں علمائے حرمین نے ایسے عقاید رکھنے والے پر کفر کا فتوی دیا۔ یہ فتوی ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔

گو کہ اس وقت مولانا غلام دستگیر قصوری کا فتویٰ شائع نہیں ہوا۔ مگر اس فتوے کی اہل علم کو خبر ہو گئی تھی۔ جب اس فتوے کا مولانا بٹالوی کو علم ہوا تو انہوں نے پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلام احمد قادیانی کے خلاف استفتاء بنا کر اپنے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی سے فتویٰ کفر کا حاصل کیا اس پر مختلف علاقوں کے علماء اور مفتیان سے تصدیقی تحریرات لکھوائیں اور مہریں لگوائیں۔ جس پر مرزا غلام احمد قادیانی نے انہیں اوّل مکفر کہنا شروع کر دیا۔

اسی کے متعلق مولانا محمد لدھیانوی فتاویٰ قادریہ میں یوں رقم فرماتے ہیں:

محمد حسین لاہوری جو کہ غیر مقلدین ہند کا مقتداء مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔ یعنی کلمات کفریہ کو معاذ اللہ اشاعۃ السنہ قرار دیتا رہا...... اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے اور ہمارے فتوے کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی۔ یہاں تک کہ مولانا غلام دستگیر قصوری نے ایک استفتاء قادیانی کے باب میں علماء حرمین کی خدمت میں روانہ کیا۔ مولانا مولوی رحمت اللہ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ ونہایت تفتیش رسالہ جات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ باقی علماء حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں۔

(فتاوی قادریہ ص ۱۷، ۱۸)

اسی طرح دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اسی طرح محمد حسین لاہوری نے جب یہ خیال کیا کہ علمائے حرمین و اکثر علمائے ہند نے

قادیانی کی تکفیر پر مولویان لدھیانویوں کے ساتھ جن کے میں برخلاف ہوں۔ اتفاق کرلیا تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی امداد سے دستبردار ہو کر اس کی تکفیر پر کمر باندھوں۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۱۹)

چنانچہ پھر دونوں دوستوں میں مباحثے مناظرے شروع ہوگئے مرزا غلام احمد قادیانی نے دوسرے ...لم کو جو مباحثے یا مناظرے کے چیلنج دیئے تھے وہ دکھلاوے کے تھے۔ اصل تو پروگرام کو آہستہ ...منطقی انجام تک پہنچانا تھا۔ چنانچہ عین پروگرام کے مطابق مولانا بٹالوی نے مناظرے مباحثے کیئے مگر ...ب تک ۔۱۸۹۴ء تک اور پھر مولانا بٹالوی نے کفر کے فتوے سے رجوع کرنے کے لئے ۱۸۹۴ء میں ...پنے رسالہ اشاعت السنہ میں ایک اشتہار دیا۔ مرزا قادیانی نے پروگرام کے مطابق پھر مولانا بٹالوی کو ...ا۔ پھر بٹالوی صاحب نے دوسرا اشتہار دیا۔ (ان دونوں اشتہاروں کی تفصیل ہم گزشتہ صفحات میں لکھ ...چے ہیں) اس کے بعد پھر آپس میں نورا کشتی جاری رہی۔ بالآخر مولانا بٹالوی نے عدالت میں آ کر بذات ...پنی خوشی اور منشاء سے مرزا قادیانی کو کافر، کاذب اور دجال نہ کہنے کا اقرار کر ہی لیا اور اپنے لوگوں کو مرزا ...یانی سے مقابلہ کرنے سے منع فرما دیا۔ اس کی تفصیل بھی گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ مقصد عرض ...نے کا یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کو جو بار بار مرزا غلام احمد قادیانی اوّل مکفرؔ کہتا ہے وہ اسی لئے کہ جب بٹالوی ...حب نے فتوے سے رجوع کر لیا تو کہنے کا بہانہ مل گیا کہ جب اوّل مکفرؔ نے عدالت میں کفر کے فتوے ...ے رجوع کر لیا ہے تو اب اس کفر کے فتوے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔

...) ڈاکٹر صاحب اگر مرزا قادیانی کی ان خرافات کو ذکر کرنے سے پہلے ذرا اپنے سرخیل مولانا محمد حسین ...وی کی اس عبارت کو پہلے پڑھ لیتے تو شاید اتنے صفحات ان کو سیاہ نہ کرنے پڑتے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعویٰ حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام و وعدہ تائید دین بنشا نہائے آسمانی و نصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ جلد نمبرے میں اس کو امکانی ولی و ملہم بنایا۔ اور لوگوں کو اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوی مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں اور اس کی عبارات اپنی تحریرات اور رسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین اس کو امکانی ولی و ملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ہو

جاتا۔ کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر و تفسیق و تبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔ صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام وولایت کا امکان جمار کھا۔ اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔

لہٰذا اسی اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۳ اص ۳،۴)

ڈاکٹر صاحب یہاں پر غیر مقلدانہ عینک کو اتار کر حقائق کی روشنی میں دیکھیں تو مولانا محمد حسین بٹالوی کا واشگاف الفاظ میں اقرار نظر آئے گا کہ جب میں نے ریویو لکھا تھا اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی پر بہت سے علماء دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا اس کے الہامات کے سبب تکفیر تفسیق پر اتفاق ہو چکا تھا اور صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام ولایت کا امکان جمار کھا۔ اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔

تو یہاں پر پنجاب سے مراد علمائے لدھیانہ ہیں جنہوں نے ۱۳۰۱ھ میں سب سے پہلے فتویٰ دیا، پھر مولانا غلام دستگیر قصوری ہیں جنہوں نے ۱۳۰۲ھ میں اس پر کفر کا فتویٰ دیا۔ پھر مولانا غلام دستگیر قصوری نے فتویٰ مرتب کر کے ۱۳۰۳ھ میں بلادِ عرب میں بھیجا وہاں سے علمائے حرمین نے مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے کی توثیق کی۔ اور یہ فتویٰ بلادِ عرب سے ۱۳۰۵ھ میں واپس ہوا۔ جبکہ مولانا بٹالوی نے ۱۳۰۸ھ کے بعد کہیں جا کر فتویٰ دیا ہے۔

مزید آگے چلیے۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

کادیانی نے یہ اقسام وحی کتاب براہین احمدیہ میں اپنے لیے ثابت کیے تو بعض علماء پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے۔ مگر چونکہ بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ یہ مرتبہ حقیقی طور پر آنحضرت ہی کا ہے اور وہ ظلی طور پر اور آنحضرت ﷺ کا ادنیٰ امتی ہونے کی وجہ

سے ان برکات کا محل ہے۔ لہٰذا خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکا کھایا۔ اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم ع خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہ ہوا تھا۔ اور کیوں کر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے معہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال وخیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتوی لگاتا۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ ش ۶ ص ۱۱۹۔ ۱۲۰)

یہاں پر بھی ڈاکٹر صاحب اور دوسرے غیر مقلدین غیر مقلدانہ تعصب کی عینک اتار کر غور فرمائیں ئے پنجاب سے مراد علماء لدھیانہ ہیں۔ مولانا بٹالوی واضح الفاظ میں فرمار ہے ہیں کہ میں دھوکہ کھا گیا ہوکہ بھی اس شخص سے کھایا جس کے ساتھ زندگی بھر تعاون کرتا رہا۔

مگر اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک غیر مقلدین کو مرزا غلام احمد قادیانی کی یات میں ہی سچائی نظر آتی ہے۔ اگر مرزا قادیانی اتنا ہی سچا ہے تو ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اس کے باقی ں کو بھی مان لیں۔

سیدھی سی بات ہے کہ ہم پہلے سے کہتے چلے آرہے ہیں کہ مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ین اتنی گہری دوستی اور عقیدت تھی کہ مرزا قادیانی کی ایک ایک ادا کے حق ہونے پر مولانا بٹالوی دلائل کے لگاتے چلے جاتے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے ان کی کچھ جھلکیاں پڑھ لی ہوں گی۔ ہم ں پر پھر مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کے گہرے تعلق کی یاد تازہ کرنے کے لیے یہ کچھ عرض کئے دیتے ہیں۔ مولانا بٹالوی ابتداء ہی سے مرزا قادیانی کے راز دان اور مشیر تھے۔

اس کے متعلق مولانا رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

قادیانی صاحب اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ اتنے میں خبر آئی کہ ان کے بچپن کے رفیق و ہم مکتب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی لاہور سے بٹالہ آئے ہیں۔ ان کی ملاقات کا قصد کیا جن ایام میں مرزا صاحب سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ ان دنوں مولوی محمد حسین دہلی میں شیخ الحدیث مولانا سید نظیر حسین صاحب کی شاگردی میں اکتساب علوم کر رہے تھے اور دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر لاہور چلے آئے تھے۔ ایک مرتبہ لاہور سے بٹالہ گئے تو مرزا صاحب نے بٹالہ آ کر ملاقات کی۔ مدت کے بچھڑے ہوئے دوست ایک دوسرے سے مل کر محظوظ

ہوئے۔دوران گفتگومولوی محمد حسین بولے ،کہو یار اب تو تم اچھے خاصے شیخ چلی بن گئے۔سنا ہے کہ بالا خانہ سے بہت کم نیچے اترتے ہو۔ہر وقت اوراد و وظائف اور کتب بینی کا مشغلہ ہے بھائی صاحب شغل تو خوب ہے میں آپ کے حالات سن سن کر بہت خوش ہوا کرتا تھا۔مرزا صاحب نے کہا کہ جب سیالکوٹ میں سلسلہ ملازمت ترک کیا تو ایک سال کا طویل عرصہ قانون یاد کرنے میں کھو دیا اور عمر عزیز کو ناحق برباد کیا اور پھر یاس وحرمان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔لیکن نہیں نہیں قانون تو میں نے ملازمت ہی کے زمانے میں رخصت لے کر یاد کیا تھا ،ملازمت سے علیحدہ ہونے کے بعد کچھ عرصہ مقدمات کی پیروی میں مشغول رہا۔مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔جب سنا کہ آپ بٹالہ آئے ہیں تو جی چاہتا تھا کہ پر لگا کر بٹالہ جاؤں اور آپ سے ملوں۔مولوی محمد حسین نے کہا کہ میری آنکھیں بھی ہر وقت آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں اور دل ملاقات کے لیے بے قرار تھا ،مرزا صاحب نے کہا کہ اب میری بھی خواہش ہے کہ قادیان کو چھوڑ کر کسی شہر میں قیام کروں ،مولوی صاحب نے کہا میری رائے میں بھی یہی قرین مصلحت ہے۔جب اور جہاں کا قصد ہو مجھے اطلاع دینا۔اگر لاہور کا قیام پسند ہو تو وہاں میں ہر طرح سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔مرزا صاحب نے کہا بہت دنوں سے میرا ارادہ ہے کہ غیر مسلم ادیان کے رَدّ میں ایک کتاب لکھوں۔مولوی محمد حسین نے کہا کہ ہاں یہ بہت مبارک خیال ہے۔لیکن اس راہ میں بڑی دقت یہ حائل ہے کہ غیر معروف مصنف کی کتاب بہت مشکل سے فروخت ہوتی ہے۔قادیانی صاحب بولے کہ حصول شہرت تو کوئی مشکل کام نہیں اصل مشکل یہ ہے کہ تالیف واشاعت کا کام سرمایہ کا محتاج ہے اور اپنے پاس روپیہ نہیں ہے۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کام شروع کر کے اپنے اس عزم کو مشتہر کیجیے میں بھی کوشش کروں گا اور اپنے احباب کو بھی سعی بلیغ کی تاکید کروں گا۔حق تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔لیکن یہ کام قادیان میں نہیں ہو سکتا اس لیے مناسب ہے کہ آپ لاہور یا امرتسر چلے چلیے۔

(رئیس قادیان صفحہ ۳۷ جلد اول)

آگے چلیے!

چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورے کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے عملی قدم اٹھایا۔اس کے متعلق مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

اب مرزا صاحب نے لاہور کا قصد کیا۔ ان ایام میں ان کے بچپن کے دوست و ہم سبق مولوی محمد حسین بٹالوی مسجد چینیاں والی لاہور میں خطیب تھے۔ مرزا صاحب لاہور آ کر ان سے ملے اور انہی کے پاس مسجد چینیاں میں اقامت اختیار کی......... چونکہ اب لاہور کے مذہبی معرکوں میں علمی حربوں کے جوہر دکھانے کا وقت تھا اس لیے نہ صرف مولوی محمد حسین کی مشاورت کے بعد سے لاہور آنے تک بلکہ مسجد چینیاں میں اقامت گزیں ہونے کے بعد بھی ان کتابوں کا مطالعہ خاص طور پر زیادہ کر دیا جو علمائے اسلام کی طرف سے ہنود اور نصاریٰ کی تردید میں لکھی جا چکی تھیں۔

اب مرزا صاحب کا لاہور میں قیام ہے اور مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مشیر خاص ہیں مرزا صاحب کی قابلیت اور بزرگی کا شب و روز پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ منشی الٰہی بخش ،اکاونٹنٹ بابو عبدالحق ،اکاوئنٹنٹ حافظ محمد یوسف ضلع دار اور لاہور کے تمام دوسرے اہل حدیث اکابر و معززین معاونین کے زمرہ میں ہیں۔ عمائد شہر کی آمدورفت شروع ہو چکی ہے مشورے ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی تدبیریں جن سے مرزا غلام احمد آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر چمک سکیں زیرِ غور ہیں۔ چندروز کے بعد آریوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی گئی اور کبھی عیسائیوں کے مقابلہ میں ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ لاہور میں ہر طرف مرزا غلام احمد کا چرچا ہے۔ کہیں مناظرہ کا چرچا ہے، کہیں حمایت اسلام کا اظہار، کہیں زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کا افسانہ ،غرض ہر جگہ مرزا صاحب ہی کا ذکر خیر ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، بابو عبدالحق اکاوئنٹنٹ ،منشی الٰہی بخش وغیرہ جہاں جاتے ہیں ان کی مدح و توصیف کے پھول برساتے ہیں۔

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ ۳۹)

گمنامی سے عوامی تک

مرزا غلام احمد قادیانی پر مولانا محمد حسین بٹالوی کے اور جتنے احسانات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی کو گمنامی سے نکال کر عوامی سطح پر متعارف کرایا۔ اس کی تفصیل ابھی گذری ہے اس کے وجود مرزا غلام احمد قادیانی اپنی گمنامی سے عوامی ہونے تک کی حالت یوں بیان کرتا ہے:

امرتسر میں ایک پادری کے مطبع میں جس کا نام رجب علی تھا میری کتاب ''براہین احمدیہ''

چھپتی تھی اور میں اس کے پروف دیکھنے کے لئے اور کتاب کے چھپوانے کے لئے اکیلا امرتسر جاتا اور اکیلا واپس آتا تھا اور کوئی مجھے آتے جاتے نہ پوچھتا کہ تو کون ہے اور نہ مجھ سے کسی کو تعارف تھا اور نہ میں کوئی حیثیت قابل تعظیم رکھتا تھا۔ میری اس حالت کے قادیان کے آریہ بھی گواہ ہیں۔ جن میں سے ایک شخص شرمپت نام اب تک قادیان میں موجود ہے۔ جو بعض دفعہ میرے ساتھ امرتسر میں پادری رجب علی کے پاس مطبع میں گیا تھا جس کے مطبع میں میری کتاب ''براہین احمدیہ'' چھپتی تھی اور تمام یہ پیش گوئیاں اس کا کاتب لکھتا تھا اور وہ پادری خود حیرانی سے پیش گوئیوں کو پڑھ کر باتیں کرتا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے معمولی انسان کی طرف ایک دنیا کا رجوع ہو جائے گا۔

(براہین احمدیہ ص۸۰ ج۵)

یہ تو تھا مولانا محمد حسین بٹالوی کا تعلیم سے فراغت کے بعد مرزا قادیانی کو منظر عام پر لانے کے منصوبے کا بیان۔ اس کے بعد مولانا بٹالوی میں مرزا غلام احمد قادیانی سے عقیدت کا رنگ بھی نمایاں ہوا۔ اس عقیدت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو یہ جھلک ہم گزشتہ صفحات میں بھی دکھا چکے ہیں۔ ذہن کی تازگی کے لیے یہاں بھی نقل کی جاتی ہے۔

سیرت المہدی میں ایک عینی شاہد خیر الدین یوں بیان کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح علیہ السلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرماتھے میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے ہاتھ دھلانے کے لیے آگے بڑھے۔ حضور نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ ہاتھ نہ دھلائیں۔ مگر مولوی صاحب نے باصرار حضور کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔

(سیرت المہدی ص۱۲۴ جلد۳)

اب رہی دوستی کی بات یہ گہری دوستی اتنی شدید تھی کہ شدید لڑائی کے باوجود بھی ایک دوسرے کی بے عزتی برداشت نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ ایک عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ۱۸۹۷ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی گواہی کے لیے گئے تو عدالت کی صورت حال پر تاریخ احمدیت کا مصنف لکھتا ہے:

جب شہادت شروع ہوئی تو مولوی صاحب (بٹالوی صاحب) نے جس قدر الزامات

کسی شخص کی نسبت لگا سکتے ہیں مرزا صاحب پر لگائے۔ لیکن جب مولوی فضل دین صاحب وکیل حضرت مرزا صاحب نے جرح میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب سے معافی مانگ کر اس قسم کا سوال کیا جس سے ان کی شرافت یا کریکٹر پر دھبہ لگتا تھا تو سب حاضرین نے متعجبانہ طور پر دیکھا کہ جناب مرزا صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور مولوی فضل دین کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ میری طرف سے اس قسم کا سوال کرنے کی نہ تو ہدایت ہے اور نہ اجازت۔

(تاریخ احمدیت ص ۴۶۳، ۴۶۴)

جب بات یہاں تک پہنچ چکی ہو تو ایسی صورت میں دو دوستوں کے درمیان جب اختلاف کی آگ بھڑکتی ہے تو غصہ اپنے دوست اور راز داں پر ہی آتا ہے۔ اس لیے کہ علمائے لدھیانہ تو غیر تھے۔ ان کی مرزا قادیانی کے ساتھ دوستی یا تعلق جیسی کوئی شئ نہیں تھی جب علمائے لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے خم ٹھونک کر مولانا بٹالوی علمائے لدھیانہ کے مقابلہ میں میدان میں آ گئے۔ اور اتنی شدت کے ساتھ حملہ آورانہ انداز میں علمائے لدھیانہ پر تنقید کی اور مرزا قادیانی کی تائید میں ایسے ایسے دلائل دیئے کہ مرزا قادیانی عش عش کر اٹھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے دست راست بٹالوی صاحب عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ میرا ایسا دفاع کریں گے۔ مرزا قادیانی کے حق میں مولانا بٹالوی اتنی شدت کے ساتھ علمائے لدھیانہ کے خلاف حملہ آور ہوئے کہ اس پر مرزا قادیانی پر لکھی گئی کتاب ''حیات طیبہ'' کا مصنف عبدالقادر سوداگر وامل قادیانی مولانا بٹالوی کے قادیانی کے خلاف ہونے پر یوں لکھتا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی جو اپنے مشہور رسالہ اشاعۃ السنہ میں آپ کی شہرہ آفاق کتاب براہین احمدیہ پر ایک نہایت مبسوط تبصرہ لکھ کر آپ کے مناسب جلیلہ کی تائید کر چکے تھے۔ وہ بھی آپ کے خلاف مضامین شائع کرنے لگے۔ لودھیانہ کے مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد وغیرہ جو کافی عرصہ سے آپ کے مخالف تھے اور آپ کے خلاف ہمیشہ اعتراض کیا کرتے تھے مگر مولوی محمد حسین بٹالوی کے دفاعی حملوں کی وجہ سے دب دب جاتے تھے۔ اب ان کو بھی موقع آ گیا اور وہ بھی کھل کر مخالفت کرنے لگے۔

(حیات طیبہ ص ۹۹ مصنفہ عبدالقادر سوداگر وامل)

یہاں پر قادیانی مصنف نے واضح طور پر لکھ دیا کہ مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے حق میں علمائے لدھیانہ کے خلاف شدت میں اتنے آگے جا چکے تھے کہ بقول اس کے کہ علمائے لدھیانہ دب دب جاتے

تھے۔ (یہ الگ بات ہے کہ قادیانی مصنف نے علمائے لدھیانہ کو بزدل بنانے کی بیکار کوشش کی ہے) توان حالات میں جب دو جگری وفکری دوستوں میں اختلاف ہوتو بقول شاعر:

شکوہ مجھے تجھ سے ہے غیروں سے نہیں ہے

والا معاملہ ہو گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو معلوم تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ہوتے ہوئے علمائے لدھیانہ یا کوئی اور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی پر بٹالوی صاحب کا غیر متزلزل یقین

علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر دینے کے سات سال بعد تک مولانا بٹالوی مرزا غلام احمد قادیانی کے دفاع میں سینہ سپر رہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف اٹھنے والے بڑے بڑے طوفانوں اور زلزلوں میں بھی بٹالوی صاحب متزلزل نہ ہوئے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد نے ایک دفعہ یہ پیش گوئی کی کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو مصلح اعظم ہوگا۔ اس پر مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

کچھ عرصہ بعد یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا............ مگر قدرت خدا کہ ایک سال بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا حتی کہ میاں عبداللہ سنوری کا خیال ہے کہ ایسا زلزلہ عامتہ الناس کے لیے نہ اس کے قبل کبھی آیا تھا اور نہ اس کے بعد آیا۔ گویا وہ دعویٰ مسیحیت پر جو زلزلہ آیا تھا اسے بھی عامتہ الناس کے لیے اس سے کم قرار دیتے تھے۔ مگر بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ اس واقعے پر ملک میں ایک سخت شور اٹھا اور کئی خوش اعتقادوں کو ایسا دھکا لگا کہ پھر وہ نہ سنبھل سکے۔ مگر تعجب ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس واقعے کے بعد بھی خوش اعتقاد رہا۔

(سیرت المہدی ص ۱۰۶ جلد ۱)

گویا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں اس وقت کے جو علماء حسن ظن رکھتے تھے ان سب کی خوش اعتقادی ختم ہوگئی تھی۔ مگر پھر بھی مولانا بٹالوی کی خوش اعتقادی نہ صرف برقرار رہی بلکہ اس میں اور پختگی آ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۸۸۸ء میں جب مرزا کا بیٹا فوت ہوا اس وقت سے ۱۸۹۱ء تک مولانا بٹالوی اور مرزا قادیانی کا آپس میں دوستی کا تعلق برقرار رہا۔ تو جب آپس میں تعلق دوستی اور فکری ہم آہنگی ہو تو ایسے حالات میں اگر ایسا دوست ساتھ چھوڑ جائے بلکہ کفر کا فتویٰ لگا دے اور ان تمام اپنے دلائل کو جو مرزا قادیانی کے حق میں دیئے تھے پس پشت ڈال دے تو اس وقت مرزا قادیانی کو اپنے سب سے بڑے اور

پہلے دشمن مولانا بٹالوی ہی نظر آئیں گے۔

اسی لئے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا دکھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قریباً ۱۸۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وحی سے مشرف فرمایا کہ اور اس میں عالم الغیب خدا نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ کوئی مخالف کبھی تیری سوانح پر کوئی داغ نہیں لگا سکے گا۔ چنانچہ اس وقت تک جو میری عمر تقریباً پینسٹھ سال ہے کوئی شخص دور یا نزدیک رہنے والا ہماری گزشتہ سوانح پر کسی قسم کا داغ ثابت نہیں کر سکتا۔ بلکہ گزشتہ زندگی کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود مخالفین سے بھی دلوائی ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے نہایت پرزور الفاظ میں اپنے رسالہ اشاعة السنة میں کئی بار ہماری اور ہمارے خاندان کی تعریف کی ہے۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ اس شخص کی نسبت اور اس کے خاندان کی نسبت مجھ سے زیادہ کوئی واقف نہیں اور پھر انصاف کی پابندی سے بقدر اپنی واقفیت کی تعریفیں کی ہیں۔ پس ایک ایسا مخالف جو تکفیر کی بنیاد کا بانی ہے پیش گوئی وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُم کا مصدق ہے۔

(بحوالہ حاشیہ تذکرہ ۹۰، ۹۱)

تو جب مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مولانا بٹالوی کا اتنا گہرا تعلق تھا تو مرزا قادیانی کو اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے مولانا بٹالوی ہی نظر آتے تھے اور جب مخالفت ہوئی تو مرزا صاحب کو اور کسی کا ہوش نہیں تھا اس کو اپنے آس پاس مولانا بٹالوی ہی نظر آتے تھے۔ مولانا بٹالوی کے ساتھ گزارے ہوئے جب اچھے دن یاد آتے تھے تو مرزا قادیانی اسی غم و غصے میں یہ الفاظ بڑبڑاتا ہوگا کہ بس یہی اوّل مکفّرین میں سے ہے۔ یہی بانی مبانی تکفیر ہے۔ یہی میرے خلاف آگ بھڑکانے والا ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حقائق خود بول اٹھے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کی نوکِ قلم سے بھی بے اختیار یہ الفاظ تحریر میں آ گئے اور اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں مرزا قادیانی کی اسی قسم کی تحریرات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یہ عبارات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد پر خود اس کی معلومات کے مطابق جو پہلا اور مؤثر فتویٰ تکفیر جاری ہوا وہ مولانا بٹالوی والا تھا اور ان عبارات کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر بٹالوی صاحب کے فتویٰ سے پہلے کسی نے کفر کا فتویٰ دے رکھا تھا تو محسوس ہوتا ہے کہ اس فتوے اور اس کے مفتیوں کی مرزا صاحب کے نزدیک کوئی

حیثیت ہی نہیں تھی۔

(تحریک ختم نبوت ص ۲۹۳،۲۹۴)

ڈاکٹر صاحب کے منہ میں گھی شکر۔ اللہ بھلا کرے ڈاکٹر صاحب کی نوکِ قلم سے جو بات نکلی ہے وہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ مرزا قادیانی نے بار بار مولانا بٹالوی کے کفر کے فتوے کے متعلق جو رونا رویا ہے۔ وہ یہی ہے جس کو ڈاکٹر صاحب نے خود بیان فرما دیا۔ اس لیے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مولانا بٹالوی کی حمایت کی موجودگی میں علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ورنہ حقیقت حال مرزا قادیانی لیکچر لدھیانہ میں خود ان الفاظ سے بیان کر رہا ہے جو کہ اس نے ۱۹۰۵ء میں لدھیانہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

میں اس شہر میں ۱۴ برس کے بعد آیا ہوں اور میں ایسے وقت اس شہر سے گیا تھا جب میرے ساتھ چند آدمی تھے اور تکفیر و تکذیب اور دجاّل کہنے کا بازار گرم تھا اور میں لوگوں کی نظر میں اس انسان کی طرح تھا جو مطرود و مخذول ہوتا ہے اور ان لوگوں کے خیال میں تھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ جماعت منتشر ہو جائے گی اور اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے بڑی بڑی کوششیں اور منصوبے کئے گئے اور ایک بھاری سازش میرے خلاف یہ کی گئی کہ مجھ پر اور میری جماعت پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ اور سارے ہندوستان میں اس فتوے کو پھرایا گیا۔ میں افسوس سے یہ ظاہر کرتا ہوں کہ سب سے اول مجھ پر کفر کا فتویٰ مجھ پر اس شہر کے چند مولویوں نے دیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں اور آپ دیکھتے ہیں وہ کافر کہنے والے موجود نہیں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اب تک زندہ رکھا۔

(لیکچر لدھیانہ ص ۲، ۳ مطبوعہ ربوہ)

خط کشیدہ الفاظ میں غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ مرزا کا خود اپنا اقرار ہے کہ مجھ پر سب سے پہلے فتویٰ تکفیر علماء لدھیانہ ہی نے دیا اور اس نے یہ بھی کہا کہ جن لوگوں نے مجھ پر کفر کا فتوی دیا وہ اب زندہ نہیں۔

اس سے مراد خاندان علمائے لدھیانہ یعنی مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ، اور مولانا عبدالعزیز ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں حضرات ہی سب سے پہلے مرزا پر کفر کا فتوی دینے والے ہیں اور قضائے الٰہی سے ۱۹۰۳ء تک یہ تینوں حضرات وفات پا چکے تھے۔ جبکہ مولانا بٹالوی وغیرہ اس کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔

اسی قسم کی بات مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کہی ہے۔

ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان الہامات کو براہین احمدیہ میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمد اور عبدالعزیز کے۔

(حاشیہ اربعین نمبر۲ صفحہ ۲۴)

ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کو اپنے لیے دلیل بنا کر پیش نہیں کر رہے ہم نے تو صرف غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریرات کو ہی دلیل بنایا ہے مگر غیر مقلدین کی تسلی کے لیے مرزا قادیانی کا قول لکھ دیا ہے کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک مرزا قادیانی اس معاملے میں حجت ہے اس کی مثال ڈاکٹر صاحب کی تحریر گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

ایک قادیانی مبلّغ کی وضاحت

غیر مقلدین اور قادیانیوں میں ابتداء ہی سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ (جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں اور کچھ آگے بھی آ رہی ہیں) یہی وجہ ہے کہ جب غیر مقلدین پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو اب بھی یہ لوگ مدد کے لیے قادیانیوں کی طرف دوڑتے ہیں ان کی کتابوں اور ان کے اقوال سے اپنے لیے دلائل کے انبار لگاتے ہیں اور اسی جنون میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی لکھی ہوئی ان عبارات کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں جن میں انہوں نے حقائق کھول کر بیان کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً اسی بات کو لے لیجئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ''سب سے پہلے کفر کا فتویٰ علمائے لدھیانہ نے دیا تھا''۔ جس کے متعلق مولانا بٹالوی نے ''براہین احمدیہ'' پر ریویو میں بڑی وضاحت کے ساتھ علماء لدھیانہ کا نام لکھ دیا تھا اور کفر کے فتوے کے اسباب بھی لکھ دیئے تھے۔ مگر غیر مقلدین یہاں پر بھی اپنے سرخیل مولانا بٹالوی کی اس نشاندہی پر کان دھرنے اور نظر ڈالنے کے لیے کسی بھی صورت تیار نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو اپنا کریہہ ماضی نظر آ جاتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی طرف امداد کے لیے بھاگتے ہیں اور جہاں کہیں بھی غیر مقلدین کو اپنی مرضی کی کوئی بات نظر آ جائے تو فوراً مولانا محمد حسین بٹالوی کی مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی باتوں کو ترجیح دے دیتے ہیں اور اپنے دفاع میں مرزا قادیانی کو پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس بات کو وحی کی طرح یقین کر کے اس کا ریکارڈ بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا کہ ان کے نزدیک مولانا بٹالوی کی مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی

زیادہ بہتر طریقے سے ان کا دفاع کرسکتا ہے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی یہاں پر بھی پیش کرتے ہیں۔

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے طبقے کے اوّل مکفر ہونے کے دلائل میں مرزا قادیانی کی تحریرات کا سہارا لیا ہے اور اس کی خرافات کو اپنے مضبوط دلائل میں شامل کر دیا ہے۔اس لیے ہم یہاں پر قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی ان تحریرات کی وضاحت پیش کرتے ہیں کیونکہ اصول یہی ہے کہ جس طبقے کی بات بیان کی جاتی ہے تو اس کی تشریح بھی وہی طبقہ کرسکتا ہے۔

ایک دفعہ میں بیرون ملک (برطانیہ) سفر میں تھا۔ایک ٹرین میں وکٹوریہ اسٹیشن لندن سے جلنگھم جا رہا تھا کہ ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی تو اس میں ایک صاحب سوار ہوئے۔میرے ساتھ سیٹ خالی تھی چنانچہ وہ میرے ساتھ بیٹھ گئے کچھ دیر بعد وہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے ہیں۔میں نے کہا کہ میں پاکستان سے ہوں۔پھر پوچھا کہ آپ یہیں رہتے ہیں۔میں نے کہا کہ مولوی آدمی ہوں عارضی ویزے پر اپنے ہم مذہب لوگوں سے ملنے آیا ہوں۔پھر انہوں نے میرا نام پوچھا میں نے کہا کہ حبیب الرحمٰن لدھیانوی ،اس پر وہ ذرا سے ہلے اور سنبھل کر بیٹھ گئے اور اپنے ہونٹوں کو کچھ دیر ہلاتے رہے۔میرا نام دہرایا، پھر پوچھا کہ اگر برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں۔میں نے کہا کہ پوچھیے! وہ صاحب بولے کہ آپ کا تعلق لدھیانہ کے علماء کے خاندان سے تو نہیں۔میں نے کہا کہ لدھیانہ کے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی میرے دادا تھے۔اس پر انہوں نے بے اختیار کہا آئی،سی! پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ میں احمدی ہوں اور اپنی جماعت کا مبلغ ہوں۔اگر برا نہ منائیں تو ایک بات عرض کروں۔میں نے کہا کہ پوچھیے! تو انہوں نے کہا کہ آپ کے خاندان نے ہمارے حضرت مرزا صاحب پر''سب سے پہلے کفر کا فتوی دیا تھا'' آپ کے خاندان کی لگائی ہوئی آگ آج تک نہیں بجھ سکی۔اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا اور اس کو سوال کی شکل میں اس کے سامنے پیش کر دیا میں نے کہا کہ آپ کے مرزا صاحب کتنے سچے ہیں انہوں نے کہا کہ میرے حساب سے ان سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔میں نے کہا کہ اگر ان کے ایک جھوٹ کی طرف میں آپ کو توجہ دلاؤں۔ان صاحب نے کہا فرمائیے۔میں نے کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ علمائے لدھیانہ نے مرزا صاحب پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا

جب کہ کئی کتابوں میں کئی جگہ انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو اوّل مکفرّ کہا ہے۔ اس میں سچ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے لیکچر لدھیانہ میں بھی تو اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ان پر لدھیانہ کے علماء نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ دو الگ الگ باتیں ہو گئیں، لازمی بات ہے کہ ان میں سے ایک جھوٹ ہے۔ اس نے کہا کہ دونوں سچ ہیں میں نے پوچھا کہ وہ کیسے۔

اس نے کہا کہ حقیقت یہی ہے کہ سب سے پہلے کفر کا فتویٰ علمائے لدھیانہ ہی نے دیا تھا۔ مگر تعلق کے اعتبار سے مولانا بٹالوی کو اوّلیت حاصل ہے۔ میں نے کہا کہ میں سمجھا نہیں۔ اس نے کہا کہ دیکھیے! علمائے لدھیانہ نے واقعی پہلے کفر کا فتویٰ دیا اس میں کسی کو انکار نہیں مگر مولانا بٹالوی اس وجہ سے اوّل مکفرّ کہلائے کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو مرزا صاحب سے عقیدت رکھتے تھے اور مرزا صاحب کے تمام احوال کو جانتے تھے اور جب علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ دیا تو اس وقت بڑی شدت کے ساتھ علمائے لدھیانہ سے مرزا صاحب کے حق میں ٹکرا گئے۔ گویا کہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے ایک طرح سے اپنے تھے۔ تو جب مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا تو یہ سمجھئے کہ مرزا صاحب کے اپنوں میں سے اوّل مکفرّ قرار پائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے اس پر دلیل کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کہا ہے وَلَا تَكُونُوٓا أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ کہ تم اوّل انکار کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اول انکار کرنے والے تو مکہ کے کفار ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اوّل انکار کرنے والے کہا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اوّل منکر تو مکہ کے لوگ ہی تھے۔ مگر بنی اسرائیل کو اس لیے اوّل منکر کہا کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو جانتے تھے ان کے پاس تورات وانجیل میں حضور ﷺ کے آنے کی پیش گوئیاں تھیں۔ تو ان کے جاننے کے باوجود جب بنی اسرائیل نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اوّل کافر کہا۔ اسی طرح ہمارے مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو اس لیے اوّل مکفرّ کہا۔ کیونکہ مولانا بٹالوی مرزا صاحب سے متعلق پوری معلومات رکھتے تھے اور مرزا صاحب کو ابتداء سے جانتے تھے۔ مرزا صاحب نے جتنے دعوے ''براہین احمدیہ'' میں کئے تھے ان سب کو بٹالوی صاحب اپنے دلائل سے سچا کہتے رہے۔ اسی لیے جب بٹالوی

صاحب نے اچانک اپنا رخ بدلا تو مرزا صاحب نے ان حالات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بٹالوی صاحب کو اوّل مکفرّ ین میں شمار کیا ہے۔ جبکہ حقیقت میں علمائے لدھیانہ ہی اوّل مکفرّ ہیں۔

میں نے برجستہ کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ تمہارا اور اہلحدیث حضرات کا نجی ہے۔ اس پر ہمیں بحث نہیں کرنی چاہئے میری اس بات پر وہ قادیانی مبلغ جھینپ گیا۔

بات یہاں تک پہنچی تو میرا اترنے کا اسٹیشن آ گیا میں نے گاڑی سے اتر گیا۔

قادیانی مبلغ کی ان باتوں کا جواب دینے کی مجھے ضرورت نہیں اس کا جواب انہی لوگوں کے ذمے جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کو بڑا متبرک سمجھ کر اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔ البتہ اگر ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک قادیانی مبلغ کی بیان کردہ اس تشریح کے مطابق مولانا بٹالوی کو اوّل مکفرّ ین میں کرتے ہیں تو ہمیں اعتراض نہیں۔

میں نے یہ واقعہ اپنے محترم دوست مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب جو کہ برطانیہ کے شہر لیسٹر میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں سے جب ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ غیر مقلدین اپنی انا کی خاطر غیر محسوس طریقے سے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس معاملے میں ہر طریقہ سے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ ان کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی کا حجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ غیر مقلدین کے اس اصرار کی وجہ سے قادیانیوں کو اپنے جھوٹے نبی کو سچا ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی آیات کا سہارا لینا پڑا۔ چنانچہ غیر مقلدین جتنی شدت سے اس بات کا اعلان کریں گے اتنی شدت سے قادیانی اپنے جھوٹے نبی کی سچائی بیان کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب کا نیا زاویہ

لگتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو لدھیانہ خولیا ہو گیا ہے۔ جبھی تو ڈاکٹر صاحب نئے زاویے سے ایک موضوع چھیڑ کر نیا محاذ کھول رہے ہیں۔ ویسے تو وہ اپنے طور پر تحریک ختم نبوت کے عنوان سے 'صراط مستقیم برمنگھم برطانیہ' میں غیر مقلدین کے سر پر سہرا سجا بیٹھے تھے مگر میری کتاب ''سب سے پہلا فتوائے تکفیر'' نے اس سہرے کے تمام تار بکھیر دیئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مختلف بہانوں سے لدھیانہ پر وقتاً فوقتاً طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ اور کوشش کرتے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے لدھیانہ اور خصوصاً خاندان علمائے لدھیانہ کو مرزا قادیانی کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ اور ثابت کیا جائے کہ لدھیانہ ہی اصل میں مرزا

یانی کا بنیادی مرکز تھا۔ اسی شہر سے مرزائیت کی تحریک شروع ہوئی تھی اور یہیں سے آگے پھیلی۔

میں اپنی یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے تقریباً مکمل کر چکا تھا کہ ایک دوست نے ملتان سے مقلدین کے ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۱۶ مارچ ۲۰۰۱) کی فوٹو سٹیٹ ارسال کی۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے ''تحریک ختم نبوت میں چند لدھیانوی علماء کی خدمات'' کے عنوان سے مضمون لکھا ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے بظاہر بڑا خوبصورت عنوان دیا ہے۔ لیکن اس عنوان کے پس پردہ خاندان علمائے لدھیانہ کی تحریک ختم نبوت کی خدمات کو مسخ کیا ہے۔

اپنے مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے لدھیانہ کے متعلق دو موضوع بنائے ہیں:

۔ لدھیانہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

۔ لدھیانہ میں مرزا قادیانی کے خلاف کام کرنے والے صرف دو مولوی تھے۔ ایک مولوی سعد اللہ جو کہ نو مسلم تھے دوسرا مولوی محمد حسن جو اہلحدیث تھا۔ باقی حضرات علمائے لدھیانہ کا تذکرہ ایسے کیا ہے جیسے ان لوگوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔

یہاں پر ڈاکٹر صاحب کے اس مضمون کی تلخیص پیش کر کے جواب دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

لدھیانہ مرزا صاحب کا محبوب شہر تھا اور اگر چہ ان کا اس شہر سے آبائی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی یہ شہر قادیان کے مضافات میں واقع ہے کہ انیسویں صدی کے ذرائع آمد و رفت کے ساتھ وہاں آنا جانا آسان بات ہوتی۔ تاہم مرزا صاحب اتنی مرتبہ لدھیانہ گئے ہیں کہ اس کا شمار مشکل ہے اور قادیانی لٹریچر کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ لدھیانہ جا کر اتنا طویل قیام کرتے کہ لگتا ہے کہ واپسی گھر کا رستہ بھول ہی جاتے تھے۔

مرزا صاحب نے جب لدھیانہ جانا شروع کیا اس وقت اس شہر سے ان کا سسرالی تعلق بھی نہیں تھا۔ بلکہ ایک طرح سے یہ شہر کوچہ رقیب تھا۔ جیسا کہ ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ جب اس کی ماں (نصرت بیگم دہلوی) کی شادی کی بات چل رہی تھی تو اس کے لیے دو رشتے آئے تھے۔ ایک شخص کا تعلق لدھیانہ سے تھا اور دوسرا مرزا غلام احمد۔

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۱۱)

بعد میں جب اس خاتون کی شادی مرزا صاحب سے ہوگئی اور آپ کے نئے سسر میر

ناصر بسلسلہ ملازمت کافی عرصہ لدھیانہ میں مقیم رہے تو اس طرح اس شہر کی حیثیت بدل کر مرزا صاحب کے لیے کوچہ حبیب کی سی ہوگئی اور یوں ان کی آمدورفت میں بھی اضافہ ہوگیا۔

مرزا غلام احمد کا مولد و منشاء تو قادیان ہے لیکن انہیں لدھیانہ میں اتنی پذیرائی ملتی تھی کہ انہوں نے خود جو دعوے کیے ہیں وہ زیادہ تر لدھیانہ میں کیے ہیں۔ مثلاً انہوں نے مجدّد ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے لدھیانہ کا انتخاب کیا اور ۱۸۸۴ء میں یہاں آکر وہ مجدّد ہونے کے مدعی ہوئے .... پیر طریقت ہونے کا دعویٰ بھی انہوں نے لدھیانہ میں کیا اور یہیں مارچ ۱۸۸۹ء عیسوی میں لوگوں سے بیعت لے کر سلسلہ احمدیہ یا جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ جسے مرزائی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نام دیتے ہیں۔ مسیح موعود یا مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ بھی انہوں نے لدھیانہ سے عوام میں مشتہر کیا۔

۱۔ تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ آپؑ پہلی مرتبہ ۱۸۸۴ء کی پہلی سہ ماہی میں لدھیانہ گئے .... اسی سفر میں انہوں نے مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا اور لدھیانہ میں ان کے عقاید و نظریات پر بحث کا آغاز ہوا اور مولوی محمد لدھیانوی اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی کے ذریعے معاملہ دارالعلوم دیوبند پہنچا اور وہاں مولانا رشید احمد گنگوہی سے ان بزرگوں کی بحث بھی ہوئی جو مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم بنانے پر منتج ہوئی اور مولانا نانوتوی نے فیصلہ دیا کہ مرزا غیر مقلد ہے ہم اس بحث کی تفصیلات الاعتصام کے قارئین کی نظر کر چکے ہیں۔

(۲) ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو مرزا قادیانی لدھیانہ گیا۔

(۳) ۲۷۔ دسمبر ۱۸۸۵ء منشی احمد جان کی وفات پر تعزیت کے لیے گیا۔

(۴) فروری ۱۸۸۸ء میں بھی لدھیانہ گیا۔

(۵) فروری ۱۸۸۹ء اور ۱۸ اپریل ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ گیا۔

(۶) اکتوبر ۱۸۸۹ء اور جولائی ۱۸۹۰ء کو لدھیانہ گیا۔

(۷) ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء میں کئی دفعہ گیا۔

(۸) ۱۹۰۵ء میں لدھیانہ گیا اور لدھیانہ میں لیکچر دیا جو کہ لیکچر لدھیانہ کے نام سے بعد میں شائع کیا گیا۔

نیز ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں مرزا قادیانی کی پہلی بیعت بھی لدھیانہ میں

ہوئی۔مرزا کی کتابیں فتح اسلام اور توضیح مرام ،ازالہ اوہام وغیرہ بھی لدھیانہ میں لکھی گئیں۔نیز مسیح موعود یا مثیل مسیح ہونے کا دعوی بھی لدھیانہ میں کیا۔

(تلخیص:ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۶ مارچ ۲۰۰۱ء ص ۱۷ تا ۲۰)

یہ وہ تفصیل ہے جو کہ ڈاکٹر صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کئی بار لدھیانہ جانے کے متعلق مضمون میں لکھی ہے۔تحریر کچھ لمبی تھی ہم نے اس کی تلخیص لکھ دی۔

ب

ڈاکٹر صاحب نے بڑی باریک بینی سے مرزا غلام احمد قادیانی کی لدھیانہ آمد ورفت کا جائزہ لے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے اصل مرکزیت لدھیانہ شہر کی تھی۔اب پر ڈاکٹر صاحب اپنے سر خیل مولانا محمد حسین بٹالوی سے رابطہ کرتے تو ان کی یہ مشکل بھی حل ہو جاتی اکٹر صاحب کو معلوم ہو جاتا کہ جو سوچ انہوں نے قائم کی ہے وہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی نہیں۔اصل یکھنا یہ ہے کہ لدھیانہ کی طرف مرزا قادیانی کو بار بار بھیجنے والا کون تھا۔کیونکہ ۱۸۸۴ء سے پہلے مرزا احمد قادیانی لدھیانہ کبھی نہیں آیا۔جیسا کہ 'تاریخ احمدیت' کے مصنف نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد یانی سب سے پہلے ۱۸۸۴ء کی پہلی سہ ماہی میں آیا۔۱۸۸۴ء سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی مولانا محمد سین بٹالوی کی مشاورت سے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' ترتیب دے رہا تھا اور اس میں اپنے الہامات ج کر رہا تھا۔جب وہ کتاب مکمل ہوگئی تو اپنے الہامات کی رو سے ان کو سچ ثابت کرنے کے لئے اس کو دھیانہ کی طرف سفر کرنا ضروری تھا۔چنانچہ پروگرام کے تحت مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ آ وارد ہوا۔مرزا غلام احمد قادیانی کی لدھیانہ میں پہلی آمد پر ہی خاندان علمائے لدھیانہ نے اس کی ب ''براہین احمدیہ'' کے الہامات کی چھان پھٹک کر کے اس پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اسی انتظار میں بیٹھے تھے چنانچہ علمائے لدھیانہ کے اس کفر کے فتوے کے جواب مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کی حمایت میں ایک زوردار مضمون لکھا۔

اس سے واضح ہوا کہ لدھیانہ میں آنے والا ۱۸۸۴ء کا مجدد مرزا غلام احمد قادیانی مولانا محمد حسین وی کا بھیجا ہوا تھا۔تا کہ اس کے تمام دعووں کو سچا ثابت کیا جائے۔

جیسا کہ ہم تفصیلا گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو کھیل کھیلا اس کی ابتدائی نشو ونما میں مرزا قادیانی کے جگری وفکری دوست مولانا محمد حسین بٹالوی کا براہ راست بڑا عمل دخل

ہے۔۱۸۸۴ء کا مرزا غلام احمد قادیانی مولانا محمد حسین بٹالوی کے نزدیک ایک اعلیٰ قسم کا مسلمان تھا اور اس کی کتاب براہین احمدیہ کی نظیر مولانا بٹالوی کے نزدیک کہیں نہیں تھی۔اسی لئے ۱۸۸۴ء کے پہلے دعویٰ مجددیت سے لے کر ۱۸۹۱ء کے دعویٰ مسیح موعود تک تمام دعووں میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔

مثلاً

۱۸۸۴ء کا مجدد مرزا قادیانی مولانا بٹالوی کا صحیح العقیدہ مسلمان تھا اور اس کے تمام الہامات جو براہین احمدیہ' میں اس نے کئے تھے وہ صحیح تھے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نہ صرف ہر دعوے کی تائید وتصدیق کی بلکہ اس کے دعووں کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔

جیسا کہ ایک قادیانی مصنف لکھتا ہے کہ

لدھیانہ کے مولوی عبدالعزیز اور مولوی محمد وغیرہ جو کافی عرصہ سے آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے مخالف تھے اور آپ کے خلاف ہمیشہ اعتراض کیا کرتے تھے مگر مولوی محمد حسین بٹالوی کے دفاعی حملوں کی وجہ سے دب دب جاتے تھے۔

(حیات طیبہ ص ۹۹)

قادیانی مصنف کی یہ تحریر غور طلب ہے۔یہ بتلا رہی ہے کہ مولانا بٹالوی ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک مرزا قادیانی کا کیسے ساتھ دیتے رہے۔

آگے چلیے:

۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء کے درمیانی عرصہ میں بعض ایسے حالات بھی آئے کہ مرزا قادیانی کے بعض جھوٹے الہامات اور جھوٹی پیشن گوئیوں کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کے قریبی ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔مگر مولانا محمد حسین بٹالوی متزلزل نہ ہوئے۔

جیسا کہ مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

کچھ عرصہ بعد یعنی اگست ۱۸۸۷ء میں حضرت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔۔۔۔مگر قدرت خدا کہ ایک سال بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہو گیا۔بس پھر کیا تھا ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا۔حتیٰ کہ میاں عبداللہ سنوری کا خیال ہے

کہ ایسا زلزلہ عامتہ الناس کے لئے نہ اس کے قبل کبھی آیا تھا اور نہ اس کے بعد۔ گویا کہ وہ دعوی مسیحیت پر جو زلزلہ آیا تھا اسے بھی عامتہ الناس کے لئے اس سے کم قرار دیتے تھے۔ مگر بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ اس واقعے پر ملک میں ایک سخت شور اٹھا اور کئی خوش اعتقادوں کو ایسا دھکا لگا کہ پھر وہ نہ سنبھل سکے۔ مگر تعجب ہے مولوی محمد حسین بٹالوی اس واقعے کے بعد بھی خوش اعتقاد رہا۔

(سیرت المہدی جلد اول ص ۱۰۶)

یہ تحریر ہم گزشتہ صفحات میں بھی لکھ چکے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کے ذہن کی تازگی کے لئے دوبارہ [illegible] ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی لدھیانہ میں ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک جو آتا [illegible] جو کچھ کرتا رہا اس میں مولانا بٹالوی کی اس کو سرپرستی حاصل تھی۔ بقول ڈاکٹر صاحب کہ مرزا قادیانی [illegible]رچ ۱۸۸۹ء لدھیانہ ہی میں لوگوں سے بیعت لے کر سلسلہ احمدیہ یا جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اس [illegible] مولانا محمد حسین بٹالوی خاموش رہے۔ مسیح موعود یا مثیل مسیح ہونے کا دعوی بھی بقول ڈاکٹر صاحب مرزا [illegible] نے لدھیانہ ہی سے عوام میں مشتہر کیا۔

یہاں پر سوال یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک کا مرزا غلام احمد قادیانی خاندان علمائے لدھیانہ [illegible]دیک کافر تھا۔ مگر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے رفقاء کے نزدیک مسلمان تھا۔ تو لدھیانہ میں مرزا [illegible] کو بلانے والے کون تھے۔ ہمارا خاندان تو اس میں شامل نہیں تھا۔ بلکہ ہمارے خاندان نے تو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کے کسی بھی قسم کے دعوے کی تائید یا تصدیق نہیں کی۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی [illegible]تا ہے:

> ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان الہامات کو براہین احمدیہ میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمد اور عبدالعزیز کے۔

(حاشیہ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۴)

تو ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء کے درمیان کا مرزا قادیانی خود مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کے مطابق

خاندان علمائے لدھیانہ کے نزدیک مسلمان نہیں تھا مگر مولانا محمد حسین بٹالوی اوران کے رفقاء کے نزدیک مسلمان تھا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کولدھیانہ کیوں بھیجا جاتا تھایا وہ لدھیانہ کیوں آتا تھا۔اس کا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی ہی دے سکتے ہیں یا ان کے ہم مسلک ڈاکٹر صاحب وغیرہ۔مگر مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر صاحب اوران کے ہم مسلک کبھی اس پر قلم نہیں اٹھائیں گے۔مجبوراً ہمیں ہی اٹھانا پڑے گا کیونکہ ہمارا خاندان علمائے لدھیانہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے تائید یافتہ ۱۸۸۴ء کے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ جو دے بیٹھا تھا اور یہ غیر مقلدین کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ہے۔اسی لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی لدھیانہ آمدورفت کے متعلق ہم ہی کچھ لکھیں گے۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اپنے کئی الہاموں کا ذکر کیا ہے۔ان الہاموں میں ایک الہام یہ بھی ہے۔

یَـا مَـرْیَـمُ اسْـکُـنْ اَنْـتَ وَ زَوْجُکَ الْـجَـنَّةَ

اس الہام کے متعلق مولانا محمد حسین بٹالوی رقم فرماہیں:

یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّةَ میں لفظ مریم سے مؤلف مراد ہے۔جس کو ایک روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔وہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حامل ہوئی ہیں چنانچہ ظاہر قرآن کی دلالت ہے اورانجیل میں تو اس پر صاف تصریح ہے۔ایسے ہی مؤلف براہین بلا تربیت وصحبت کسی پیر ،فقیر ،ولی ،مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پاکر مورد الہامات غیبیہ وعلوم لدنیہ ہوئے ہیں۔اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے جس میں انہوں نے اپنی طبیعت کو مریم سے تشبیہ دی ہے۔

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زن است
کہ مریم صفت بکر آبستن ست

اس صورت میں مریم کا خطاب بہ صیغہ تذکیر محل اعتراض نہیں اوراس کے لئے زوج کا اثبات بھی مستبعد نہیں۔یہاں تو زوج سے مؤلف کی اتباع ورفقاء مراد ہیں۔

(اشاعۃ السنہ ص ۲۸۰ نمبر ۹ جلد ۷)

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اور الہام جس میں اس نے کہا ہے کہ میں حضرت مسیح کے مشابہ ہوں۔اس پر مولانا بٹالوی فرماتے ہیں۔

مؤلف کو مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ حضرت مسیح سے مشابہت کا ادعا ہے۔ سو وہ بھی نہ ظاہر و جسمانی اوصاف میں بلکہ روحانی اور تعلیمی وصف میں۔

(اشاعۃ السنہ ج ۷ نمبر ۷ صفحہ ۱۹۱)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ان الہامات کی مولانا محمد حسین بٹالوی سے تائید و تصدیق کروا کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا پروگرام بنایا۔ اور اس نے مریم سے آگے نکل کر ابن مریم اور مشابہت مسیح سے آگے نکل کر عین مسیح ہونے کی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔ اس پیش قدمی میں قدم بقدم مولانا بٹالوی ساتھ دیتے رہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے انہیں الہامات کو جو کہ مولانا بٹالوی صاحب سے تائید شدہ تھے۔ نہایت چالاکی کے ساتھ استعمال کر ڈالا اور ان الہامات کی مسیح موعود کے دعوے کے متعلق جو توجیح کی۔ ملاحظہ فرمایئے:

خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں مجھے عیسیٰ کے نام سے موسوم کرنے سے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ اور ایک مدت تک میرا نام خدا کے نزدیک یہی رہا اور پھر خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مریم میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونک دی گویا یہ مریم سچائی کی روح سے حاملہ ہوئی اور پھر خدا نے براہین احمدیہ کے اخیر میں میرا نام عیسیٰ رکھ دیا۔ گویا وہ سچائی کی روح جو مریم میں پھونکی گئی تھی ظہور میں آ کر عیسیٰ کے نام سے موسوم ہوگئی۔ اس طرح میں خدا کے الہام میں ابن مریم کہلایا اور یہی معنی اس وحی الٰہی کے ہیں کہ **الحمد لله الذی جعلک المسیح ابن مریم.**

(حقیقت الوحی ص ۲۳۹)

پھر اس کی تفسیر حقیقت الوحی کے حاشیہ میں یوں کرتا ہے:

متن کتاب ہذا میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ کتاب براہین احمدیہ میں اوّل خدا نے میرا نام مریم رکھا اور پھر فرمایا کہ میں نے اس مریم میں صدق کی روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسیٰ رکھ دیا۔ گویا مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی طرح میں خدا کے کلام میں ابن مریم کہلایا۔ اس بارہ میں قرآن شریف میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لئے بطور پیش گوئی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں بجز میرے کسی نے

اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے:

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَافِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

(ترجمہ دیکھو صورت تحریم الجزو نمبر ۲۸)

اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی۔ مریم عمران کی بیٹی ہے۔ جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونک دی۔ یعنی عیسیٰ کی روح۔ اب ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے۔ اس امت کی مریم کو پہلی مریم کے ساتھ تب مشابہت پیدا ہوتی ہے کہ اس میں بھی عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے۔ جیسا کہ خدا نے خود روح پھونکنے کا ذکر بھی اس آیت میں فرمادیا ہے اور ضرور ہے کہ خدا کا کلام پورا ہو۔ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں۔ میرا ہی نام خدا نے "براہین احمدیہ" میں پہلے مریم رکھا اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسیٰ قرار دیا۔ پس اس آیت کا میں ہی مصداق ہوں۔ میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی جس سے میں عیسیٰ بن گیا۔ خدا سے ڈرو اور اس میں غور کرو۔ جس زمانہ میں خدا نے "براہین احمدیہ" میں یہ فرمایا اس وقت تو میں اس دقیقہ معرفت سے خود بے خبر تھا۔ جیسا کہ میں نے "براہین احمدیہ" میں اپنا عقیدہ بھی ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ آسمان سے آنے والا ہے۔ یہ میرا عقیدہ اس بات پر گواہ ہے کہ میری طرف سے کوئی افترا نہیں اور میں خدا کی تفہیم سے پہلے کچھ نہیں سمجھ سکا

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۲۳۷، ۲۳۸، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۵۲ء)

یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی شیطنت کے داؤ پیچ کو کھل کر لکھ دیا اور یہ تمام کاروائی ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء کے درمیان ہوئی۔ اس عرصہ میں مرزا قادیانی مولانا محمد حسین بٹالوی اور غیر مقلدین کے نزدیک مسلمان تھا۔ جب کہ علمائے لدھیانہ اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے تھے جس کو غیر مقلدین نے رد کر

تھا۔ اسی عرصہ میں مولانا بٹالوی کے تائید وتصدیق شدہ الہامات کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی زور پکڑتا رہا اور آخر کار اس نے اپنے رفیق خاص اور جگری وفکری دوست مولانا محمد حسین بٹالوی سے پوچھے بغیر مسیح موعود ہونے کا دعوی کر دیا۔ جس میں دونوں دوستوں میں بظاہر دوری ہوگئی۔

اب یہاں پر غیر مقلد سوچ رہے ہوں گے کہ ڈاکٹر صاحب نے تو لدھیانہ میں مرزا قادیانی کی آمد و رفت کا ذکر کیا تھا مگر یہاں پر تو کوئی اور کہانی سنا دی گئی۔

ہم یہاں پر یہی کہیں گے کہ اس تمام رام کہانی کا تعلق لدھیانہ سے ہے۔ وہ یوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مولانا بٹالوی سے تائید وتصدیق شدہ الہامات کی بنیاد پر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا تو اس پر کسی دلیل کی بھی ضرورت تھی۔ ہوسکتا ہے اس دلیل کے لئے بھی مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی جیسے مخلص دوست سے بھی رابطہ کیا ہو اور نہ معلوم مولانا بٹالوی نے اس کا کیا جواب دیا۔ بہر حال احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ وہ باب لُدّ کے پاس دجّال کو قتل کریں گے۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک لدھیانہ میں جو چکر لگائے اس کے منصوبے میں یہ تھا کہ مسیح ہونے کے لئے باب لُدّ کو کہاں تلاش کیا جائے۔ چنانچہ اس کے شیطانی ذہن نے کچھ گھڑ ہی لیا۔ وہ لکھتا ہے:

اَوَّلُ بَلْدَةٍ بَا يَعْنِىَ النَّاسُ فِيهَا اِسْمُهَا لُدْهِيَانَه وَ هِىَ اَوَّلُ اَرْضٍ قَامَت الْاَشْرَارُ فِيهَا لِلْاِهَانَةِ. فَلَمَّا كَانَتْ بَيْعَةُ الْمُخْلِصِيْنَ. حَرْبَةً لِقَتْلِ الدَّجَّالِ اللَّعِيْنِ. بِاِشَاعَةِ الْحَقِ الْمُبِيْنِ. اُشِيْرَ فِى الْحَدِيْثِ اَنَّ الْمَسِيْحَ يَقْتُلَ الدَّجَالَ عَلٰى بَابَ اللُّد بِالضَّرْبَةِ الْوَاحِدَةِ. فَاللُّدُّ مُلَخَصٌ مِنْ لَفْظِ لُدْهِيَانَه كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى ذَوِى الْفَطنه.

(حاشیہ: روحانی خزائن رسالہ الہدیٰ صفحہ ۳۴۱)

یعنی سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی۔ اور سب سے پہلے اسی زمین میں شریر لوگ اہانت کے لیے کھڑے ہوئے۔ پس جب مخلص لوگوں کی بیعت ہوئی۔ جو دجّال کے قتل کے لئے ایک حربہ تھی۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لُدّ میں قتل کرے گا۔ پس لُدّ دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔ جیسا کہ ذہین لوگوں پر مخفی نہیں ہے۔

اس پر غیر مقلدین کے فاتح قادیان اپنے رسالہ فاتح قادیان میں لکھتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لُدّ میں قتل کریں گے۔ محدثین کہتے ہیں کہ باب لُدّ شام کے ملک میں ایک مقام ہے۔ مگر مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے

اور پنجاب کے باشندے اور پنجاب سے باہر نہ گئے تھے نہ ارادہ تھا۔اس لئے انہوں نے اس حدیث کی تاویل ایسی کی جس سے شہر لدھیانہ کی فضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔

(فاتح قادیان ص ٦)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ سب سے پہلے اسی شہر سے اس کی اہانت کے لیے لوگ کھڑے ہوئے۔لازمی بات ہے کہ اس کی توہین کرنے والے خاندان علماء لدھیانہ ہی کے افراد تھے۔غیر مقلدین نہیں تھے۔

تو لیجئے ساری بحث کا لب لباب اور ڈاکٹر صاحب کی تحریر کا جواب یہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اس الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ کو مولانا محمد حسین بٹالوی سے تائید وتصدیق کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے لدھیانہ میں جانا آنا شروع کیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے اپنے الہام کو شیطانی داؤ پیچ کے ساتھ لدھیانہ پر منطبق کردیا۔اس کا ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔لازمی بات ہے کہ انہی لوگوں پر جنہوں نے ''براہین احمدیہ'' کے حق میں ریویو لکھا اور پھر اسی ریویو کو لدھیانہ اور اس کے آس پاس مفت تقسیم کیا۔جیسا کہ بٹالوی صاحب اس کا اقرار بانگ دہل کررہے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے!

> اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے تو انہوں (مرزا قادیانی) نے اپنے ایک لاہوری دلآل (یا ایجنٹ) الٰہی بخش اکونٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس پچاس روپیہ بھجوا کر لکھا تھا کہ اس پچاس روپیہ کے عوض میں اشاعۃ السنۃ کے وہ نمبر جن میں ریویو درج ہے۔لوگوں کو مفت تقسیم کیے جاویں۔اور ہم نے اس روپیہ کی عوض میں لودہانہ میں معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہوگئے اور تائب ہوکر اس دنیا سے کوچ کرگئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل تقسیم کیے۔
>
> (اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۸ ص ۲۰۶ ۔ ۲۰۷)

ڈاکٹر صاحب اگر لدھیانہ میں مرزا قادیانی کی بار بار آمد کو موضوع بنا کر لدھیانویوں پر ملبہ ڈالنے سے پہلے اپنے گھر کو دیکھ لیتے تو اس قسم کی خرافات لکھنے کی نوبت نہ آتی۔مگر ڈاکٹر صاحب اپنی غیر مقلدانہ فطرت سے مجبور ہیں۔اور اس کا علاج ان کے پاس بھی نہیں ہے۔

کچھ امرتسر کے متعلق

آگے امرتسر کا حال لکھتے ہیں:

امرتسر میں مرزا صاحب نے جلسہ منعقد کیا اور لیکچر کے بعد مرزا صاحب گاڑی میں جا بیٹھے تو چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ گاڑی کی کھڑکیاں بند تھیں۔ ان پر پتھر گرتے تھے تو وہ کھل کھل جاتی تھیں۔ آپ (مرزا محمود) انہیں پکڑ کر سنبھالتے تھے۔ لیکن پتھروں کی بوچھاڑ سے چھوٹ چھوٹ کر وہ گر جاتی تھیں۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۶۹)

ناظرین! امرتسر میں غزنوی خاندان اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ کے اثرات تھے جس کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر مرزا صاحب کی میزبانی پر خوش نہیں ہوتا تھا اور خاص اس موقع پر مرزا صاحب پر اتنے پتھر برسائے گئے کہ بعد میں وہاں جانے کا نام تک نہیں لیتے تھے۔ جیسا کہ وہ مولانا ثناء اللہ کی ایک دعوت مباہلہ کے جواب میں کہتے ہیں:

امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہلحدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پوری طرح سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرادی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی کچھ پروانہ کی۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲، تتمہ حقیقت الوحی ص ۴۶۲)

دوسری طرف لدھیانہ میں ان کے لیے فضا عمومی طور پر اتنی سازگار رہتی تھی کہ وہ بہانے بہانے سے وہاں پہنچ جاتے تھے اور واپسی کا نام نہ لیتے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ کسی لدھیانوی نے اپنے شہر لدھیانہ میں مرزا صاحب سے دوبدو مباحثہ نہیں کیا اور یہ کام ایک دوسرے شہر کے اہلحدیث (محمد حسین بٹالوی) نے لدھیانہ آ کر کیا۔ اس غیر لدھیانوی کا ہاتھ چند لدھیانوی علماء بٹاتے رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مل کر تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے ہیں۔ ان بزرگوں میں مولانا منشی سعد اللہ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ اور میر عباس علی کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے مولوی سعد اللہ اور میر عباس علی مسلکا حنفی تھے۔ لیکن تحریک ختم نبوت میں مولانا بٹالوی کے ساتھیوں میں سے تھے اور مولانا محمد حسن

لدھیانوی اہلحدیث حضرات کے سرگروہ اور مولانا محمد حسین کے رفیق کار تھے۔ ہمارا یہ مضمون انہیں بزرگوں کے تذکرے پر مشتمل ہے اور ساتھ ساتھ دوسرے لدھیانوی بزرگوں کا ذکر بھی ہوگا جنہوں نے تحریک کے ابتدائی دور میں کام کیا ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۱۶ مارچ ۲۰۰۱ء ص ۲۰)

یہاں پر ڈاکٹر صاحب نے امرتسر کا حال لکھ کر لدھیانہ کے حالات سے موازنہ کیا۔ امرتسر کے متعلق لکھنے سے پہلے ہم ڈاکٹر صاحب کے لدھیانہ کے متعلق جو تاثرات ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ لدھیانہ میں مرزا قادیانی کے لئے فضا سازگار تھی.......... وہ بہانے بہانے سے وہاں پہنچ جاتے تھے.......... عجیب بات ہے کہ کسی لدھیانوی نے اپنے شہر لدھیانہ میں مرزا صاحب سے دوبدو مباحثہ نہیں کیا اور یہ کام ایک دوسرے شہر کے اہلحدیث (محمد حسین بٹالوی) نے لدھیانہ آ کر کیا۔

جواب

ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر بھی اپنی روایتی غیر مقلدانہ چابکدستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ پہلے تو ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لدھیانہ میں امرتسر کے مقابلہ میں فضا سازگار تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی جب ۱۸۸۴ء میں پہلی دفعہ لدھیانہ میں بھیجا گیا (بھیجنے کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے) تو اس وقت اس کے خلاف کیا کچھ نہیں ہوا۔ اس کی تفصیلات سے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کی نظر عنایت ان تحریرات کی طرف نہیں گئی۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں بھی اس کی تفصیل لکھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء تک کے زمانے میں مرزا کی لدھیانہ آمد پر اس کو محفوظ رہائش اور محفوظ واپسی کا راستہ مولانا بٹالوی ہی کا طبقہ فراہم کرتا رہا۔ اسی درمیانے عرصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنی پوزیشن مضبوط کرتا رہا۔ جب کہ مولانا بٹالوی کا اپنا دل مرزا غلام احمد قادیانی کی محبت میں اتنا دور تک پہنچ گیا تھا کہ اس کو مرزا قادیانی بے قرار ہو کر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

اس (بٹالوی صاحب) نے ایک کام تو کیا ہے براہین پر ریویو لکھا ہے اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا۔ کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جائے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضوء کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان میں ہی آ کر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت یہی کہا کہ ابھی وقت نہیں

آیا۔اس کے بعد اسے یہ ابتلاء پیش آ گیا ،کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

(حاشیہ مجدد اعظم ص ۶۱۷)

یہاں پر غور فرمائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۸۴ء سے ۱۸۹۱ء کے درمیان میں مولانا بٹالوی کی اس جنونی عقیدت کا ذکر کر رہا ہے۔ جو اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی سے بٹالوی صاحب کو تھی۔تو ایسے حالات میں مولانا بٹالوی اپنے ساتھیوں ،رفیقوں کو لدھیانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی حفاظت کا کیسے نہ کہتے ہوں گے۔جب کہ خاندان علمائے لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف محاذ جاری رہا۔

نیز ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی لدھیانوی نے اپنے شہر میں مرزا صاحب سے مباحثہ نہیں کیا یہ کام دوسرے شہر سے بٹالوی صاحب نے آ کر کیا تھا۔

جواب

یہاں پر بھی ڈاکٹر صاحب کی نظر عنایت ''تاریخ احمدیت'' کے مصنف کی اس تحریر پر نہیں پڑھی۔ بعض لدھیانوی علماء کی ہنگامی آرائی کے عنوان سے لکھتا ہے:

پہلے روز شام کو میر عباس علی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔دوسرے دن صبح کو قاضی خواجہ علی صاحب نے اور شام کو صوفی احمد جان صاحب کے ایک مرید منشی رحیم بخش صاحب نے دعوت کی۔لدھیانہ کی فضا اس وقت تک پرسکون تھی اور ابھی تک کوئی ناخوشگوار اور تلخ صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔لیکن اب شام کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی رحیم بخش صاحب کے ہاں تشریف لے گئے تو لدھیانہ کے بعض خدا ناترس علماء کی ایک افسوس ناک کاروائی سامنے آئی۔واقعہ یوں ہوا کہ حضرت اقدس آٹھ دس اصحاب کے ہمراہ منشی صاحب کے گھر پہنچے جہاں آپ کو پہلے تو ایک کھلے کمرے میں تشریف رکھنے کے لئے کہا گیا۔لیکن جب کھانا تیار ہو گیا تو حضور کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ کھانا کھا چکے تو مولوی عبدالعزیز لدھیانوی نے ہنگامی آرائی کے لئے اپنا ایک ایلچی بھیج دیا۔جس نے آتے ہی حضرت صوفی احمد جان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے مولوی عبدالعزیز صاحب کہتے ہیں کہ قادیان والے مرزا صاحب ہمارے ساتھ بحث کریں یا کوتوالی چلیں۔حضرت صوفی صاحب نے جواب دیا کہ ہم کیوں کوتوالی چلیں کیا ہم نے کسی کا قصور کیا

ہے۔ اگر تمہارے مولوی صاحب نے کوئی بات دریافت کرنی ہے تو اخلاق و انسانیت کے ساتھ محلّہ صوفیاں میں جہاں حضرت اقدس ٹھہرے ہوئے ہیں دریافت کرلیں۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنا جواب ختم کیا ہی تھا کہ خود میزبان یعنی منشی رحیم بخش صاحب نے انہیں یہ خبر سنائی کہ جس کمرہ سے آپ پہلے اٹھ کر آئے ہیں وہاں بعض لوگ جمع ہیں اور اپنے شکوک پیش کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نے انہیں سمجھایا کہ حضرت صاحب کو سفر کی وجہ سے تکان ہے۔ یہ لوگ حضرت اقدس کی قیامگاہ محلّہ صوفیاں پر آ جائیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے یہ سن کر فرمایا کہ نہیں ہم بیٹھیں گے اور ان لوگوں کی باتیں سنیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت اقدس اپنے خدام کے ساتھ پہلے کمرے کی طرف چل دیئے۔ یہاں آئے تو دیکھا کہ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہے اور تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ حضور اور آپ کے ساتھیوں کو بمشکل جگہ ملی۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے شکوک پیش کریں۔ چنانچہ وہ اعتراضات کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود ان کے جواب دیتے رہے۔ لیکن ان شوریدہ سروں کو تحقیق حق تو مقصود نہیں تھی وہ تو لدھیانہ کے بعض مولویوں کی اشتعال انگیزی پر اپنے جوش غضب کا مظاہرہ کرنے کو آئے تھے جو کرتے رہے۔ اسی موقعہ پر ایک شخص نے یہ سوال بھی کیا کہ آپ بھی پیشگوئیاں فرماتے ہیں اور نجومی اور رمّال بھی کرتے ہیں۔ ہمیں صداقت کا پتہ کس طرح لگے۔ حضور نے فرمایا کہ نصرت الٰہی نجومیوں اور رمّالوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام اور مأمورین کو نصرت اور کامیابی ملتی ہے۔ وہ ان اور ان کی جماعت روز بروز ترقی کرتی اور ان کا اقبال ترقی کرتا ہے۔ خدا کے مأمور کا حوصلہ دیکھو کہ میر عباس علی صاحب تو لدھیانہ والوں کا بے جا جوش دیکھ کر گھبرا جاتے۔ مگر حضرت کے چہرے پر قطعاً کوئی ملال کے آثار نہیں تھے اور آپ پوری تسلی اور اطمینان کے لب و لہجہ میں انہیں فرماتے تھے کہ یہ لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کرنے دو۔ آخر تھوڑی دیر بعد جب منشی رحیم بخش صاحب نے دیکھا کہ معاملہ طول کھینچ رہا ہے اور مخالفت لحہ بہ لحہ بڑھ رہی ہے تو انہوں نے بکمال عقلمندی سے کہہ دیا کہ حضرت صاحب کو زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا آپ لوگوں کے شکوک کے جواب حضرت صاحب نے کافی طور پر دے دیئے ہیں۔ حضور کو تکان ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس واپسی کا قصد کر کے اٹھے تو صوفی احمد جان صاب رضی اللہ عنہ نے میر عباس علی صاحب کو مشورہ دیا کہ مولوی عبدالعزیز صاحب فساد

کے خوگر ہیں۔ دسرے رستہ سے چلنا چاہئے۔ حضرت اقدس نے جو قریب ہی کھڑے سن رہے تھے اس موقعہ پر بھی کوہ استقلال بن کر ارشاد فرمایا نہیں اسی راستہ سے چلیں گے جس راستہ سے اندیشہ کیا جاتا ہے۔ غرض فوراً حضور اسی راستہ سے ڈپٹی امیر علی صاحب کے مکان تک تشریف لائے اور راستہ میں کسی شخص کو مزاحمت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ چوڑے اور اونچے بازار کے سرے تک پہنچے تو لالہ ملاوامل نے میر عباس صاحب کو وہ رؤیا یاد دلایا جو کہ حضور نے لدھیانہ والوں کی مخالفت کے متعلق لکھا تھا اور ان سے پوچھا کہ وہ رؤیا پورا ہو گیا۔ میر عنایت علی صاحب نے جو اس وقت حضرت اقدس کے ہمراہ تھے پیچھے مڑ کر دیکھا تو فی الواقع میر صاحب کے سوا اور کوئی نہیں تھا: اس وقت خود میر عباس علی صاحب نے کھلا اقرار کیا کہ حضور کی رؤیا کمال صفائی سے پوری ہو گئی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۴۴،۴۵)

یہاں پر قادیانی مصنف نے واقعات لکھتے ہوئے اگر چہ روایتی جھوٹ کا سہارا لیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کوہ استقلال بنا رہا اور جواب دیتا رہا۔ حالانکہ حالات اس کے خلاف تھے۔ اس سے قطع نظر یہ بات واضح ہوئی کہ علمائے لدھیانہ مباحثے کے لئے مرزا قادیانی کے گھر تک پہنچ گئے۔ لیکن قادیانی کسی نہ کسی بہانے سے ٹال گیا۔

اس کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اشتہار علمائے لدھیانہ کو مباحثے کا دیا تو علمائے لدھیانہ نے مباحثے کا چیلنج قبول کرتے ہوئے کچھ شرائط پیش کی تھیں۔ ان میں دو شرطیں یہ تھیں۔

چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا.......... چونکہ مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے۔ لہٰذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاوے گا اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر معہ ترجمہ کرنی پڑے گی۔

(فتاوی قادریہ ص ۲۱،۲۲)

جب کہ مرزا قادیانی نے شرائط کو پورا کرنے کی بجائے مباحثے کا رخ مولانا بٹالوی کی طرف موڑ دیا۔ نیز علمائے لدھیانہ نے مباحثے کی بجائے مباہلے پر زور دیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی بھاگ گیا۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا مولانا بٹالوی نے ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں آ کر مرزا سے مباحثہ کیا تو سیدھی سی بات ہے کہ یہ دو دوستوں کا آپس میں گٹھ جوڑ کا معاملہ تھا۔اسی لئے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے ساتھ مباحثہ میں پیش پیش ہوئے تو علمائے لدھیانہ نے عملاً اس سے اس لئے دوری اختیار کی کہ اب مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے ان الہامات کی تردید اپنی زبان سے اس کے سامنے کریں جن الہامات کو وہ رحمانی کہتے رہے۔علمائے لدھیانہ نے تو شروع میں ہی ان شیطانی الہامات کے جواب میں کفر کا فتویٰ جاری کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ان الہامات میں در پردہ اس نے مسیح موعود ہونے اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔اس لئے علمائے لدھیانہ نے ان دونوں دوستوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مولانا بٹالوی کی اپنے الہامات کے بارے میں تائید وحمایت کو ۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۸۹۱ء کے درمیانی عرصہ میں پروان چڑھایا۔اب جب کہ دونوں دوستوں میں لڑائی ہوگئی تو ان کی تردید و مباحثہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا حق بنتا تھا۔چاہے وہ مباحثہ لدھیانہ میں ہو یا کہیں اور۔اس لئے ڈاکٹر صاحب کو یہ کہہ کر جتلانے کی ضرورت نہیں کہ لدھیانہ میں کسی غیر لدھیانوی (بٹالوی) نے آ کر مباحثہ کیا۔

لدھیانوی بزرگوں کا ذکر خیر

اب آیئے اصل موضوع کی طرف۔ڈاکٹر صاحب نے تحریک ختم نبوت کے ابتدائی ایام میں سرگرم رہنے والے جن لدھیانوی بزرگوں کا ذکر کیا ہے وہ تین ہیں۔مولانا منشی سعد اللہ ،مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ ،میر عباس علی صوفی۔ان تین حضرات کا ڈاکٹر صاحب نے علیحدہ علیحدہ تفصیلا ذکر کیا ہے۔مولانا منشی سعد اللہ کا ذکر ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۳ مارچ ۲۰۰۱ء مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔۳۰ مارچ ۲۰۰۱ء اور میر عباس علی صوفی لدھیانوی کا ذکر ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۶ اپریل ۲۰۰۱ء میں کیا ہے۔نیز ڈاکٹر صاحب نے ان تینوں بزرگوں کا ذکر اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کے صفحہ ۳۱۸۔۳۴۷۔۳۶۶ پر بھی کیا ہے

ان تینوں حضرات کا ذکر کر کے ڈاکٹر صاحب نے ان کو لدھیانہ میں مرکزی حیثیت دے دی اور باقی خاندان علمائے لدھیانہ کا ذکر کرنے کے وقت ڈاکٹر صاحب کے قلم کے سوتے خشک ہوگئے۔کیونکہ خاندان علمائے لدھیانہ کے ذکر سے ڈاکٹر صاحب کی اپنی پی ایچ ڈی کا پول کھل جاتا تھا۔اسی لئے خاندان علمائے لدھیانہ کا ذکر کرنے سے کنارہ کر گئے۔

اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پسندیدہ منتخب بزرگان لدھیانہ کا تذکرہ کس

ریے سے کیا ہے۔

ان تین بزرگوں میں دو کا تعلق احناف کے مسلک سے ہے۔ یعنی مولانا منشی سعد اللہ اور میر عباس علی صوفی۔ اور ایک کا تعلق اہلحدیث طبقے سے ہے۔ یعنی مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ۔

پہلے ہم یہاں پر حنفی بزرگوں کے ذکر کا جائزہ لیں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ احناف میں سے دو ایسے افراد کو منتخب کیا ہے جن میں سے ایک (میر عباس علی صوفی جو کہ مولوی نہیں تھے) کا تعلق ابتداء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے بہت قریبی اور نیاز مندانہ تھا۔ مولانا منشی سعد اللہ تو نو مسلم تھے۔ ان کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے کچھ کہنے سے گریز کیا ہے۔ مگر میر عباس علی صوفی کے متعلق خوب لکھا ہے۔ ان کی مرزا غلام احمد قادیانی سے عقیدت اور مرزا قادیانی کے ان کے نام خطوط بھی اپنے مضمون میں درج کئے ہیں۔ یہاں پر اس کا اختصار ذکر کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

میر عباس علی مرزا قادیانی کے ابتدائی مریدوں میں سے تھے۔ ان کے اخلاص اور عقیدت پر مرزا کو سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ ان کو اپنا ہم خیال کرتے تھے اور اپنے مشکل اور فہم سے بالاتر الہامات کے معنی بھی ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے انہیں لکھا۔ خدا کا کیسے شکر کیا جائے کہ اس نے محض اپنے فضل سے آپ جیسے دوست عطا کر دیئے (۔مکتوبات احمدیہ جلد ا ص ۲۱) ایک اور خط میں لکھا آپ کی ایمانی استقامت کے بارے میں الہام ہوا ہے۔ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرۡعُهَا فِی السَّمَاءِ یعنی جڑ زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وَ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَاءُ (مکتوبات جلد ا ص ۲۵) ایک مرتبہ مرزا صاحب نے آپ کو لکھا کہ آپ میں آثار سعادت اور رُشد کے ظاہر ہیں اور آپ میں صدق و صفا اور اخلاص کا جوہر موجود ہے۔ جس کو یہ چیزیں مل جائیں اس کو استقامت کے ساتھ ہی عطاء کی جاتی ہے۔ (مکتوبات جلد ا ص ۴۲)

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء صفحہ ۱۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی قسم کی کئی عبارات سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون کا پیٹ بھرا ہے۔ نیز ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ!

میر عباس علی صوفی صاحب مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولوی محمد احسن رئیس لدھیانہ کی کوششوں

سے مرزائیت سے تائب ہوئے۔

یہ میر عباس علی صاحب مباحثہ لدھیانہ کے بعد اللہ سے ہدایت پا کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ جیسا کہ مولوی دوست محمد نے لکھا ہے کہ مباحثہ لدھیانہ کے دوران میں مولوی محمد حسین کا جو پرچہ نقل کے بعد منگوایا جاتا تھا۔ میر عباس علی صاحب ہی کے ذریعے منگوایا جاتا تھا۔ مگر یہ جانا میر صاحب کی رہی سہی عقیدت بھی ختم کرنے کا باعث بن گیا۔ بات یہ ہوئی کہ مولوی محمد حسین اور مولوی محمد حسن انہیں دام تزویر میں پھنسانے کے لئے بڑی خاطر تواضع کرتے تھے اور جب جاتے تو سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور کہتے میر عباس علی صاحب تم تو سید ہو آل رسول ہو تمہارا تو وہ مرتبہ ہے کہ لوگ تم سے بیعت ہوں۔ مگر افسوس تم مرزا کے مرید ہو گئے۔ امام مہدی تو سیدوں میں سے ہوگا۔ یہ مغل کہاں سے بن گیا۔ یہ دونوں مولوی عباس علی کے ہاتھ چومتے اور دو ایک روپیہ نظرانہ بھی دیتے اور کہتے کہ تمہاری شان تو وہ ہے کہ تم درود میں شریک ہو مگر افسوس کہ تم کس کے مرید ہو گئے ....(اس پر میر عباس علی کا) اعتقاد متزلزل ہو گیا اور ایمان کی دولت یکسر کھو بیٹھے ....اس کے بعد روز بروز معاندانہ سرگرمیوں میں بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ اسی سال ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک مخالفانہ اشتہار بھی شائع کیا۔ جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا تھا (تاریخ احمدیت جلد ۲ ص ۲۴۴)

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۶ اپریل ۲۰۰۱ ص ۵)

قارئین! یہاں پر غور فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب نے لدھیانہ سے اس بزرگ کا انتخاب کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کیا ہے جو ابتداء میں مرزا قادیانی سے عقیدت رکھتے تھے اور بقول ڈاکٹر صاحب کہ وہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کی ترغیب سے مرزائیت سے تائب ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا مقصد عوام الناس کو یہ تأثر دینا ہے کہ لدھیانہ کے لوگ تو ابتداء ہی میں مرزا قادیانی کے حامی و ناصر تھے۔ پھر لدھیانہ والے کس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی سے پہلے مرزا قادیانی کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ مقصد اس مضمون سے ڈاکٹر صاحب کو یہ ثابت کرنا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی ہی مرزا قادیانی کے پہلے مخالف تھے۔ لدھیانہ کے علماء نہیں تھے۔

کچھ مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کے بارے میں

اب آیئے دوسری طرف ڈاکٹر صاحب نے لدھیانہ کی تیسری شخصیت مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ

ے متعلق جو لکھا ہے اس میں انہوں نے ان کے مرزا قادیانی سے ابتدائی مراسم کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ اہلحدیث تھے۔ڈاکٹر صاحب ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

آپ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے نہایت قریبی رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ بڑے صاحب علم و فضل اور آنریری مجسٹریٹ تھے۔ تاریک ختم نبوت میں ان کی خدمات گونا گوں ہیں .... ناظرین آج کی نشست میں ہم تحریک ختم نبوت کی ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے مولانا محمد حسن کا براہ راست یا بالواسطہ تعلق رہا ہے اور آپ کو بتاتے ہیں کہ تحریک کے بالکل ابتدائی دور میں ہی آپ کا تحریک سے تعلق قائم ہوگیا تھا۔ ہوا یوں کہ جب مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کے درمیان ۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا تو چند خطوط کے بعد (مکتوبات احمدیہ کے مرزائی مرتب کے بقول) مرزا صاحب نے اسے منقطع کر کے لدھیانہ کے مولانا محمد حسن لدھیانوی سے خط و کتابت شروع کر دی۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۳۰ مارچ ۲۰۰۱ء ص ۱۰)

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک تحریک کی ابتداء ۱۸۹۱ء سے ہوتی ہے۔ اس سے پہلے جب ۱۸۸۴ء میں خاندان علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ دیا اس وقت سے لے کر ۱۸۹۱ء تک مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کا کردار کیا تھا ڈاکٹر صاحب اس کا ذکر گول کر گئے۔ کیونکہ مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ اہلحدیث تھے۔ جب کہ میر عباس علی صوفی لدھیانوی حنفی تھے۔ ان کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے ۱۸۸۴ سے ۱۸۹۱ء کے درمیانے عرصے کے کردار کا بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ پڑھنے والے کے لئے مقام غور ہے۔

اس لئے تاریخی حقائق کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ ہم ہی ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ تفصیل گزشتہ صفحات میں بھی آ چکی ہے مگر موضوع کی ترتیب کے اعتبار سے دوبارہ یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جب ۱۸۸۴ء میں پہلی دفعہ لدھیانہ میں آیا تو اس کے استقبال کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس میں مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ اہلحدیث پیش پیش تھے۔

اسی کے متعلق مولانا محمد لدھیانوی نے ''فتاویٰ قادریہ'' میں ان لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں جو کہ مرزا کا استقبال کرنے والوں میں شامل تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر میں آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدّد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی

شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد حقانی مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعوے کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔

(فتاوی قادریہ)

اس میں مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ سے مراد مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ ہیں۔

اور پھر جب انہی دنوں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ میں ٹھہرا رہا تو اس کو روزانہ ملنے کے لئے آنے والوں میں بھی مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام آتا ہے۔

دیکھیے تحریک احمدیت کا مصنف کیا لکھتا ہے۔

زائرین کا ہجوم اور حضور کی مجلس علم وعرفان کے عنوان سے لکھتا ہے۔

بہر کیف زبردست مخالفت کے باوجود جو آپ کی آمد پر اٹھائی گئی تھی لدھیانہ کے گرد و نواح سے روزانہ ہی صبح وشام بڑی کثرت سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ علماء اور رؤسا کا تو ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ بالخصوص حضرت صوفی احمد جان صاحب نقشبندی ،مولوی شاہدین صاحب ،مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ ،نواب علی خان صاحب جھجر، پیر سراج الحق نعمانی تو پروانوں کی طرح آپ کے گرد رہتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۴۶، ۴۷)

یہاں پر دیکھیے کہ مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ سرگروہ اہلحدیث مرزا غلام احمد قادیانی کے گرد پروانہ وار طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے لدھیانہ میں آنے پر اس سے والہانہ عقیدت سے ملنے والوں کی فہرست میں مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کا نام سرفہرست ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب مولانا محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کے ہم عقیدہ ہیں اس لیے ان کی غیر مقلدانہ رعایت کر گئے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے انکے مرزا قادیانی سے ابتدائی تعلقات کو گول کر گئے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے حلقے کے نزدیک تحریک ختم نبوت ۱۸۹۱ء سے شروع ہوتی ہے تو اس لحاظ سے ۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۸۹۱ء کے درمیانی عرصہ میں لدھیانہ میں مرزا قادیانی کے ارتداد کی اس تحریک کو پروان چڑھانے میں مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ سمجھدار کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

کچھ امرتسر کے بارے میں

اب رہا امرتسر کا معاملہ! ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ امرتسر میں مرزا قادیانی کو اینٹیں اور پتھر

تے تھے اس لئے وہ وہاں نہیں جاتا تھا تو اس بارے میں بھی ہم ہی کچھ عرض کریں گے۔

امرتسر کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کو بذات خود عقیدت تھی کیونکہ امرتسر ہی کی ایک بزرگ شخصیت مولانا عبداللہ غزنوی کی ہے یہ اہلحدیث طبقہ کے بڑے اجل عالم، صوفی و بزرگ تھے۔ انہی کے پاس سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عزائم میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے دعا کے لئے گئے۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

اسی طرح مولانا عبداللہ غزنوی کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق فرمایا تھا کہ قادیان میں ایک نور اترا ہے افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔ قادیانیوں کی طرف سے یہ روایت اتنی مشہور ہے کہ ان کی تقریباً ہر کتاب میں ملتی ہے۔ اس کا اخفاء ممکن نہیں۔ اس کے متعلق بھی گزشتہ صفحات میں وضاحت ہو چکی ہے۔

یہاں پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی امرتسر کے لوگوں کے بارے میں عموماً نرم گوشہ رکھتا تھا اور اگر امرتسر کے لوگوں نے کبھی اس پر پتھروں اور اینٹوں کی بارش بھی کی ہو تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ امرتسر کے اہلحدیث بزرگوں کو اس بات کا رنج تھا کہ ہمارے بڑوں سے ترقی کے لئے دعاء کروانے والا آج مسیح بن بیٹھا ہے۔

نیز ڈاکٹر صاحب نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق لکھا ہے کہ امرتسر میں غزنوی خاندان اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ کے اثرات تھے لہٰذا اب ہم مولانا ثناء اللہ امرتسری کی بھی تحریک ختم نبوت میں خدمات کا ذکر کرتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مرزا قادیانی کے بارے میں عقیدہ

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں اس طرف توجہ دلائی ہے لہٰذا ہم بھی بخل سے کام نہیں لیں گے۔

یہاں تک تو ہم نے غیر مقلدین کے اوّل مذہب مکفرّ مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق بحث کی ہے میرا خیال ہے کہ اگر ان حضرات کی ایک اور مشہور شخصیت پر بھی کچھ بات ہو جائے تو تاریخ ختم نبوت مزید محفوظ ہو جائے گی۔

طبقۂ غیر مقلدین میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے بعد مرزا قادیانی کے مقابلہ میں اگر کسی شخصیت کا نام لیا جاتا ہے وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ہیں انکے متعلق یہ مشہور کر رکھا ہے کہ یہ فاتح قادیان تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بڑے مناظرے اور مباہلے کئے۔ اور سب میں

موصوف نے مرزا قادیانی کو بچھاڑ دیا۔شاید ایسا ہی ہو۔ہم اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتے۔غیر مقلدین کی طرف سے اس معاملہ میں جو مواد شائع ہوا ہے ہماری معلومات اسی تک ہی محدود تھیں۔مگر جب فتوائے تکفیر کے سلسلہ میں مطالعہ کرنے کا موقع ملا نیز ڈاکٹر صاحب کے تبصرے سے موضوع کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی سے جو بھی مناظرے مباہلے یا مباحثے کیے وہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہی سمجھ کر کیئے۔مرزا قادیانی پر مولانا موصوف کی طرف سے با قاعدہ تحریری طور پر کوئی کفر کا فتویٰ جاری نہیں ہوا۔فتاویٰ ثنائیہ جو انکے تمام فتووں کا مجموعہ ہے اس میں بھی تلاش بسیار کے بعد نظر سے نہیں گزرا۔

غیر مقلدین کی طرف سے اس بارے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔

کچھ عرصہ ہوا اخبارات میں یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ سب ہی علمائے کرام نے مرزائے قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے۔مگر مولانا ثناء اللہ صاحب نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا نہ اسے کافر کہا ہے۔مولانا عبدالغنی صاحب خانپوری کا بیان ہے کہ میں یہی اعتراض ذہن میں لے کر مولانا ثناء اللہ کے پاس پہنچا اور اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا:

بھئی میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔

یہ ایک ایسا جواب تھا کہ میں خاموش ہو گیا اور پھر کچھ نہ کہہ سکا۔

(سیرت ثنائی ص ۰ ۷ ۱مرتبہ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی)

یہاں پر ایک بات واضح نظر آتی ہے وہ یہ کہ مولانا ثناء اللہ مرتسری کا مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق کوئی ایسا واضح فتویٰ اہل علم اور عوام الناس کے سامنے نہیں آیا تھا جس پر لوگوں کو اطمینان ہوتا۔اسی لئے تو مولانا عبدالغنی صاحب کو مولانا ثناء اللہ امرتسری سے سوال کرنے کی نوبت آئی۔جبکہ اور علماء بھی اس زمانہ میں موجود تھے،ان سے کسی کو وضاحت کرانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی،کیونکہ ان سب کے فتوے واضح تھے۔لازمی بات ہے کہ اس معاملے میں فاتح قادیان کا مسلک گول مول ہوگا۔

نیز یہاں پر غور سے دیکھا جائے کہ یہ ایک روایت ہے کوئی تحریر نہیں وہ بھی اس شخص کی جو کہ خود ان حالات سے بے خبر ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا ہے یا نہیں۔یہ بات کہ مولانا عبدالغنی خانپوری نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے پوچھی اور اس کا جو جواب مولانا امرتسری نے دیا ہے وہ صرف خبر واحد ہے۔کسی جلسہ عام کی بات نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ ملاقات میں بات کہی گئی ہے۔

دوسرے یہ کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ ایک غیر مقلدانہ اور ذومعنی جواب دیا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا لفظ طلاق کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔ تو کیا اس جملے سے طلاق واقع ہو جائے گی ڈاکٹر صاحب اور انکی جماعت غیر مقلدین اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

ڈیانوی غیر مقلدین کی تاریخی تحریف

اس سے پہلے کہ ہم مزید آگے کچھ لکھیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوائے کفر کے معاملے میں ڈیانوی خاندان کے غیر مقلد نمائندوں نے جو تحریف کی ہے اس کو سامنے رکھا جائے۔

غیر مقلدین کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی تاریخی حوالہ ان کے سامنے آتا ہے جو ان کے خلاف پایا جاتا ہو تو وہ ان میں تحریف کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ مگر یہ کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ جیسا کہ ''دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور'' نے مولانا بٹالوی کے فتوے کی جدید اشاعت کے وقت علمائے لدھیانہ کے فتوے کو نکال دیا اور ڈیانوی حضرات کو مولانا عبدالحق بشیر کی کتاب فتویٰ امام ربانی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے غیر مقلد اہلحدیث ہونے کے پندرہ دلائل ہونے کے باوجود کوئی دلیل نظر نہیں آئی اور مرزا قادیانی کی عبارت میں تخفیف کر کے تحریفی طور پر اس کو حنفی بنایا۔ بالکل اسی طرح ڈیانوی غیر مقلدین نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر کو ثابت کرنے کے لیے سیرت ثنائی کی عبارت میں تحریف اور اضافہ کر دیا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ڈیانوی غیر مقلدین کی کتاب احناف کی تاریخی غلطیاں کا نام اصل میں غیر مقلدین کی تاریخی تحریفات ہونا چاہئے تھا۔

تحریف اور اضافہ کیسے کیا گیا اس کے متعلق آپ پہلے سیرت ثنائی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

بھئی میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔

سیرت ثنائی میں صرف یہی عبارت ہے۔ اس سے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر ڈیانوی غیر مقلدین نے اپنی طرف سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے وکیل بنتے ہوئے پہلے تو عبارت کے الفاظ میں تحریف کی اور پھر اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہ یہ ہے:

''میں مرزا صاحب کو کافر کہنا کفر کی توہین سمجھتا ہوں۔ وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے۔''

(احناف کی تاریخی غلطیاں ص ۱۳۵)

یہ حوالہ ڈیانوی غیر مقلدین سیرت ثنائی سے دے رہے ہیں۔ جب کہ یہ عبارت سیرت ثنائی میں موجود ہی نہیں ہے۔ ماشاء اللہ کیسے کیسے ذہین اور محرف غیر مقلدین میں موجود ہیں۔ کہیں نظر نہ لگ جائے۔

یہاں پر اگر چہ ڈیانوی غیر مقلدین نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی عبارت میں اس جملہ ''وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے'' کا اضافہ کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے مگر اس کے باوجود ان کا مدعا پورا نہیں ہوا کیونکہ یہ فقرہ بھی ذومعنی ہے۔صرف یہ کہہ دینے سے کہ وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے کفر کا فتویٰ صادر نہیں ہو جاتا۔اس لیے کہ کئی دفعہ لوگ دوسروں کو کافروں سے بدتر کہہ دیتے ہیں مگر اس سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔مفتی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ اپنی تحریر میں کفریہ عقائد کو بیان کر کے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔اگر مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ایسی کوئی تحریر پیش کی جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔

قادیانیوں کو مسلم فرقوں میں شمار کرنا

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس غیر مقلدانہ اور ذومعنی جواب کی (ان معنوں میں کہ وہ قادیانیوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتے تھے اور ان کو کافر نہیں سمجھتے تھے) تصدیق ان کی اپنی تحریرات اور عملی کردار سے ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کے ذومعنی اقوال کی تصدیق اسکی عملی زندگی اور تحریروں سے ہی واضح ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کچھ تحریریں اور انکا عکس پیش کرتے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ مولانا ثناء اللہ کے اس ذومعنی اور غیر مقلدانہ جواب کی حقیقت کیا ہے۔

(۱) مرزا قادیانی سے عقیدت

سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس شخصیت کے متعلق بحث کی جاتی ہے اس کے ساتھ بحث کرنے والے کے تعلقات کیسے ہیں۔ان کا تعلق کب سے ہے۔اور ابتدائی تعلق کی کیفیت کیسی تھی اور بعد میں جب اختلاف ہوا تو اس وقت بھی اس ابتدائی کیفیت کے اثرات ہیں یا نہیں۔ہم یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مرزا غلام احمد قادیانی سے ابتدائی تعلق کیسا تھا اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

تاریخ احمدیت کے مصنف لکھتے ہیں:

> اسی زمانہ (۱۸۸۵ء) میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۷،۱۸ سال کی عمر میں محض شوق زیارت میں بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان آئے۔
>
> (تاریخ احمدیت ص ۱۸ جلد ۲)

ہم اس سلسلے میں صرف ''تاریخ احمدیت'' کے مصنف کی روایت پر اکتفاء نہیں کرتے۔تا کہ غیر مقلدین یہ نہ کہہ دیں کہ یہ تو قادیانیوں نے لکھا ہے۔حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔اسی لیے ہم یہاں پر مو...

ثناءاللہ امرتسری کی ذاتی تحریر پیش کرتے ہیں۔

جس کا عنوان ہے۔''مرزا صاحب کی نظر عنایت خاکسار پر''

آسماں بار امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

جس طرح مرزا صاحب کی زندگی کے دو حصے ہیں۔(براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا صاحب سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔براہین احمدیہ تک اور براہین احمدیہ سے بعد۔براہین تک میں مرزا صاحب سے حسن ظن رکھتا تھا۔چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷، ۱۸ سال تھی میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ان دنوں مرزا صاحب ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے۔مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے وہاں دیکھا مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جو ان کی بابت خیالات تھے وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہو گئے۔جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔وہ آئے اور آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔کیا کام کرتے ہو۔میں ایک طالب علم علماء کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا کہ آتے ہوئے السلام علیکم کہنا سنت ہے۔فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریقہ کی پرواہ نہیں کی۔کیا وجہ ہے۔مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا اس لیے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

(تاریخ مرزا ص ۵۹ شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۵۷۔۴۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

یہاں پر تمام غیر مقلدین غور فرمائیں کہ یہ عبارت کسی قادیانی کی نہیں ہے اور نہ ہی کسی لدھیانوی یا دیوبندی کی لکھی ہوئی ہے۔یہ تحریر فاتح قادیان کی ہے۔جن کو مرزا غلام احمد قادیانی سے ابتداء میں اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں کیے ہوئے دعوؤں کو حق سمجھتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔اور شوق زیارت اتنا تھا کہ اس کے حق کو ادا کرنے کے لیے پاپیادہ بٹالہ سے سفر کر کے قادیان پہنچے اور اپنی محبوب ہستی تک بالآخر پہنچ ہی گئے۔اس سفر میں نہ جانے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑی ہوں گی۔کسی کا شعر ہے۔

جن کے ہونٹوں پہ ہنسی پاؤں میں چھالے ہوں گے

ہاں وہی لوگ تجھے ڈھونڈنے والے ہوں گے

کے مصداق بن گئے

یہاں پر ایک بات اور بھی واضح ہوگئی کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک بھی ''براہین احمدیہ'' ایک ایسی کتاب تھی جس کی نظیر ملنا مشکل تھی۔ اسی لیے تو مولانا ثناء اللہ امرتسری پا پیادہ شوق زیارت میں بٹالہ سے قادیان جا کر اس بات کا اظہار کر رہے ہیں۔

باقی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے جہاں یہ لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کے سلام نہ کرنے سے طبیعت مبدل ہوگئی پھر بھی حسن ظن کا ایسا غلبہ تھا کہ براہین احمدیہ کے حق ہونے کے صدقے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

عجیب بات ہے مولانا محمد حسین بٹالوی کے بعد غیر مقلدین کے مناظر اعظم 'فاتح قادیان' بھی مرزا قادیانی کی زلف براہین احمدیہ کے اسیر تھے۔ ان کو بھی علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کے باوجود براہین احمدیہ' میں کوئی کفر کی وجہ نہیں ملی۔

علمائے لدھیانہ نے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔ جب کہ مولانا ثناء اللہ کی پیدائش ۱۸۶۸ء ہے۔ اس حساب سے ۱۷، ۱۸ سال کی عمر ۱۸۸۵ء یا ۱۸۸۶ء بنتی ہے۔ گویا کہ علمائے لدھیانہ کے فتویٰ تکفیر کے ایک یا دو سال کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا قادیانی کی زیارت کے لیے پیادہ بٹالہ سے قادیان پہنچے۔ اور اس وقت سے لیکر مرزا قادیانی سے اختلاف تک فاتح قادیان کا ''براہین احمدیہ'' پر غیر متزلزل یقین تھا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نظریات

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ''اخبار اہل حدیث امرتسر'' میں 'تکفیر کے فتوے' کے عنوان سے ایک تحریر لکھی ہے اس تحریر کے ذریعے سے مولانا امرتسری نے مسلمانوں کو آپس میں کفر کا فتویٰ دینے سے روکا اس کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کو بھی اسلامی فرقوں میں شمار کیا۔ ملاحظہ کیجئے:

کیا واقعی ہمارے ملاؤں میں یہ طاقت ہے کہ حجروں میں بیٹھ کر اپنی لال کتاب سے مسلمانوں کی تکفیر کر سکتے ہیں۔ یعنی جسے چاہے کافر بنا سکتے ہیں یا مؤمن۔

مسلمانوں کو کافر بنانے والے پہلے خود کو تو کفر کے دائرے سے نکال کر مؤمن بنائیں۔ اگر تکفیر کے مفتی مقلدین سے ہیں تو علماء غیر مقلدین (اہل حدیث) سے اپنے نسبت فتویٰ لیں کہ وہ مقلدین کو کیا سمجھتے ہیں۔ اہل حدیث کی کتابیں رسالے اور فتوے دیکھیں

جن میں تقلید کو نہ صرف بدعت بلکہ کفر قرار دیا ہے۔

یہی حالت باہم شیعہ، سنی، احمدی، غیر احمدی (مرزائی غیر مرزائی) کی ہے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو کافر مطلق سمجھتا ہے۔ الغرض جدھر دیکھو اسلام میں کافر ہی کافر نظر آئیں گے۔

ہیں کعبہ میں سب اپنے ہی یاران روشناس
وہ کون ہے جو رانده دیر مغاں نہیں

(اخبار اہلحدیث امرتسر، ۲۲ محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۱۴ء ص ۱۰)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۵۹ ۔ ۴۶۰ پر ملاحظہ کریں)

آگے چلیے:

(۲) مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کا جب آپس میں اختلاف ہوا اور پھر ان دونوں غیر مقلد بزرگوں میں مباحثے ہوئے تو ایک مباحثے میں جواب دیتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کو بھی مسلم فرقوں میں شمار کیا ہے۔ ہم اس کا بھی عکس صفحہ نمبر ۴۶۱ تا ۴۶۳ پر پیش کر رہے ہیں۔

بہت خوب پس معنی یہ ہوئے کہ اہلحدیث وہ ہے جو اصول مذہب کا پابند ہو۔ یہ تعریف ایسی وسیع ہے کہ مسلمانوں کے کل فرقوں پر صادق آتی ہے۔ حنفی بھی اصول مذہب کے پابند ہیں، شافعی بھی، مالکی اور حنبلی بھی، معتزلہ، نیچری، مرزائی، شیعہ وغیرہ سب بلکہ غیر مسلم پر بھی صادق آتی ہے مثلاً آریہ، ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ ہر ایک اصول مذہب کا پابند ہے۔

(اشاعۃ السنہ ش ۷ ج ۲۳ ص ۲۰۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی یہ تحریر صرف مولانا بٹالوی نے ہی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں نہیں لکھی بلکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ہفت روزہ اخبار اہلحدیث کے ۱۱ جون ۱۹۱۵ء کے شمارے میں صفحہ نمبر ۵ پر بھی لکھی ہے۔

یہاں پر غور فرمائیں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مسلم اور غیر مسلم کی علیحدہ علیحدہ نشاندہی کر کے قادیانیوں کو مسلم فرقوں میں شمار کیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی قادیانیوں کے اجلاس میں شرکت

انسان کی قول کے بعد اس کی تحریر پھر عملی زندگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے کیا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا آپ نے ذو معنی اور غیر مقلدانہ قول پڑھا۔ پھر اس کے بعد ان کی

تحریرات ان کے قول کی وضاحت کے لیے پیش کیں۔اب ہم آپ کے سامنے ان کی قادیانیوں کے معاملے میں عملی زندگی پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت اس اعتبار سے قابل نفرت ہے کہ اس نے مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا ہے نیز وہ دنیا کے سامنے غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں سے میل جول نہ رکھا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے سادہ لوح مسلمان ان کے دام میں غلط فہمی سے پھنس جاتے ہیں۔ان حالات میں اگر اہل علم میں سے کوئی صاحب قادیانیوں کے جلسوں میں یا پروگراموں میں جاتا ہے تو عام سادہ لوگوں کو قادیانی یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ تمہارے بڑے بھی ہمارے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اس لیے تمہارے اندر اور ہمارے اندر کوئی فرق نہیں۔ان حالات میں ایک ایسا عالم دین۔اور پھر ایسا شخص جس نے ساری عمر قادیانیوں سے مناظرے مباحثے ،مباہلے کئے ہوں اور پھر اس کو فاتح قادیان بھی کہا جاتا ہو تو ایسی صورت میں عام آدمی پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔کہنے والا تو یہی کہے گا کہ یہ کفر اسلام کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ مولویوں کے کھانے پینے کا مسئلہ ہے۔اسی چیز کا پروپیگنڈا کر کے قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے میل جول کی جس مثال کو قائم کیا ہے۔وہ فتاوی ثنائیہ میں جو کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے دیئے ہوئے فتوؤں کا مجموعہ ہے کے صفحہ ۷۴ میں مذکور ہے۔

مولانا نے لاہوری مزائیوں کی طرف سے بلائے گئے ایک اجلاس میں جو کہ ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا باقاعدہ خطاب کیا۔یہ اقدام غیر مقلدین کے نزدیک مستحسن ہی ہوگا۔جبھی تو ان حضرات نے اس خطاب کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاوی ثنائیہ میں درج کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

انجمن احمدیہ لاہور کے انتظام سے لاہور میں ایک مذہبی کانفرنس بتاریخ ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۲۳ء منعقد ہوئی۔جس نے تمام مذاہب کو دعوت شرکت دی۔کہ اس مضمون پر اپنی اپنی کتاب کی ہدایت سناؤ۔مذہب کا مقصد کیا ہے حسب پروگرام مشتہرہ کانفرنس مندرجہ ذیل اصحاب مقرر تجویز ہوئے۔

(۱) پنڈت چوپتی جی ایم۔اے لیکچرار آریہ سماج۔

(۲) خواجہ کمال الدین صاحب۔۔لیکچرار اسلام۔

(۳) پنڈت متھرا پوری صاحب۔۔لیکچرار سناتن دھرم۔

(۴) پادری علی بخش صاحب۔۔لیکچرار عیسائیت۔

(۵) لالہ رام پرکاش لال صاحب۔۔لیکچرار برہموسماج۔

(۶) مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب۔۔لیکچرار اسلام۔

(۷) پروفیسر راجارام صاحب۔۔لیکچرار آریہ سماج۔

میں نے جو مضمون کانفرنس مذکور میں سنایا۔وہ ناظرین اہل حدیث کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہے۔

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا
ہندو نے صنم میں جلوئ چاہا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بر نہ آیا تیرا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

صاحبان! السلام علیکم۔۔۔۔۔جلسہ اعظم مذاہب کے بعد یہ دوسرا جلسہ اس نوع کا ہے۔جو ۱۸۹۶ء میں بمقام اسلامیہ سکول دروازہ شیرانوالہ میں ہوا تھا۔آہ اس وقت کے منتظموں اور مقرروں میں سے اکثر کو میں غیر موجود پاتا ہوں تو دنیا کی بے ثباتی پر بے ساختہ یہ شعر میرے منہ سے نکلتا ہے۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

اس قسم کے جلسوں کا فائدہ بہ نسبت مناظرانہ مجالس کے بہت زیادہ ہے۔مگر ہمارے ملک کو مناظرانہ طرز میں کچھ زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسا جلسہ ۲۷ سال تک ملتوی رہے۔بحالیکہ مناظرانہ جلسے قریباً روزانہ ہوں۔خیر ہر ایک اپنی رائے کا مالک ہے۔

(فتاوی ثنائیہ جلد اول ص ۴۷)

یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کے ساتھ اس قسم کے زیادہ جلسوں پر زور دیا ہے۔انہیں یہ افسوس ہے کہ ۱۸۹۶ء کے بعد ۲۷ سال تک ایسا جلسہ نہ ہوا۔اب منعقد ہوا ہے۔اس سے

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو قادیانیوں کو نہ صرف کافر کہنے میں تأمل تھا بلکہ ان کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے میں بھی کتنا شوق تھا۔

مرزا قادیانی کے اشعار سے اختتام

کہتے ہیں کہ جس کو جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کے کلام سے بھی اس کو محبت ہوتی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے خطبے کا اختتام کسی مسلمان شاعر کے شعر سے نہیں کیا۔ بلکہ اگر انہیں شعر بھی ملے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہی ملے۔ اور وہ بھی قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے جب کہ مرزا قادیانی نے اپنا ہر عمل قرآن کی تکذیب میں ہی کیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنا خطاب مرزا قادیانی کے ان شعروں پر ختم کرتے ہیں۔

چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں۔ اس لیے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمٰں ہے

(فتاویٰ ثنائیہ ص ۸۶ جلد ۱)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ان اشعار سے اپنے اخبار ”اہل حدیث امرتسر“ ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء کے شمارے کے پہلے صفحے کو بھی مزین کیا ہے۔

یہ اشعار مرزا قادیانی کے اپنے ہیں جو کہ اس کی کتاب دُرِ ثمین کی ابتداء میں درج ہیں۔ گویا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنا قرآن پر اعتقاد بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے شعروں سے مستعار لیا ہے۔

آگے چلیے:

عدالت میں مرزائیوں کے اسلام کا اقرار

یہاں پر قادیانیوں کی طرف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب اور غیر مقلدین کی پوری جماعت جب ان کے مطلب کی بات ہوتی ہے تو تصدیق کے لیے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں

ی تحریرات کا سہارا لیتے ہیں۔

۲) مولانا ثناء اللہ امرتسری کا دوسرا عملی قدم جوان کے اپنے قول کی عملی تفسیر ہے وہ یہ کہ ایک عدالت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک عورت (جس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا) کے مختار ہونے کی حیثیت سے پیش ہونے پر گواہی کی صورت میں پیش آیا۔

قادیانی جماعت کا ایک اہم رکن چوہدری ظفر اللہ خاں جو کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ تھا اس نے اپنی زندگی کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ''تحدیث نعمت'' ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے:

جماعت احمدیہ کے افراد کے متعلق ارتداد کا سوال کئی بار عدالتوں میں آیا ہے......۱۹۱۷ء میں امرتسر میں ایک شخص بنام سراج دین کے سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے پر اس کی بیوی کی طرف سے دعویٰ دائر کیا گیا کہ میرا خاوند سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ اس لیے قرار دیا جائے کہ میرا نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ مدعیہ کی طرف سے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب۔ ایڈیٹر اہلحدیث مختار خاص پیروی کرتے تھے۔ اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب بیرسٹرایٹ لاء وکیل تھے۔ مقدمے کی سماعت مسٹر سیمور سب جج درجہ اول امرتسر نے کی۔ میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے ارشاد پر مدعا علیہ کی طرف سے پیروی کے لیے امرتسر جایا کرتا تھا۔ مدعیہ کے گواہان کے زمرے میں مولانا عبدالاحد غزنوی صاحب (والد ماجد مولانا اسماعیل غزنوی صاحب) بھی اپنے تحریری فتوی کی تصدیق کے لیے پیش ہوئے۔ ان کا فتویٰ تھا کہ:

''مرزائے قادیان کافر است وہمہ مریدان او کافر اند وہر کہ در کفر ایشاں شک دارد او ہم کافر است''

ظفر اللہ خاں۔ جناب مولانا اگر کوئی شخص ایسے شخص کو کافر شمار نہ کرے جو جناب مرزا صاحب کے مریدان کے کفر میں شک کرتا ہو تو اس کے حق میں کیا ارشاد ہے۔

''مولانا عبدالاحد غزنوی صاحب..........وہ بھی ویسا ہی کافر ہے''

'' ظفر اللہ خاں۔ اور جو اس کے کفر میں شک کرے۔ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔''

جناب مولانا صاحب۔ وہ بھی ویسا ہی کافر ہے:

''اس پر سب جج صاحب نے فرمایا۔ چلو اب سب کافر ہو چکے قصہ تمام ہوا۔

جج صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا شہادت ختم ہے۔ میں نے کہا جناب ایک گواہ

باقی ہے۔ پوچھا وہ کون ہے۔ میں نے کہا جناب مدعیہ کے مختار مولانا ثناء اللہ صاحب۔ اس پر مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا مجھے تو طلب نہیں کیا گیا۔ میں نے کہا آپ عدالت میں موجود ہیں۔ طلبی کی ضرورت نہیں۔ مولانا صاحب نے فرمایا لیکن مجھے خرچ خوراک ملنا چاہئے۔ میں نے کہا عدالت میں موجود ہونے کی صورت میں آپ خرچ خوراک کا مطالبہ کرنے کے مجاز تو نہیں۔ لیکن مجھے آپ کے ساتھ بحث مقصود نہیں لیجئے تین روپے حاضر ہیں۔ قبول فرمایئے اور اقرار صالح کیجئے۔ جب مولانا صاحب شہادت دینے کھڑے ہوئے تو میں نے ان کے اخبار اہلحدیث کا ایک پرچہ جیب سے نکالا اس میں مندرجہ ایک نوٹ کی طرف مولانا صاحب کو توجہ دلائی اور دریافت کیا۔ کیا یہ آپ کا لکھا ہوا ہے۔ فرمایا میرا لکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا درست ہے۔ فرمایا۔ درست ہے۔ میں نے وہ پرچہ بطور شہادت پیش کر دیا۔ اس نوٹ کا مضمون یہ تھا۔

ایک صاحب نے ہم سے سوال کیا ہے کہ آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل کر اشاعت اسلام کا ادارہ قائم کیا ہے۔۔ اگر اس ادارے کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں کوئی غیر مسلم مرزائی ہو جائے تو کیا آپ کے نزدیک وہ مسلمان ہوگا۔ ہماری طرف سے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونا دو لحاظ سے ہے۔ ایک اخروی نجات کے لحاظ سے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے عرف عام کے لحاظ سے اس لحاظ سے ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ مرزائی بھی کلمہ گو ہیں۔ اس لیے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا.......... عدالت کے کمرے سے سب اکٹھے باہر آ گئے۔ تین روپے ابھی مولانا صاحب کے ہاتھ میں ہی تھے۔ انہوں نے انہیں چھنکایا اور مسکرا کر مجھے فرمایا مرزا صاحب سے ہمیں کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہی رہتا ہے۔ بحث ہوئی اور چند دن بعد سب جج صاحب نے فیصلہ سنایا۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے فیصلے اور مدعا علیہ کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی تھی اس پر حصر کرتے ہوئے قرار دیا کہ مدعا علیہ کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور دعویٰ خارج کر دیا گیا۔

(تحدیث نعمت تلخیص ص۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶۔۔۔ مرتبہ ظفر اللہ خاں)

فاتح قادیان کا موقف

یہ تو تھی قادیانی وکیل چوہدری سر ظفر اللہ خاں کی تحریر۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ غیر مقلدین کے

تح قادیان اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

امرتسر میں مرزائی فسخ نکاح کا مقدمہ کے عنوان سے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

اس مقدمہ کی خبر مرزائی اخباروں میں شائع ہو چکی ہے۔ہم نے آج تک اس کا ذکر کسی مصلحت سے نہیں کیا تھا۔پہلی پیشی چونکہ ہو چکی ہے اس لئے آج اس کو شائع کرتے ہیں محلہ کڑہ بھنگیاں میں ایک لڑکا مرزائی ہو گیا ہے۔اس کی بیوی نے عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔مضمون دعویٰ یہ تھا کہ چونکہ میرا خاوند مرزائی ہو گیا ہے اور مرزائی بحکم فتویٰ علمائے اسلام کافر ہیں۔لہٰذا میرا نکاح اس سے فسخ کیا جائے۔مدعیہ کی طرف سے چھ علماء گواہ طلب ہوئے۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ،مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری ،مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی ،مولوی نور احمد صاحب امرتسری ،مولوی عبدالصمد صاحب امرتسری،مولوی غلام مصطفیٰ صاحب امرتسری۔پہلے دو صاحب نہ آئے۔باقی چار صاحبوں کی شہادتیں ۱۹ مارچ کو سب جج کی عدالت میں ہوئیں۔چاروں کا بیان متفق تھا کہ مرزا صاحب دعویٰ نبوت اور توہین حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کرنے سے کافر تھے۔ان کے اتباع بھی اسی حکم میں ہیں۔لہٰذا نکاح فسخ ہے..........خاکسار پر شہادت کے لئے بہت اصرار کیا گیا مگر کسی مصلحت سے میں انکار ہی کرتا رہا۔آخر مشیت ایزدی غالب آئی۔مگر برنگ دیگر۔

میں اخیر شہادت کے موقعے پر کمرہ عدالت میں گیا ہجوم بہت تھا۔لیکن فریق ثانی کی نگاہ پڑ گئی تو انہوں نے جج صاحب سے کہا کہ ہم ان کی شہادت کرانا چاہتے ہیں جج صاحب نے مجھے طلب فرمایا ،شہادت کے خرچے کا سوال ہوا تو جج صاحب نے حکم دیا کہ مبلغ تین روپیہ ان کو خرچہ دیجئے۔چنانچہ تین روپیہ مل گئے۔فریق ثانی نے اخبار اہلحدیث ۱۹ جنوری ۱۷ء پیش کر کے مجھ سے تصدیق کرایا کہ میں نے لکھا ہے کہ اس میں ان کا مدعاء اس عبارت سے تھا جس میں اشاعت اسلام کانفرنس کے متعلق ایک فقرہ تھا۔

کسی نے پوچھا تھا کہ اگر عام اسلام کی اشاعت کرو گے تو کوئی نو مسلم ہو کر مرزائی کہلانا پسند کرے گا تو آپ اس کو مسلمان سمجھیں گے۔اس کے جواب میں لکھا گیا تھا۔مسلمان سمجھنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ایک نجات کے لحاظ سے ،دوسرا امردم شماری کے طور سے۔ہم ان لوگوں کو مردم شماری کے لحاظ سے مسلمان جانیں گے۔اس عبارت کی مجھ سے تصدیق کرائی گئی۔وکیل

مدعیہ نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا تو میں نے بتلایا کہ سرکاری طور پر جو مردم شماری ہوتی ہے اس میں یہ قاعدہ ہے کہ ہر آدمی جو اپنا مذہب لکھتا ہے اسی کے ذیل میں وہ آتا ہے۔ جیسے اچھوت لوگ مجموعہ ٹوٹل میں ہندو ہوتے ہیں۔ اسی طرح مرزائی لوگ مردم شماری کے مجموعہ ٹوٹل میں مسلمان ہیں۔ اس سے مراد مذہبی حیثیت نہیں۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۵ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۸،۹)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۶۴ تا ۴۶۶ پر ملاحظہ کریں)

غور فرمائیں کہ فاتح قادیان نے خود لکھا ہے کہ عدالت میں جو چار گواہ مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے تھے ان سب نے تو بالاتفاق یہ کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں مگر فاتح قادیان خود عدالت میں آ کر گول مول بیان دے گئے۔ عدالت کا تو سیدھا سوال تھا کہ یہ کافر ہیں یا نہیں۔ مگر مرزائی وکیلوں نے ان کی پچھلی ایک تحریر جو کہ فاتح قادیان کے ہفت روزہ اخبار اہلحدیث میں شائع ہوئی تھی پیش کر کے پھنسالیا۔ اب فاتح قادیان کو اس تحریر سے فرار ممکن نہیں تھا۔ اس لئے اپنے اس بیان سے انکار نہ کر سکے۔

اب یہاں پر ہم فاتح قادیان کی وہ تحریر پیش کرتے ہیں جو کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھی تھی اور جس کو مرزائی وکیلوں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ وہ یہ ہے۔

اخبار وکیل میں مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ جو اشاعت اسلام کانفرنس کی تحریک کر رہے ہیں۔ کوئی شخص کفر چھوڑ کر شیعہ یا قادیانی وغیرہ فرقوں میں آئے گا تو کیا آپ اس کو مسلمان سمجھیں گے۔ لائق ایڈیٹر وکیل نے از خود ہی جواب دے دیا تھا کہ ہاں ایسے شخص کو ہم مسلمان سمجھیں گے۔ باوجود جواب دے دینے کے سوال میرے لئے باقی رکھا۔ اس لئے میں بھی جواب دیتا ہوں۔ ذرا تفصیل سنئے:

مسلمان سمجھنا دو معنے سے ہوتا ہے دنیاوی مردم شماری سے اور اخروی نجات سے۔ نجات کا حال تو اللہ کو معلوم ہے اس کا تو ابھی نہ وقت آیا ہے نہ حال معلوم ہوا۔ دنیاوی مردم شماری ہم کر سکتے ہیں اور یہی اس کا وقت ہے۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں کو جو کلمہ اسلام کے قائل ہیں مسلمان جانتے ہیں دوسری حیثیت خدا کو معلوم ہے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۷ء، صفحہ ۴)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۶۷۔۴۶۸ پر ملاحظہ کریں)

ماشاءاللہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان اور مفتی اعظم کے گول مول فتویٰ کے کیا کہنے۔ مفتی کا کام تو یہ ہے کہ دوٹوک بات کرے۔ خصوصاً ختم نبوت کے مسئلے میں یہ کہہ دینا کہ آخرت کا معاملہ خدا جانے اور دنیا کے معاملے میں مرزائی کلمہ اسلام کے قائل ہیں اس لئے ہم ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ اس کے بعد عدالت کے مقدمے کی کیا حیثیت رہی۔

یہاں پر ڈاکٹر صاحب بشمول تمام غیر مقلدین غور فرمائیں کہ ایک عورت غیر مقلدین کے مناظر اعظم کو عدالت میں بقول مرزائی وکیل اپنا مختار بنا کر لے جاتی ہے کہ شاید اس کی وجہ سے ایک مرتد قادیانی سے میری جان چھوٹ جائے اور میں حرام کی زندگی بسر کرنے کی بجائے حلال کی زندگی بسر کروں مگر عدالت میں جا کر اس مدعیہ کے مختار اور فاتح قادیان نے اپنے اس دعوے کے ہی خلاف شہادت دے دی اور اس شہادت کی وجہ سے عدالت نے نکاح فسخ نہیں کیا۔ بلکہ دعویٰ ہی خارج کر دیا۔

جج کے فیصلے سے اختلاف

چنانچہ فاتح قادیان نے حسب عادت اپنی عزت رکھنے کے لیے جج کے فیصلے سے اختلاف کیا اور پنجابی کی مثال ''گونگلو (شلجم) سے مٹی جھاڑی'' عدالت میں تو فاتح قادیان نے قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کر لیا۔ مگر جب جج نے فاتح قادیان کے موقف کے مطابق قادیانیوں کو مسلمان قرار دے کر تنسیخ نکاح کے دعوے کو خارج کر دیا تو فاتح قادیان کو نہ جانے کیوں غیرت آ گئی۔ جھٹ اُس فیصلے کے خلاف اپنے اخبار ''اہلحدیث'' میں مضمون لکھ دیا۔ اور ادھر اُدھر کی ہانک لگا کر فیصلے کو غلط قرار دینے کی کوشش کی۔ اب اس اختلاف سے کیا فائدہ۔ بلاوجہ صفحات کالے کیے۔

چند غور طلب پہلو

یہاں پر چند پہلو غور طلب ہیں جو کہ ایک ملی بھگت کی نشاندہی کرتے ہیں:

(۱) سب سے پہلے یہ کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے جن چھ علماء کا بطور گواہ کے ذکر کیا ان میں سب سے پہلا نام نامی حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کا ہے جو کہ عدالت میں گواہی کے وقت غیر حاضر رہے۔ یعنی جو شخص غیر مقلدین کے مطابق اول مکفرؔ ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا مدّ مقابل تھا وہی عدالت میں قادیانیوں کے متعلق اپنا بیان دینے کے وقت غیر حاضر تھا۔ اس کی وجہ صاف واضح ہے کہ اسی اوّل مکفرؔ نے ۱۹۱۳ء میں

اسی قسم کے ایک مقدمہ میں گوجرانوالہ کی عدالت میں کہہ دیا تھا کہ ہمارا فرقہ مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں سمجھتا۔اس لئے ان کو اپنا بیان دوہرانے کے لئے امرتسر کی عدالت میں آنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

(۲) یہ کہ جب اس مقدمہ میں چار گواہوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ مرزائی کافر ہیں پھر اچانک مولانا ثناء اللہ امرتسری تین روپے معاوضہ لے کر گواہی دینے کے لئے تشریف لے آئے اور انہوں نے اپنے بیان میں ان چاروں گواہوں کے موقف کو رَدّ کر دیا اور فرمایا کہ ظاہر میں تو مرزائی مردم شماری میں مسلمان ہیں کیوں کہ وہ کلمہ گو ہیں اور آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

اگر اللہ کے سپرد ہی سب کچھ کرنا تھا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری مولوی یا مفتی کیوں بن گئے۔جب کہ مولوی اور مفتی ہی دنیا میں کسی کو کافر یا مسلمان قرار دے کر اس کے آخرت کے معاملے کا بھی فیصلہ کر دیتے ہے۔کیونکہ دنیا میں ہی کسی شخص کا عقیدہ آخرت کی جزاء وسزا کی بنیاد بنتا ہے۔اب جب کہ دنیا کے معاملہ میں مولانا امرتسری کے نزدیک مرزائی مسلمان ہیں تو آخرت کے معاملہ کو اللہ پر کیوں چھوڑا گیا۔ڈاکٹر صاحب یا ان کے ہم مسلک غیر مقلدین اس کی وضاحت فرمادیں۔

روحانی باپ بیٹا اور علمائے لدھیانہ و دیو بند

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۳ ص ۱۹۳ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اپنا روحانی فرزند کہا ہے۔ان دونوں روحانی باپ اور بیٹے کا طرز عمل بھی عجیب تھا کہ مرزائیوں کے ساتھ مناظروں اور مباحثوں میں تو پیش پیش ہوتے تھے۔مگر جب کبھی معاملہ عدالت تک پہنچ جاتا تو ان دونوں روحانی باپ بیٹوں کو گول مول الہام ہونا شروع ہو جاتے تھے اور پھر مسئلہ کی نوعیت ایسی ہو جاتی تھی کہ عدالت کے جج کو مرزائیوں کے حق میں فیصلہ کرنا پڑتا تھا۔

جیسا کہ ۱۸۹۹ء میں گورداس پور کی عدالت میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے مدمقابل اور غیر مقلدین کے بقول اول مکفرّ ہونے کے باوجود اپنی منشاء اور خوشی سے اس اقرارنامے پر دستخط کر دیئے جس کے مطابق مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کو آئندہ کافر، کاذب اور دجاّل نہیں کہیں گے۔اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اسی طرح گوجرانوالہ کی عدالت میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہ کہنے کا فتویٰ دے کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو مرزائیت میں داخل ہونے کا چور راستہ دکھا دیا۔

بالکل اسی طرح اپنے روحانی باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روحانی فرزند اور فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری نے امرتسر کی عدالت میں چار گواہوں کی طرف سے مرزائیوں کو کافر قرار دینے کے باوجود مسلمان تسلیم کرلیا اور پھر اسی نظریے کو دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اخبار اہلحدیث میں شائع بھی کردیا تاکہ سند رہے۔

جب کہ دوسری طرف علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند نے کسی بھی عدالت میں مرزائیوں کو مسلمان نہیں کہا جو بیان ان لوگوں کا عوام الناس میں تھا یا کتابوں میں فتوے کی شکل میں موجود تھا اسی کو عدالت میں بھی جا کر دوہرایا۔ جیسا کہ ایک تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں جو کہ ۳۴،۱۹۳۳ میں بہاول پور کی عدالت میں دائر کیا گیا تھا۔ اس میں علمائے دیوبند کی طرف سے محدث العصر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اور علمائے لدھیانہ کی طرف سے راقم کے پردادا حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور راقم کے نانا مولانا محمد انوری رحمتہ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں عدالت میں مرزائیوں کو کافر کہا اور ان کو دلائل کے ساتھ کافر ثابت کیا۔ چنانچہ ان حضرات نے مستقل مزاجی، حق گوئی اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ مرزائی کافر ہیں۔ یہی وجہ ہے جج کے لئے مرزائیوں کو کافر تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور ان حضرات کے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں کو کافر قرار دیا اور ان حالات میں بھی مقدمے کو جاری رکھا جبکہ مدعا علیہ دوران مقدمہ مر چکا تھا۔ پھر بھی عدالت کے جج نے اس مقدمے کو مکمل سن کر کے مرزائیوں کے کفر کا فیصلہ دیا۔

انہی دنوں جب یہ مقدمہ بہاولپور میں چل رہا تھا تو فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ فتویٰ جاری فرما دیا تھا۔

<u>اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔</u>

(اخبار اہل حدیث ۲۔نومبر ۱۹۳۴ء)

اس فتوے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یعنی بہاولپور میں تنسیخ نکاح کا مقدمہ چل رہا ہے علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند قادیانیوں کا کفر ثابت کرنے کے دلائل دے رہے ہیں کہ مرزائی اور مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہے اسے منسوخ کیا جائے مگر فاتح قادیان اپنے ناقص علم کا اظہار فرما کر نکاح کو جائز قرار دے رہے ہیں۔

اسی طرح علمائے لدھیانہ کی طرف سے ۱۹۷۱ء میں رحیم یار خاں کی عدالت میں مولانا رشید احمد لدھیانوی (جو کہ ہمارے والد مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں) نے ایک مقدمہ مرزائیوں کی مسجد کے متعلق دائر کیا کہ مرزائی مسجد نہیں بنا سکتے۔ اس لئے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس پر بھرپور دلائل دیئے۔ عدالت میں مزائیوں کو دلائل کے ساتھ کافر ثابت کیا۔ چنانچہ ۱۹۷۲ء میں عدالت نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دیا اور مرزائیوں کو غیر مسلم ہونے کی وجہ سے مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے بھی ابھی تک مرزائیوں کو کافر قرار نہیں دیا تھا۔ پاکستان کی پارلیمنٹ نے ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

اب بھی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ غیر مقلدین کی طرف سے جو مقدمے عدالتوں میں چلے یا ان حضرات نے عدالتوں میں جا کر گواہیاں دیں تو اس پر عدالت کے ججوں نے غیر مقلدین کے اوّل مکفر اور فاتح قادیان کی طرف سے دیئے گئے دلائل کی بنیاد پر انہیں کی مرضی کے مطابق مرزائیوں کو مسلمان قرار دے کر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔

جب کہ علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند کی طرف سے دائر کردہ مقدمات میں عدالت کے ججوں نے ان حضرات کے دلائل سن کر انہیں کے مطابق مرزائیوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑنے کی بجائے انہیں دنیا ہی میں کافر قرار دے دیا۔

یہ پہلو غور طلب ہیں۔ ان پر غور کیجئے!

مرزائیوں سے رقم کی وصولی

جیسا کہ مرزائی وکیل نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو جو عدالت میں گواہی دیتے وقت خرچہ کے طور پر تین روپے دیئے تھے تو اس پر مولانا امرتسری نے انہیں چھنکایا اور مسکرا کر مجھے فرمایا کہ مرزا صاحب سے ہمیں کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کے متعلق فاتح قادیان یوں فرماتے ہیں۔

<u>لطیفہ: قادیانی تعلق میں مجھے تین کے عدد سے کیا مناسبت ہے۔ لودہانہ کے مباحثہ میں انعام ملا تو تین سو روپیہ۔ شہادت پر خرچہ ملا تو تین روپیہ۔ اسی طرح گورداس پور کے مقدمہ مولوی کرم دین صاحب بنام مرزا صاحب میں بھی میں گواہ گزارا تو مستغیث کی طرف سے مگر دو دن کا خرچہ تین روپیہ یومیہ مرزائی فریق سے ملا۔ باہر نکل کر بعض مرزائیوں</u>

نے مذاقیہ اس خرچہ کا ذکر کیا تو میں نے بھی مذاقیہ جواب دیا کہ اتنے سے کیا پیٹ بھرتا ہے۔ جب کہ تین سو سے نہ بھرا۔

(اہلحدیث، امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء صفحہ ۹)

اس کا عکس ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء کے اخبار اہل حدیث کے صفحہ نمبر ۹ پر موجود ہے۔ جو کہ حوالے کے طور پر پیش کیا جا چکا ہے

فاتح قادیان کی اس عبارت سے لگتا ہے کہ مرزائیوں سے مقدمہ بازی صرف اس لئے کی جاتی تھی کہ کچھ نہ کچھ ملتا رہے اور گزارہ چلتا رہے۔

فاتح قادیان کی ان وصولیوں کے متعلق غیر مقلدین کے سرخیل مولانا محمد حسین بٹالوی رقم فرما ہیں:

سہ صدی انعام لینے کی چاٹ تو اس (ثناء اللہ) کے ہم مذہب مرزائیوں نے اس کو لگادی ہے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج ۲۳۔ ص ۲۲۰)

قادیانیوں کے ساتھ مشترکہ کام میں شرکت

غیر مقلدین کے فاتح قادیان کو مرزائیوں کے ساتھ مل کر اشاعتِ اسلام کا بڑا شوق تھا۔ اس سلسلے میں ہم مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اخبار اہلحدیث سے ایک مضمون پیش کرتے ہیں۔

اہل حدیث کے ناظرین اور میری تقریروں کے سامعین خوب جانتے ہیں کہ میں اس اصول کا سختی سے پابند ہوں کہ میرا کوئی کیسا ہی مخالف ہو مشترک کام میں میں نے اس سے کسی مخالفت کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہونے بھی نہیں دیا۔ مگر چونکہ ملک کا خصوصا مسلمانوں کا مذاق اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ مخالف سے ہم کبھی شریک کار نہیں ہوسکتے۔ جب تک ہمارے جملہ امور میں اتفاق نہ ہو۔ اس لیے خواجہ کمال الدین صاحب اور میرا کسی جلسہ میں دوش بدوش بیٹھ کر مشترک کام کرنا ایک عجیب قابل ذکر نظارہ سمجھا گیا۔ حالانکہ اسلام کا ادنیٰ کرشمہ ہے قرآن شریف کھلے کھلے اور صاف صاف لفظوں میں ہدایت کرتا ہے۔ وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور پرہیز گاری کے کام پر متفق ہو جایا کرو۔ یہی ارشاد میرے نصب العین رہتا ہے۔

کشمیری میگزین لکھتا ہے: ''مولوی ثناء اللہ اور خواجہ کمال الدین ایک پلیٹ فارم پر''

ابو الوفاء مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث بلکہ اپنی جماعت کے آرگن اہل حدیث کے

ایڈیٹر اور لیڈر ہیں۔ادھر یہی درجہ و مرتبہ احمدی جماعت خصوصا لاہوری پارٹی میں خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر کو حاصل ہے۔دونوں کے مذہبی عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اور اس قدر شدت اور کثرت سے کہ کبھی ان کے مل بیٹھنے کی توقع ہی نہیں ہوسکتی۔مگر یہ طاقت اور یہ اثر اسلام ہی میں ہے کہ باوجود ان اختلافات کے جب خالص اسلامی معاملہ پیش نظر ہوتا ہے تو فروعات کو طاق پر رکھ دیا جاتا ہے چنانچہ یکم مارچ کے انجمن اسلامیہ مچھلی شہر (ضلع جونپور) کے جلسہ میں ایک ہی پلیٹ فارم پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلامی حقائق اور اسلامی توحید اور اشاعت اسلام پر اپنے خیالات ظاہر کئے۔اسی طرح یہ دونوں حضرات کشمیری انجمنوں میں (کشمیری الاصل ہونے کی وجہ سے) بھی دوش بدوش اپنے خیالات ظاہر کرتے رہے ہیں۔لیکن جہاں اسلامی خدمات کی ضرورت ہوگی وہاں دونوں کو بلکہ تمام سمجھدار مسلمانوں کو اپنے ذاتی عقائد و خیالات کو الگ تہہ کر کے رکھنا پڑے گا۔جیسا کہ آج تک ہو رہا ہے اور آئندہ ہوتا رہے گا۔پھر وہ لوگ کس قدر نادان ہیں جو کشمیری کانفرنس یا اہلحدیث کانفرنس وغیرہ کے خلاف ہیں۔

(کشمیری لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۱۵ء)

اہلحدیث: خواجہ کمال الدین صاحب سے تو ہمارے بہت پرانے مراسم ہیں اور وہ ایک حد تک معقول آدمی ہیں۔عرصہ ہوا آریہ اخبار مسافر آگرہ نے قادیانی پارٹی کو لکھا تھا کہ تم اسلام کی حمایت میں بولتے ہو۔پہلے تم مسلمانوں سے تو چھوٹ لو۔پھر ہم سے مخاطب ہونا۔اس کے بغیر تمہارا منہ نہیں کہ ہم آریوں سے الجھو۔تو اس وقت میں نے یہ جواب دیا تھا کہ تمہارا (آریوں کا) یہ حق نہیں۔ سنو! اسلام کی تائید کرتے وقت اہلحدیث جیسا مخالف قادیانی جھنڈے کے نیچے کام کرنے کو تیار ہے۔جس پر ''الحکم'' نے بڑی شادمانی کا اظہار کیا تھا۔

میرے خیال میں ملک کو خصوصاً مسلمانوں کو ایک ایسی انجمن کی ضرورت ہے جس کی غرض ہی یہ ہو کہ مشترک کاموں میں مل کر کام کیسے کیا جاتا ہے۔آہ یہ سب خرابیاں علم منطق نہ جاننے سے پیدا ہوتی ہیں۔اہل حدیث کانفرنس کے گزشتہ جلسہ علی گڑھ میں میں نے بالتفصیل بیان کیا تھا کہ اہل منطق نوع کے درجے میں تو دوسری نوع کو الگ کہتے ہیں لیکن جنسیت کے درجے میں سب کو ایک جانتے ہیں جنس قریب میں بھی جو تمیز رہتی ہے وہ جنس بعید میں نہیں

رہتی۔ اسی لیے ہر طبقہ اپنے اپنے خواص میں ممتاز رہے۔ مگر جونہی اسلام کی عزت کا ذکر آوے
تو وہاں مولانا جامی مرحوم کا شعر سامنے رہنا چاہئے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مچھلی شہر میں خواجہ صاحب سے ہماری خوب بنی۔ مگر ایک بات میں خواجہ صاحب کی
شکایت بھی سنی گئی۔ جس کی بابت میں بطور اظہار امر واقع کے کہتا ہوں کہ ہماری پارٹی کا غلبہ نہ
ہوتا تو مولانا پارٹی بہت کچھ آپے سے نکل جاتی۔ خواجہ صاحب نے اثناء تقریر میں مَا یَنْفَعُ
النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْض کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ جو شخص نَافِعُ النَّاس ہوتا ہے اس
کی عمر دراز ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے کتنی لمبی عمر پائی۔ مولوی نور الدین صاحب نے لمبی عمر
پائی۔ پھر بطور وزن شعر سر سید اور نواب محسن الملک کی عمر کا ذکر بھی کیا۔ اتنے ہی میں علمائے
کرام نے سمجھا کہ خواجہ صاحب مرزا صاحب کی شخصیت کا ذکر کر کے موضوع جلسہ سے نکل
رہے ہیں۔ جھٹ سے مولوی ابوبکر صاحب جونپوری نے آواز دی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب
نے بھی عمر پائی۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا دراصل مرزا صاحب کے اس الٰہی فیصلہ کی طرف اشارہ
تھا جو مرزا صاحب نے پندرہ اپریل ۷ء عیسوی کو شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری
فیصلہ یہ ہوگا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ خواجہ صاحب اس پر متنبہ ہوئے اور سنبھل کر
بولے کہ ہاں مولوی صاحب بھی بہت عمر پاویں گے۔

میری غرض اس واقع کے اظہار سے یہ ہے کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے اس
مضمون کو ایسی سمجھی ہوئی ہے کہ مشترک کام میں بھولے سے بھی مخصوصات کا ذکر نہیں
کرتی۔ ورنہ مچھلی شہر میں خواجہ صاحب ایک تھے اور ہم متعدد۔ مولوی ابراہیم، غازی محمود
، مولوی نور محمد ، مولوی ابوبکر وغیرہ۔ لیکن ہماری طرف سے اثناء تقریر میں کوئی لفظ ایسا نہ نکلا ہوگا
جس میں قادیانی مشن پر اشارتاً بھی حملہ ہو۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۱۵ء ص ۴، ۵)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۶۹ تا ۴۷۱ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس پورے مضمون خصوصاً خط کشیدہ الفاظ کو پڑھ کر یہ بات

سامنے واضح طور پر آ جاتی ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ اسلام کے نام پر مولانا ثناء اللہ امرتسری اور ان کے باقی وہ رفقاء جو اہلحدیث کہلاتے ہیں کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات اپنے عقیدے کے مطابق قادیانیوں کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ شمار کرتے ہیں۔

قادیانیوں کی اشاعت اسلام کی حمایت

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنا رسالہ اہل حدیث خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کی مدح سرائی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ خواجہ کمال الدین جب انگلستان گئے تو انہوں نے اسلام کے نام پر مرزائیت کی بنیاد ڈالی۔ تو اس کی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بڑے زور و شور سے تائید کی۔ اس کی جھلک ملاحظہ کریں۔

اہل حدیث کے ناظرین جانتے ہوں گے کہ خواجہ کمال الدین صاحب جو انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر آئے ہیں باوجود مخالفت مذہبی کے اہل حدیث میں ان کے مشن کی ہمیشہ تائید ہوتی رہی۔ کیونکہ ہم نے اسلام کا خلاصہ جو سمجھا ہے وہ یہ ہے وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا جب بولو عدل سے بولو۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الاوّل ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶، اپریل ۱۹۱۵ء ص ۲)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

مرزائی جماعت میں خواجہ کمال الدین صاحب ایک خاص شخصیت رکھتے ہیں .... خواجہ صاحب کی لیکچراری سے بڑھ کر ان کی وہ خدمات ہیں جو انہوں نے ولایت میں اشاعت اسلام کے متعلق کی ہیں جس کا ہم کو بھی بحیثیت پنجابی ہونے کے فخر کرنا چاہئے۔

(اخبار اہلحدیث ۲۵ دسمبر ۱۹۱۴ء ص ۲)

مزید سنئے:

خواجہ کمال الدین کے متعلق مولانا امرتسری فرماتے ہیں:

خواجہ کمال الدین صاحب جو لاہور کے ایک وکیل ہیں اور مذہب میں مرزا قادیانی کے مرید ہیں۔ انہوں نے انگلستان میں اشاعت اسلام کا سلسلہ اٹھایا جس میں ان کو کامیابی ہوئی اور ہوگی۔ انشاء اللہ۔

مدت سے یہ امر مسلمانوں کے زیر غور تھا۔ عام طور پر علماء تو بوجہ انگریزی نہ جاننے کے اس کام کے اہل ہی نہ تھے۔ دوسرا درجہ یہ گریجویٹ تھے سو ان کو شوق نہ تھا۔ خدا کو جو کام کرانا منظور

تھا تو جو اس کام کا اہل تھا اسے اس نے منتخب کیا۔ جس کی بابت حق تو یہ ہے کہ ہمیں خواجہ صاحب سے رشک ہے کہ ہم اس نعمت سے محروم رہے مگر اس قدرتی تقسیم کی اب اگر کچھ تلافی ہے تو یہی کہ ہم ان کے کام میں ہاتھ بٹاویں۔ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے مجاہد کو تیر بنا کر دینے والا اور پکڑانے والا بلکہ اس کے گھر میں بال بچوں کی خبر گیری کرنے والا بھی ثواب میں شریک ہے۔

(ہفت روزہ اخبار اہلحدیث ،امرتسر ص ۲،۳۔ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء)

غور فرمائیں کہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان مرزائیوں کی اشاعت اسلام میں امداد کرنے میں کتنے بے چین ہیں۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ مرزائی مبلغین لوگوں کے سامنے کون سا اسلام پیش کرتے ہوں گے۔ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانیوں کے نزدیک مسیح موعود تھا۔ کیا تمام غیر مقلدین اس عقیدہ کے قائل ہیں۔

کوئی اعتراض نہیں

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو قادیانیوں کے اس نظریے پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو مثل انبیاء سابقین کے جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کے اخبار ’’الفضل‘‘ نے ایک مضمون لکھا تھا۔ اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اہل حدیث: اچھا ہوا آپ کا مذہب خود آپ کے قلم سے ناظرین اہلحدیث تک پہنچا کہ آپ مرزا صاحب کو مثل انبیاء سابقین کے جانتے ہیں۔ اس لیے علماء کرام تو جو چاہیں اس پر اعتراض کریں ہمارا اعتراض نہیں۔

(اخبار اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء ص ۹)

الفضل قادیان ایک اسلامی آرگن

یہ الفاظ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہیں۔

۱۹۱۴ء میں جب ترکی میں خلافت ختم ہوئی تو اس وقت قادیانیوں کے اخبار ’’الفضل قادیان‘‘ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار میں یوں اظہار خیال فرمایا۔

’’الفضل قادیان‘‘ کے چند پرچے ہماری نظر سے گزرے جن میں اس معزز ہم عصر نے موجودہ جنگ کا ذکر کرتے ہوئے ترکوں کے افعال و اعمال پر صاحب زادہ بشیر الدین محمود اور ان کے پدر عالی مقدار کی الہامی زبان سے نقطہ چینی کی ہے۔ ہم عصر مذکور کا جو دعوی اسلامی ہمدردی کا

ہے اس سے پبلک ناواقف نہیں ہے۔قادیانی فرقوں کے جو مخصوص عقائد ظاہر کئے جاتے ہیں ان کی نسبت اعتراض کرنے کا نہ موقع ہے اور نہ ہمارے دائرہ بحث میں یہ بات داخل ہے۔ لیکن ایک اسلامی آرگن کو باوجود اپنے مخصوص خیالات رکھنے کے یہ امر بھی مدنظر رہنا چاہئے کہ طریقہ بیان تہذیب سے دور نہ ہو اور اس کا طرز تحریر کہیں قلوب کو تکلیف دینے والا نہ ہو۔

(اخبار اہلحدیث ۱۱ دسمبر ۱۹۱۴ء ص ۱۱)

میرا خیال یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کو یہ تسلی ہوگئی ہوگی کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنی تحریر اور عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں نے مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی توہین سمجھتا ہوں۔اس کفر کی توہین کا مطلب یہی ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کافر نہیں ہے۔

مولانا بٹالوی کا مولانا ثناءاللہ امرتسری پر محاکمہ

(۱) مولانا محمد حسین بٹالوی طبقہ غیر مقلدین کے سرخیل ہیں۔انہوں نے ہی اپنی کاوشوں کے ذریعے اپنے طبقہ کو لفظ اہل حدیث کے نام سے رجسٹرڈ کروا کے شہرت بخشی۔اسی لیے وہ اپنے آپ کو اہل حدیث طبقے کا وکیل کہتے ہیں۔

اور بقول مولانا محمد حسین بٹالوی کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری ان کے روحانی فرزند بھی ہیں۔ایک وہ وقت بھی آیا جب ان دونوں حضرات میں اختلاف ہوا۔جس میں بڑا دخل مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تفسیر کو ہے۔کیونکہ اس تفسیر ثنائی میں اس قسم کے عقائد کو ترویج دی گئی تھی جو کہ مسلمانوں کے نہیں تھے۔اس پر ان حضرات میں کافی بحث ومباحثے ہوئے۔چنانچہ مولانا بٹالوی کا اشاعۃ السنہ رسالہ کی جلد ۲۰ سے لے کر جلد ۲۳ تک ان ہی مباحثوں سے مزین ہے۔ان مباحثوں میں مولانا بٹالوی نے مولانا ثناءاللہ امرتسری کے عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔اشاعۃ السنہ کی تفصیل میں جانے سے پہلے اربعین نامی ایک کتاب سے مولانا بٹالوی کا فیصلہ پیش کیا جاتا ہے۔

توافق سنت صریحہ وآثار سلفیہ صحیحہ جو تفسیر کے لیے ایک لازمی امر ہے۔اس میں یکسر مفقود ہے۔اور برعکس اس کے توافق مذاہب باطلہ معتزلہ، نیچریہ، مرزائیہ، چکڑالویہ اس میں جا بجا موجود ہے۔

(اربعین ص ۴۲)

تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے۔تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو روا

ہے۔اس کو تفسیر نیچری کہنا تو کمال زیبا ہے۔اور حق بجق دار رسید کا مصداق اس کا مصنف اس کی تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی ، پورا چکڑالوی ،اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔

(اربعین ص ۴۳)

یہ اس تفسیر اور اس کے مؤلف کی نسبت خاکسار کی مجمل رائے ہے۔اس کی تفسیر بادلیل عنقریب رسالہ اشاعۃ السنہ میں (جس نے پیر نیچر کو اپنے مقابلے میں ساکت کیا۔مرزا سے اس کی نبوت اور انذاری پیش گوئیوں کو چھین لیا۔چکڑالوی کے الحادات کی قلعی کھول کر اس کو لاجواب کیا۔یہ بیچارا تو کیا شمار وقطار میں ہے۔) شائع مشتہر ہوگی۔انشاءاللہ

(حررہ ابوسعید محمد حسین ۲۴ محرم ۱۳۲۲ھ ایضاً ص ۴۴)

یہ تو تھا مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تفسیر کے متعلق سرخیل اہلحدیث مولانا محمد حسین بٹالوی کا فیصلہ۔ آگے چلیے!

مولانا بٹالوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''جلسہ سالانہ مدرسہ احمدیہ آرہ کا موقعہ پیش آگیا اور اس جلسے کا نوید (نوٹس) خاکسار کے نام حسب معمول پہنچا۔خاکسار نے اس نوید کا یہ جواب دیا کہ اگر اس موقع پر ثناءاللہ امرتسری کے اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے پر آپ لوگ مجھ سے بحث کریں اپنا خیال (کہ وہ اہلحدیث ہے) مجھے سمجھاویں۔یا میرا خیال (کہ وہ چھپا معتزلی ،مرزائی ، چکڑالوی ،اور چھٹا ہوا نیچری ہے) مجھ سے سمجھ لیں تو میں جلسہ میں شریک ہوں گا۔ورنہ اس خیال سے کہ یہ جلسہ اہلحدیث کا جلسہ نہیں ہے۔کیونکہ وہ غیر اہلحدیث کو اہلحدیث بنا رہے ہیں میں نہ آؤں گا۔اس پر مہتمم جلسہ اس مضمون کا تار خاکسار کے نام پہنچا کہ آپ کی درخواست منظور ہے۔تو خاکسار جلسہ میں شامل ہوا۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ ص ۲۵۵،۲۵۶)

آگے چلیے!

(۳) یہ بات بھی آپ لوگوں کے غور وفکر کے قابل ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں جو آپ کے مؤکل، مفسر (ثناءاللہ امرتسری) کا عمل دستور العمل ہے یہی بعینہ سرسید و مرزا غلام احمد اور چکڑالوی کا دستور العمل ہے۔وہ لوگ بھی بجز دولغت تفسیر قرآن کرتے ہیں۔اور جس قول کو

معتزلہ کا ہوخواہ کسی اور کا اپنے خیال کے موافق پاتے ہیں اس سے استشہاد کرتے ہیں۔ (تفسیر نیچری تہذیب الاخلاق ازالہ اوہام قادیانی تفسیر چکڑالوی ملاحظہ ہوں)

(اشاعۃ السنہ نمبر۱۰ جلد ۲۱ ص ۲۹۶)

آگے چلیے:

(۴) مفسر جدید (ثناء اللہ امرتسری) نے محدثات معتزلہ وغیرہ مبتدعین کا لائق قبول اعتبار ہونا بزعم خود ثابت کیا ہے۔ اس کا صفحہ ۵ آیات متشابہات میں حدیث **لا تنقضی عجائبہ** کو پیش کر کے یہ کہنا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک زمانہ کے لوگ اس کے عجائبات کو حسب استعداد علمی سمجھتے رہیں گے اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا غلام احمد نے اور اس سے پہلے سرسید نے کہہ رکھی ہے اور اسی پر ان کی تفسیر مخالف سلف کی بناء ہے۔ مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے۔ کھلا کھلا اعجاز قرآن وغیرہ محدود ومعارف وحقائق وعلوم حکمیہ ہیں۔ جو ہر زمانے میں اس زمانے کی حاجت کے موافق کھلتی جاتی ہے۔ اور اگر وہ حقائق دقائق ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھہر سکتا اس بیان کی صفحہ ۳۲۳ تک تفصیل کر کے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سلف صالح کے برخلاف معنی کرنے سے انسان ملحد نہیں ہوتا۔ اور یہی مفسر جدید کا ادعاء ومدعاء ہے۔

پھر ازالہ کے ص ۶۷۸ میں کہا ہے کہ جب کہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہ کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن مجید کے بعض عجیب حقائق ومعارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر نہیں کھلے۔

اسی اصول پر سرسید کی تفسیر وتہذیب الاخلاق کی نئی باتوں کی بناء ہے اور جا بجا اس پر تصریح ہے۔ ان عبارات ازالہ اوہام سے منصفین فیصلہ آرہ اور عامہ ناظرین پر یہ بات تو ظاہر وواضح ہوگئی ہوگی کہ جو بات مفسر جدید نے کہی ہے یہ بعینہ مرزا کی تجویز ہے...... ان عجائبات کو کسی فاضل یا مجدد یا ملہم ومحدث وقت کا بیان کرنا در پردہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار کرنا اور ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن جانا ہے۔ جس پر حامیان اسلام کی طرف سے اسی صلہ اور اعزازی تمغہ وخطاب۔ (اعتزال ونیچریت والحاد وغیرہ) کی توقع رکھنا مناسب ہے۔ جو سرسید اور ان کے شاگرد ناشکر مرزا غلام احمد اور ان کے پیرو مفسر جدید (ثناء اللہ

امرتسری) کومل چکا ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۲۱ ص ۳۰۱)

آگے چلیے!

(۵) مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

"اے حضرات تمام نمبروں میں (جن میں سے ایک بھی مستثنیٰ نہیں ہے) بلکہ تمام تفسیر میں جہاں مفسر نے نیا اجتہاد کیا ہے کہیں تو صریح سنت کا خلاف کیا ہے اور کہیں اس اصول معتزلہ، نیچریہ، مرزائیہ پر کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا مراجعت سنت بلکہ باوجو مخالف سنت و آثار سلف جائز ہے کا عمل کیا ہے اور اس اصول کے عمل پر اس کا ایسا یقین وایمان والتزام ہے جیسا کہ مسلمانوں کو کلمہ شہادت پر۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ ص ۳۰۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی چیخ چیخ کر تمام لوگوں کو مطلع کر رہے ہیں کہ ثناء اللہ کا عقیدہ کیا ہے۔
"یہ لو ثنائیو، ثنائی پارٹی کے ممبرو، ثناء اللہ کے حامیو، اس کے رسالہ رد اتباع سلف کے مصدقو، فیصلہ آرہ کے منصفو، اب تو اس کا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا، اب بھی شک کرو گے اور کہو گے کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے اور اس کا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۲۲ ص ۳۵۴)

آگے چلیے:

جب غیر مقلدین کے ان دونوں اکابر (مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری) میں مباحثہ شروع ہوا تو مولانا بٹالوی نے اس کا عنوان باپ اور بیٹے کا مباحثہ رکھا۔ جس کی ابتداء بٹالوی صاحب نے ان الفاظ سے کی۔

"ہمارا روحانی فرزند نام کا مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری عرصہ بارہ سال سے جب سے کہ وہ مذہب اہلحدیث چھوڑ کر مکسڈ (مرکب) مذہب معتزلی، نیچری، مرزائی، چکڑالوی اختیار کر چکا ہے اور اپنے روحانی باپ (خاکسار) سے مباحثہ کا مدعی بنا رہتا ہے۔"

(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۲۳ ص ۱۹۳)

آگے چلیے!

مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیانیوں کو کافر کیوں نہیں کہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظریات میں مرزا قادیانی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ایک ہیں۔اسی کی طرف مولانا بٹالوی اشارہ فرمار ہے ہیں۔

''یعنی ثناء اللہ کو میرے ہم مذہب مرزائیاں ٹھہرانے کو اس کا کذب کہنا سو اس کا کذب ہونا رسالہ آیات متشابہات میں اس کے اس اصول مذہب مرزا کو اختیار کرنے سے کہ حقیقت شرعیہ احکام میں لغت سے مقدم ہوتی ہے۔اخبار میں نہیں ہوتی۔ثابت ہوتا ہے۔چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۱۲ میں اس نے کہا ہے ۔حقیقت شرعیہ ہمیشہ لغت سے مقدم ہے۔مگر واضح رہے کہ یہ تخصیص یا حقیقت احکام میں ہوتی ہے۔اخبار میں نہیں۔جو شریعت میں بطور حکایت گزشتہ یا بطریق پیش گوئی آئندہ الفاظ یا عبارت آوے ان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔یہ بعینہ مرزا قادیانی کا اصول مذہب ہے۔جو ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۹۶ میں بیان ہوا ہے۔اور مرزا کے سوا کسی سنی مسلمان،حنفی،شافعی،مفسر،محدث،فقیہ،اصولی کے کلام میں اس کا نام ونشان نہیں۔جو شخص کسی سنی مسلمان عالم کے کلام سے اس کی نشان دہی کرے وہ جو چاہے ہماری حیثیت کی مطابق ہم سے انعام پالے اور اگر کوئی اس کا پتہ بجز کلام مرزا کہیں نہ پاوے تو انصاف و ایمان سے مان لے کہ جو اس اصول کے مطابق اعتقاد رکھے وہ مرزا کا ہم مذہب ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ ص ۲۷۹)

یہاں پر مولانا بٹالوی نے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مرزا قادیانی اصول شرعیہ میں ایک ہی اعتقاد رکھتے تھے۔اسی لیے مولانا ثناء اللہ نے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کو کافر نہیں کہا بلکہ ان کو مسلم فرقوں میں شمار کرتے تھے۔

آگے چلیے!

مولانا بٹالوی مزید لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی عینہ یستحقه اپنا من گھڑت الہام انی مھین من اراد اھانتک کی مثال میں کہہ چکا ہے کہ تمہاری اہانت ہوئی ہے کہ تم کو سرکار سے زمین مل گئی ہے۔ثناء اللہ بھی شاید بتقلید اپنے امام قادیانی کے جو قصص و اخبار میں حقیقت شرعیہ کے لغت پر مقدم نہ رکھنے میں اس کا شاگرد و پیرو ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲۳ ص ۳۲۲)

ـحانی باپ کے روحانی بیٹے کے متعلق ریمارکس

بلاتبصرہ:

ثناءاللہ کو چاہیئے کہ کہ ندامت میں ڈوب کر یا کچھ کھاپی کرخودکشی کرلے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج ۲۳۔ ص ۲۰۸)

اہانت اور ہنسی اپنے روحانی باپ سے کرنا کسی شریف النسب اور نجیب الطرفین آدمی کا کام نہیں۔

(ایضاً۔ ج ۲۳۔ ص ۳۰۰)

وہ (ثناءاللہ) خاکسار کے حق میں دشنام دہی اور سخت کلامی بھی کرنے لگ گیا ہے۔اور لفظ گدھا و رقاص وغیرہ استعمال میں لایا ہے۔

(ایضاً۔ ج ۲۳۔ ص ۳۶۸)

مولانا محمد حسین بٹالوی کا محاکمہ آپ نے پڑھا۔اس سے آگے اور کیا لکھیں۔غیر مقلد روحانی ـپ اور بیٹے کا جھگڑا طویل سے طویل تر ہے۔سمجھ دار کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

ـدیانیوں سے نقطۂ محمدیت پر اتحاد کے داعی

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی ایک تحریر کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو کہ انہوں نے ۱۹۱۵ء میں انجمن ـیت اسلام لاہور کے جلسہ میں کی تھی۔یہ تقریر مولانا امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں لکھی ـے۔پڑھیئے غور کیجئے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں میری تقریر۔

۳۔اپریل کو جو لاہور کے جلسہ میں میری تقریر ہوئی اس کا عنوان تھا (ہمارا تمدن) اس تقریر کو لاہور کے اخباروں نے اپنے اپنے مذاق اور فہم کے مطابق مختلف الفاظ میں شائع کیا۔بعض نے کچھ بعض نے کچھ۔اس لیے ضروری ہوا کہ میں اپنی تقریر کو مختصر لفظوں میں خود شائع کردوں۔

میں نے شروع میں آیت کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ پڑھی۔اس آیت کی تفسیر میں میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ کے ساتھ ہونے کی معنے یہ ہیں کہ ان کی رسالت کا قائل ہو اس کی ادنیٰ پہچان یہ ہے کہ آج اگر ہم سن

پاویں کہ حضرت رسول خداﷺ مدینہ منورہ میں قبر شریف سے نکل کر خود جماعت کراتے ہیں تو کون کلمہ گو ہے جس کا دل نہ تڑپے گا کہ میں اڑ کر مدینہ منورہ میں پہنچوں جس دل میں یہ شوق پیدا ہو پس وہ اس آیت کے مطابق وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں داخل ہے۔ یہ بھی کہا یہ سچ ہے کہ ان ساتھ والوں میں کوئی اعلیٰ درجے کا متقی ہے کوئی میرے جیسا ہیچ کار بھی ہے۔ مگر اس وصف معہ میں سب شریک ہیں۔ اس کی تفسیر کے بعد میں نے کہا کہ یہی لوگ جو وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ ہیں ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آپس میں رحماء (سلوک مروت کرتے) ہیں۔

اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطۂ محمدیت پر جو درجہ ہے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کا، سب شریک ہیں اس لیے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطۂ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رُحَمَاء ہونا چاہئے۔ مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔ مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶، اپریل ۱۹۱۵ء ص ۳

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۷۲۔ ۴۷۳ پر ملاحظہ کریں)

خط کشیدہ الفاظ میں غور کیجئے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ببانگ دہل قادیانیوں کو بھی نقطۂ محمدیت میں شمار کیا ہے۔

یعنی علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے ۳۱ سال بعد۔

نقطۂ محمدیت سے مراد کیا ہے۔

یہاں پر تمام غیر مقلدین سے میرا سوال ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نقطۂ محمدیت سے مراد کیا ہے۔ کون سے نقطۂ محمدیت پر وہ قادیانیوں سے اتحاد کرنے میں کوشاں ہیں۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی خو[د] لکھتا ہے کہ میں ہی محمد ہوں۔

جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ محمد سے مراد (نعوذ باللہ) میں خود ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، روحانی خزائن ص ۲۰۷ جلد ۱۸ مطبوعہ ...

کیا یہ بات قابل تعجب نہیں ہے کہ فاتح قادیان نے اپنی اس تقریر میں 'نقطۂ محمدیت' پر اتحاد کے

سلسلہ میں وہی آیت تلاوت فرمائی ہے جس کو مرزا قادیانی نے (نعوذ باللہ) اپنے محمد ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ مقام غور ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ کہتا ہے کہ میں محمد ہوں اور میں ہی احمد ہوں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے دُرِ ثمین کے صفحہ ۲۴۸ پر فارسی میں یہ شعر کہا ہے۔

منم مسیحِ زماں و منم کلیمِ خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(نعوذ باللہ)

اسی طرح مرزا قادیانی کا ایک ماننے والا لکھتا ہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(نعوذ باللہ)

لازمی بات ہے کہ قادیانی محمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو سمجھتے ہیں جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ان سے نقطۂ محمدیت پر اتحاد کرنے کے دعوے دار ہیں۔ ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ محمد سے مراد محمد ﷺ ہیں یا مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس سوال کا جواب پوری غیر مقلدین کی جماعت پر قرض ہے۔ اور ہم اس قرض کی ادائیگی کے انتظار میں ہیں۔

قادیانیوں سے نکاح کی اجازت

۱۹۳۴ء میں جس وقت بہاولپور کی عدالت میں مرزائیوں کے کفر کی بحث کے ساتھ ساتھ ان کے کفر کی بنیاد پر ان کا مسلمانوں کے ساتھ نکاح حلال یا حرام ہونے کی بحث چل رہی تھی۔ اور علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند اس نکاح کے حرام ہونے پر دلائل دے رہے تھے۔ تو اس وقت بہاولپور ہی سے ایک استفتاء مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پاس آیا:

سوال: ☆ عورت مرزائی کی بیٹی ہے۔ معتقدہ مرزا نہیں ہے۔ جوان ہے غیر مرزائی سے

نکاح پر رضامند ہے۔ درست ہو گا یا نہ۔

☆ دیگر باپ بیٹی دونوں مرزائی ہیں۔ لیکن غیر مرزائی مرد سے نکاح پر دونوں رضامند ہیں۔ نکاح جائز یا نہ۔ جبکہ ناکح اور منکوحہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

(شیخ قاسم علی۔ از بہاولپور)

جواب:

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

☆ مرد عورت جب محمدی مسلمان ہیں تو نکاح بلاشبہ جائز ہے۔ چاہے والد منکوحہ مرزائی ہو۔

☆ اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو۔ میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔ کیونکہ عورت مذکورہ رسالت محمدیہ کی قائل ہے۔ اللہ اعلم

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۳ رجب ۱۳۵۳ھ۔ ۲ نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۳)

(اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس سوال کے دو جز ہیں اور دونوں جزوں کا فاتح قادیان نے علیحدہ علیحدہ جواب مرحمت فرمایا ہے۔ دوسرے جز کا جواب قابل غور ہے۔ سائل نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ ناکح اور منکوحہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ مرزائی عورت سے نکاح کا جواز غالباً فاتح قادیان نے یہ بنایا ہے کہ وہ رسالت محمدیہ کی قائل ہے۔ اگر فاتح قادیان کے اس کلیہ کو مان لیا جائے تو پھر ہر مرزائی یہی کہتا ہے کہ ہم رسالت محمدیہ کے قائل ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ تو بقول ان کے مرزا قادیانی کو نبی ماننے سے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار نہیں ہوتا۔ جبکہ امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُن کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ چاہے نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اُس کا ماننے والا دونوں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے قائل بھی ہوں۔ میرا سوال ڈاکٹر صاحب یا اُن کے ہم مسلک لوگوں سے یہ ہے کہ کیا کوئی شخص مرزا قادیانی کو نبی ماننے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان رکھنے سے آپ کے نزدیک مسلمان رہتا ہے یا نہیں۔ وضاحت فرمائیں۔ کیونکہ فاتح قادیان نے اسی چیز کو بنیاد بنا کر نکاح کی اجازت دی ہے۔ ویسے فاتح قادیان نے اپنے حساب سے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ اسی موقف کا تسلسل ہے جو کہ انہوں نے مارچ ۱۹۱۷ء میں امرتسر کی عدالت میں اسی قسم کے مقدمہ میں اختیار کیا تھا۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر

فتاویٰ

سوال (۱) - ایک مسجد اہل حدیث میں برائے پنجگانہ نماز ایک مولوی صاحب امامت پر مامور ہیں۔ لیکن نماز جہری میں قرآن کریم صحیح وصاف و بلند آواز سے نہیں پڑھتے اور زبان عربی ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کے الفاظ صحیح وصاف اور پورے نہیں نکلتے۔ علاوہ اس کے زیر زبر کی غلطیوں میں بھی بھول جاتے ہیں۔ اور حافظ قرآن بھی نہیں ہیں۔ اور مقتدیوں میں ہر وقت چند ایسے نمازی موجود ہوتے ہیں کہ جو حافظ قرآن اور صحیح وصاف کر کے پڑھنے والے ہیں۔ اس لئے جماعت کے اکثر لوگ امام مذکور کی امامت کو ناپسند کرتے ہیں۔ زید کہتا ہے۔ کہ موجودہ امام از روئے احادیث رسول اللہ امامت کا ہرگز مستحق نہیں ہے :

خریدار نمبر ۲۰۵۳

ج (۱) ایسے مسائل میں واقعات کا علم ہونا ضروری ہے یعنی وہ اغلاط معلوم ہوں۔ جو امام مذکور سے صادر ہوتی ہیں۔ کیونکہ بعض اغلاط قابل معافی بھی ہیں۔ اور منصوب کو معمولی باتوں سے معزول کرنا جائز نہیں۔ پس جب تک اغلاط کا علم نہ ہو۔ فتویٰ صحیح نہیں دیا جا سکتا :

محمد داؤد غزنوی فرید فنڈ

س ۲ - عورت مرزائی کی بیٹی ہے۔ عقیدۃً مرزائی نہیں۔ جوان ہے۔ غیر مرزائی سے نکاح پر رضا مند ہے۔ درست ہوگا یا نہ۔ دیگر باپ بیٹی دونوں مرزائی ہیں۔ لیکن غیر مرزائی مرد سے نکاح پر دونو رضا مند ہیں۔ نکاح جائز ہو یا نہ جبکہ ناکح اور منکوحہ اپنے اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ شیخ قاسم علی

ج ۲ - مرد عورت جب محمدی مسلمان ہیں۔ تو نکاح بلا شبہ جائز ہے۔ چاہے والد منکوحہ مرزائی ہو۔ اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے۔ مخالف ہو۔ میرے علم ناقص میں نکاح جائز ہے۔ کیونکہ عورت مذکورہ رسالت محمدیہ کی قائل ہے۔ اللہ اعلم :

س ۳ - شیعہ عورت سے نکاح درست ہے یا نہ۔ اور برعکس بھی :

ج ۳ - شیعہ عورت سے نکاح درست ہے اور برعکس بھی

س ۴ - منصب مفتی کی شرائط کیا ہیں۔ مجتہد ہونا ضروری ہے یا نہ :

ج ۴ - مفتی کے لئے قرآن و حدیث وغیرہ علوم شرعیہ کا ہونا ضروری ہے :

س ۵ - سورہ توبہ رکوع ۶ میں فرشتوں کی مدد بھیجنے کا ذکر ہے۔ کیونکہ کافر برسر پیکار تھے۔ ایسا ہی ذکر رکوع ۷ میں فرشتوں کی مدد دینے کا ہے۔ وہاں تو خیال کہ کوئی جنگ جاری نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار جبل ثور میں پناہ گزین تھے۔ اور نہ فرشتوں کی مدد کی ضرورت تھی۔ برائے تسکین قلب صرف خدا کی مدد کافی تھی۔ دونوں مذکورہ مواقع میں مدد ملائکہ سے اصلی مقصد کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ مقصود اس سے تسکین قلب اور حوصلہ فراخ کر دینا ہے۔ غار میں فرشتوں نے آکر کیا مدد کی تھی۔ جواب با دلیل ہو :

شیخ قاسم علی اوورسیئر نہر از بہاولپور

ج (۵) خدا تعالے کے کاموں میں جو حکمت ہوتی ہے۔ وہی جانتا ہے۔ جس واقعہ کو وہ جسطرح بیان کرے۔ ہم کو ویسے ہی سمجھنا چاہیئے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ط

س ۶ - عمر نے پانچ ہزار کی زمینداری (ملکیت) کسی زمانہ میں مہنگی خریدی تھی۔ جس کی تحصیل ڈھائی سو روپیہ سالانہ ہے۔ جس میں سے سو روپیہ سالانہ سرکار قیصر ہند کو مال گذاری دیتا ہے۔ اور مبلغ ۲۵ روپے سالانہ پٹواری حق تحصیل لے لیتا ہے۔ اور سو روپیہ سالانہ کی بچت ہے۔ وہ بھی آج کل کی عام کساد بازاری اور قلت زر کی وجہ سے وصول سے سالہا سال تک وصول ہی نہیں ہوتی۔ نہ سو روپیہ کل ساری وصول نہیں ہوتی۔ نہ سو روپیہ سال بھر تک بچ رہتا ہے بلکہ اکثر بخیال تحفظ ملکیت مذکور شرکا و ورثاء کے خرچ اور مقدمہ اعدالتی و دوڑ دھوپ اور کاغذات ثبوت کے بقول (بخیر ما) کے صرفوں میں صرف ہو جاتا ہے الغرض چند سال سے بچت بقدر نصاب نہیں ہوتی۔ اور کبھی بالکل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے تحفظ کے لئے سودی قرضہ لینا پڑتا ہے۔ اندریں صورت نیز بصورت بقدر نصاب آئندہ بچت ہونے لیکن سال بھر تک جمع رہنے کا توقع نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ سے سبکدوشی ہے یا نہیں؟ شق ثانی میں کسطرح زکوٰۃ دی جائے گی؟ زکوٰۃ میں تو تملیک شرط ہے۔ یہ رقم زکوٰۃ سید عبد الغفار ناظم و شیخ محمد یحییٰ نائب ناظم دار المطالعہ مقامی کو خرید کتب و اخبارات مذہبی کے لئے یا سید عبد الجبار متولی مقام مسجد و عیدگاہ یا شیخ یوسف نائب متولی مسجد و عیدگاہ کو (جو اپنی زندگیاں امور خیر کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ دی جا سکتی ہے۔ کہ نہیں؟ نیز چوکیداری ٹیکس اور دیگر سرکاری ٹیکس اور چندہ میں جو زیدہ وہ بجبر و قہر وصول کیا جاتا ہو یہ رقم زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

مرسلہ سید عبد الوہاب قطب چھپرہ ی

ج ۶ - پیداوار اراضی کی زکوٰۃ کے لئے سال گذرنے کی شرط نہیں۔ بلکہ حکم ہے۔ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ جس روز کاٹو۔ اسی روز اللہ کا حق ادا کرو۔ نصاب کی بحث ہے۔ تاہم اہل حسب ارشاد وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ تھوڑا بہت حسب توفیق دینا چاہیئے۔ اللہ اعلم۔

محمد داؤد غزنوی فرید فنڈ

اصلاح فتویٰ

اہلحدیث مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں جواب نمبر ۲۶۳ پر مولوی شیر محمد صاحب (ملہونیدہ) نے توجہ دلائی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ بڑی عمر میں کیا تھا۔ جواب یہ ہے۔ کہ جواب مذکور میں توجہ اس عقیقہ کی طرف ہے جو والد اپنی اولاد کا عقیقہ اس وجہ ہفتہ اول کے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ کہ فلاں رشتہ دار موجود نہیں۔ فلاں بیمار ہے۔ بچے کی ماں ابھی نفاس میں ہے۔ وغیرہ۔ ایسی صورتوں میں التوا کرنا ثابت نہیں :

سفید جھوٹ

اخبار وحدت دہلی نے بہاؤ کی ایک زمینی خبر شائع کی ہے کہ آل انڈیا اہلحدیث لیگ کے ارکین نے مالوی جی سے خفیہ ملاقات کر کے لیگ کی پالیسی کے مطابق مجلس قانون ساز اور دیگر ذرائع کو استعمال کرنے کیلئے مالوی کی امداد حاصل کی ہے :

میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ یہ خبر بالکل فرضی و جعلی بلکہ محض بہتان ہے۔ اس کا ایک حرف بھی صحیح نہیں ہے۔ فلعنة اللہ علی الکاذبین المفترین :

لیگ کی روئداد جن لوگوں کو دیکھنے کا شوق ہو تین پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر دفتر سے منگوا لیں۔ - (ناظم لیگ)

چکی ہے۔

مرزائیوں کی امامت میں نماز کے جواز کا فتویٰ

مولانا ثناءاللہ امرتسری غیر مقلدین کی طرف سے مستند مفتی بھی تھے۔ان کے فتاویٰ کو غیر مقلدین میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔اس لیے مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنے اخبار اہلحدیث میں لوگوں کے استفتاء کا جواب بھی دیا کرتے تھے۔چنانچہ ایک سوال یہ بھی آیا۔

سوال: سنی المذہب کو نماز فرض میں اہل شیعہ ومرزائیوں کی اقتداء جائز ہے یا نہیں۔

جواب: بموجب حدیث اجْعَلُوْا لاَ ئِمَّتِكُمْ خِيَارَكُمْ ایسے لوگوں کو امام بنانا جائز نہیں۔اگر کہیں جماعت ہورہی ہو تو بحکم وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ مل جانا جائز ہے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۴صفر المظفر ۱۳۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۱۵ءص ۳)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۷۴۔۴۷۵ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر غور فرمائیں کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے کس حیلہ کے ساتھ قادیانیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دے دیا۔یہ فتویٰ ۱۹۱۵ء کا ہے۔جبکہ مرزا قادیانی کو مرے ہوئے تقریباً آٹھ سال گزر چکے تھے۔ آگے چلیے!

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں ایک اور جگہ قادیانیوں کی امامت کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۹۱۵ء میں خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں آپس میں اختلافات کو مٹانے کی بات کی تھی اس پر مولانا ثناءاللہ امرتسری نے بھی ایک تحریر لکھی جس میں یہ ارشاد ہے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ان معنے سے کوئی صاحب مجھ کو بھی کسی فرقہ میں شمار کرلیں تو ان کا اختیار ہے۔ورنہ میں تو اپنے آپ کو اصل اسلام کا پابند جانتا ہوں اور اس درجہ تجرد پر سمجھتا ہوں جہاں پر فرقوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

خواجہ صاحب! میں تو فرقہ بندی کا ایسا مخالف ہوں کہ دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔بلکہ معاف فرمایئے آپ بھی نہ ہوں گے۔ثبوت یہ ہے کہ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے

پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۶ جمادی الاوّل ۱۳۳۳ھ مطابق ۲، اپریل ۱۹۱۵ء ص ۶)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۶۷۶۔۶۷۷ پر ملاحظہ کریں)

یہاں پر خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیں کہ فاتح قادیان نے بالکل ہی ایمان اور حیاء کی چادر کو اتار کر پھینک دیا ہے اور صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔ نیز فاتح قادیان نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ ''مجھے کسی بھی فرقہ میں شمار کرلیں'' اسکا مطلب ہے کہ انہیں اگر مرزائی فرقہ میں شمار کر لیا جائے تو کسی غیر مقلد کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک اور فتویٰ۔

مولوی عبدالعزیز غیر مقلد فرماتے ہیں کہ:

''مولانا ثناء اللہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے''

(فیصلہ مکہ ص ۳۶)

نیز مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی (غیر مقلد) کو بھی شکایت ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے قادیانی کی اقتداء کو جائز کہہ دیا ہے۔''

(فیصلہ مکہ ص ۷ حاشیہ)

مولانا عبدالعزیز (غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ۔

مولانا ثناء اللہ صاحب۔ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔

(فیصلہ مکہ ص ۳۶)

مرزائی مرتد عن الاسلام نہیں

یہ فیصلہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے:

۱۹۲۴ء میں افغانستان کابل میں دو قادیانیوں کو اسلام سے مرتد ہو کر مرزائیت میں داخل ہونے کی وجہ سے سنگسار کر دیا گیا تھا۔ اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ مضمون لکھا۔ مضمون کا عنوان تھا کابل میں سنگساری۔

آج کل اخباروں میں اس خبر کی بازگشت بڑے زور سے ہو رہی ہے کہ افغانستان میں بحکم عدالت شرعیہ ایک شخص نعمت اللہ خاں کو بجرم احمدیت کیوں سنگسار کیا گیا۔

ہماری ذاتی، اۓ اس واقعے کی نسبت جو ہے وہ گزشتہ پرچہ میں ظاہر کر چکے ہیں۔آج بتصدیق صحت خبر ہم اپنا عندیہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ نعمت اللہ مذکور کی سنگساری احکام شرعیہ کے موافق ہوئی یا مخالف۔

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ صورت موجودہ میں سنگسار کرنے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کتب فقہ حنفیہ میں نہ شافعیہ وغیرہ میں۔اگر اس کا نام سیاسی حکم رکھا جائے تو ہمیں اس پر بحث نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل پہلے ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا

(پارہ ۵ رکوع ۱۷)

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو دو دفعہ ایمان لائے اور دو دفعہ کافر ہوئے۔یا بالفاظ دیگر مرتد ہوئے۔مگر ان مرتدین کی سزا سنگساری مذکور نہیں۔ایک حدیث اس مضمون کی آئی ہے۔

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (جو کوئی دین بدلے اس کو قتل کردو)

اس کی صحیح تشریح جو فہم ناقص میں ہے وہ تو آگے عرض کریں گے۔سردست بطور تسلیم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی مرتد کی سزا سنگسار (پتھراؤ) ثابت نہیں ہوتی۔مرزائی ہونا سخت گمراہ ہونا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا کا مصدق ہونا گویا خدا اور رسول کا مکذب بننا ہے۔مگر یہاں تنقیح یہ ہے کہ مرتد عن اسلام ہونے سے شرعی اصلاح میں کیا مراد ہے۔کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر چھوڑ دے۔ان معنے سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوائے شریعت مکفر ہیں۔مگر باقرار خود کافر یا باصطلاح شرح اسلام مرتد نہیں۔کیونکہ وہ باقرار خود مصدق اسلام ہیں۔اس لیے بھی مرتد کی سزا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ سنگسار ہے تو بھی مرزائی کی سزا یہ نہیں ہو سکتی............نتیجہ! یہ ہے کہ افغانستان میں جو کسی مرزائی کو محض مرزائی ہونے کی وجہ سے (اگر یہ صحیح ہے) سنگسار کیا گیا ہے قرآن، حدیث اور کتب فقہ میں اس کا ثبوت نہیں۔اس لیے یہ سزا نہ حد ہے نہ تعزیر ہے ہاں اگر کچھ ہو سکتا ہے تو باصطلاح افاغنہ سیاسی حکم ہے دگر ہیچ۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۳ ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ مطابق ۳،۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء ص ۳،۲)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۷۸ تا ۴۸۰ پر ملاحظہ کریں)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی اس تحریر میں دو فقرے لکھے ہیں:

(۱) کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر چھوڑ دے۔ ان معنی سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوائے شریعت مکفر ہیں۔

(۲) مگر باقرار خود کافر یا باصطلاح شرح اسلام مرتد نہیں۔ کیونکہ وہ باقرار خود مصدّق اسلام ہیں۔

ان دو فقروں سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تحقیق کی مطابق قادیانی آل راؤنڈر (ہرفن مولا) ہیں۔ کافر ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ وہ مرتد نہیں۔ ماشاء اللہ کیا غیر مقلدانہ، ذو معنیین تحقیق ہے۔ عجیب بات ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بقول قادیانی اسلام کو جھوٹا مذہب بھی سمجھتے ہیں اور مصدقِ اسلام بھی ہیں۔ اسی لیے مرزائیوں کو جو سزا دی گئی وہ فاتح قادیان کے نزدیک خلافِ اسلام ہے۔

فاتح قادیان کی اسی قسم کی تحریروں کو بعض غیر مقلدین کفر کے فتوے کے زمرے میں بھی شمار کرتے ہیں۔ مجھے ایک غیر مقلد دوست نے کہا کہ مولانا امرتسری یہاں پر مرزائیوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری یہاں پر مرزائیوں کے کفر کا اقرار نہیں بلکہ انکے ارتداد کا انکار کر کے ان کو اتداد کی سزا سے بچانا چاہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب بھی قادیانیوں پر اس قسم کی کوئی افتاد پڑتی ہے تو فاتح قادیان اس قسم کی گول مول تشریحات لیکر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ اتداد کی جو تشریح فاتح قادیان نے کی ہے اس لحاظ سے ختم نبوت کا منکر مرتد نہیں ہے۔ جبکہ منکرینِ ختم نبوت واضح طور پر نصِ قطعی کا انکار کرنے والے ہیں۔ ارشادِ باری اور زبانِ نبوت کو واضح طور پر جھٹلایا جارہا ہے اور پھر بھی کہا جارہا ہے کہ قادیانی مرتد نہیں۔ فاتح قادیان کا یہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے کہ مثال ہے کہ مرا ہوا نہیں اکڑا ہوا ہے۔ اس وقت تمام مرزائی وہ تھے جو کہ پہلے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر کے مرزائیت میں داخل ہوگئے۔ کیا یہ اتداد نہیں ہے۔ چونکہ ان دنوں میں ارتداد کی سزا پر بحث چل رہی تھی اور افغانستان میں اس پر عمل درآمد ہو چکا تھا۔ اس لیے فاتح قادیان نے قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے کی وجہ سے (جس کی مثالیں عدالتوں میں وہ دے چکے تھے) قادیانیوں کو اتداد کی سزا سے بچانے کے لیے سنگساری کو بہانہ بنا کر گول مول تشریح کر دی تا کہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو چاہے اس کا

مطلب نکال لے۔ چنانچہ غیر مقلدین نے اس سے یہ مطلب نکال لیا کہ فاتح قادیان نے اپنی اس تحریر میں قادیانیوں کو کافر کہا ہے۔

ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس تحریر سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق غیر مقلدین کا یہ مدعاء ثابت ہوتا ہے اور کیا مولانا امرتسری کی طرف سے یہ ذو معنیٰ تحریر کفر کا فتویٰ ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مولانا کا طرز عمل اس معاملے میں کیا ہے!

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی یہ ذو معنیٰ تحریر ۱۹۲۴ء کی ہے۔ جب کہ اس تحریر کے دس سال بعد ۱۹۳۴ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مختلف مذاہب پر باقاعدہ تحقیق کے بعد ایک کتاب ''ثنائی پاکٹ بک'' لکھی۔ اس کتاب میں فاتح قادیان نے قادیانیوں کو کس زمرہ میں شمار کیا ہے۔

ثنائی پاکٹ بک سے انکشاف

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دہریہ، عیسائی، ہندو، آریہ، رادھا سوامی، سکھ، منکرین نبوت، منکرین نبوت محمدیہ، فرقہ بہائیہ، شیعہ، مرزائیہ، اہل قرآن، نیچریہ، اہلحدیث ان تمام فرقوں کے ذکر کے نام پر ''ثنائی پاکٹ بک'' کے نام سے جو کتاب لکھی اور ۱۹۳۴ء میں شائع کی۔ اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ''فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ'' کے عنوان سے مرزائیوں کو اسلامی فرقہ لکھا ہے۔ اسے پڑھیے اور اس کا عکس بھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ

فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ ...... یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیر ہے مگر حرکت کی وجہ سے آج کل مشہور بہت ہے۔ اس فرقے کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیان پنجاب میں ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔

(ثنائی پاکٹ بک ص ۵۵ مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

غیر مقلدین کے فاتح قادیان نے اپنی پاکٹ بک (ثنائی پاکٹ بک) میں یہ تحریر واضح طور پر لکھ کر بتلا دیا کہ جو تحریر انہوں نے مرزائیوں کے ارتداد اور سنگسار کے متعلق لکھی ہے۔ اُس سے مراد مرزائی مسلمان ہیں۔ اسی لیے انہوں نے مرزائیوں کو مسلمانوں کا اخیری فرقہ لکھا ہے۔

ثنائی پاکٹ بک ۵۵

یورثوا درھما ولا دینارا انما ورثوا احادیث۔ الخ
(کتاب العلم مطبوعہ نولکشور)

"یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں دئیے بلکہ علم دین کی باتیں وراثت میں دیتے تھے۔"

صاف ثابت ہوا کہ دنیاوی مال دولت انبیاء کی وراثت میں نہیں ہوتا بلکہ علم ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اموال نبویہ سے حصہ نہ دیا تھا۔ بلکہ ارشاد نبویؐ کے ماتحت اس کو موقوف قرار دیا۔ فالحمد للہ!
مفصل کیلئے ہمارا رسالہ "مذہب اہلحدیث اور خلافت محمدیہ" ملاحظہ ہو۔

فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ

یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیر ہے مگر حرکت کی وجہ سے آج کل مشہور بہت ہے۔ اس فرقے کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیان پنجاب میں ۱۲۶۱ھ مطابق

۱۵ قیمت ۶ر ۲ قیمت ۴ر الیضاً غلافت رسالت قیمت ۲ر

لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ

الحمد للہ!

کہ

ثنائی پاکٹ بک

مصنف

جس میں

دہریہ (صـ)، عیسائی (صـ)، ہندو (صـ)، آریہ (صـ)، رادھا سوامی (صـ)، سکھ (صـ۳۵)، منکرین نبوت (صـ۳۷)، منکرین نبوت محمدیہ (صـ)، فرقہ بہائیہ (صـ)، شیعہ (صـ۵۱)، مرزائیہ (صـ۵۵)، اہل قرآن (صـ۸۲)، نیچریہ (صـ)، اہلحدیث (صـ۹۳)
فرقوں کا ذکر ہے

ثنائی برقی پریس امرتسر

میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر ماہ مارچ ۱۹۳۷ء طبع ہوئی

قیمت ۶ر ملنے کا پتہ:۔ مصنف کتاب

آگے چلیے:

مظالم روپڑی میں مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں:

حافظ عبداللہ اور انکے نامہ نگار کے نزدیک متقی کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ کوئی اور دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو متقی کی تعریف سے بالبداہت خارج ہیں۔ مسلم فرقوں میں سے رافضی، خارجی، معتزلی، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر متقی ہیں۔

(مظالم روپڑی ص ۱۳۷ مصنفہ مولانا ثناءاللہ امرتسری)

(اس کا عکس صفحہ نمبر ۴۸۱۔۴۸۲ پر ملاحظہ کریں)

مظالم روپڑی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۴۰ء میں شائع کی ہے۔ اس وقت تک تو مولانا امرتسری مرزائیوں کو مسلمان فرقوں میں ہی شمار کرتے رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس تحریر کے بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری نے قادیانیوں کو واقعی کافر قرار دیا ہو۔ اس پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صرف حسن ظن ہی کر سکتے ہیں۔

یہاں پر غور فرمائیں کہ یہ تمام تحریرات مولانا ثناءاللہ امرتسری کی اپنی لکھی ہوئی ہے جن کو غیر مقلدین نے امام غائب کی طرح چھپا رکھا تھا۔ ان تمام تحریرات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس ذو معنیٰ اور غیر مقلدانہ جواب (کہ میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں) کی وضاحت ہوگئی کہ وہ قادیانیوں کو ہمیشہ مسلمان فرقوں میں شمار کرتے رہے ان کو باقاعدہ کافر نہیں کہا۔

حاصل کلام

یہ کتاب اختتام کو پہنچتی ہے۔ اس کتاب کو لکھنے کا ہمیں کوئی شوق نہیں تھا اور نہ ہی ہمارا جھگڑنے کا ذوق ہے۔ جیسا کہ ذوق غیر مقلدین کا ہے۔ اس کے متعلق غیر مقلدین کے فاتح قادیان نے واضح الفاظ میں یوں فرمایا ہے:

''میرے جیسے جھگڑالو (مناظر) کے لیے مباحثہ کا ملنا گویا عمدہ غذا کا ملنا ہے۔''

(اخبار اہلحدیث امرتسر: ۱۱ جون ۱۹۱۵ ص ۴)

غیر مقلدین کے فاتح قادیان نے اپنے طبقے کی فطرتِ خاصہ کا اظہار کردیا ہے۔ اس کے باوجود ہم کوئی نئی بحث شروع نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی شروع کی تھی یہ صرف ان سوالات کا جواب ہے جو کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ہم مسلک لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے اٹھائے تھے۔ مگر اس کے باوجود ہم پھر کہتے

ہیں کہ ہم نئی بحث شروع نہیں کرنا چاہتے۔اگر کسی غیر مقلد کو ان سے اتفاق نہیں ہے تو اپنے موقف کو اپنے پاس رکھے۔ویسے غیر مقلدین کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ کبھی بھی صحیح بات کو تسلیم نہیں کرتے اور ہٹ دھرمی پر اتر آتے ہیں۔

غیر مقلدین کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد کا تجزیہ

غیر مقلدین کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی زندگی کا نچوڑ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ان الفاظ کو غیر مقلدین کے مشہور بزرگ مولانا محمد داؤد غزنوی کے صاحبزادے جناب ابوبکر غزنوی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے۔غور سے پڑھیے:

"مولانا آزاد اہلحدیثوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان پتھروں کو اگر میں ہزار برس بھی تراشتا رہوں تو ان سے انسان کا بچہ تو میں پیدا نہیں کرسکتا ہوں۔"

(فاران لاہور، سلور جوبلی نمبر ۱۹۸۶ء ص ۲۱۶)

غیر مقلدین کی فطرت معتدل غیر مقلد عالم کی نظر میں

غیر مقلدین کے متعلق جو تجزیہ مولانا ابوالکلام آزاد کا اوپر پیش کیا گیا ہے اس سے صرف ہم لوگ ہی متفق نہیں ان لوگوں کی اس فطرت خاصہ سے غیر مقلدین کے بعض معتدل بزرگ بھی پریشان ہیں۔غیر مقلدین کے موجودہ اکابر میں حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب بھی ہیں جو کہ آج کل غیر مقلدین کے معروف مؤرخ اور ترجمان ہیں۔انہوں نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔معتدل مزاج سمجھے جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی کتاب "تحریک ختم نبوت" پر انہوں نے مقدمہ بھی لکھا ہے اگرچہ وہ اس میں حد اعتدال سے آگے گزر گئے۔مگر پھر بھی ان کا وجود غنیمت ہے۔بڑی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک ہیں۔بعض اوقات حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر اپنے موقف کا کھل کر اظہار کر دیتے ہیں۔ہم یہاں پر انہیں کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جس میں غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی کے متعلق مولانا موصوف کی بیزاری نظر آتی ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کی ابتدا مولانا اسحاق بھٹی کے "مقدمہ" سے کی ہے ہم اپنی کتاب کی انتہا مولانا اسحاق بھٹی کے "صدمہ" سے کر رہے ہیں۔یہ ایک خط ہے جو کہ انہوں نے حافظ عبدالرشید ارشد صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الرشید لاہور کو لکھا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

مکرمی ومحترمی جناب حافظ عبدالرشید ارشد صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

اکتوبر ۱۹۹۳ء کے الرشید میں آپ نے ہفت روزہ الاعتصام کے حوالہ سے ممتاز مشہور اہلحدیث عالم مولانا سید محبّ اللہ راشدی کا ایک خصوصی مضمون شائع کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے ''نماز میں سرڈھانپنے کا مسئلہ'' اس میں فاضل مضمون نگار نے الاعتصام میں شائع شدہ ایک مضمون پر تعاقب فرمایا ہے.......... سید محبّ اللہ صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں سرڈھانپنا چاہئے۔ کسی حدیث میں اس قسم کے الفاظ نہیں ہیں کہ نماز پڑھنے سے پہلے عمامہ یا ٹوپی سر سے اتار دو اور سر ننگا کر کے نماز پڑھو.......... بلاشبہ یہ بہت اچھا مضمون ہے۔ میں نے دو دفعہ پڑھا حالانکہ اس سے قبل الاعتصام میں بھی پڑھ چکا تھا۔ اس ضمن میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں میری گزارشات کا تعلق نفس مسئلہ سے نہیں ہے اس کی وضاحت تو محبّ اللہ صاحب نے کر دی ہے۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلہ میں مشاہیر علمائے اہلحدیث کا نقطہ نظر کیا ہے.......... اگر آپ مناسب سمجھیں تو الرشید میں شائع فرما دیں۔

مولانا سید محمد داؤد غزنوی ننگے سر نماز پڑھنے کے سخت مخالف تھے بعض لوگ گرمیوں میں محض بنیان پہن کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی بھی وہ شدید مخالفت کرتے تھے۔ عام طور پر اہلحدیث حضرات نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتے۔ اس سے بھی مولانا اختلاف کرتے تھے۔ وہ ہر نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھے ہوئے لمبا وظیفہ پڑھتے تھے اور پھر ہاتھ اٹھا کر خشوع وخضوع سے دعاء مانگتے تھے۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے وہ مہتمم تھے اور وہیں باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ جماعت وہ خود نہیں کراتے تھے دارالعلوم کے کسی مدرس کو امام مقرر کر لیتے تھے۔ طلباء کو باقاعدہ ہدایت تھی کہ باجماعت نماز پڑھیں۔ نماز میں سر ننگا نہ رکھیں اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگیں۔

ایک دن مولانا نے چینیاں والی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد دعاء مانگ کر بیٹھے تھے کہ ان کے ایک عقیدت مند اہلحدیث جو اسی محلّہ میں رہتے تھے نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ان کا نام ملک محمد رفیق تھا انہوں نے ننگے سر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا نے ان سے فرمایا۔

ملک صاحب اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں۔ لفظ عرض اور اجازت سن کر

وہ پریشان ہوئے اور بولے حضرت فرمائیے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔

اسی سلسلے کا ایک لطیفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے علم وفضل سے نوازا تھا۔ تحریر وتقریر کا انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔

یہ فقیر ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں دو سال مولانا ممدوح کے حلقہ درس میں شامل رہا۔ پھر الاعتصام کے اجراء کے بعد فروری ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء کے آخر تک ان کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ وہ کثیر العلم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ میں انشاء اللہ ان کے متعلق ایک مستقل مضمون لکھوں گا۔ بہت لوگوں کے بارے میں لکھا اور بہت لوگوں کے بارے میں لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ استاذ مکرم مولانا اسماعیل صاحب مرحوم ومغفور بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جن کے متعلق اپنے انداز سے کچھ گزارشات پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

یہاں ننگے سر نماز پڑھنے کے متعلق مولانا ممدوح کا ایک لطیفہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو واقعہ بھی ہے۔

ایک دن ایک اہلحدیث مولوی صاحب ان کی مسجد میں تشریف لائے جو بڑے جھگڑالو تھے اور بات بات پر بحث وجدل پر اتر آتے تھے۔ انہوں نے گلے پر پگڑی باندھی ہوئی تھی۔[1] پگڑی سر سے اتاری اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وہ نماز پڑھ چکے تو مولانا نے فرمایا یہ آپ نے کیا حرکت کی پگڑی اتار کر نماز پڑھنا کہاں کا مسئلہ ہے مولوی صاحب نے جواب دیا میں نے ٹھیک کیا ہے میرے ساتھ اس مسئلے پر بحث کر لیں۔ مولانا نے فرمایا مجھے آپ کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں میں نے تو ایک شریفانہ بات کی تھی کہ پگڑی اتار کر نماز پڑھنا مناسب نہیں۔ (گفتگو پنجابی میں ہو رہی تھی) اگلی بات جو مولانا اسماعیل صاحب نے فرمائی میں وہ پنجابی میں ہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا "ایہہ تاں اک پگ دی گل سی، میرے ولوں لک دی وی لاہ لے"

مولانا حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی معروف اہلحدیث عالم تھے عربی اور اردو میں انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ سیاسی اعتبار سے اکابر علمائے اہلحدیث کی طرح نیشنلسٹ تھے اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف۔ طویل عرصے تک چمر کند کی جماعت مجاہدین کے مرکز میں رہے اور کئی سال جیلوں میں گزارے۔ انگریزوں نے ان پر اتنی سختی کی تھی کہ ان کے

مردانہ اعضاء بالکل بے کار کر دیئے گئے تھے اور ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن وہ بڑے خوش مزاج اور نہایت صابر وشاکر تھے۔ مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے وہ گہرے دوست تھے اور ان سے ملاقات کے لئے اکثر گوجرانوالہ آیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء کے آخر میں دیکھا تھا اور ان کی باتیں سنی تھیں۔

ایک دفعہ وہ گوجرانوالہ تشریف لائے۔ مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا حنیف ندوی صاحب سے الاعتصام کے دفتر میں ملے۔ میں بھی حاضر تھا یہ غالباً ۱۹۵۲ء کے جنوری یا فروری کی بات ہے۔ اس وقت الاعتصام گوجرانوالہ ہی سے نکلتا تھا۔ لاہور منتقل نہیں ہوا تھا۔ ایک صاحب وہاں آئے جو حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کے جاننے والے تھے انہوں نے حافظ صاحب سے سوال کیا کہ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں حافظ صاحب نے جواب دیا نماز ہو تو جاتی ہے لیکن اس سے بچنا چاہئے پگڑی یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہئے۔ سائل نے پوچھا یہ کہاں لکھا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے حافظ صاحب نے اس سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا۔ فرمایا جہاں جی چاہے لکھ لو بات وہی ہے جو میں نے بتا دی۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابر مشاہیر علمائے اہلحدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور عجز و عاجزی سے دعاء مانگا کرتے تھے۔ لیکن نئے دور کے اہلحدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ سے کچھ مانگنے کو حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

اہلحدیث حضرات میں ایک عجیب وغریب بات دیکھنے میں آئی ہے کہ نماز شروع کرتے ہی ان کے جسم پر کھجلی ہونے لگتی ہے۔ ادھر نماز کی نیت باندھی اور ادھر کھجلانا شروع کر دیا۔ کبھی سر میں ہاتھ پھیرا، کبھی داڑھی میں، کبھی بغلوں میں، کبھی کان میں، کبھی ناک میں، کبھی کہیں یہ کھُرکُ فِی الصَّلٰوۃ کا مسئلہ معلوم نہیں ان کو حدیث کی کس کتاب سے ملا ہے۔

نمازیں جمع کرنے کے بھی اہلحدیث حضرات بہت شائق ہیں ان کی کسی میٹنگ میں جا کر دیکھئے۔ ظہر کی نماز پڑھی اور ساتھ ہی عصر لپیٹ دی۔

بہرحال مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی کو اللہ خوش رکھے وہ بہت بڑے عالم ہیں اور ان کی معلومات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ نماز میں سر ڈھانپنے کے متعلق انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ لائق

مطالعہ ہے اس پر عمل کرنا چاہئے۔آپ نے یہ مضمون چھاپ کر اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں لانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

(ماہنامہ الرشید لاہور ،ص۳۲ اگست ۲۰۰۱ء)

غیر مقلدین کی یہ فطرت انہیں کے محترم محقق نے لکھی ہے اس پر ہم کیا لکھیں۔صورت حال واضح ہے۔البتہ غیر مقلدین کے اس تاریخی کردار کے متعلق آخر میں ہم یہی کہیں گے:

تاریخ کے عہدوں نے یہ دور بھی دیکھے ہیں
لمحوں کی خطاؤں پر صدیوں نے سزا پائی

محمّد صلی اللہ علیہ وسلم موتی

دُنیا سِیپ ، محُمّد موتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم
اُس بِن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

مقصُودِ کونین محُمّد ، مطلوبِ دارین محُمّد
اُس بِن دُنیا کیسے ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

گرَ نہ ہوتا آمنہ جایا ، خَلقت کا غم کھانے والا
خلقت مِیٹھی نِیند نہ سوتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

زَہرا رضؓ کا دِل غم کا مارا ، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گمُ سمُ آنسُو ہار پِروتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

ساجن بِن سُکھ چَین نہ آوے ، یاد اُس کی دِن رَین ستاوے
دِل تڑپے ہَے ، آنکھیں روتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

کاش مِرے محبُوب کی دَھرتی ، مجُھ پہ نفیسؔ یہ شفقت کرتی
اپنے اَندر مجُھ کو سموتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ العالی

اختتام کتاب کے بعد آخر میں اس کتاب کا ایک حصہ مکمل طور پر ان حوالہ جات کے عکس کا منسلک کر رہے ہیں جو حوالہ جات ہم نے کتاب کے اندر دیئے ہیں۔ ان میں سے کچھ حوالہ جات ضرورت کے مطابق موقع پر کتاب میں ہی دے دیئے گئے۔ باقی تمام کے تمام حوالہ جات صفحات کے نمبر لگا کر شائع کیے جا رہے ہیں۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 43, 44

کے انحص برکات سے ہین - ان الہامات کو **بعض** مسلمان امرتسری تو صرف غیر صحیح و غیر ممکن و ناقابل تسلیم بناتے ہین اور **بعضے** لودہانہ والے انکو کھلم کھلا کفر قرار دیتے ہین **فریق اول** (امرتسری مسلمان) تو اپنے انکار کی وجہ یہہ پیش کرتے ہین کہ الہام غیبی (جو ہم رنگ وحی ہے) بجز انبیاء کے کسیکو نہین ہو سکتا اور آجتک کسی کو نہین ہوا اور اگر طبعی خیالات و خطرات مراد ہین تو ان کو ولی سے کیا خصوصیت ہے یہہ خطرات کافر انسان بلکہ حیوان مکھی وغیرہ کو بہی ہوتے ہین -

---

نمبر ۴ جلد ۶ صفحہ ۱۶۱

کے مصداق سبنے

ناظرین انکا یہہ حال سنکر متعجب اور اس امر کے منتظر ہونگے کہ ایسے دلیر اور بشیر بہادر کون ہین جو سب علماء وقت کے مخالف ہوکر ایسے جلیل القدر مسلمان کی تکفیر کرتے ہین اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جسکے ظل حمایت مین باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہین) جہاد کو جائز سمجھتے ہین انکے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لئے ہم ان حضرات کے نام بہی ظاہر کردیتے ہین - وہ مولوی **عبد العزیز** و مولوی **محمد** وغیرہ پسران مولوی **عبد القادر** ہین جن سبکا شعشہ سے باغی و بدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۶ وغیرہ مین ظاہر و ثابت کرچکے ہین اور اب بہی پبلک طور پر سرکاری کاغذات کی شہادت سے ثابت کرنیکو موجود و مستعد ہین اگر وہ یا کوئی انکا ناواقف معتقد اس سے انکار کرے -

دوسرا سبب یہہ کہ انہون نے باستعانت بعض معزز اہل اسلام لودہانہ (جنکی نیک نیتی اور خیر خواہی ملک و سلطنت مین کوئی شک نہین) بمقابلہ مدرسہ صنعت کاری انجمن رفاہ عام لودہانہ ایک مدرسہ قایم کرنا چاہا تہا اور اس مدرسہ کے لئے لودہانہ مین چندہ جمع ہو رہا تہا کہ ان ہی دنون مولف براہین احمدیہ باستدعا اہل اسلام لودہانہ پہنچ گئے - اور وہانکے مسلمان انکے فیض زیارت اور شرف صحبت سے مشرف ہوئے - انکی برکات و اثر صحبت کو دیکہکر اکثر چندہ والے انکی طرف متوجہ ہوگئے - اور اس چندہ کے بہت سے روپیہ طبع و اشاعت براہین احمدیہ کیلئے مولف کی نذر بطور پیشکش کئے گئے - اور مولوی صاحبان مذکور تہیدست ہوکر ہاتہ ملتے رہگئے - اس امر نے بہی ان حضرات کو بہڑکایا اور مولف کی تکفیر پر آمادہ کیا - جنکو ان باتون کی

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 79

اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا

لعونہ بفضلہ

رسالہ ۳۳

هراة القادیانیه

مؤلفہ

کاسر الاعناق الملحدین مرغم اناف الشیاطین ہادی المستبدعین فخر الواعظین وسلطان المناظرین حضرت مولانا مرزا احمد علی صاحب الامرتسری الکربلائی الحال لاہوری مدظلہ

جسے

جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور

نے

فائدہ اسلام کیلئے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 79

۲۹

فضائل جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

۱۰۲۔ کرمک | ص درثمین مرزا صاحب۔ کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہیں چھوٹا حقیر کیڑا تھا۔ تونے مجھے بشر کیا۔ میں بے پدر مسیح سے زیادہ عجیب ہوں

۱۰۳۔ کرم خاکی | پیسہ اخبار $\frac{3}{15}$ ۹ صـ۲ ص کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار یعنی مٹی کا کیڑا ہوں۔ آدمی کی اولاد نہیں

۱۰۴۔ نالائق جاہل | ازالہ اوہام حاشیہ صـ۲۹ اپنا نزول قریب بہ قادیاں بیان فرماکر لکھا ہے: بڑے بڑے علما اس کے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذلیل حقیر امی جاہل نالائق (ذات شریف کی طرف اشارہ ہے) منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کیا جاتا ہے۔

اقرار۔ در جہالت تمام ناشو ونما است۔

۱۰۵۔ شاگرد اساتذہ | ریویو جلد ۵ ۶ صـ۲۲ از کتاب البریہ۔ بچپن میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی۔ کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔ تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔... جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی۔ تو ایک عربی خواں مولوی میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں ۱۷ یا ۱۸ سال کا ہوا۔ تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیاں میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔

(لیکن "چودھویں صدی کا مسیح") حاشیہ صـ۱۱ پر اشاعت السنہ جلد ۱۵ صـ۳ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین۔ لالہ بھیم سین اور مرزا صاحب بٹالہ میں مولوی گل علی شاہ کے پاس پڑھتے تھے۔) جناب مولوی گل علی شاہ صاحب فاضل اجل اور شیعہ تھے۔ بڑے بڑے رئیس ان کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ پدر مرزا صاحب بھی بٹالہ میں ان کے دسترخوان پر کاسہ لیسی کیا کرتے تھے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 85

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر ہفتم — بابت ۱۰ رجب سنہ ۱۲۹۶ ہجری مطابق جولائی سنہ ۱۸۷۹ء — جلد دوم

جو دو حصوں پر منقسم ہے:

حصہ اول میں بعض اصول و لکا مرکا ثبوت ہے — حصہ دوم میں بعض مضامین تہذیب الاخلاق سے بحث ہے

اور بضمن حصہ اول اہل نیچر کے اس خیال کا ابطال ہے کہ شریعت کی ہر بات کا عقل میں آ جانا ضروری ہے

منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری

اشتہار شرح قیمت و غیرہ امور متعلقہ رسالہ

(۱) یہ ماہواری رسالہ مذہبی ہے ملکی یا قومی باتوں سے اسمیں تعرض نہیں

(۲) اسکی عام قیمت آٹھ آنہ ماہوار میں خاص قیمت جو غربا و روسا سے بیجتے ہیں کم سے کم ایک روپیہ ماہوار اور بعض دو دو تین تین روپیہ ماہوار بھی دیتے ہیں۔ وہ لوگ انجمن اشاعۃ السنۃ کے ممبر ہیں۔ رعایتی قیمت جو بشرط سالیانہ پیشگی ادا کرنیکے تجویز ہوئی ہے چار آنہ ماہوار ہے اس رعایت کے مستحق دو قسم کے لوگ ہیں قسم اول وہ لوگ ہیں جو نہ پوری وسعت رکھتے ہیں کہ پوری اعانت کریں اور نہ مفلس مسکین ہیں کہ منت لیں۔

قسم دوم وہ لوگ ہیں جو تہذیب الاخلاق کے معتقد ہیں اس رسالہ کے ابھی معتقد نہیں ہوئے یا وہ نوبت بہ نوبت ہیں اور بنظر تحقیق دونوں کو دیکھتے ہیں اسلیے وہ مشورہ اس رسالہ کے پوری اعانت کو ضروری نہیں سمجھتے اور اعانت کا بھی استحقاق نہیں رکھتے پیشگی ادا کرنیکی شرط دونوں قسم کے لوگوں پر ہے اور میعاد ادائے پیشگی تاریخ وصول پرچہ اول سے مقرر ہوئی ہے۔ جو اس شرح میں سالیانہ نہ بھیجیگا اس سے آٹھ آنہ ماہوار سے کم نہ لیا جاویگا۔

(۳) زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں اگر نوٹ یا ٹکٹ بھیجیں تو بذریعہ رجسٹری بھیجیں ٹکٹ آدہ آنہ

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 85,86,87

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر۹ جلد۳

متضمن ضروریات متفرقہ

مضامین مندرجہ ذیل مدت سے متقاضی اندراج ہتے مگر تنگی عرصہ قرطاس و طوالت مضامین معمولی اس سے مانع رہے - اب بضرورۃ معمولی مضمون کو ناتمام چھوڑکر بجائے اسکے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے -

عذر و تسکین

تحریر مضامین اشاعۃ السنۃ مین دلایل و نقول کے سبب تطویل ہو جاتی ہے اور یہہ طرز ان لوگونکو جو بحکم لکل جدید لذیذ ہمیشہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہین اور بروش زمانہ حال مجرد اظہار خیال بلا استدلال کو پسند کرتے ہین غالبًا ناپسند ہوگی اور اسی بناء پر جو تطویل مضمون حال (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) مین ہو رہی ہے انپر بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذور ہین ہمکو انگریزی طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہین ہے بلکہ اس خیال کا خدا اور رسول و سلف امت کے اقوال سے مستند کرنا اور متبعان دین کے خیال مین اسکی صداقت جمانا مد نظر ہے جو بدون تطویل و تفصیل احادیث ممکن نہین ہے

اور علاوہ بران اسمین یہہ بہی فایدہ ہے کہ ایک مبحث کے ضمن مین کئی مسایل مشکلہ اور دقایق معضلہ دین پر لوگون کو اطلاع ہوتی ہے اور اصول و فروع دین مین انکی بصیرت و علمیت روز بروز بڑہتی ہے بدین غرض سے امید ہے کہ ان مباحث کو غنیمت کبری سمجھکر بجائے شکایت باطنی اظہار شکر الہی کرین اور ہمکو انگریزی طرز اختیار کرنے سے معذور سمجھکر معافی دین - وللناس فیما یعشقون مذاہب

اور مضمون (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) تو قریب الاختتام ہے انشاء اللہ نمبر ایندہ مین ختم ہوگا اسکے بعد اسی طرز سے مباحث سابقہ کو پورا کیا جاویگا آیندہ جو خدا کی مشیت ہے وہ سب پر غالب ہے - واللہ غالب علی امرہ -

شکریہ و معذرت

خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ بہت اہل فضل

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 85,86,87

۵

بادریون کے مقابلہ مین جاری ہے مگر عام
عام مسلمانون سے اسکی پوری معاونت
نہین ہوتی صرف بعض عالی ہمتون کی اعانت
سے وہ جاری ہے - ایسا ہی اخبار رہبر
درخشان و نصرت الاسلام
اسکی مثالین ہوسکتی ہین - اور ایک مثال
اسکی مدرسۃ القرآن دہلی ہے جو جناب
بقیۃ السلف وحجۃ الخلف شیخنا و مولانا سید
محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور انکے
احباب و اصحاب کی توجہ سے جاری ہے
جسکا ذکر ضمیمہ نمبر چہارم جلد ۳ کے اخیر مین کیا ہے
اور ایک مثال اسکی براہین احمدیہ ہے
جسکا اشتہار ضمیمہ نمبر ۶ جلد ۳ مین شائع
کیا تھا پھر نمبر ششم مین دوبارہ اسکی معاونت
کا شوق دلایا - اور ایک مثال اسکی
مدرسۃ العلوم مقام آرہ ضلع شاہ آباد
ہے - یہہ دونون مثالین آخر الذکر
ترقی اسلام کے لئے عمدہ ذریعے ہین پہلے
انکا ذکر کسیقدر تفصیل سے اس مقام مین
مناسب ہے بلکہ جو کچھہ کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے
وہ سب ان ہی دو مثالون کی ذکر خیر

کی تمہید مین کیا گیا ہے **مثال اول** (براہین احمدیہ)
کی پوری تفصیل تو اس کتاب کے دیباچہ مین ہے - اور اسکا
خلاصہ اشتہار سابق الذکر مین شائع ہوا -
اسکا خلاصہ اس مقام مین ذکر کیا جاتا ہے کہ یہہ کتاب
کل فرقہای مخالفین اسلام کے مقابلہ مین تصنیف ہوئی
ہے جیسے یہود و نصاریٰ و براہمہ اور برہمو سماج وغیرہ
منکرین دین محمدی سے مقابلہ مین عمدگی کے ساتھہ بحث
کی ہے اور ایسی پر زور دلائل سے انکا مقابلہ کیا ہے
کہ ان دلائل کے توڑ دینے پر اسکو مصنف (اخی و محبی
میرزا غلام احمد رئیس قادیان) نے دس ہزار انعام دینے
کا وعدہ دیا ہے - عام لوگون کو ان دلائل کا
زور اسی وعدہ مصنف سے معلوم ہوسکتا ہے اور
خواص کو جو مثل مشک آنست کہ خود ببوید نکہ عطار بگوید
کے گرویدہ ہین اصل کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے
یہہ کتاب پچیس حصہ مین ہے جسکا ہر ایک حصہ (۵)
جزو مین ہے - از انجملہ دو حصہ طبع ہو چکے ہین اور باقی
حصص زیر طبع ہین مگر اہل اسلام کی عدم توجہی سے
ابتک کافی روپیہ بہم نہین پہنچا اور زر ثمن کتاب
جو سابق فی نسخہ پانچ روپیہ قرار پایا اور اسکا
پیشگی ارسال فرمانا خریدارون سے چاہا گیا تھا
اکثر خریدارون نے نہین بھیجا - اسوجہ سے مرزا صاحب

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 85,86,87

۶

ان ہی دو حصوں کے طبع سے جیتہ سو روپیہ کے
زیر بار ہوگئے ہین و بنا دعلیہ باقی حصون کے
چہپانے سے متوقف ہو بیٹھے ہین۔ لہذا مین
بعرض اصل حال دلی جوش کے ساتہہ اہل اسلام
کو رغبت دلاتا ہون کہ بارسال زر قیمت اس
کتاب کو چہپوائین اور باختیار تساہل اس عمدہ
ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑ نہ دین۔
مگر یہہ امر ملحوظ خاطر رکہین کہ اب حجم کتاب
بہ نسبت سابق بہت بڑہ گیا ہے
اور اسکا انطباع بہی ایسے مطبع (سفیر ہند امرتسر)
مین ہوتا ہے جسکا اور مطابع کی نسبت ڈبل
چارج ہے اسلئے قیمت کتاب اب بجائی پانچروپیہ
فی نسخہ دس روپیہ قرار پائی ہے پس جن صاحبون
نے پہلے نرخ سے قیمت پیشگی ارسال فرمائی ہوئی
ہے انکو تو بنظر عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے
کا استحقاق ہے۔ (ہان بنظر اعانت و برعایت
حرج مرزا صاحب وہ بہی بجائی پانچروپیہ کے دس روپیہ
دین تو انکی عالی ہمتی ہے) اور جو صاحب آئندہ
خرید فرمینگے اُنسے فی نسخہ دس روپیہ سے کم
نہ لئے جاوینگے۔ جنکو اسباب مین خط و کتابت
یا ارسال زر منظور ہو وہ براہ راست مرزا صاحب کو

کو بہ نشان بمقام قادیان ضلع گورداسپورہ مخاطب
کرین۔ اسمین مجہے واسطہ نہ بناوین کہ اس توسط
میں ابہی حرج ہے اور انکی کام مین بہی توقف
ہوتا ہے۔

دوسری مثال (مدرسۃ العلوم آرہ) کے
اصول و اغراض کے بیان مین اسکے بانی (اخی
و حبی مولوی محمد ابراہیم صاحب) نے ایک اشتہار
جاری کیا ہے اس مقام مین اسکا خلاصہ نقل کرنا کافی
ہے اور بعض احباب (جو مذہبی جوش مین سرگرم
ہین) کی خدمات مین اصل اشتہار بہی بہیجا
جائیگا۔ آپ فرماتے ہین مینے اپنے قومی بہائیون
کے ہدایت کے لئے یہہ تجویز کی ہے کہ مدرسین
واسطے درس تفسیر و حدیث و ترجمہ قرآن و اصول
حدیث و فقہ و فرائض و معانی و صرف و نحو وغیرہ
آلات علوم دینیہ کے اور واعظین گانون اور
شہرون مین واسطے وعظ و نصیحت کرنے کی
اور مولفین رسالجات مخالفین کے رد لکہنے
کے لئے اور مترجمین کتب عربیہ مفیدہ نافعہ کا
ترجمہ کرنے کے لئے مقرر ہون اور یہہ کتابین
چہپین۔ × × × بہائیون کو ناز ہے کہ یہ
انتظام اہتمام کی نیرنگی اور اسکا خرچ خیال غزر

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 87,88

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر نہم و دہم بابت رمضان و شوال ۱۲۹۷ھ مطابق ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۰ء جلد ۳

شرح قیمت رسالہ

درجات و مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) اخص قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	کم از کم للعہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی کے معزز عہدہ داران و عامہ اغنیا و لائبریری و سوسائٹیاں	کم سے کم ۶عہ
(۳) عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	سے
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔	سے
(۵) للّٰہی قیمت بعوض جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہیں رکھتے مگر علمی لیاقت رکھتے ہیں اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں		ثواب آخرت

ضروری اشتہارات اور مفید اعلانات

۱- اشاعۃ السنہ سنین گزشتہ و ضمیمہ جات ما اخبار (جنمین تقلید و عمل بالحدیث سے بحث ہے) کے پورے اور باترتیب پرچے اب ہمارے پاس بجز ایک فائل کے باقی نہیں رہے جسقدر تھے سب فروخت ہو گئے۔ اس فائل باقیماندہ مین اگست ۱۸۷۸ء سے دسمبر ۱۸۷۹ء تک کے پورے اور باترتیب پرچے موجود ہین جو فی ماہ ایک روپیہ کے حساب سے مل سکتے ہین۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 87,88

۳

پہر دنیا مین ہم افسوس کس پر کرین - میرے ان اشارات کو انہون نے نہ سمجہا تو ناچار کسی کسی صاحب کا بطور مثال نام لینا پڑیگا ۔

۳ - مصباح الادلۃ جواب ادلہ کاملہ کے جسقدر نسخے دہلی وڈیرہ دان مین تہے وہ سب فروخت ہوگئے ہین اب جسقدر نسخے باقی ہین وہ سب لاہور مین ہمارے پاس ہین جو ہمنے مالک کتاب سے قیمتہً خرید لئے ہین سو بہی دن بدن فروخت ہوتے جاتے ہین تہوڑے سے نسخے باقی رہگئے ہین پس جنکو خریداری اس کتاب کی منظور ہو وہ تاخیر و توقف نہ کرین جلد زر قیمت ارسال فرماکر راقم سے کتاب طلب فرماوین عام قیمت ۸ محصول ارپہلے ہمنے مسکینون کیلئے ۶ مقرر کی تہی مگر جبکہ دیکہا کہ غنی لوگ بہی مسکین بنکر چہہ آنہ کو ہی مانگتے ہین اسلئے قیمت کو عام کر دیا تاہم رعایت کین ہاتہہ سے نہ دیجاویگی مگر وہ رعایت حسب موقع و مشاہدہ عمل مین آویگی -

۴ براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق مین بہت کچہہ ترغیب دے چکے ہین جس سے مسلمانان حامیان اسلام متاثر ہونیکی امید قوی ہے - اب ہم اس کتاب کے مولف مرزا غلام احمد صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہین وہ یہہ کہ مرزا صاحب اس باب مین ان اعیان و روسا اسلام کیطرف سے مراجعت کرین جنمین اکثر ایسے اہل وسعت ہین کہ اگر انمین سے کوئی صاحب توجہ کرین توصرف اپنی ہمت سے بلا شراکت غیر کتاب کو چہپوا سکتے ہین آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے جسکی عظمت شان نہے اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت حکایت ہے - ان حضرات کے نام نامی یہہ ہین -

(۱) نواب والاجاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر امیر ریاست بہوپال

(۲) نواب محمود علیخان صاحب بہادر رئیس چہتاری ضلع بلند شہر -

(۳) نواب محمد ابراہیم علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ -

(۴) نواب محمد داؤد خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس -

(۵) جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالہم -

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 87,88

۴

(۶) آغا کلب عابد بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر ۔

(۷) سید ہدایت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

(۸) جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام ۔ ناصر اسلام بر رد تصنیف کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر طمراوآباد ۔

(۹) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار کانواڑہ ضلع سیونی ۔

(۱۰) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار آرہی ضلع سیونی ۔

۵- قیمت براھین احمدیہ جو بنرخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے جنکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب اور نوع سے بہی مدد پہنچنے کی توقع ہے ان کے سواء اور مذہب (عیسائی آریہ وغیرہ) والون سے اسکی قیمت پچیس روپیہ لیجاویگی اور ایکروپیہ نوآنہ محصولڈاک علاوہ بران ۔

اطلاع

لاہور مین کاتب لئیق کے میسر نہ آنیکے سبب رسالہ مدت سے خراب ہورہا تھا اب کی دفعہ اسکا چھپوانا امرتسر مین تجویز ہوا ہے وہان اچھا چھپا تو ہمیشہ وہین سے چھپوایا جاویگا مگر لین دین و خط و کتابت متعلق رسالہ مہتمم رسالہ سے حسب عنوان و نشان قدیم ہونا چاہئے مطبع امرتسر کو بجز طبع رسالہ اور کچہہ تعلق و اختیار نہین ہے ۔

راقم

ابوسعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ

از لاہور محلہ سید مٹھہ ۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 89

صفحہ ۱۶۴ سے آخر تک لائق ملاحظہ گورنمنٹ

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر ششم — جلد چہارم

بابت رجب ۱۲۹۸ھ مطابق جون ۱۸۸۱ء

ضمیمہ متضمن مسائل محدثین اہل السنۃ

جو پیشتر شایع ہو چکا ہے

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ و ضمیمہ

درجات	مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	قیمت سالیانہ بابت رسالہ	قیمت سالیانہ بابت ضمیمہ
۱	اخص قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	للعہ	سے
۲	خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و عام اغنیا و لائبریری و سوسائٹیاں	[illegible]	سے
۳	عام قیمت	متوسط اہل وسعت	سے	[illegible]
۴	رعایتی قیمت	کم وسعت جو دس روپیہ ماہوار سے زیادہ آمدنی رکھیں اور رسالانہ تنگی و خلل کریں	سے	۱۲
۵	لِلّٰہی قیمت	بہت جو دس روپیہ ماہوار بھی مدنی نہیں رکھیں مگر علمیت رکھیں اور اشاعت کریں۔	ثواب آخرت	و دعا خیر

ضمیمہ رسالہ سے علیحدہ فروخت نہوگا ہاں رسالہ بدون ضمیمہ مل سکیگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ضمیمہ کی بہت باتوں کی تفصیل و دلیل رسالہ میں مندرج ہے لہذا بدون رسالہ ضمیمہ سے مطلب براری ناظرین ممکن نہیں اور رسالہ کی کوئی بات متعلق ضمیمہ نہیں ہے اسلئے رسالہ سے بدون ضمیمہ کاربراری ممکن ہے۔

جنکے نام اصل رسالہ یا اسکا ضمیمہ بلا درخواست پہنچے وہ حسب حیثیت خود اسکے پہنچنے سے قیمت واجب الادا تصور فرمائیں اور پہلے پرچہ کے پہنچنے کا پرچہ وصول پاویں اور جنکو خریداری منظور نہو وہ اصل رسالہ یا صرف اسکا ضمیمہ واپس کریں۔

خط و کتابت متعلق رسالہ راقم کے نام پوری عنوان و نشان مندرجہ ذیل سے ہونا ضرور ہے اور ارسال زر بذریعہ منی آرڈر و ٹکٹ خانہ مناسب ہے۔

راقم ابو سعید محمد حسین لاہور محلہ سید مٹھہ۔

مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 89

ہمنے تو اس اشتہار کو درج رسالہ بھی نہین کیا صرف رسالہ کے ساتھہ شایع کیا ہے پھر ہمارا رسالہ اس شکایت کا محل کیونکر ہو سکتا ہے ۔

اعلان

کتاب براہین احمدیہ کے چھپنے مین مہتمم مطبع کی بعض مجبوریون کے سبب توقف ہو گیا ہے اب مہتمم مطبع نے بتاکید وعدہ دیا ہے کہ حصہ سیوم کو بہت جلد چھاپ کر تیار کرتا ہون پس ناظرین وخریداران اصطبار فرماوین اور عفو کو کام مین لاوین ۔

خاکسار غلام احمد ۔ از قادیان ۔ ضلع گورداسپور

اشتہار

مولفین رسایل وکتب دین وغیرہ علوم کو واضح ہو کہ ان دنون ایک کتاب مسمی بنام التواریخ تالیف جناب منشی حسین علی صاحب فرحت دہلوی (جو خاندان ابو الفضل وفیضی سے ہین) لاہور مین چھپکر تیار ہوئی ہے ۔ اس کتاب مین ایک سو دو ہزار اعداد تک کے جملے وتاریخی مادے اس کثرت سے موجود ہین کہ بنظر اسکے اس کتاب کو تاریخی مادون کا خزانہ کہا جاسکتا ہے ۔ مولف عالی ہمت نے اس کتاب مین وہ کام کیا ہے جسکو لوگ بڑی مشکل سمجھتے اور اسمین تاریخین بنانیکے وقت ہاتف غیبی سے مدد لیتے ۔ مولف نے عالم کو شاہد بنا دیا اور اس مشکل کو آسان کر دیا ۔ قیمت کتاب (عہ)، محصول ٹکٹ (۲ر) جو صاحب طالب وشایق ہون وہ بارسال قیمت میان نثار علی صاحب مہتمم واوڈیٹر اخبار انجمن پنجاب لاہور یا الہی بخش کتب فروش لاہور بازار کشمیری سے درخواست کرین +

اشتہار

جب یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ سید احمد خان صاحب نے صاف یہہ لکھدیا کہ نبوت خدا کی طرف سے مقرر نہین ہوتی اور نہ خدا کی طرف سے کوئی پیغام لاتا ہے اور جو پیغام لانیوالا پیغمبر کو نظر آتا ہے وہ (نعوذ باللہ منہا) صرف اسی طرح کا خیال ہوتا ہے جیسے مجنونکو

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 123,124

تاریخِ مرزا

حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۹۴۸ء

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 123,124

خدا اس کو مبارک کرے۔ اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے۔ آمین

المشتہر: "خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب۔"

جس زور شور سے اس کتاب کا اشتہار تھا آخر کار نکلی تو صورت اس کی یہ تھی ایک جلد موٹے حرفوں میں صرف اس کے اشتہار کی تھی۔ باقی جلدوں میں مضامین شروع ہوئے مگر مضامین کی بناء زیادہ تر اپنے الہامات اور مکاشفات پر تھی لیکن وہ الہامات ایسے کچھ صاف اور صریح اسلام کے مخالف نہ تھے بلکہ بعض معاون بعض گول، اس لئے حسن ظن علماء اس پر بھی مرزا صاحب سے مانوس ہی رہے۔ اس زمانہ میں سب سے بڑے مانوس مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ تھے۔ جنھوں نے اس کتاب پر بڑا بسیط ریویو لکھا اور مخالفین کو جوابات دیئے۔ باوجود اس کے دوراندیش علمائے اسلام مرزا صاحب سے خوفزدہ تھے۔ مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کسی دن یہ شخص (مرزا) نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ ایسا ہی حضرت مولوی ابوعبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے کہ مرحوم بھی مرزا صاحب سے خوفزدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں مولوی صاحب مرحوم کا نام لے کر رد بھی کیا ہے۔ ایسا ہی مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علمائے لودہانہ بھی مرزا صاحب سے بدظن تھے۔ ہم حیران ہیں ان علما کی فراست کس درجہ کی تھی کہ آخر کار وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا تھا جس کا بیان دوسرے باب میں آئے گا۔

چونکہ مرزا صاحب ملک میں بحیثیت ایک نامور مصنف مناظر بلکہ باکمال عارف باللہ صوفی ملہم کی صورت میں پیش ہوتے تھے اس لئے آپ کی کوئی تجویز کراماتی رنگ سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار بطور اظہار

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 156,157

نمبر ۱۱ جلد ۱۵ ۲۷۱ کادیانی کی تازہ دروغ گوئی

پیرجی خدا بخش صاحب اور اُنکے خلف الرشید محمد حنیف صاحب سوداگر سے حافظ صاحب کا حال دریافت کیا۔ اس دریافت کرنے پر حافظ محمد یعقوب خان صاحب نے خود ہی اپنا حال اپنے خط میں لکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے جیسا کہ حافظ محمد یعقوب خان صاحب کا مولوی و عالم نہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہ ثابت ہے۔ کہ وہ ہنوز پورے عیسائی مرزائی نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس وقت تک حنفی المذہب مقلد لکھتے ہیں اور حنفی المذہب مقلد سے ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ دہ عیسائی مرزائی ہوجائے۔ جب تک کہ وہ حنفی المذہب کا مقلد ہو۔ یہ بلا د کادیانی کے اتباع کی اکثر اُسی فرقہ میں پھیلی ہے۔ جو عامی و جاہل ہو کر مطلق تقلید کے تارک و غیر مقلد بن گئے ہیں یا ان لوگوں میں جو نیچری کہلاتے ہیں جو درحقیقت اس قسم کے غیر مقلدوں کے برانچ (شاخ) ہیں۔ اس امر کو ہم ایک مستقل مضمون میں ثابت و مدلل کرنا چاہتے ہیں۔ جو عنقریب شائع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

کادیانی کا حافظ محمد یعقوب خان صاحب کو اولاً مولوی کہنا۔ پھر اُن کو اپنا فدائی مملوک قرار دینا اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے ہے۔ کہ "مولوی عالم اس کے ساتھ ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ اور وہ اس کے پیرو ہوتے جاتے ہیں" اور اس کذب سے اِس کی غرض یہ ہے۔ کہ جاہل لوگ خصوصاً (جو مطلق تقلید چھوڑ کر شتر بے مہار ہو بیٹھے ہیں۔ اور مطلق تقلید کے نام سے ایسے چونکتے ہیں کہ تقلید ائمہ سلف صالحین صحابہ و تابعین و اجماع مسلمین کو بھی گمراہی جانتے ہیں۔ اور خاکے شاہ کی کتیا کی مانند کس و ناکس کی (جو کوئی آیۃ خواہ کیسے غلط معنے سے سنائی جاتی ہو۔ یا کوئی حدیث خواہ موضوع ہی ہو اُن کے سامنے پڑھ دے) پیروی اختیار کرتے اور بحکم کل جدید لذیذ۔ نئے دل پسند مذہب اختیار کرنا پسند کرتے ہیں) اس کے دام میں آجائیں۔ کادیانی کے ایسے شخص کو (جو مولوی ہونے سے خود انکار کریں)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

اشاعة السنة النبوية

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اوّل لغایت ہشتم — جلد نوزدہم

بابت سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۲ء

شرح قیمت رسالہ

اس رسالہ کی قیمت عموماً ہے سالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو رؤسائے اسلام سے لیجاتی ہے) پچیس روپیہ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے چھ روپیہ جن کی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے رعایتاً تین روپیہ جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلاقیمت دیا جاتا ہے۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر ساور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیئے:-

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

واجب العرض تین امر

(۱) اس رسالہ کا اکثر حصہ جس میں مضمون سود و قمار لاٹری اور انجمن ہائے اسلامیہ داخل ہے۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ کا چھپا ہوا مطبع میں پڑا رہا۔ باقی حصہ مضمون اور اس کی کاپیاں کاتب رسالہ اور کارکنان مطبع کے پاس پھنسا رہا۔ خاکسار اور کام میں مصروف رہا جسکا ذکر اس رسالہ میں ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے ان حضرات کو تقاضا نہ کرسکا جس کے سوائے آجکل غالباً کوئی کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے اشاعت رسالہ میں غیر معمولی توقف ہوگیا۔ اس اثناء میں مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھین (خدا اُن کو غریق رحمت کرے) جو اس مضمون میں مخاطب کیئے گئے تھے فوت ہوگئے۔ اور وہ انجمنیں بھی جن کی نسبت یہ مضمون تھا نیست و نابود ہوگئیں۔ ان اشخاص اور جماعتوں کے گذر جانے کے بعد اس مضمون کی اشاعت کو کوئی "مشت بعد از جنگ" یا "تریاق از عراق" کا مصداق سمجھے کیونکہ جن مسائل کی اس مضمون میں تحقیق و تدقیق ہوئی ہے (جو اس تفصیل سے کسی

اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

کا مرزا کے حق میں رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شایع کیا تھا۔ اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس لیے اب اشاعت رسالہ کو موقوف کر دیا ہے۔

یہ خیال بھی مرزا ہی کے بعض حیلوں کا رہا جس کا ماخذ و منشا راس کے اشتہار۔ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کا یہ فقرہ ہے "کہ آپ ہی فتوے طیار کیا۔ اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا"

اس خیال والوں نے شائد یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ رسالہ مرزا ہی کے رد میں جاری کیا گیا تھا وہ رد موقوف ہوا۔ تو رسالہ خواہ نخواہ موقوف ہو گیا۔

آے حضرات ناظرین و شائقین بتمکین یہ **خیالات و مقالات سراسر باطل و غلط ہیں**۔ اور ناراستی اور ہٹ دھرمی اور کسی قدر ناواقفی پر مبنی ہیں۔

نہ تو یہ رسالہ عام بند شدہ اخباروں کی طرح بند ہوا۔ اور نہ مرزا کی بد دعا و کرامت کا اسپر کچھ اثر ہوا۔ اور نہ اس کے مؤلف خاکسار کو مرزا کے عقاید باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام سے اتفاق ہوا۔ اور نہ خاکسار نے اس فتوے سے جو مرزا کے حق میں شایع کیا تھا رجوع کیا نہ اوس کو منسوخ کیا۔ یا کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی یہ رسالہ خاصکر مرزا کے رد میں جاری کیا گیا تھا۔ اور نہ اس سے مخصوص رہا۔

مرزا تو کل پیدا ہوا۔ اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے۔ **بلکہ اس غیر معمولی توقف کی وجہ** یہ ہوئی کہ خاکسار مؤلف رسالہ ایکسد اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس مصروفیت کے سبب وہ **طبع شدہ حصہ** رسالہ از ۴ صفحہ لغایت ۴۷ کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا شایع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مؤلف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ **زمین عطا کرائی** ہے۔ اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا۔ وہ خداداد زمین اس کے فضل و توفیق سے آباد ہو تی جاتی ہے۔ دو فصل سیم و ... کی کاشت کی برکات

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے اور سوم حصہ سیج کی برکات کی تحصیل پیش ہے اور چہارم فصل خریف کی کاشت کا اکثر حصہ ہو چکا ہے اس منعم حقیقی و ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائیگی اس کے بعد یہ خاکسار اپنے دستور اور روش سی سالہ زندگی سابق کے مطابق اشاعت رسالہ و دیگر قومی و اسلامی خدمات درس قرآن و حدیث و تالیف کتب و رسائل دینیہ خصوصاً تفسیر القرآن (جس کا خاکسار دو دفعہ وعدہ دیچکا ہے۔) و شرح مشکوٰۃ المصابیح (جسکی طالب و شائق بعض اخوان دین ہیں) اور جواب عیسائیوں کی کتاب امہات (جس کو خاکسار اپنے ذمہ ایک دین لازم سمجھتا ہے) کے لئے وقف اور مستعد ہے۔ بشرطیکہ قوم اون قومی کاموں کے لئے اپنی ہمت کو مصروف اور اعانت قدیم کو جاری رکھے۔ زمین ملنے کا مژدہ سُنکر کبھی یہ خیال نہ کربیٹھے۔ کہ اب مؤلف رسالہ کو آمدنی زمین کافی و وافی ہوگئی ہے۔ لہذا اب اشاعت رسالہ یا تفسیر کے لئے اس کو مالی مدد دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بلکہ بجائے اس خیال فاسد کے یہ یقین کرلیں کہ قومی کام قوم ہی کی مدد سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں۔ شخصی یا ذاتی طاقت یا سرمایہ قومی کاموں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر زمین کی آمدنی خاکسار اور اسکے عیال کے ذاتی مصارف کے لئے کافی ہوئے تو اسی کو وہ حضرات غنیمت کبرا سمجھیں۔ اور خدا تعالے کا شکر بجالاویں کہ خاکسار کے ذاتی مصارف کا بوجھ ان پر یا ان کے رسالہ پر نہ رہا۔ اور اس نعمت و احسان خداوندی کے شکریہ میں وہ طبع و اشاعت رسالہ و دیگر تصانیف کے لئے بدستور قدیم روپیہ سے کافی مدد دیں۔ پھر دیکھیں کس خوبی و خوش اسلوبی سے معمولی رسالہ اور دیگر دینی کاموں کو ترقی ہوتی ہے۔

یہ عطیہ الٰہیہ بواسطہ گورنمنٹ عالیہ مرزا پر بہت شاق و ناگوار گذرا۔ اور اس کے دل کو اُس کا صدمہ سخت پہونچا۔ تو اس نے اس عطیہ کی نسبت اسی اشتہار ۱۷ نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ فقرہ مشتہر کیا کہ ابو سعید محمد حسین کو سرکار سے زمین ملی بھی وہ ذلت ہے جس کی پیشین گوئی میں اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں کرچکا ہوں۔ اور بدست آویزد

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

نقل ایک روایت کے یہ دعوےٰ کیا۔ کہ جس گھر میں آلات کاشت کاری ہوں اُس میں ذلت پہونچتی ہے۔

اس کینہ اور حاسدانہ حملہ مرزا کا میں اس کو کچھ جواب نہیں دیتا۔ اور نہ اس کو اپنا مخاطب بنانا چاہتا ہوں جس کی وجہ مضمون آئندہ "مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا" میں بیان کروں گا۔ یہاں صرف ناواقف مسلمانوں کو جو مرزا کے اس حاسدانہ قول و حملہ یا اُس کی دست آویز روایت سے دھوکہ کھا گئے ہوں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اس روایت کو ان ہی معنے سے جو مرزا سمجھا ہے۔ صحیح تسلیم کرلیا جاوے تو بھی یہ خاکسار اس روایت کا مورد و مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے ہل وغیرہ آلات کاشت کو خرید نہ بنایا نہ اپنی زمین میں ہل چلایا میں تو صرف زمیندار مالگذار سرکار ہوں۔ کاشتکار تو اور ہی لوگ ہیں جو کاشت کرتے ہیں۔ پھر میں اس حدیث کا مورد و مصداق کیونکر ہو سکتا ہوں۔

تمام لوگ جنہوں نے مرزا کا یہ کینہ اور حاسدانہ حملہ اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں پڑھا یا سنا اسپر **قہقہے** اڑا رہے ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ مرزا اپنی زمین جو اپنے بزرگوں کی کمائی بطور صدقہ یا ورثہ اُس کو ملی ہوئی ہے۔ فخر کر رہا ہے۔ اور اس زمین کی دست آویز سے مہدی ہونے کے ساتھ حارث بھی بن بیٹھا ہے۔ وہی زمین اپنی کمائی اور خدا داد جسے اوس کے مخالف کو ملی تو وہ ذلت بن گئی۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

اس اشتہار کے ۱۶ صفحہ کلاں میں جو مرزا نے بیہودہ سرائی اور خاکسار کی دل آزاری کی ہے اور اپنے حلفی اقرار نامہ کا خلاف کرکے عہد شکنی کی ہے **اوس کا جواب** میں اوس کو کچھ نہیں دیتا۔ حکام وقت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ و کمشنر لاہور اسکا نوٹس نہ لینگے۔ تو احکم الحاکمین قیامت کے دن اس عہد شکنی کی اُس کو سزا دے گا۔ ہماری طرف سے اس بدگوئی کے جواب میں یہ بیت بس ہے

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی ✦ جواب تلخ مے زیبد لعل شکر خارا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

نمبر چہارم (۴) جلد نوزدہم (۱۹)

نمبر ۴ جلد ۱۹ — ۹۷ — مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا

مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔

اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل و تطویل لاطائل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل تعدد ضرورت کی جاتی ہے۔ کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات و رسائل میں عقاید باطلہ مخالفہ اسلام شائع کئے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جن کو وہ عقاید پہنچے) اس پر طعن و لعن کا مینہ برسنا شروع ہو گیا۔

پھر از انجملہ بعض علماء اور پولٹش اعیان اسلام کا یہ خیال رہا۔ کہ اس کے عقاید باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بناوے۔ اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اوس کو عزت و وقعت نہ دے وہ عقاید یوں ہی مضمحل و بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اور اس سے بحث و خطاب کرنے سے وہ عقاید مشتہر ہو گئے۔ اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑ لیں گے لیکن اکثر علماء کا خیال رہا۔ کہ اس کے وہ عقائد قبیحہ و مقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات و اشتہارات جا بجا پھیل چکے ہیں۔ اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقائد کو دیکھکر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ اور آیندہ پھینسنگے۔ اس لئے خطاب سے سکوت و اعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اسکے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے۔ اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں۔ اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھنس جانا وقوع میں آچکا ہے تو اب اس کو نالائق خطاب سمجھ کر اس کی بحث و خطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق و مورد بنتا ہے

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ✦ اگر خاموش بنشینم گناہ است

انہی دوراندیش لوگوں میں سے ایک یہ خاکسار بھی تھا جس نے ردّ ابطال

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

عقایدِ مرزا کا بہت حصّہ لیا۔ اور پوری پانچسال تک اُس کا ایسا تعاقب کیا کہ اُسکو گھر تک پہنچا دیا۔ بلکہ زندہ درگور کر دیا۔ اور اُس کے اصول و فروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ و براہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد و کساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہانتک کہ اس بحث ورد و تفصیلی سے وہ خوف و اندیشہ ابتلاء عوام بدام مکائد و مغالطات اس دشمن اسلام کا اٹھ گیا۔ اور یہ یقین حاصل ہو گیا۔ کہ ناظرین و سامعین عقائد باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث و رسائل کو دیکھے گا یا سنے گا۔ وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسیگا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سُنکر یکطرفہ فیصلہ کرلیگا۔ اور اس کا رد و جواب نہ دیکھنا چاہے گا اُس کے حق میں ابدالدہر رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ و اثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچکر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا۔ جو اشاعۃ السنہ جلد شانزدہم کے صفحہ ۲۰۴ میں درج ہے۔

موقوفی جنگ کا اعلان *

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدیدیہ کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کرینگے تو ہم بھی آپکو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کرکے ملکے کما دیں۔ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قایم رہے گی ؎

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ * وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

اس اعلان پر بھی اُس نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا۔ تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان جلد ہفدہم کے صفحہ ۲۳۳ میں مشتہر کیا جو ذیل ہیں

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

منقول ہے۔.

موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

سنہ ۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا۔ پر اُس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا۔ اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔ لہذا ہمکو بھی مجبوری اُسکا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اوس کو دوبارہ شکست دی۔ اور اس کی الہامی گولہ باری اندازی بند کردی جس کی تشریح نمبر ۸ و ۹ جلد ہذا میں ہو چکی ہے۔ لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں سو وہ آیندہ ہم سے مخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اوس کا تعاقب نہ کرینگے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اوس کو ترک کرنا نہ چاہیئے۔ تو اس کے نیک خیال پیرو جو ہو کہیں اگر اوسکے اتباع میں پھنس گئے ہیں۔ اوس کو سمجھا کر اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنہ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اسوقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں خبر لینے دیں۔ اپنے مقابلہ میں اوسکے اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو بھی دیکھ کر اُسکا منہ بند نہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اُس کا شر اور رجوع اہل اسلام و دیگر اقوام اُس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسدہ کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا۔ کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیشگوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے۔ اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔

اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیشگوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار اور دیگر دو شخص کے حق میں موت و عذاب کی دھمکی تھی مشتہر کردی اس پیشگوئی نے اوس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں پہنچایا۔ اور اُس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے ان کی خلاصی و رہائی تب ہوئی جبکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرارنامہ لکھا لیا۔ کہ وہ آئندہ ایسی پیشگوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا۔ اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا۔ اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر ڈویژن لاہور تھے۔) اور اسوقت سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں

نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان

نمبر مقدمہ ۱۳/۱

سرکار قیصر ہند مستغیث بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور . . . . . . ملزم

الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔ تاریخ مرجوعہ ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

حکم

ہم نے دو اقرار نامجات کا مسودہ مشتمل پر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی۔ اور مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان اقرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔ لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں۔ اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کیجائے۔ دستخط

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری۔ اجلاسی مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیاں

نمبر مقدمہ ۱/۳

سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ملزم الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ

میں مرزا غلام قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنے ہوں یا ایسے معنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی۔ یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنے مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائیگا۔ یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

؎ یہ تفسیر ایڈیٹر کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں۔ جو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے اُن کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اُن کی ذات کی نسبت یا اُن کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال۔ کافر۔ کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا۔ (بٹالوی کے معنے بٹالوی ہونے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کرکے لکھا جاتا ہے تو اُس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے۔) میں اُن کی پرائیویٹ زندگی یا اُن کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو اِس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں اُن کو یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشگوئی کرنے کیلئے بلاؤنگا۔

(۶) جہانتک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد گواہ شد

مرزا غلام احمد بقلم خود خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

دستخط

جے ایم۔ ڈوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۔+

۲۴۔ فروری ۱۸۹۹ء۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

اسی مضمون کے اقرار نامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں بجائے اس اقرار لینے کے کہ بٹالوی کو بطالوی طؔ سے نہ لکھا جائیگا۔ یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاویگا۔ میں اِس اقرار نامہ کے مطابق عمل کروں گا۔ اور اسپر دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اسپر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اِس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸۔ وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں۔ عین مطابق ہوا ہے، لہٰذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور نہ اس کی ضرورت دیکھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے۔ اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتھر { ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ من مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور

یہ **فیصلہ** ہمارے منشاء کے عین **مطابق** ہوا ہے جسپر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد عدل ہے۔ اور اِس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہو سکتی۔

مگر **مرزا غلام احمد** سے کمال **تعجب** ہے۔ کہ وہ اِس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اُسکا جواب نہیں دیتے۔ ہاں اسکے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اسقدر نصیحت کرنے سے نہیں رُک سکتے کہ وہ اس کے اس دعوے کو یوں ہی نہ مان لیں آپ سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا ومنشا یہی تھا۔ کہ آپ کی نبوت ختم ہو جائے۔ اور انذاری پیشگوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اِس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونے کی تائید وثبوت میں یہ **سوال کرے** جیسا کہ اُس نے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

اشتہار ۱۷-دسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے۔ کہ "کیا آپ کا یہی منشار تھا کہ آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتوے نہ دیں اور اپنے فتوے تکفیر کو جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں درج ہے منسوخ کریں۔ **تو اس کا جواب** وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے۔ کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتوے نہ دے اور اپنے خیال و اعتقاد کو بدل دے۔ لہذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابو سعید) کے مخالف نہیں۔ اس کی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں بصفحہ (۱۰۷) پائینگے۔

فیصلہ واقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں۔ اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵- فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا۔ اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری و پیشی تھی۔ اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور میں جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱- جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا۔ اور پھر بتاریخ ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھانکوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب واحباب کا عام خیال ہے۔ کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور میں نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا مگر جب میں وہاں جا پہنچا۔ اور مرزا کو اس علم ہوا تو جس وقت مرزا سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا۔ اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے۔ اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔ جس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع ستر

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

اور امن قائم کرنا منظور تھا۔ اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا۔) مجھے بھی عدالت کے کمرہ میں بلایا۔ اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔ **جس کی وجہ ایک یہ ہوئی**۔ کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث و خطاب قطع کرنا چاہتا تھا۔ جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ **دوسری وجہ** یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا۔ کہ اگر میں ذرا بھی تامل و توقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آجائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔ اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی انذاری پیشگوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے۔ اور اسکے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اس کے انجن وکانداری کے چلتے پرزے ہیں مُہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی و مالی سے بدرجہا بڑھ کر موثر ہے۔ کیونکہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائیگا۔ اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا۔ اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس اپنے اتباع سے وصول کرے گا۔ اور اس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہوگا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سیشن جج تین سال کے لئے ہوگا۔ نہ اس اقرار نامہ کی طرح تمام عمر کے لئے۔ یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلا توقف اقرار نامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے۔ اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اس اقرار نامہ کے دفعات (۱) لغایت (۳) اور **دفعہ (۵) توخاصۃً مرزا ہی کے**

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 170 تا 175

خیال سچا نکلا۔ اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اُس کا تعاقب نہیں چھوڑا۔ اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند ان مُباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں اونہوں نے اِن الفاظ کو استعمال نہیں کیا۔ جن کے استعمال سے دفعہ ۱۔ لغایت ۳۔ اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا انشا اور مشورہ تو یہ تھا۔ کہ وہ بالکل اس سے بحث و خطاب نہ کریں۔ اور اب اس کو کان لم یکن سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اِس مشورہ پر عمل کرتے اور پھر اسکا نام نہ لیتے۔ اور وہ یہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃ السنہ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے۔ اور مثل تو یوں مشہور ہے کہ حلوا کہ یک بار خوردند و بس ٭ اور یہاں تو حلوا پورے پانچ سال تک کھا یا کھلایا گیا ہے۔ اور اس حلوا کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ مرزا کی نبوت ختم ہو گئی۔ اسکے منذر الہامات و پیشگوئیاں جو اس کی نبوت کے چلتے پُرزے تھے۔ بند ہو گئے۔ مباہلے اور بد دعائیں حکماً موقوف ہو گئیں۔ اب اُس کو مخاطب کرنا مثل "مُوے پر سو دُرے" کو عمل میں لانا ہے۔

اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ اُس کو میں نے جانے دیا ہے۔ اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اِس بیان سے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ ہمنے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے۔ اور کس معنے کر چھوڑا

٭ یہ امر عنوان مضمون میں درج نہ تھا۔ یہ صرف تبعاً ضمناً بیان ہو گیا کہ اُس کو چھوڑنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس سے بحث نہ کی جاوے۔ اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جاوے۔ اِس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 194,193

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن مطبع اہلحدیث امرتسر سے شائع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔
(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا
(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیے
(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ واپس ہونگے
(۳) مضامین مرسلہ قبر طاپسند سنت درج ہونگے ناپسند واپس کرنیکا وعدہ نہیں۔

REGI N° 352

شرح قیمت اخبار

گورنمنٹ عالیہ سے سالانہ
والیان ریاست سے
رؤسا و جاگیرداران سے
عام خریداران سے
ششماہی
سہ ماہی
کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے
جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مطبع و اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیے

امرتسر مورخہ ۳۰ محرم سنہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری سنہ ۱۹۱۰ء یوم جمعہ مبارک

قرآن جدید

مسلمان سنکر خوش ہونگے کہ اون کے قرآن مجید کا جو تیرہ سو برس سے بے نظیری کا دعوے چلا آیا تھا وہ آج آریہ سماج کی بدولت بحمد اللہ ثبوت کو پہونچ گیا۔ اور مسلمانوں کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوا ہے کہ ؎

جمال حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

چند ماہ کا عرصہ ہوا مشہور بد زبان مہاشہ دھرم پال (نو آریہ) نے قرآن مجید کے مقابلہ میں دو سورتیں شائع کی تھیں جنکا جواب اہلحدیث میں اور اہلحدیث سے علیحدہ رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں دیا گیا تھا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ مہاشہ کی عربی عبارت کسی بیہا یلی عربی کی تصنیف ہے، جو فصیح تو کیا صحیح بھی نہیں لیکن بغور دیکھا جائے تو مہاشہ مذکور نے جو قرآن شریف کی اعجازی عبارت پر گستاخی کی ہے اس سے بہتوں کے ہدایت پانے کی امید ہے ... اسلئے خدائے ذوالجلال نے دوسرا گرامہ ایک اور پیدا کیا۔ جو ہمارا پرانا مسافر ہے

کا بازار گزٹ یعنی مسافر ہے۔ آپنے بھی عرصہ ہوا چند جلدیں با نام نہاد سیپارے بزبان عربی شائع کی تھیں۔ اون کے مصنف کا نام آپ لکھا کرتے ہیں عبدالسلام صاحب کہ ہم ان مولانا صاحب کی تفتیش ہی میں تھے کہ یکایک خبر مشہور ہوئی کہ یہ حضرت اپنے کئے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے ہیں۔ پس پھر کیا تھا بازار گزٹ (مسافر) میں اعلان چھپ گیا کو کسی وجہ سے دفتر سے الگ کیا گیا اب کوئی صاحب اُن کے نام کے پتہ پر نہ بھیجا کریں۔ اسپر اہلحدیث میں ایک سوال چھپا کہ مسافر بتلا دے کہ قرآن کے مولانا عبدالسلام کو کیوں دفتر مسافر سے الگ کیا۔ افسوس کہ اس سوال کا جواب آجتک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ اب بازار گزٹ (مسافر) میں قرآن جدید دیکھنے میں آیا جسکی تعریف کی مدح میں خیر سے اڈیٹر مسافر رقم طراز ہیں۔ کہ

ناظرین مسافر یہ سنکر خوش ہونگے کہ جس سلسلہ مضامین کو مولوی عبدالسلام صاحب نے شروع کر کے ادھورا چھوڑ دیا تھا اس کی تکمیل کیلئے اب مولانا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 199 تا 202

ساتھ ہی اس مضمون پر عام مسلمانوں کے خیالات کو ظاہر کیا کہ
مسلمان دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کیا دنیوی پہلو سے اور کیا دینی
پہلو کے لحاظ سے مسلمانوں کے تنزل پر بحث کرنا اور اس بڑے مجمع
میں میرے جیسے کم عمر اور کم علم بچے کا کہنا بہت بڑی جرأت ہے۔ مگر میں
یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسلمانوں کی کمزوری اور تنزل کا اصلی
سبب قرآن مجید کی علمی اور عملی لحاظ سے چھوڑ دینا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم
پر دنیاوی تعلیم کو مقدم کیا گیا ہے اور عملی حالت تو جس حد تک
گر گئی ہے۔ وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جو لوگ دنیوی تعلیم کی طرف
متوجہ ہوئے ہیں انہوں نے مسلمانوں کی دوبارہ ترقی کے لئے یہی ایک
راہ قرار دی ہے۔ کہ مسلمان انگریزی تعلیم کی اعلیٰ قابلیت پیدا کریں
اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کریں تاجروں سے اگر پوچھا جاوے
وہ مسلمانوں کی ترقی کیلئے تجارتی راہ بتائینگے۔ میری سمجھ میں اس
قسم کے خیالات صرف دوسری قوم کی موجودہ ترقی کو دیکھکر پیدا ہوئے
ہیں۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں کو خوشحال دیکھا تو جس طرح سے
انہوں نے دنیوی ترقی حاصل کی اسیکو اپنے لئے رہنما قرار دے دیا۔ حالانکہ
اگر وہ سوچتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی
پاک جماعت کو یعنی صحابہ کرام کو یورپ کے علوم و فنون نہیں پڑھائے
تھے بلکہ ان کو سیدھا سادہ مسلمان بنایا وہ خدا کے فرمانبردار بندے
اور اپنے رسول کے قدم بقدم چلنے والے تھے ان کی تعلیم کا کورس قرآن
مجید تھا جس نے ان کو دنیا میں ایک ایسی نامور قوم بنا دیا کہ وہ سارے
دنیا کے استاد مانے گئے اور عرب سے نکلکر مشرق و مغرب میں پھیل گئے
پس اگر مسلمان پھر کوئی ترقی حاصل کریں اور اس گری ہوئی حالت سے
اٹھنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ قرآن مجید کو مضبوط
پکڑیں اور مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم قرآن شریف سے شروع کریں۔
صاحبان! آپکو یہ سنکر اور بھی تعجب ہوگا کہ میں آپکے سلسلے میں
شامل نہیں ہوں مگر میں نے مختلف وعظوں اور خطبوں میں سنا ہے کہ جو
شخص انسان کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں
ہو سکتا۔ اس لئے میں یہ کہنے میں مضائقہ نہیں کرتا کہ اس مدرسہ میں داخل
ہونے کے بعد صرف چار مہینے کے اندر تجربہ کیا ہے کہ اس اصول پر یہاں

تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میں اپنے بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب
کا صدق دل سے شکر گذار ہوں جو میرے یہاں آنیکا موجب ہوئے۔
خدا تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر بہت بڑی انعام کرے۔ پھر میں
اپنے والد بزرگوار کی مہربانی اور فراخدلی کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں
نے میرے حال پر رحم فرما کر مجھے یہاں بھیجنا منظور فرما لیا۔ میں آپ کی
ان صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں جن کے بچے یہاں تعلیم پاتے ہیں کیونکہ
وہ نیک استادوں کی نگرانی کے نیچے ہیں اور ان کی مذہبی پابندی کا خاص
خیال رکھا جاتا ہے۔ میں اس بات کو بھی خوشی سے ظاہر کرتا ہوں
کہ باوجود اس کے کہ میں آپ لوگوں کے بعض عقائد سے متفق نہیں ہوں
لیکن مجھے کبھی کسی استاد یا شاگرد نے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی
بلکہ حضرت مولوی (نورالدین) صاحب نے مجھ پر کمال درجہ کی مہربانی
اور شفقت فرما کر مجھے فرمایا اگر کوئی تم سے کسی قسم کی مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے
تو مجھے فوراً اطلاع دو۔ تو یہی یہ خوشی کی بات ہے کہ عام مذہبی تعلیم
کی حفاظت کے لئے یہاں سامان ہیں۔ پس آپ لوگ اس موقعہ کو غنیمت
سمجھیں اور اپنے بچوں کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجیں۔ پھر اس امر
کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے ترقی کی اصل راہ یہی
ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کی علمی اور عملی تعلیم کی طرف توجہ کریں۔ اور تمام
تعلیم پر اسے مقدم کریں جب تک یہ نہیں ہوگا۔ مسلمان ذلت کے
گڑھے سے نہیں نکل سکتے۔ اب میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا
امید ہے کہ آپ میرے ان خیالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے
اور جس طرح پر آپ اپنے گھر میں اپنے چھوٹے بھائیوں کے معصوم بچوں
کے تلفظ سنکر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بہت سی
باتیں زبان دانی کے لحاظ سے غلط ہوتی ہیں اسی طرح میری ان باتوں
پر آپ نظر کریں گے۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو سچا
مسلمان بنائے۔ عبدالباسط طالب علم درجہ نہم مڈل مدرسہ
تعلیم الاسلام قادیان۔

ایڈیٹر۔ جیسا میں اس تقریر کو بے حواشی چھوڑتا ہوں نامہ نگار [illegible]
ذیل کے بیان کو بھی اپنے حال پر (بے تصدیق و تکذیب) درج کرتا ہوں
جسکا ذمہ دار بھی خود نامہ نگار ہے۔ جو یہ ہے:۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 199 تا 202

۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۸ھ — ۱۰ — اہل حدیث امرتسر

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کا لڑکا مرزائی ہو گیا

جبکہ مولوی صاحب موصوف نے ریویو رسالہ السیف الصارم میں

امام بخاری رحمہ اللہ کے شافعی مقلد ہونے کے الزام کے جواب میں ارقام فرمایا کہ ممکن ہے ابتدا میں شافعی کے مقلد ہوں پھر درجہ اجتہاد پر پہنچ کر خود مجتہد مطلق ہو گئے ہوں۔ اس پر ایک فاضل حیدر آبادی نے اخبار اہل حدیث میں لکھا کہ اس پر کتاب و سنت سے کیا دلیل ہے کہ مجتہد ابتداء میں ضرور مقلد ہو۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے رسالہ الہدیٰ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کے صفحہ ۳۰۵ میں فرمایا کہ اس پر کتاب کی شہادت ضروری نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ کتب قاعدہ بغدادی یا پہلا سیپارہ پڑھتا ہے یا نماز یا کلمہ شہادت سیکھتا ہے اس وقت وہ اس کا مقلد ہی ہوتا ہے۔

چونکہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ایک فرزند دلبند کو مرزائیوں کا (شاگرد) بنا دیا ہے لہذا مولوی صاحب کے اس کلیہ کے بموجب فی الحال وہ بیچارہ مرزائیوں کا مقلد مرزائی ہوا۔ آیندہ دیکھا جائیگا۔ مرزائی استادوں کی تعلیم کیا رنگ لاتی ہے معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ استادوں کا اثر شاگردوں پر پڑتا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا جیسے کہ مولوی صاحب کے مجدد العلم نواب صدیق حسن خان علیہ الرحمۃ ... کے صفحہ ۱۷۲ میں فرماتے ہیں جو عالم متقی خوش عقیدہ نہ ہو اس کا ہرگز شاگرد نہ بنے وہ ضرور شاگرد کو گمراہ کر دے گا۔

اور جو وجوہات و عذرات لا طائل مولوی صاحب نے اپنے فرزند سعادتمند کے داخل کرنے اسکول مرزائی میں ارقام فرمائے ہیں وہ قابل التفات نہیں۔

عبد الکریم بن مولوی محمد صدیق مرحوم از پشاور۔

تردید

سراج الاخبار کے کسی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مولوی محمد صدیق امرتسری شاگرد مولوی ثناء اللہ نے محمد جان مرحوم کی مسجد میں عقائد وہابیہ سے توبہ کی ہے گو ہمیں اس سے بحث نہیں کہ کوئی شخص عقائد وہابیہ سے توبہ کرے یا ان کو قبول کرے کیونکہ ہمارا وہابیوں سے کوئی تعلق نہیں وہ تو بقول مولانا رشید احمد صاحب مرحوم مقلد تھے اور ہم تقلید کے منکر مگر چونکہ نامہ نگار کی مراد فرقہ وہابیہ سے اہلحدیث (غیر مقلدین) ہے اس لئے

جواباً کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے مولوی محمد صدیق نے مسجد مذکورہ میں بے شک وعظ کہا لیکن وعظ میں اس نے یہ کہا کہ بعض مسائل ایسے ہی کہ علماء سے حل نہیں ہو سکتے جب تک کہ کوئی اہل دل ان کو حل نہ کرے۔ یہ بھی کہ حضرت سلیمان کے خادم نے جو تخت بلقیس لا کر حاضر کیا تھا اس کی بابت میں نے اپنے استاد مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی غلام محمد صاحب فاضل ہوشیارپوری سے سوال کیا تھا مگر کافی جواب نہ ملا۔ مجھے اصل قصہ یاد نہیں کہ کیا پوچھا تھا اور میں نے کیا کہا تھا۔ (ایڈیٹر) اس تقریر سے ناقص الفہم نامہ نگار نے از خود نتیجہ نکالا کہ مولوی محمد صدیق تائب ہو گیا۔ یہ نتیجہ نامہ نگار کی اوس غلطی پر مبنی ہے جو عام طور پر اپنے ناواقفوں کے ذہن میں جاگزیں ہے کہ اہل حدیث علم تصوف یا روحانیات کے منکر ہیں حالانکہ بالکل صحیح تصوف اور صحیح روحانیات کے معلم یہی لوگ ہیں۔ اگر اعتبار نہ ہو تو مثال سنو!

تم لوگ عام طور پر کہا کرتے ہو کہ ہندوستان میں مذہب اہلحدیث جناب شاہ اسمٰعیل شہید سے چلا ہے۔ اسی لئے تم لوگ شہید مرحوم کو کوسا کرتے ہو کہ اونہوں نے علامہ محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید کا گویا ترجمہ اردو میں تقویۃ الایمان کے نام سے کر دیا۔ گویا یہ ایک کھلی صداقت ہے کہ مولانا اسمٰعیل مرحوم کو تم لوگ اس فرقہ کا بانی (کم از کم ہندوستان میں) ضرور مانتے ہو۔ مولانا شہید جیسے کچھ تصوف کے رنگ میں تھے سب کو معلوم ہے ان کی کتابیں اس فن میں موجود ہیں۔ ہندوستان کے امام الصوفیا حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی بھی اسی گروہ میں تھے۔ پھر یہ کیونکر کہا جائے کہ اہلحدیث فن تصوف کے منکر ہیں ہاں اہلحدیث چونکہ مروجہ تصوف (متضمن بدعات کثیرہ بلکہ مجسم بدعت) سے منکر ہیں اس لئے ان کی نسبت ناقص الفہم لوگوں نے منکر خیال کر رکھا ہے مختصر یہ کہ مولوی محمد صدیق جیسا پہلے تھا وہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے۔ (نامہ نگار)

شکریہ [illegible]

... کی طرف احباب کی توجہ کم ہے۔ مگر سالانہ بدستور مندرجہ ذیل احباب سے امداد پہنچی ہے:

از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب از ... (بہار) عہ — از ... محمدیہ کمپنی — از ... فنڈ عہ سابقہ

کل عہ — درخواست نمبر ۳۹ مولوی محمد امین صاحب از خوشاب ضلع شاہ پور (داخل) نمبر ۴۰ محمد اسحاق محلہ ملکی آرہ۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 202 تا 204

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے مطبع اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوتا ہے

REGL No 352

اخبار

اہلحدیث

امرتسر

نمبر ۴۲ جلد ۷

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہئے۔

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ واپس ہونگے۔

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے مگر ناپسند واپس کرنیکا ذمہ نہیں۔

شرح قیمت

والیان ریاست [illegible]

روساء و جاگیرداران [illegible]

عام خریداران سے [illegible]

ششماہی [illegible]

ممالک غیر سے سالانہ [illegible]

ششماہی [illegible]

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت کے ہے جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مالک مطبع و اخبار اہلحدیث ہونی چاہئے۔

امرتسر مورخہ ۱۶ر شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۲ر اگست ۱۹۱۰ء یوم الجمعہ

اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی

(از لالہ ہنسراج جی پرنسپل آریہ کالج)

آریہ سماج عموماً تیز زبانی سے بدنام ہیں مگر بحکم سہ فلا یخ انگشت یکساں نکرد۔ لالہ ہنسراج جی ان آریوں میں نہیں جن کی شکایت ہے بلکہ آپ ایک شریف طبع کم زبان پورے معنے میں جنٹلمین ہیں اس وقت آریہ سماج کے بہت سے حصے پر آپکا اثر ہے۔ آریہ کالج کے انگریزی پرنسپل ہیں۔ آپ نے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس میں مذاہب کی اشاعت کا حال بتاتے ہیں۔ تیسرا لیکچر آپکا اشاعت اسلام کے متعلق تھا جس میں بہت سا حصہ آپنے بہت صحیح بیان کیا اور مخالفین اسلام کے ایک پرانے اعتراض کا جواب بھی خود ہی دیا کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے" بعض مقامات پر غلط بیانی جو ہوئی ہے تو ہمارے خیال میں ناواقفی کی وجہ سے ہوئی ہے

ورنہ جہاں تک ہمارا خیال ہے لالہ صاحب نے اپنے سامعین اور ناظرین [illegible] غلط خیالات پہونچانے کی دانستہ کوشش نہ کی ہوگی۔ بہرحال وہ [illegible] درج ذیل ہے ناظرین بغور پڑھتے جائیں۔

"اسلام کا آغاز جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے۔ حضرت محمد سے ہوا۔ جب [illegible] محمد صاحب عربستان میں پیدا ہوئے تو وہاں کے لوگوں کی حالت بہت [illegible] ایک ایک گاؤں میں ہزار ہزار بت ہوتے تھے۔ ان کی پوجا کی جاتی [illegible] کی بے عزتی کمال درجہ پر پہونچی ہوئی تھی۔ مرد جیسے ہمارے [illegible] سو سو استریاں کرتے تھے۔ ویسے وہاں کے رئیس بے شمار شادیاں [illegible] اور ان کے ہاں اس کی کوئی نندا نہیں کی جاتی تھی۔ ان کے اندر [illegible] ہی عزت کا ایک جھوٹا خیال بیٹھا ہوا تھا جس طرح راجپوت [illegible] رکھنے کے لئے معصوم لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے۔ اسی طرح [illegible] جب وہ چھ سات برس کی ہوتی تھیں مار ڈالتے تھے۔ اس کا طریق [illegible] لڑکی کو باہر لے جانا۔ جہاں ایک گڑھا کھدا ہوتا تھا۔ پہلے [illegible]

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 202 تا 204

۱۲ اگست ۱۹۱۰ء ۹ اہلحدیث امرتسر

قلم بند اور شائع کرتے۔ مگر کوئی قدرت تم کو عطا ہوئے تو وہ بجائے اس کے کہ اپنے مذہب کو فائدہ پہنچائے۔ ناقابل تلافی ضرر پہنچائے گی۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب الشمس نے اب تک جو کچھ لکھا ہے اور جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے اس کی مزید تصدیق ہوتی ہے ایڈیٹر صاحب الشمس نے اگر فرار نہ کیا اور اپنے دیئے ہوئے چیلنج پر قائم نہ رہے تو وہ قدرت خدا کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اور آیہ کریمہ یُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ کا جلوہ بھی انکے پیش نظر ہو جائے گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب الشمس ہرگز ہرگز اپنے چیلنج پر قائم نہ رہیں گے انہوں نے کس وجہ سے اپنے ذہن میں یہ خیال قائم کر لیا ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مجھے ناقابل التفات سمجھکر چھوڑ دینگے ورنہ ہرگز ایسی جرأت نکرتے۔

الشمس کی چار دن جلدیں لکھنؤ کے مباحثہ میں شیعہ مناظر کے پاس موجود تھیں مگر کچھ کام نہ آئیں اور آخر ثابت ہو گیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا ہے۔

خدا کی قدرت آخر یہی ہوا کہ ایڈیٹر شیعہ کھجوہ میں مناظرہ کرنے کے لئے چیلنج دیں اور جب ان سے پوچھا جائے کہ کس تاریخ مجھے آنا چاہئے تو فرار کر جائیں اور اب خواہ مخواہ مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے جو مذہب شیعہ کا اصلی راز فاش کر دیا۔ جب مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج دینے ایڈیٹر صاحب الشمس کی کیا ضرورت ہے۔ با ادب گذارش ہے کہ اگر اس مرتبہ بھی آپنے فرار کیا تو العود دُ آپکو چاہئے کہ غیرت سے کام فرمائیے اور پھر کبھی اہل حق کے مقابلہ میں کچھ کہنے یا لکھنے کی جرأت نہ کیجئے گا۔ (النجم)

مولوی محمد حسین صاحب کے دونوں لڑکوں نے قادیان چھوڑ دیا!

از شیخ عبدالعزیز صاحب امرتسری

عبدالباسط (پہلا لڑکا) جب کے مرزائی سکول قادیان میں داخل ہونے پر اخباروں میں بہت زور کے ریمارک ہو رہے تھے۔ اور ابو اسحق (دوسرا لڑکا جو اپریل ۱۹۱۰ء کے اخیر میں بھیجا گیا تھا) مندرجہ ذیل وجوہات پر سکول سے واپس بلائے گئے ہیں۔

اول۔ یہ لڑکے شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان کے وساطت اصرار اور تقاضے پر بایں اقرار بھیجے گئے تھے کہ ان لڑکوں کو عقائد مرزائی کی تعلیم نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس پر اس قدر عمل کیا کہ دوسری مدرسل میں جو مرزا صاحب کا بشارت البشریٰ۔ اور جلسہ مہوتسو کا لیکچر پڑھائی میں داخل ہے۔ ان کی پڑھائی سے نکال دیا مگر در پردہ انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا۔ اور قرآن شریف کے ترجمہ پڑھنے کے وقت عبدالباسط کو حضرت مسیح علیہ السلام کے فوت ہو جانے اور بجائے ان کے مرزا صاحب کے مسیح ہو کر آنے کی تعلیم دیتے رہے جب مولانا کو خبر ہوئی تو صاحب ممدوح نے دونوں لڑکوں کو قادیان سے بلایا۔ چھوٹے لڑکے (عبدالباسط) کو واپس نہ بھیجا بڑے لڑکے (ابو اسحق) کو صرف ۵ اجولائی تک رہنے کی اجازت دی۔ اس مدت کے گذرنے پر دوسرے کو بھی بلا لیا گیا

دوئم۔ قادیان میں رہکر لڑکے پہلے سے بھی زیادہ آزاد ہو گئے پہلے جو مولانا کے خوف سے گھر میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے قادیان میں گئے تھے جب بٹالہ میں آتے تو مولانا موصوف کی فہمائش پر بھی نماز میں کوتاہی کرتے۔ اور جب مولوی صاحب ان کو بٹالہ میں بلاتے تو عبدالباسط آنے سے انکار کر دیتا۔ بلکہ ایک دفعہ بلا اجازت قادیان چلا گیا یہ بظاہر شیخ یعقوب علی ایڈیٹر الحکم کی تعلیم و ترغیب کا نتیجہ تھا کیونکہ وہ ان بچوں کو مولوی صاحب سے جدا کر نے اور اپنی جماعت میں ملانے کے خیال سے مولانا ہی کے روپیہ بھیجے سے وہ لباس وغیرہ تیار کرا دیتے رہے جو مولانا کی رائے کے خلاف اور لڑکوں کی خواہش کے مطابق ہوتا۔

سوئم۔ آخری وجہ (جو سب سے بڑھکر قابل غور اور لائق توجہ تھی) یہ ہوئی کہ جب شیخ یعقوب علی کو ان بچوں کو سکول سے علیحدہ کر لینے کی اطلاع ہوئی تو شیخ صاحب نے ان بچوں کو مولانا صاحب سے متنفر دلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ بلکہ ابو اسحق کے قلم سے ایک خط مشتمل چند شرائط لکھوا کر بھجوا دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ قادیان میں پڑھونگا یا علیگڈھ کے سکول میں۔ اور خاص اپنے لئے مبلغ ۹ روپیہ (نو روپیہ) ماہوار سے کم خرچ نہیں لونگا۔ اور تمہاری نگرانی میں نہیں پڑھونگا غرضکہ انہیں تعلیم بہت کچھ لکھوا کر بھجوا دیا۔ جو لکھ ان بچوں کا سکول

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 202 تا 204

۱۰

رمضان سنہ ۱۳۴۶ھ

علیحدہ مگر لینا قادیانی پارٹی کو سخت ناگوار گذرا ہے لہذا باوجود تقاضا سلطان ساٹیفکیٹ بیعت وتعل میں ٹالا جاتا ہے۔ بلکہ وعدہ دیگر ایفا نہیں ہوا حالانکہ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ سکول کے متعلق جو رقم فیس وغیرہ کی ان بچوں کے ذمہ قابل ادا ہو گی سے ساٹیفکیٹوں کو بذریعہ وی پی بھیجکر وصول کر لو مگر ہنوز اس کی تعمیل بھی نہیں ہوئی۔ کل ۲۶ رجولائی کو مولنا صاحب لڑکوں کو روپڑ کے سرکاری سکول میں داخل کرنے کی نیت سے لیگئے ہیں۔

راقم عبدالعزیز سوداگر بوٹ امرتسر کٹڑہ گھنیاں۔

ایڈیٹر۔ خدا کا شکر ہے کہ اہلحدیث اور اس کے نامہ نگاروں کا قیاس صحیح ثابت ہوا اسی لئے اہلحدیث میں شور اٹھایا گیا تھا جس کے جواب میں قادیان کے سکول کی تعریف کی جاتی تھی جس کی تصدیق اب ہو گئی سچ ہے ؎ چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

لیکن میں وجدانی پیشگوئی کرتا ہوں کہ لڑکے بطور خود ہمیر قادیان جائیں گے خدا کرے میری یہ پیشگوئی غلط ثابت ہو۔

طبی سوال مندرجہ اہلحدیث ۲۲ رجولائی کا جواب

سلام مسنون کے بعد واضح ہو آپنے بہت اچھا کیا کہ بموجب حکم لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ علاج سے ہمت نہ ہاری کیا عجب کہ یہی وقت آپکی صحت کا آگیا ہو اس لئے میں ہمدردانہ رائے دیتا ہوں کہ آپکو ایسے ویسے معالجوں جوشاندوں خیساندوں سے فائدہ نہیں ہوگا آپ کا مرض کہنہ ہوگیا ہے اسلیئے میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ اکسیر طلائی کا استعمال کیجئے جس کا پتہ میں بتلاتا ہوں۔ جناب مخدومنا حکیم عبیدالرحمن صاحب عمرپوری سے طلب کیجئے مولانا ممدوح جناب مولنا عبدالجبار صاحب عمرپوری کے برادر ہیں۔ اکسیر طلائی نہایت ہی پر اثر اور مجرب ثابت ہوئی ہے۔ قیمت اکسیر طلائی آٹھ روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ مولنا کے پاس نامردی کے مجرب روغن خوردنی وطلاء ولیپ موجود ہیں۔ مولانا صاحب کا پتہ یہ ہے:

مقام عمرپور۔ ڈاکخانہ شاہپور۔ ضلع مظفرنگر۔ بخدمت مولوی حکیم عبیدالرحمن صاحب شرف باد۔ (راقم محمد حبیب الرحمن۔ ڈاکخانہ جھیرہ ضلع مظفرنگر)

بقیہ تحقیق آریا

سر مونیر ولیمس صاحب نزول وید:۔ مرمونیر صاحب ویداں کے مترجم و شارع کہتے ہیں کہ وید کے متعلق مختلف رائیں ہیں:

(۱) بعض پرمیشور سے پیدا ہوئے مانتے ہیں۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ برہم سے ایسے نکلے ہیں جیسے انڈے سے بچہ نکلتا ہے۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ اگنی (آگ) آیو (ہوا) وغیرہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔

(۴) بعض کہتے ہیں کہ وید گائتری میں سے نکلے ہیں۔

(۵) اتھروید کانڈ ۱۹۔ انوواک ۴ ، ۵ میں ان کی پیدائش کا

(۶) کتاب شت پتھ برہمن میں اگنی۔ آیو۔ ادت سے ترتیب یجر۔ سام وید کی پیدائش لکھی ہے۔

(۷) منوسمرتی پہلے میں بھی یہی بتایا ہے۔

(۸) پرش سوکت یجر ۳۱ کے بموجب پرش (انسان) سے پیدا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

رگ وید آدی بھومکا کے مترجم نے ان اقوال کو تسلیم کر کے یہ جواب دیا ہے کہ سب کا ایک ہی مطلب ہے۔ پس جس کتاب کی نسبت کوئی درست رائے قائم نہ ہو سکے اس کا الہامی ہونا ممکن ہے۔

رگوید | نسبتاً تمام ویدوں سے پرانا ہے رگ ( ) لفظ کے لغت میں بلند آواز کے ہیں جسکو بانگ یا اذان کہہ سکتے ہیں دیگر اول کہنہ گیارہ جب وید رگ کے ساتھ ترکیب پایا جاتا ہے تو بانگ یا اذان کا وید ہو جاتے ہیں۔ کثرت ومزاولت سے رک رگ سے تبدیل ہو گیا ہے۔ اور یونہی رگوید سے رگ چونکہ اس میں ابتدا الی انتہا اقسام واصناف کے دیوں کی پکار کا ذکر ہے بنابریں اس کو رگوید کہتے ہیں (باقی)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 210 ,209

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شائع ہوتا ہی

اغراض و مقاصد

(۱) دینِ اسلام اور سنتِ نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔
(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی اور دنیوی خدمات کرنا۔
(۴) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیئے۔
(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ ہرگز واپس ہونگے۔
(۴) مضامین مرسلہ بشرط پسند درج اور ناپسند مضامین بحصول ڈاک آنے پر واپس ہونگے جن کا سلسلات سے لوٹ دیا جائیگا۔ وہ ہرگز واپس نہ ہونگے۔
(دہم) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۱۰؍
رؤسا و جاگیرداران سے ۵؍
عام خریداران سے ۴؍
ششماہی ۲؍
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ

اُجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیئے۔

امرتسر۔ مؤرخہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۱۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۴ھ یوم جمعہ مبارک

فہرستِ مضامین!

اشاعتِ اسلام کانفرنس

اور

مولانا بٹالوی

شخصی رنج اور کدورت بھی بُرا مرض ہے جو انسان اس میں مبتلا ہو جائے۔ اوسکی خیر نہیں۔ قرآن مجید نے اس مرض کے علاج پر انسانوں کو بہت ہی توجہ دلائی ہے۔ مگر یہ مرض ایسا ذہن ہے۔ کہ مریض کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مرض دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ مگر مریض اپنے آپکو صحیح جانتا ہے۔ قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے حالات پڑھکر ہم حیران ہوتے تھے۔ جن کی بابت ارشاد ہے۔ کہ یہ لوگ جس مصلح کے مدت سے منتظر تھے۔ جب وہ آیا تو (بغیاً بینھم) محض ضد سے مخالف ہو گئے۔ حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ ایسا کون آدمی ہے جو حق بات کو محض کسی شخص کی ضد سے نہ مانکر اپنا نقصان کرے اور مہذب دنیا میں نامہذب کہلائے۔

آہ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کی مثالیں دیکھیں۔ کہ محض شخصی رنج (ذاتی کدورت سے پیدا کردہ) کی وجہ سے ایک ایسے کام کی مخالفت کرنیوالے آج بھی موجود ہیں۔ جو دنیا کی راہنمائی کے مدعی اور قوم کے رہبر بزعم خود اناولا غیری کی طرح ساری قوم کے مستقل قائم مقام بننے کے دعویدار ہیں۔ مگر آہ اس مرض مہلک نے ان پر کیسا اثر جمایا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے اور قوم کو آگاہ کرنے کے لئے ہم بادل ناخواستہ آج جناب مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مدظلہ کو مثال میں پیش کرنے کے لئے مجبور ہیں۔

عرصہ ہوا مولانا موصوف کا ایک مضمون، وطن پیسہ اخبار مورخہ ۴۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء میں نکلا تھا جو

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 210, 209

درج ذیل ہے:۔

مختلف فرقہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت

(از نوشتہ جناب مولانا ابو سعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی)

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد ⁂ بے دولتی از نفاق خیزد

اس وقت اسلام کے نام لیوا از خواہ وہ کسی فرقہ اسلام سے ہوں سنی شیعہ۔ اہل حدیث۔ اہل فقہ۔ اولڈ فیشن (قدیم وضع) جبہ پوش دستار بند۔ نیو فیشن (نئی وضع) جاکٹ پتلون کے پابند۔ علماء ظاہر اصحاب باطن خواص رؤسا۔ عوام فقراء بشرطیکہ کچھ لکھے پڑھے ہوں۔ اور دنیا کے حالات انکی نظر سے اور کان میں گذرے ہوں۔ اور قوم و قومیت کے مفہوم سے جس میں مذہب بھی داخل ہے۔ وہ آشنا ہوں۔ اسلام (مسلمانوں کے حالات سے آگاہ ہوں) مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت کو محسوس و تسلیم کر چکے ہیں۔ اور اسکے وسائل کی سوچ و تلاش میں لگ گئے ہیں۔ اور ہمیں انکی کامیابی کے آثار بھی نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں۔ جس کی ایک مثال اسلامی یونیورسٹی قائم ہونے میں ان کی متفقہ کوشش ہے جس سے کوئی فرقہ اسلام خالی و قاصر نہیں ہے۔

دوسری مثال مخالفین اسلام آریہ وغیرہ کی مدافعت اور خدمت علوم اسلام کی اشاعت کے لئے جابجا انجمنوں کی اقامت ہے۔ جس میں ہر فرقہ کے اعیان و اکابر متفق المراد ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور بعض عملی حصہ بھی لے چکے ہیں۔ پہلی مثال کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ دوسری مثال کی تفصیل ہم ایک اور مضمون میں عنقریب کرینگے انشاء اللہ۔ اس مقام میں اس اتفاق سے ایک امر مانع و مزاحم کا جس کی فکر سے بہی خواہان قوم کے دلوں میں یہ مصرعہ ع

فکر ما اندیشے اندیشے دیگر نمی ماند تو

خلجان کر رہا ہے۔ اظہار کیا جاتا ہے۔ اور یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان مختلف فرقہائے اسلام کے اعیان و اشخاص کا جن میں سے ایک دوسرے کو کافر اور کم از کم مبتدع اور فاسق جانتا ہے اتفاق کیونکر ہوگا۔ اور جو اتنک اتفاق ہو گیا ہے وہ کیونکر قائم و دائم رہیگا۔ کیا ہر ایک فرقہ اپنی خصوصیات مذہبیہ کو خیرباد کہکر دوسرے کے مذہب کے تابع ہو جائیگا۔ یا باوجود بقائے اختلاف مداہنت اختیار کرکے ع من ترا حاجی بگویم تو مرا۔ پر عمل کریگا۔ یا ہر ایک فرقہ اپنا اپنا مذہب قائم و بحال رکھنے کے ساتھ بلا ارتکاب مداہنت دوسرے سے اتفاق قائم رکھیگا۔ ایسا ہو سکتا ہے تو اسکی صورت کیا ہے۔ جو شرعاً جائز اور عقلاً ممکن ہے

حضرات ناظرین باوقار و تمکین اس اتفاق کو قائم رکھنے کے لئے نہ کلی اتحاد مذہبی کی ضرورت ہے نہ مداہنت اختیار کرنیکی حاجت ہے بلکہ ہر ایک فرقہ کا مذہب اپنا اپنا رہے۔ اور پھر اغراض مشترکہ میں اتفاق قائم رکھنے کی جائز و ممکن اور آسان صورت یہ ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنی اپنی خصوصیات مذہبی کو بجائے خود بحال و قائم رکھے۔ اور سرگرمی کے ساتھ اس کی اقامت و اشاعت میں کوشش کرے۔ مگر اس میں بحکم آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ رفق و ملاطفت سے کام لے۔ ان آیات و احادیث کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت

قال اذهبا الى فرعون فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى۔	رب العزت نے حضرت موسیٰ و ہارون کو کہا کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اس کو نرمی سے بات کہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ شاید وہ نصیحت پذیر ہو یا ہمارے ڈر سے
ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن	اور فرمایا کہ خدا کے راہ کیطرف دانائی اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور مخالف لوگوں سے ایسی طرح جھگڑا کرو جو بہترین
ادفع بالتي هي احسن فاذا الذي بينك و بينه عداوة كانه ولي حميم ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير	طریق دلائل اسی سو
علم	اور فرمایا برائی کو اچھی طرح سے دفع کر۔ پھر جو تیرا دشمن ہے وہ گرم دوست بن جائیگا۔ اور فرمایا
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من الكبائر شتم الرجل والديه۔ قالوا يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه قال نعم يسب الرجل ابا الرجل فيسب اباه ويسب امه فيسب امه ان اجاء استاذن النبي صلعم فقال ائذنوا له فبئس اخو العشيرة فلما جلس تطلق النبي صلعم اليه ان قال يا عائشة متى عاهدتني فحاشا۔	لوگوں کو گالی مت دو جنکو وہ بت پرست پکارتے ہیں۔ ایسا کرو گے تو وہ بیعلمی سے خدا کو گالی دینگے اور آنحضرت نے فرمایا۔ اپنے ماں باپ کو گالی دینا بڑا گناہ ہے لوگوں نے کہا کیا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کے باپ کو گالی دیگا۔ تو وہ اس کے باپ کو دیگا۔ یہ کسی کی ماں کو گالی دیگا
ليس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذي (مشکوٰۃ)	

وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔ تو اس نے گویا اپنے باپ کو خود گالی دی۔ ایک شخص نے آنحضرت کے آنا چاہا۔ تو اس کے آنے سے پہلے آنحضرت نے فرمایا بئس اخو العشیرہ یعنی اپنے قبیلہ سے برا آدمی ہے پھر جب وہ سامنے آیا۔ تو آپ ملاطفت سے پیش آئے۔ حضرت عائشہ نے اس کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو نے مجھے بدگو کب پایا تھا۔ اور فرمایا۔ کہ مومن فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا۔

مسلمانوں سے ان احادیث و آیات پر عمل ہو تو باوجود سخت اختلاف کفر و ایمان کے شقاق و نفاق پیدا نہ ہو۔ کفر و بدعت کا رد بھی ہو جائے۔ اور مخاطب بھی آشفتہ خاطر نہ ہو۔ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔ خصوصیات مذہب کی اشاعت و اقامت یوں ملاطفت سے ہو۔ اور امور مشترکہ کی اقامت و اشاعت کے وقت ان خصوصیات کا باہم ذکر تک نہ آوے۔ ان امور مشترکہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 209, 210

اہلحدیث امرتسر ۳ ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

سب بلکہ اور باہم شیر و شکر ہو کر اتمام کریں۔ اور انجام تک پہنچا دیں۔ مثلاً آریہ کے مقابلہ میں ایک قدم محمدی سنی کھڑا ہو۔ دوسرا احمدی مرزائی۔ تو اس وقت باہم فکر آریہ کی خبر لیں۔ احمدی تو احمدیہ کے ان خصوصیات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ آنیوالے مثیل مسیح ہیں۔ جو بانی مذہب احمدی ہوئے ہیں۔ بحث نہ چھیڑ دیں۔ اس وقت اس بحث کو ترک کرنے سے وہ شرعاً گنہگار اور مداہنت کے مرتکب نہ ہونگے۔ بلکہ اس بحث کو چھیڑنے سے آریہ کے مقابلہ میں شکست پا دینگے۔ اور بحکم آیہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم اس منازعت سے گنہگار رہونگے اور اس روش میں قرآن اور حدیث اور سلف صالحین کے مخالف ٹھیریں گے۔ اس مقام میں بطور تنظیر اس واقعہ کو پیش کرنا مناسب نظر آتا ہے۔ کہ حضرت علی رضہ اپنے آپ کو خلیفہ برحق سمجھتے اور امیر معاویہ اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتے۔ مگر جب ان کے اس اختلاف کیوجہ سے کسرے شاہ فارس نے حضرت علی سے مقابلہ کرنا چاہا۔ تو امیر معاویہ نے اس کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تو نے ہماری منازعت کے سبب یہ ارادہ کیا ہے تو یہ یاد رکھو کہ جب تو علی رضہ کے مقابلہ پر نکلیگا۔ تو علی رضہ کی طرف سے پہلے تجھ سے لڑنے والا میں ہونگا۔ حضرت علی کرم اللہ نے بھی اس وقت امیر معاویہ کو یہ لکھا۔ کہ تو خود میرا باغی ہے۔ پہلے اپنی بغاوت کو دور کر لے۔ پھر میری جماعت حماۃ میں داخل ہونے کا نام لے۔ قرآن و حدیث میں اسکی موید ہدایات بکثرت پائی جاتی ہیں۔ جب کوئی صاحب ہماری تجویز کی مخالفت میں کچھ لکھیں گے۔ تب ہم ان کی تفصیل کرینگے۔ بالفعل اسی مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ یہ صورت اتفاق بہت آسان ہے۔ اور شرعاً جائز اور عقلاً ممکن ہے۔"

اہلحدیث اس مضمون کا مختصر یہ ہے۔ کہ اسلام کے سارے فرقوں کی ایک انجمن ہو جو اپنی خصوصیات سے قطع نظر مشترک اسلام پر متفق ہو کر اشاعت اسلام کریں۔ بہت خوب مولانا کی اس آواز پر جب کسی نے کان نہ لگایا تو چند دنوں ہوئے تمہید روان اسلام نے آجکل ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کا نام ہے "اپیل اسلام بخدمت اہل اسلام" جو مختلف اخباروں میں عموماً اور اہلحدیث مورخہ ۷۔ جولائی میں درج ہو چکا ہے۔ جس کے متعلق دور دراز سے احباب نے تائیدی رائیں بھی بھیجیں۔ چونکہ اپیل مذکور کے مشتہر کرنیوالوں میں خاکسار معہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی و ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر لاہور بھی تھے۔ اس لئے اوس اپیل کے جواب میں ہمارے مولانا ثناوی کا ایک مضمون پیسہ اخبار ۲ اگست میں نکلا جو درج ذیل ہے۔

مجوزہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور۔ ۷ رجولائی ۱۹۱۶ء کا اخبار اہلحدیث (رہبر اہلحدیث کہلاتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس تحریک کا اول محرک ثناء اللہ ہے۔ جو مولوی فاضل کہلاتا ہے۔ اس کو دیکھکر ہر ایک اہل الرائے جس کو اسلام سے کچھ ہمدردی ہے۔ یہی رائے قائم کریگا۔ جو کانفرنس اہلحدیث کی نسبت اس کے شروع میں خاکسار نے قائم کی تھی کہ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا [1]

اس رائے کے مقابلہ میں [2] ثناء اللہ نے اپنے اخبار ۱۷ جولائی ۱۹۱۶ء میں مجھ کو گالیاں بھی دی ہیں۔ جنکی میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور نقارہ کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ اگر شیخ ثناء اللہ اس مجلس کا مختار و کارکن سیکرٹری وغیرہ رہا تو یہ مجلس محل مزاحمت رہیگی [3]۔ جبتک کہ ثناء اللہ کا اس کو خاص تعلق رہیگا۔ یہ خیال عموماً اس مجلس کی نسبت واقف کاران حالات و انجمن حمایت دین انجمن اخوان الصفاء وغیرہ سے ثناء اللہ کا اطمینان نہیں ہے [4]۔ لہذا اس نے نیا آلہ شہرت نام آوری و زر کشی کا تیار کرنا چاہا ہے۔ ثناء اللہ کے ہم خیال و تعلیم یافتہ و دست گرفتہ ابراہیم سیالکوٹی جیسے اشخاص کی اس میں شمولیت بھی اسی خیال کی تائید کر گئی اور جو ہمہ تن ثنائی خیال کے نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر آزاد ہیں! اور وہ اصل اسلام سے محض نابلد ہیں۔ جیسے مسٹر اقبال جنکی نظم شکوہ نے مسلمانوں کے دلوں پر بہت گہرے زخم کئے ہوئے ہیں! اور انکی جوابدہ انجمن حمایت اسلام بھی ہے جس کے ایک سالانہ عام جلسہ میں وہ نظم پڑھی گئی تھی اور کسی نے انکو نہ روکا تھا۔ اور جہاں تک میرا علم و خیال ہے۔ اس جلسہ کے بعد بھی انجمن نے اس نظم کے ردعمل کوئی مضمون (جو تدارک بیانات کرتا) شائع نہیں کیا [5]۔ ایک تازہ زخم مسٹر اقبال نے مرزائیوں کے اس نقل سے پہنچایا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی وفات کے قائل ہیں۔ چنانچہ علماء لاہور کے فتویٰ کی شہرت ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء میں یہ نقل مشتہر ہوئی ہے۔ یہ نقل صحیح ہے۔ تو مسٹر اقبال کا اس مجلس میں شامل ہونا [illegible] مسلمانوں کے کمال وحشت کا موجب ہوگا۔ خاکسار کو ثناء اللہ سے ذاتی کینہ نہیں۔ اور مسٹر اقبال سے بھی

---

[1] اس شعر کا ترجمہ ہے کہ کوا جب کسی قوم کا راہنما ہوگا۔ تو انکو تباہی میں لیجاویگا۔ بقول آپ کی بیری راہنمائی کے سے اہلحدیث کانفرنس تباہی میں پہنچ چکی ہے اتفاق سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ بھلا اس سے زیادہ تباہی کیا ہوگی کہ جب سے وہ اپنے وطن (دہلی) سے نکلی ہے کہاں کہاں ماری ماری پھری ہے آج امرتسر میں ہے تو کل پشاور میں۔ پرسوں علیگڈھ میں ہے تو ترسوں بنارس میں۔ نرسوں جبلپور میں ہے تو پھر کلکتہ میں معاذ اللہ خدا ایسی پریشانی ہمارے مولانا ثناوی کو نصیب کرے ایسے بہتر ہے کہ اب آپ اس کانفرنس کو ٹے کی تینچ سے نکال کر اپنے ہاتھ میں تھامیں اور اسی طرح اسکو اولاد کی کوئی گوشہ نشین بنا دیں۔ تاکہ غنی مرحوم کا شعر اسپر صادق آئے ؎

اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو
کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

[2] کاش ان گالیوں کے الفاظ نقل کر دیتے (اہلحدیث)

[3] مزاحمت کیوجہ کیا ہوگی؟ اور کرنیوالا کون ہوگا؟ خود بدولت

[4] ان انجمنوں خصوصاً اہلحدیث کانفرنس سے جسکا وجود اس وقت ملک میں نمایاں ہے میری زرکشی کا ثبوت آپ دیں۔ تو مولانا فی پیسہ ایک ایک روپیہ انعام لیں ورنہ خدا سے ڈریں۔ کیونکہ مقرر ہے کہ دنیا میں جھوٹ کی سزا بہت سخت ہے۔ (اہلحدیث)

[5] آپ نے بھی آج تک مسٹر اقبال کے جواب میں کچھ نہ کیا۔ اپنے مشہور و معروف رسالہ اشاعت السنہ (مرحوم) ہی میں کچھ لکھا ہوتا۔ (اہلحدیث)

دعاء صحت۔ جناب مولوی ادریس صاحب برادر مولینا ابراہیم مرحوم مہتمم مدرسہ احمدیہ آرہ کئی دنوں سے بعارضہ زخم سینہ و بخار بیمار ہیں ضعف بہت ہو گیا ہے۔ ناظرین موصوف کیلئے دعاء صحت فرماویں۔ ممدوح ایک خاموش کارکن بزرگ ہیں۔ اللہ انکو صحت عاجلہ عطا فرماوے۔ [illegible]

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 211,212

ایڈیٹر بٹالوی اور واعظ رحیم آبادی

ہمارے ناظرین آگاہ ہونگے کہ ہمارے پنجاب کے بزرگ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی جس کسی عالم پر خفا ہوتے ہیں اُن کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ واعظ آپکی اصطلاح میں بمنزلہ گالی کے ہے۔ گزشتہ ایام میں جناب موصوف مولانا المکرم مولوی عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مدظلہ پر خفا ہوئے تو آپ کو بھی علاوہ اور سخت کلامیوں کے۔ واعظ کا خطاب دیا جو در حقیقت مستحسن اور مقبول خطاب ہے۔ مگر مولانا بٹالوی چونکہ اس وصف سے محروم یا کمال نہیں رکھتے اس لئے بطور طنز دوسروں کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ عرصہ ہوا مرزا قادیانی کی مخالفت کے زمانہ میں آپ نے یہی خطاب (واعظ) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو بھی دیا تھا۔ ہم جیسوں کو ایسا خطاب دیں۔ ہم تو حسب عادت علاوہ اور سندات علیہ (مولوی فاضل وغیرہ) کے اسکو بھی ایک سند اڈلوی سمجھیں۔ مگر سارے تو ہماری جیسے نرم اسامی نہیں بعض طبائع جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا کو موجب اس آسائش جانتی ہیں لکل امرء ما نوی مندرجہ ذیل مضمون اسی اصول سے مولانا عبدالعزیز صاحب نے حضرت بٹالوی کا جواب میں بھیجا ہے۔ چونکہ مضمون طویل نیز اخباری بحث سے کسی قدر اجنبی تھا۔ اس لئے حسب منشاء عزیز راقم الگ ضمیمہ کیا گیا (ایڈیٹر)

مولانا ثناء اللہ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میری اس ناچیز تحریر کو اپنے اخبار گہربار میں جگہ دینے کی عزت دیویں۔ میں نے اہلحدیث مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۵ء میں ایڈیٹر بٹالوی کا ایک خط بجواب آپ کے چیلنج کے دیکھا جسکو دیکھکر سخت تعجب ہوا۔ اور میں واقعی حیرت ہو گیا اس خط میں اسقدر جھوٹ ہے کہ پناہ بخدا۔ اور مزہ یہ ہے کہ خود ان کا کلام مکذب ہے تکذیب کیلئے خارج سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس ایک اشتہار بھی ایڈیٹر بٹالوی نے دیا ہے۔ چنانچہ اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قولہ۔ بارہ برس سے آپ مجھ سے مباحثہ کا دم مارتے ہیں مگر ناممکن الوقوع شرائط پیش کر کے اس کو ٹالتے رہتے ہیں۔

بالکل دروغ بے فروغ ہے دو برس یا کچھ زائد ہوئے کہ میں امرتسر میں موجود تھا اور بٹالوی ایڈیٹر مباحثہ کا دم مارتے ہوئے امرتسر پہنچے اور شیخ محمد شریف کے مکان میں ٹھہرے اور چیلنج دیا شیر پنجاب بھی تیار ہو گئی وقت بعد نماز ظہر اور مقام مولوی احمد اللہ صاحب کی جامع مسجد مقرر ہو گئی۔ شیر پنجاب ٹھیک وقت پر کتابیں لئے ہوئے مسجد میں آموجود ہوئے اور بہت لوگ جمع ہوگئے میں بھی بڑے شوق سے حاضر ہوا۔ ظہر کی نماز ہو چکی اب حضرت ایڈیٹر بٹالوی کا انتظار ہوتا رہا۔ عصر کا وقت قریب آیا حضرت کا کہیں پتہ نہیں۔ لوگ انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ آخر اس طرف سے لوگ گئے۔ اس پر خواجہ حبیب اللہ صاحب آپ کا رقعہ بنام شیر پنجاب لائے کہ ع اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ۔ وہاں تو کوئی شرط ہی نہ تھی ناممکن الوقوع ہونا کیسا۔ حضرت بٹالوی خود وعدہ و معاہدہ کر کے وقت پر گریز کر گئے اور موقع پر نہیں آئے حلف بالبلند کر کے خود فرمائیں کہ یہ واقع غلط ہے۔ اگر قسم کھا کر کہدیں کہ غلط ہے تو میں بذریعہ اخبار اپنے کذب کا اعتراف کر لونگا اللہ پاک سمجھ لیگا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پارسال کانفرنس کا جلسہ پشاور میں تھا (عبدالعزیز ناچیز) اور بہت سے احباب دہلی بتقریب جلسہ پشاور جا رہے تھے۔ لاہور کے سٹیشن پر کئی گھنٹے ٹھہرنا ہوا۔ ایڈیٹر بٹالوی بھی وہاں آنکلے۔ آپ حسب عادت فرمانے لگے کہ مجھے جلسہ میں بلاؤ۔ اور گفتگو کا وعدہ کرو۔ اس ناچیز (عبدالعزیز) نے کہا کہ آپ سال بھر چپکے رہتے ہیں، جلسہ کے وقت آپ کو جوش یاد آتا ہے بیٹھ کر جانے کی کیا ضرورت ہے بس یہیں سٹیشن میں گفتگو ہو جاوے اور آپ باہم نپٹ لیں۔ آپ نے فرمایا تم جلسہ میں جا رہے ہو میں نے کہا میں نہیں جاؤنگا جب تک آپ سے نپٹ نہ لونگا کتنا ہی وقت اس میں خرچ ہو میں نہیں جاؤنگا چاہے اس میں ہفتہ دو ہفتہ لگ جاوے جلسہ چھوٹ جاوے۔ دہلی کے احباب بھی موجود تھے انہوں نے بھی ایڈیٹر صاحب کو للکارا مگر حضرت ایڈیٹر بٹالوی کہاں ٹھہرتے ہیں وہاں سے چلتے نظر آئے۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ جلسہ آرہ کے موقع پر حضرت کے نام جلسہ کا نوید گیا اس پر آپ نے خط لکھا جس کا حاصل یہ تھا کہ مجھکو جلسہ میں موقع بحث اصول کا دیا جاوے تو میں آؤں اور بصورت عدم اثبات دعوی سو روپے جرمانہ دوں۔ جواب دیا گیا کہ جلسہ محل مناظرہ نہیں ہے اس میں اغراض و مقاصد جلسہ فوت ہو جاتے ہیں آپ ۲۲ کو میرے مکان پر تشریف لائیے۔ اگر میں آپ سے مغلوب ہو جاؤنگا تو آپ کو دو سو روپے دونگا علاوہ زاد راہ کے۔ جس کا جواب میرے پاس نہیں آیا۔ پیسہ اخبار لاہور میں آپ نے کچھ لکھا ہے اور خوب چال و حرکت آپ نے کی ہے خلاف واقعہ لکھا اور واقعہ کو چھپایا [illegible] شان ایڈیٹری ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب بھی اسی کے آخر میں آتا ہے۔

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ اسی طرح دعوے مناظرہ اور چیلنج آپ نے جلسہ کانفرنس علیگڈھ میں بھی لکھا تھا جس کا جواب دیا گیا کہ ۱۶ مارچ آپ کی بحث کے لئے مقرر کی گئی آپ تشریف لائیے عبدالعزیز آپکا مقابل ہوگا بھلا کون آتا ہے۔ حضرت نہ آئے پر نہ آئے ہمارے بٹالوی صاحب ایسے تو مرد میدان ہیں۔ بات یہ ہے کہ آپ نے خیال کر لیا ہے کہ عین جلسہ کے وقت چیلنج دیں داعیان جلسہ آپکی گفتگو خلاف مقاصد جانکر اور نہ مانیں گے آپ کی بن آئے گی آپ خوب لن ترانیاں ہانکیں گے اصحاب علیگڈھ نے آپ کا ڈھنگ تاڑ لیا اور یہ تاریخ کی منظوری لکھ بھیجی اور حضرت صاحب کو بلایا مگر آپ کب آنے ہیں دیکھوں اس کی کیا تاویل شائع کرتے ہیں

قولہ۔ از انجملہ آپ کی یہ شرط ہے کہ منصف مسلم الفریقین کوئی عالم ہو پھر فرماتے ہیں یہ شرط اس لئے وقوع میں نہیں آتی کہ آپ اپنے ہمخیال علماء (حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری و واعظ عبدالعزیز رحیم آبادی وغیرہما) کو پیش کر لیتے ہیں اور میں ان کو آپ کا ہمخیال سمجھ کر قبول نہیں کرتا۔

اس میں چند جھوٹ عیاں ہے مولوی ثناء اللہ کا قول آپ خود نقل کرتے ہیں کہ مسلم الفریقین عالم منصف ہو اس قول کا مقتضا یہ ہے کہ جس کو وہ پیش کریں وہ پیش کرنے کے قبل بٹالوی صاحب کا مسلم ہو کیونکہ جب انہوں نے لفظ مسلم الفریقین کہا ہے تو بغیر علم تسلیم کے وہ کیونکر پیش کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایڈیٹر بٹالوی نے کبھی گزشتہ زمانہ میں ان حضرات کو مسلم کیا تھا اب سنا انہوں نے مسلم الفریقین نہ کہا ہو۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ میں نے مولانا صاحبان کا نام بھی نہیں لیا اور ایڈیٹر بٹالوی کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ بٹالوی صاحب اگر سچے ہیں تو کوئی سند پیش کریں ورنہ اللہ پاک سے ڈریں اور کذب کی وعید خیال فرماویں۔

قولہ۔ اس پر اجابت کہ آپ نے روکا۔

بٹالوی صاحب کی اجابت سے کیا مراد ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کو بٹالوی صاحب نے جو قبول کیا ہے اس کو وہ رد کر دیویں تو یہ کیسی مہمل بات ہے بھلا جو اجابت بٹالوی کر چکے اس کو رد کرنا کون پوچھتے دارد، یہ آپ کی منطق ہے۔ اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے قبول نہیں کیا (دعوت آپ کی سرخی یہ ہے اس دعوت کی اجابت جو مطلوب ہے) تو یوں لکھنا تھا کہ ہم آپ اس کی اجابت سے روکتے، قبول نہیں کیا یہ آپ کی کذب نویسی ہے اسی پر یہ نمرہ کہ [illegible] یوں لکھتے ہیں سے نکالی ہما صاحب تازہ، کہن کشتی دیچپان تازہ جس کی تکذیب حاشیہ اظہار میں بھی موجود ہے۔

آپ حضرات بٹالوی کے مناظرہ (جس کی آمادگی پر آپ کی لن ترانیاں بڑھا چڑھا کر صاحب آمادہ ہو کہن کشتی دیچپان تازہ کا مصداق ہونا آپ نے لکھا ہے) کی حقیقت سنئے۔ آپ جو مناظرہ کرنا چاہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ اردو رسالہ کی عبارت علماء کے سامنے پیش کریں اس کا مطلب بتا کر آپ اس کی تصدیق چاہینگے جیسا کہ آپ اس جگہ لکھتے ہیں کہ میں کیا مناظرہ کرونگا۔ بھلا اس کے لئے اس قدر چیتھڑے بدلنے کی کیا ضرورت ہے یہ دو منٹ کی بات ہے جہاں کہیں ہو آپ وہ عبارت دکھا سکتے ہیں اور مطلب بیان کر یا پوچھ سکتے ہیں مگر یہ بھی ہو آپ سے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

وہابی منسوب ہین۔ اُس دن سے آجکا دن ہے کہ کسی نے سرکار برٹش سے کسی قسم کی مخالفت و سرکشی نہین کی بلکہ بپابندی قول و قرار مذکور ذمانہ غدر ہندوستان مین جبکہ اکثر رعایا خالصہ انگریزی کی بدل گئی رؤسا ہند نے بقدر اپنی طاقت و مقدرت کے سرکار برطانیہ کو رسد و فوج اور مال سے مدد واجبی دی نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ نے بھوپال سے تا جہانسی فوج ریاست بھیجی اور غلہ واجناس علاقہ بھوپال سے ہر طرح کی اعانت کی۔ اِسی طرح نواب شاہجہان بیگم صاحبہ عالیہ نے ہنگامۂ فوج کشی کابل مین مستعدی اپنی واسطے مدد سرکار انگریزی کے فوج و مال سے ظاہر کی اور سال حال مین جبکہ مہم مصر پیش آئی طرح طرح کی دلسوزی اور اعانت ظاہر فرمائی یہان تک کہ جب سرکار نے اعرابی پاشا کو شکست دی اور ملک مصر پھر توفیق پاشا خدیو مصر پر مسلم ہوا تو اُسکی خوشی مین اتواب قلعہ فتحگڈہ سے سر کین اور خریطہ خط تہنیت روانہ صدر کیا اسی طرح ہر موقع مین باتفاق نامہ نگار سب سے پہلے اپنی خیر سگالی اور مدد دہی کا ارادہ سچے دل سے ظاہر کیا جسکا شکریہ ذریعہ تحریر سرشتہ و تار ہاے برقی مکرر سہ کر طرف سے جناب ویسرای کشور ہند کے معرض اظہار مین آیا اور یہ کارروائی موجب کمال خوشی حکام عالی مقام ہوئی۔

پھر فصل ہشتم مین جناب مؤلف نے حسب وعدہ اپنی مختصر سرگذشت لکھی ہے اور اسکے ضمن مین نجدیون کا ۱۸۱۸ء مین منقرض ہو جانا۔ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کا مذہب حنبلی کا مقلد ہونا اور اہلحدیث ہندوستان کا تقلید مذہب خاص سے منکر ہونا اور عبد الوہاب نجدی سے کوئی تعلق و راہ رسم نہ رکھنا اور اہلحدیث کی کتابون مین گورنمنٹ انگلشیہ سے بغاوت و جہاد کی ترغیب کا نہ پایا جانا اور ہندوستان مین کسیکا بھی وہابی مذہب ہونا اور اہلبدعتکا اہلحدیث کو ازراہ عداوت وہابی کہنا بیان کیا ہے اور فرمایا ہے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

جب بحسب اغوای ملازمان قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے ٹمس آف انڈیا نے اپنے
پرچہ خبر مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۸۱ء مین حسب فرمائش سید حسن و سید احمد و منشی لطف اللہ
خان و سید عبداللہ ساکن سورت آل عید روس یہ چھاپا کہ ہم لوگون نے عربی اخبار
جوایب مطبوعہ قسطنطنیہ مورخہ ۲۵ محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ہشتم جنوری ۱۸۸۱ء مین
اس مضمون کو پایا ہے کہ صدیق حسن خان ایک معزز وہابی نے جو شوہر ہز ہائنیس
رئیسہ بہوپال جی ایس آئی ہین دو تین اپنی خاص تصنیف کی کتابین مطبع جوائب
مین چہپنے کو بہیجی ہین خطبہ کتب سے ظاہر ہے کہ یہہ کتابین خلاف عام قواعد اسلام
اور امن والی مسایل مذہبی کی ہین اور اس صحیح مذہب کے خلاف ہین جو بارہ سو برس
سے ایک طرح پر چلا آتا ہے اور یہہ کتابین تائید مذہب وہابی مین ہین جوائب مانہ
مین صاحب جوائب نے ٹمس کو جواب دندان شکن دیا اور غلطی خبر مذکور کی ثابت
کر دی - پہر دوبارہ سید حسن وغیرہ چار نفر مذکورنے ٹمس آف انڈیا مین وہابی ہونا
ہیر الطبع کرایا اسپر ریاست نے اعتراض کیا اور اجنٹی سیہور اور اندور کو لکہا آخر ٹمس
نے لکہنا خبر مذکور کا جہوٹ سمجھکر ترک کر دیا کیونکہ ان کتابون مین بغاوت یا جہاد کا
ذکر نہین ہے بلکہ وہ مذہبی کتابین بھی نہین علم تاریخ ولغت معانی وبیان وغیرہ کی
ہین - پہر ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۸ھ ہجری مین سید حسن مذکور مر گیا اسلئے اس جگہہ بضرورت
بیان حال خبر مذکور لکہنا اس بات کا ضرور ہوا کہ یہہ وہابیت کس چیز کا نام ہے جسپر
اس قدر شور وغل ہوتا ہے اور ہر شخص اور قوم کی دشمن جب کسیکو ایذا پہنچانیکا قصد
کرتے ہین تو نزدیک حکام وقت کے اُسکو وہابی ظاہر کرکے بدنام کر دیتے ہین سو اصل
اسکی یہہ ہے کہ بموجب تحقیقات عُلمائے عیسوی کے جسطرح کتاب آثار الادہار وغیرہ
مطبوع بیروت مین لکہا ہے یہہ بات معلوم ہوئی کہ محمد بن سعود نام ایک امیر ملک نجد
مین تہا اُسکے وقت مین ایک شخص محمد بن عبد الوہاب نام ظاہر ہوئے اُن سے اور قوم بوہرہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

سے مخالفت مذہبی ہوئی محمد بن سعود نے اُنکی مدد کی یہہ واقعہ ۱۷۴۲ء مین ہوا اور بعد ۱۷۶۵ء کے ابن سعود مر گیا۔ اُسکی جگہہ بیٹا اُسکا عبدالعزیز نام قایم ہوا اُس نے اپنے باپ کی طرح پر مذہب محمد بن عبدالوہاب کا رواج دیا اور اطراف نجد و ملک عرب مین لڑائی شروع کی یہان تک کہ ۱۷۹۲ء یا ۱۷۹۳ء مین مکہ و مدینہ پر فتح پائی اور بہت علاقہ لے لیا اُسکے بعد بیٹا اُسکا سعود نام ۱۸۰۴ء مین حاکم ہوا اور باپ کے طریقہ پر کارروائی کی یہانتک کہ حسب الحکم سلطان محمود خان والی روم کے محمد علی پاشا مصر نے ۱۸۱۱ء مین اُسپر فوج کشی کی اور شکست دی پہر وہ ۱۸۱۴ء مین مر گیا اسکی عمر ۶۸ برس کی تھی اُسکی جگہہ اُسکا بیٹا عبداللہ نام قایم ہوا اُسکی لڑائی ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا سے ۱۸۱۶ء مین ہوئی اور آخر کو مقید ہوکر اسلامبول بہیجا گیا وہان جاکر قید مین مر گیا اور یہہ فتنہ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء مین ختم ہو گیا۔

اصل اس مذہب کی یہہ ثابت ہوئی اور معلوم ہوا کہ سوائے اطراف ملک نجد کے کسی دوسری جگہہ مذہب مذکور نے رواج نہین پایا اور دوسری کتب تاریخ بیروت سے جو تالیف علمائے عیسوی کے ہین یہہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مذہب محمد بن عبدالوہاب کا حنبلی تھا جب سے سعود وغیرہ اور اُسکے مددگار رہٹ گئے پہر کسی نے اُسدن سے آج دن تک اُس مُلک مین خروج نہین کیا ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب شیعی یا حنفی رکھتے ہین انکی راہ و رسم ملک نجد سے کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتی اور نہ کوئی شخص مسلمان اُس مسلک کا مرید یا شاگرد اُن لوگون کا ہے اور نہ کوئی کتاب اُس مسلک کی اس اقلیم مین رائج ہے لکن ہم دیکھتے ہین کہ ایک شہر مین بعضے لوگ بعضونکو وہابی کہتے ہین اور ایک دوسرے کے رد مین کتابین بناتے ہین اِسکے سبب مین جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ فساد آپسکی عداوت سے ہے اسلئے کہ مذہب اسلام مین باوجودیکہ تہتر فرقے ہین جنکی گنتی علمائے اسلام نے اپنی کتابون مین لکہی ہین انمین کسی جگہہ کوئی فرقہ بنام وہابیہ نہین گنا۔ اس کے سوا جنکو

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

ہندوستان مین انکے دشمنون نے وہابی مشہور کیا ہے وہ اس نام سے انکار کرتے ہین اور کوئی تعلق اُنکا ملک نجد سے ثابت نہین ہوتا۔ پھر جو غور کیا گیا کہ وہ کون مسایل ہین جن کے سبب سے ایک فرقہ کا نام حنفی ہوا اور دوسرا وہابی کہلایا تو معلوم ہوا کہ وہ چند مسئلہ ہین۔ بعضے اُنہین متعلق عقاید ہین اور بعض متعلق عبادات اُن مسایل مین کسی جگہ مسئلہ جہاد کا ذکر نہین ہے ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے تعداد اُن مسئلون کی سات مسئلہ اپنی کتاب مین اور چودہ کتابین لکھی ہین۔ لکن ان مسایل مین اُن سے غلطی ہوئی ہے۔ چنانچہ نکتہ چینی سید احمد خان سی ایس آئی سے ظاہر ہے جو معہ ترجمہ انگریزی خاص مقام لندن مین طبع ہوئی ہے اور حصر کتابون کا بھی غلط ہے اور بعض ایسی کتابون کا نام لیا ہے جو کسی کے نزدیک مذہب وہابی کے نہین ہین جیسے درمختار۔ پس جو لوگ قبر کو نہین پوجتے مردون کی نذر و نیاز نہین کرتے مولویون اور درویشون کی رائے کی اطاعت نہین کرتے مجلس مولود نہین کرتے تعزیہ نہین بناتے کسی مذہب خاص کے پابند نہین۔ چوری و دغابازی و رشوت خوری و زناکاری و عہدشکنی وغیرہ افعال بد کو منع کرتے ہین اور جو دین بارہ سو برس سے چلا آتا ہے کہ جس وقت سوائے اسلام کے کوئی نام مذہب کا جانتا نہ تھا اور وہ قرآن شریف اور حدیث کی کتابون مین لکھا ہے۔ اور وہ کتابین ساٹھ ستر برس بلکہ اُس سے پیشتر سے مکرر سہ کرر کلکتہ و دہلی و بمبئی و مصر وغیرہ مین طبع ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور ان کا منشا صرف قائم ہونا عبادت پر یعنی نماز و روزہ و حج وغیرہ فرائض پر اور بچنا ہر فساد کی بات سے اور اس قسم کی کتب و رسائل سینکڑون عدد عربی وغیرہ زبانون مین سینکڑون برس سے تالیف ہوئی ہین نہ چودہ کتابین ہین نہ چالیس انکو یہہ بدعتی لوگ جو پابند کسی مذہب خاص کے ہین وہابی کہتے ہین۔ ایک شخص فضل رسول نام شہر بدایون ملک ہند کا رہنے والا تہا سب سے پہلے وہابی نام اُس نے مسلمانان ہند کا رکھا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

اسکے بعد سول و ملٹری گزٹ لاہور کے ایک آرٹیکل کا خلاصہ نقل کیا ہو جس میں
۱۸۵۷ء میں علمار کا خیرخواہ گورنمنٹ رہنا مذکور ہے - اسکے بعد اخبار نیر ہون صمدی
آگرہ سے ایک مضمون اس گروہ (خصوصًا جناب مولف) کے خیرخواہ گورنمنٹ
ہونے کے شہادت مین نقل کیا اِسکے بعد یہہ بیان کیا ہو کہ کتب اسلامیہ مین مسئلہ جہاد
ایسے طور پر بیان نہین ہوا کہ اِسکے پڑہنے سے گورنمنٹ سے بغاوت کا کسیکو خیال پیدا ہو
اور بیان کیا کہ ۱۸۵۷ء وغیرہ مین جو مفسدے ہوئے ہین وہ اس مسئلہ کی نتائج نہین ہین
ان مفسدونکو علم مسائل نتھا اسکے بعد فرمایا ہے معہذا تہمت وہابیت اور جہاد عُلما حدیث پر
خواہ قدما ہون خواہ متاخرین محض خیال خام ہے کوئی دانشمند تجربہ کار معاملہ فہم ہرگز
اس بات کو قبول نہین کرسکتا ہے کہ سوائے اُن ملاؤن کے جو علم کامل سے جاہل اور
اور تحقیق صحیح سے عاطل ہین کوئی شخص بھی اہل علم و معرفت سے ایسا دعویٰ کرے کہ
سرکار سے جہاد کرنا مذہب اسلام مین حالت موجودہ پر بالخصوص فرض ہے یا اسوقت
مین شروط جہاد موجود ہین اور مجہہ کو تو خاصتہ اس بحث مین قلم اُٹھانے سے کچھ
غرض نتھی مگر جبکہ ایک کتاب مجموعہ خطب جس کا نام **موعظہ حسنہ** ہے
بہوپال مین طبع ہوئی اور وہ کتاب ایسی تہی کہ اسمین خطب جمعہ سال تمام کے فی ماہ
پنج خطبہ علما سابقین مرحومین صدہا سال کے جمع تہے مثل **ابن الجوزی** و محمد
ابن احمد یمنی وغیرہما اہلحدیث کے اُسمین اتفاقًا ایک خطبہ غزو کا مولفہ مولوی محمد اسمٰعیل
مرحوم کا بھی ایک کتاب مین بذیل خطب کسوف وخسوف و استسقا و نکاح وغیرہ حسب
طریقۂ دیگر مجموعات خطب مطبوعہ بلاد متفرقہ درج تہا اسپر یارون نے مجھکو وہابی
کہدیا جس کا جواب دیباچہ کتاب **غربال** تاریخ بہوپال مین لکہا گیا ہے حالانکہ
مین نے مولوی محمد اسمٰعیل کو نہین دیکہا اور نہ اُنکا زمانہ پایا اور نہ انکی کسی کتاب مین
ذکر جہاد کا لکہا دیکہا اور نہ خاص اِس خطبہ مین ذکر جہاد کا ساتھ گورنمنٹ کے ہے صرف

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

مراد اس عبارت سے خود سید احمد خان بہادر ہین کہ وہ اپنی جان کو وہابی قرار دیتے ہین مگر ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے جہان کے مسلمان دو طرح پر ہین - ایک خالص اہلسنت وجماعت جنکو اہلحدیث بہی کہتے ہین دوسرے مقلد مذہب خاص وہ چار گروہ ہین - حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - جو شخص ملک نجد مین پیدا ہوا اور جسکی رائے پر محمد بن سعود نجدی نے بوہرون اور عرب کے مسلمانون اور بدون سے لڑائی کی وہ شخص حنبلی مذہب تہا - یہہ بات کتب تواریخ عیسائی و اہل اسلام دونون سے ثابت ہے پہر اہلحدیث کسطرح وہابی ہو سکتے ہین"-

اسکے بعد جناب مولف نے بڑی بسط و تفصیل کے ساتہہ چند باتین بیان کی ہن جنکا خلاصہ ہم اس مقام مین نقل کرتے ہین اصل عبارت سے بخوف تطویل تعرض نہین کرتے +

(۱) لفظ وہابی ہر شہر و ملک مین جداگانہ معنی مین مستعمل ہے -

(۲) سرکاری محاورہ مین وہابی بمعنی باغی وجہادی استعمال کیا گیا ہے جسکی غلطی سید احمد خان بہادر نے سرکار کو جتادی ہے -

(۳) جہاد کا مسئلہ اہل اسلام کے ہر فرقہ و مذہب (شیعہ سنی حنفی اہلحدیث) کی کتابون میں موجود ہے مگر وہ ایسی شرائط پر موقوف ہین کہ ان کا وجود سیکڑون سال سے معدوم ہے وبناء علیہ وہ مسئلہ گورنمنٹ انگلشیہ سے متعلق نہین ہوسکتا

(۴) ان ہی شروط کے لحاظ سے امیر تیمور کی لڑائیان جہاد متصور نہین ہوئین

(۵) اسیوجہ سے محمد بن سعود نجدی وہابی کی لڑائی بہی علماء حرمین کے نزدیک جہاد متصور نہین ہوئی مفسد و باغی ہر قوم مین ہوتے ہین دیکہو سرحدی اقوام (جو وہابیون کے بہی سخت دشمن ہین) سرکار سے ہمیشہ فساد برپا کرتی ہین -

(۶) اسی وجہ سے زمانہ غدر کا جنگ شرعی جہاد نہین سمجہا گیا -

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

نمبر جلد ۶ ۴۱۷ ریویو ترجمان وہابیہ

(۷) زمانہ غدر میں جہاد کے فتوے پر علماؤں کی مہریں جبراً کرائی گئی ہیں۔

(۸) اہلحدیث نے کبھی کسی کے مذہب میں دست اندازی وجبر نہیں کیا اور کسی سے مذہب پر لڑے ہیں۔

(۹) ان کے مخالفوں کا حال اسکے برعکس ہے۔ پھر وہ برطبق مثل اولٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، انہیں کو مجرم بناتے ہیں

(۱۰) اسکی تائید میں قاری عبدالرحمن پانی پتی کی رسالہ **کشف الحجاب** کے عبارت

(۱۱) اخبار نور الانوار کا وہابیوں کی تعداد اسی لاکھ بتانا غلط ہے

(۱۲) رؤسا اسلامی ہندوستانی ریاستوں کا وہابی ہونا زمانہ غدر میں ثابت ہوگیا۔

(۱۳) ریاست بھوپال کا خیر خواہ گورنمنٹ ہونا اور وقتاً فوقتاً خدمت ومعاونت کرنا اور اسپر عزت پانا۔

(۱۴) اہلحدیث کا عقیدہ جس سے انکا خیر خواہ ملک وگورنمنٹ ہونا ثابت ہے۔

(۱۵) مولف کے والد ماجد (مولانا ابوالحسن قنوجی) کا ۱۲۳۲ھ میں وہابی ہونیسے انکاری ہونا۔

(۱۶) کوئی اہلحدیث ہندوستانی وہابی نہیں کہلاتا جیسے شیعہ شیعہ کہلاتا ہے حنفی حنفی۔

(۱۷) بعض مسایل میں اہلحدیث ہندوستان کا وہابیہ نجد سے اتفاق واشتراک ایسا ہے جیساکہ بعض مسایل میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو بھی انسے اشتراک حاصل ہے

(۱۸) اہلحدیث ہندوستان کا وہابیہ نجد سے مسئلہ قتل وتکفیر مخالفین مذہب میں مخالف ہونا۔

(۱۹) جو اہلحدیث ہوگا وہ کبھی گورنمنٹ کا مخالف وباغی نہ ہوگا۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

ان سب باتون کے بعد سول وملٹری گزٹ لاہور سے ایک مضمون نقل کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے اہلحدیث ہندوستان وہابی و باغی و بدخواہ گورنمنٹ نہیں ہین اور نہ وہابی کہلاتے کے مستحق ہین - اخیر رسالہ مین ایک خاتمہ لگایا ہے جسمین بشہادت احادیث صحیحہ یہہ بیان کیا ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ مین مسلمانون کو اپنی تلوارین توڑ کر اپنے گہرون کا ٹاٹ بن جانے (یعنی خانہ نشین ہوجانے) یا جنگلون اور پہاڑون مین عزلت و خلوت نشینی اختیار کرنیکا حکم ہے - اس فساد مین شریک ہونیکی ہرگز اجازت نہین ہے - یہہ اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب سپر اڈیٹر اپنی راے ظاہر کرتا ہے -

رائے ایڈیٹر

یہہ کتاب ہمیشہ مسلمانان پیروان احکام اسلام کے لئے (جو حکام و رعایا کی واجبی حقوق کی رعایت کو جزو اسلام سمجھتے ہین) بشیر ہے - اور ناواقف مسلمانون کے لئے (جو بعض اوقات چند اوباش خلائق کو مخالفین مذہب سے لڑتے ہوئے دیکہہ کر اسکو جہاد شرعی سمجھکر بخیال شہادت اسمین شریک ہوجاتے ہین) ایک واعظ و نذیر ہے - اور گورنمنٹ انگلشیہ کے لئے ایک دیانت دار و صدق شعار مشیر پولیٹیکل وزیر ہے - اور مختلف فرقہ ہاے اہل اسلام کے باہمی اتفاق و اتحاد کے لئے اکسیر ہے -

فریق اول کو تو وہ صاف بشارت دیتی ہے کہ جو کچہہ مسئلہ جہاد اور اطاعت سلطنت کی باب مین انکا عقیدہ ہے خدا و رسول اور قرآن و حدیث کا وہی حکم و فیصلہ ہے وہ اپنے اس اعتقاد پر قائم و مستحکم رہین اور سلطنت کی اطاعت و عدم بغاوت کو اپنی ایمان و اسلام کا جز سمجھتے رہین -

فریق دوم کو وہ یہہ سکہاتی ہے کہ اکثر ملکی لڑائیان جنکو وہ جہاد سمجھتے ہین اور وقتاً فوقتاً ان مین وہ شریک ہوجاتے ہین جہاد نہین فساد ہین شرع محمدی کیطرف سے انمین شریک ہونیکی

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

نوابصاحب کے اس ساہاسال کی خیرخواہی وجان نثاری گورنمنٹ کا یہ نتیجہ سینگے
تو پھر خیرخواہی وجان نثاری گورنمنٹ کا کیون نام لینگے۔ ؟ اور مجری برباد گناہ لازم
کے مصداق ہونیکے خوف سے اس خیرخواہی پر کب جرأت کرینگے۔ نوابصاحب نے
ترجمان وہابیہ کو (جسکے لفظ لفظ سے انکا خیرخواہ گورنمنٹ ہونا اور اس گورنمنٹ
سے جہاد کا ناجایز ہونا ٹپکتا ہے) انگریزی مین بھی ترجمہ کرایا اور بصرف زر کلکتہ مین
چھپوا کر اسکو بلاقیمت تقسیم وشایع کیا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا جو اخبارون مین مشتہر
ہو رہا ہے۔ اب کوئی دوسرا خیرخواہ ایسی خیرخواہی گورنمنٹ کا کیون دم بھرنے لگا؟
اب بھی ہمارے ملکی ریفارمر اور انکے نامہ نگار و مخبر اپنی اخبارون اور قلمون اور
زبانون کو سنبھالین اور گورنمنٹ کے خیرخواہون کو مجرمے برباد گناہ لازم کا محل
خوف بنا کر خیرخواہی گورنمنٹ سے روکنے کی تجویزین نہ نکالین۔

(۵) الزام۔ اپنے مذہب وہابیت کو خوب پھیلایا لاکھون روپیہ خرچ کرکے
وہابی مذہب کی کتابین ہندوستان ومصر وقسطنطنیہ مین چھپوا کر انکو ملکون مین شایع کیا
اپنے مخالفون کو برملا وعظون مین کافر کہا وغیرہ وغیرہ۔

(۵) جواب۔ یہ بھی محض دروغ بے فروغ ہے۔ نہ نوابصاحب وہابی المذہب
مین نہ وہابی مذہب کی کوئی کتاب ہندوستان یا مصر یا قسطنطنیہ مین چھپوا کر انہون
نے شایع کی ہے

وہابی مذہب کو تو وہ بہت برا سمجھتے ہین۔ اور اپنی متعدد کتابون مذکورہ بالا
مین وہ اس مذہب کے بانی عبدالوہاب نجدی کو برا کہہ چکے ہین۔ نہ صرف آج کل کسی مصلحت
یا حکمت عملی کی نظر سے بلکہ اس وقت سے بیس برس پہلے۔ اور اپنے دلی اعتقاد وارادت
سے جبکہ وہ نواب ہونیکی خیالی توقع بھی نہ رکھتے تھے۔ اس امر کی تفصیل نمبر ۱ سال
اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۴ اور نمبر ۴ و ۶ و ۷ جلد ۶ مین موجود ہے۔ جو صاحب

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

نمبر ۸ جلد ۸ ۲۲۷ بھوپال کا حال

شائع کیتے ہیں۔ وہ ان نمبروں کا ملاحظہ کریں۔ اور جو لوگ انگریزی جانتے ہیں وہ انگریزی ترجمہ ترجمان وہابیہ کو ملاحظہ میں لاویں۔ اب تمام ہیں انکے ایک رسالہ حطہ فی احوال الصحاح الستہ جو ۱۲۸۳ ہجری سے طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے نقل کی جاتی ہے۔ اسمیں انہوں نے **عبدالوہاب نجدی** کا حال بیان کرکے کہا ہے کہ اسکی

واشہر ما ینکر علیہ خصلتان کبیرتان الاولی تکفیر اہل الارض بمجرد ملفقات لا دلیل علیہا والثانیۃ التجاری علی سفک الدم المعصوم بلا حجۃ واقامۃ برہان (حطہ ص ۱۳)	بہت مشہور **خصلتیں جنکو برا سمجھا جاتا ہے**۔ دو خصلتیں ہیں اول لوگوں کو بلا دلیل کافر کہنا دوسرا بے گناہ خون بہانا۔

اور جو کتابیں اپنی یا اور علماء کی تالیف انہوں نے ہندوستان یا مصر وغیرہ میں چھپوائی ہیں وہ بھی وہابی مذہب کی کتابیں نہیں۔

جو کتابیں انہوں نے **خود تالیف** کی ہیں انکی **فہرست** رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۶ میں درج ہے۔ اور **جو کتابیں** اور علماء کی تالیف انہوں نے مصر **میں** چھپوائی ہیں انکی **فہرست** رسالہ **اشاعۃ السنہ** نمبر ۹ جلد ۶ میں مندرج ہے۔ ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی نسبت کوئی دعوے نہیں کر سکتا۔ کہ وہ وہابی مذہب کی کتاب ہے۔ اور وہ عبدالوہاب یا اسکے کسی شاگرد کی تالیف ہے۔

ایک **بڑی قوی** اور عام فہم **دلیل** ان کتب کی **وہابی** مذہب کی کتابیں **نہونے پر** یہ ہے۔ کہ وہ کتابیں عرب و مصر و قسطنطنیہ میں بلا انکار رواج پاتی ہیں۔ وہاں کے سنی علماء نے انپر تقریظیں لکھیں ہیں اور اگر وہ وہابی مذہب کی ہوتیں۔ تو وہ مصر قسطنطنیہ۔ مکہ و مدینہ میں جلائی جاتیں یا دریا برد ہوتیں۔ کیونکہ وہابی مذہب کے اشخاص اور کتب سے اس دیار میں یہی معاملات ہوتے ہیں۔

ہاں اگر اصل مذہب **محمدیہ خالصہ** (قرآن و حدیث) کو وہابی مذہب قرار

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

اِشَاعَۃُ السُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃ

عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃ

نمبر اول دوم سوم — مع — جلد نہم

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

بابت سنہ ۱۳۰۳ھ مطابق سنہ ۱۸۸۶ء

اصول وضوابط و شرح قیمت رسالہ و ضمیمہ

(۱) یہہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونوں ماہواری ہین (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوتا ہے (۳) ضمیمہ رسالہ سے علیحدہ فروخت نہین ہوتا۔ رسالہ بدون ضمیمہ مل سکتا ہے (۴) رسالہ کے اصول و اغراض ذیل ہین :-

(الف) اصول اسلام اور اُسکے فروع عظام سے خصوصاً جو متعلق معاشرت ہون بحث کرنا۔

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقون کی باہمی اتحاد و اتفاق مین کوشش کرنا۔

(ج) مسلمانون کی دنیاوی ترقی کے مضامین شائع کرنا۔

(د) پولٹیکل مضامین سے جنکو مذہب سے تعلق ہو بحث کرنا اور قوم کی مذہبی ضرورتون کو گورنمنٹ مین پیش کرنا اور گورنمنٹ کے حقوق سے جنکی مذہب مین ہدایت ہو قوم کو آگاہ کرنا۔

(۵) ضمیمہ کا فرض صرف مسائل وجہیہ مذہب محدثین سے بحث کرنا ہے۔

(۶) قیمت رسالہ عموماً عـــہ سالانہ ہے خواص (رؤسا و اہل اسلام) بنظر اعانت للعـــہ عنایت فرماتے ہین بعض اشخاص سے جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہین رعایۃً عـــہ روپیہ لیے جاتے ہین۔ جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہین اُنسے عـــہ روپیہ جو دس روپیہ ماہوار آمدنی نہین رکھتے پر علمی بضاعت رکھتے اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہین اُنسے عـــہ علاوہ ضمیمہ کی عام قیمت تین روپیہ ہے خاص چھہ روپیہ رعایتی عـــہ اور لئے ۱۲ آنہ آخری ثواب آخرت۔

(۷) ان مراتب خمسہ کا تصفیہ و تقرری خریدارون کے بیان یا ایمان پر ہے۔

(۸) خط و کتابت و ارسال زر مہتمم کے پورے نام و خطاب کے حسب نشان ذیل ہونا چاہیے۔

(۹) بسبیل ارسال زر بجز منی آرڈر یا ہنڈوی اور کوئی نہو ورنہ مہتمم ذمہ دار نہوگا۔

ابوسعید محمد حسین لاہوری مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ لاہور ساکنہ سہ مینار مسجد

مطبوعہ مطبع انجمن پنجاب لاہور

تصحیح غلطی

سرورق رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۸ مین اشتہار کشتہ طلا مین بجائے فی تولہ فی ماشہ صحیح سمجھنا چاہیے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

نوابصاحب بھوپال اور اُنکے ملکی یا اسلامی بھائی ۴۲۴ نمبر ۲ جلد ۹

اور اُس کتاب کے صفحہ ۲۷ مین کہا ہے کہ یہ فرقہ جو ایک خدا کو مانتا ہے۔ اور سارے
جہان کا حاکم اور مالک اوسی اکیلے ایک قدرت والے کو سمجھتا ہے اونکو وہابی کہنا اور محمد بن عبدالوہاب
کیطرف اوس فرقہ کو منسوب سمجھنا محض غلط ہے اور جھوٹ ہے کئی وجہون سے اول یہ کہ
یہ فرقہ خود اپنے تئین وہابی نہین کہتا اور نہ عبدالوہاب کیطرف اپنی نسبت ثابت کرتا ہے۔
پس یہ خطاب اور لقب اوس نے اپنی لئے مقرر نہین کیا جیسے کہ شیعون نے سُنیون کے مقابلہ
مین اپنے آپ کو شیعہ کہنا مقرر کیا ہے۔ اور ضرور تہا کہ اگر وہ اس لقب کو اپنے لئے مقرر کرتے تو
ضرور اُسکی بو سہین پائی جاتی۔ بلکہ یہ لوگ تو اس لقب سے کمال نفرت رکھتے ہین اور انکار کرتے
ہین۔ پہر ایسا لقب کسی کے واسطے رکہنا۔ جو وہ خود اس سے ناراض ہو عرفاً اور عقلاً و قانوناً
ہرگز لایق حجت نہین ہو سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جو ایک خدا کے ماننے والے
ہین اُنکو وہابی کہنا ایسا بُرا لگتا ہے جیسے گالی دینا۔ اور ہم ایک خدا کے ماننے والے
اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے اپنے تئین کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہین
کرتے اور نہ اپنے تئین حنفی اور شافعی کہتے ہین اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہین۔
پھر محمد بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنے اور اُنکے طریقہ مین اپنے تئین داخل کرنے پر کب راضی ہونگے۔
دوسرے یہ کہ کسی مذہب مین داخل ہونا یا کسی طریقہ مین کہلانا بجز اسکے نہین ہوتا کہ وہ
شخص اسکا شاگرد ہو یا اُسکے گہر کا چیلہ یا معتقد ہو یا اسکا ہم وطن ہو غرض داخل ہونا ہندوستانی
لوگون کا محمد بن عبدالوہاب کے طریقہ مین بغیر ان صورتون کے ممکن نہین اور کوئی ہندوستانی کسی طرح کا
علاقہ ان علاقون مین سے اونکے ساتھ نہین رکھتا ہے پہر اُنکو اُنکی طرف منسوب کرنا سوا خطا
اور غلط کے کیا تصور کیا جائے۔"
تیسری یہ کہ محمد بن عبدالوہاب کے انتقال کو ایک مدت مدید گذری کہ ملک نجد مین بھی
جہان اونکا نشو و نما تھا وہان بھی کوئی اونکے پوتون پڑپوتون مین سے باقی نہین سُنا جاتا کہ اُنکے
طریقہ کی تعلیم لوگون کو کرتا ہو اور اہل ہند یا عرب کو اوسطرف بلاتا ہو اور یہ لوگ اوسکی چال پر

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

چلتے ہوں اور اوسکے سکہائے کے موافق برتاؤ رکھتے ہوں پھر اس صورت میں انکو وہابی کہنا اور محمد بن عبد الوہاب کیطرف منسوب کرنا انصاف کا خون بہانا ہے اور عدل کی گردن مارنا ہے "

اسکے بعد اس کتاب میں بعض چند فصول وہابیان نجد کے تاریخی حالات تواریخ عیسائی وغیرہ علماء سے نقل کئے ہیں جنکی کسی قسم کی تائید و تصدیق اپنی طرف سے نہیں کی اسکے بعد صفحہ ۹۵ کہا ہے الحاصل جو حال وہابیوں کا ان سات فصل میں تحریر ہوا اس سے زیادہ کسی کتاب تاریخ وغیرہ میں کسینے نہیں لکہا۔ اور یہ موافق تحقیق علماء عیسائین کے ہے اس سے زیادہ تحقیق بھی ممکن نہیں ہے۔ اس حال سے بالاحتمام یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند میں کوئی مسلمان وہابی مذہب نہیں ہے۔ اسلئے کہ جو کاروائی ان لوگوں نے ملک عرب میں عموماً اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کی اور جو تکلیف انکے ہاتھوں سے ساکنان حجاز و حرمین شریفین کو پہونچی وہ معاملہ کسی مسلمان ہند وغیرہ نے ساتھ اہل مکہ و مدینہ کے نہیں کیا۔ اور اسطرح کی جرات کسی شخص سے نہیں ہو سکتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فتنہ وہابیوں کا سنہ ۱۲۳۰ ہجری میں بالکل خاموش ہو گیا اوسکے بعد کسی شخص امیر و غریب نے اوس ملک میں بھی سر نہ اوٹھایا "

اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ میں کہا ہے کہ ہم پر نہ اتباع محمد بن عبد الوہاب نجدی کا لازم ہے نہ اتباع محمد اسمعیل دہلوی کا۔"

اس قسم کے مضامین اس کتاب ترجمان وہابیہ میں اور بہت ہیں بلکہ تمام کتاب کا ماحصل یہی ہے کہ اہلحدیث ہندوستان وہابی نہیں اور نجدی وہابیوں سے انکا کوئی تعلق خاص نہیں۔ اسی غرض سے یہ کتاب تالیف ہوئی ہے۔ اور اسی معنے کر اہلحدیث ہندوستان کی جنکو اونکے دشمن وہابی کہتے ہیں تائید ہمیں ہوئی ہے جسکو یاروں نے وہابیوں کی تائید ٹھیرایا۔ اور اس سے نواب صاحب کا مذہب وہابی سے عشق استنباط

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

ہندوستان کے حدیث پر عمل کرنے والے وہابی نہین

(لایق توجہ گورنمنٹ واعیان مذہب)

نمبر (۱)

منجملہ اُن الفاظ غیر مہذبانہ کے (جو بحث وتکرار مین ناانصاف عجاولین ایک دوسرے کو کہدیتے ہین جن سے بضمن نمبر ۲ جلد ۴ مضمون (مناظرات مذہبی) مین ہم بدلایل روک چکے ہین - ایک لفظ وہابی ہے جو قرآن وحدیث پر عمل کرنیوالون کو اُنکے مخالف کہدیتے ہین اور درحقیقت وہ اس لفظ کے مصداق اور وہابی نہین ہین -

انکو وہابی کہنا ایسا ہے جیسا انکا اپنے مخالفین کو بدعتی اور مشرک کہنا - اور بعض اہل سنت کا شیعہ کو رافضی کہنا - اور بعض اہل تشیع کا سنیون کو ناصبی یا خارجی کہنا ہے مگر حقیقت وانصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو یہہ سبھی الفاظ والقاب غالبًا بیمحل استعمال کیے جاتے ہین - نہ اہل سنت بدعتی یا خارجی ہین - نہ اہل تشیع رافضی - نہ اہل حدیث ہندوستان کے وہابی -

بطور سب وشتم یا بطور حکم وافتاء کسیکو کافر یا مشرک یا بدعتی بیدین کہدینا دوسرا امر ہے (جسکا بیان حکم اس مقام مین ہمارا مقصود نہین ہے اس بیان کے لیے ایک اور مضمون بعنوان (کفر وکافر) عنقریب شایع ہونیوالا ہے) مگر کسیکا کوئی مذہبی لقب مقرر کرنا اور اسکو اس نام سے مخاطب کرنا تب ہی مناسب وزیبا ہے جبکہ وہ اس لقب کو اپنے لیے پسند کرے اور اس نام سے اپنے اہل مذہب کو پکارتا ہو اور جو کوئی کسی لقب ونام کو اپنے لیے پسند نکرے اور اُس سے تبری وتحاشی ظاہر کرے اسکو اس نام سے پکارنا اور وہ اُسکا مذہبی لقب مقرر کرنا مناسب نہین ہے - اور نہ وہ اُسکا مذہبی لقب ہو سکتا ہے -

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

سے دیکھیں کہ یہہ لوگ کس شہرت و اعلان کے ساتہہ وہابی ہونے (کیا از رو مذہب اور کیا از روی فرائض ملک و سلطنت) انکاری ہین اور انکو محمد بن عبدالوہاب (جسکی طرف وہ ناحق منسوب کئے جاتے ہین) اور انکی دو خصلتون سے (جنمین وہ عام مسلمانون کے خیالات اور اصول سلطنت کا مخالف ہے) کیسی نفرت ہے اور انکو اسکی طرف منسوب ہونے سے کیسی عار ہے۔ با این ہمہ ان لوگون کو وہابی کہنا یا اسکو جائز رکہنا انصاف (جو مذہب و سلطنت کا اصل اصول ہے) کیونکر ہوسکتا ہے۔

گورنمنٹ تو نہین کہہ سکتی کیونکہ اسکو کسیکے مذہب سے بحث نہین مگر شاید اہل مذہب کہین کہ اہل حدیث ہندوستان کو محمد بن عبدالوہاب سے (ان دو خصلتون مین نہ سہی) اور بعضی مذہبی باتون مین تو مشابہت و مشارکت ہے (جیسے جہر آمین یا رفع یدین کرنا قبرون کو نہ پوجنا۔ مردون سے مدد نہ چاہنا و علی ہذا القیاس) اسلئے انکو مذہب کے رو سے وہابی کہنا جائز ہے۔

اسکا جواب بہی نواب صاحب ممدوح نے بخوبی دیدیا ہے جسکا حاصل مع التشریح و التمثیل یہہ ہے کہ جن باتون مین اہلحدیث ہند کو محمد بن عبدالوہاب سے مشارکت و مشابہت ہے بعینہ انہی باتون مین اور اہل مذہب کو بہی اوس سے مشارکت حاصل ہے (دیکہو رفع یدین و آمین بالجہر شافعی وغیرہ تمام بلاد عرب (مکہ مدینہ وغیرہا) اور بعض بلاد ہند (بمبئی کلکتہ وغیرہ) مین کرتے ہین اور قبرون کے پوجنے اور مردون سے مدد مانگنے سے تمام اہل مذہب حنفی شافعی جو ٹہیک مذہب پر ہین منع کیتے ہین اور خود ان مذاہب کے بانی اور حامی ان باتون سے منع کر گئے ہین چنانچہ کتب متداولہ اہل مذہب (درمختار رد المحتار و عالمگیری وغیرہ) اسپر گواہ ہین اور سوائے ان باتون کے اور باتون مین تو ہر ایک مذہب (شیعہ سنی۔ خارجی۔ ہنود۔ یہود۔ عیسائی) کو محمد بن عبدالوہاب سے کسی نہ کسی بات مین مشارکت و مشابہت حاصل ہے۔ خدا کو ماننے اور رسول (جسکو کوئی رسول سمجہے)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

وھابی ۲۷۴ نمبر ۹ جلد ۲

برحق جاننے مین یہہ سبھی انسے مشارکت رکھتے ہین اور خاص کر آنحضرت کو رسول ماننے مین خاص کر اسلامی سب فرقے انسے مشارکت و مشابہت رکھتے ہین پہر چاہیے کہ اس مشارکت و مشابہت کے لحاظ سے سبہ ہندو عیسائی یہود شیعہ سنی خارجی وغیرہ لوگون کو وہابی کہا جاوے اور اگر ان سب فرقون کو اس مشارکت جزئی کے سبب و لحاظ سے وہابی کہنا جائز نہین ہے تو پہر ان مظلوم بیچارے اہلحدیث کو اس مشارکت جزئی کے سبب کیون وہابی کہنا جائز سمجھا جاتا ہے باوجودیکہ وہ وہابی ہونے سے ایسے انکاری ہین جیسے مسلمان عیسائی یا ہندو ہونے سے اور سنی شیعہ یا خارجی ہونے سے انکاری ہین۔

اسباب مین ہمکو کئی اور وجہ سے بہی بحث کرنی مدنظر ہے از انجملہ ایک یہہ کہ جو کچہہ ہمنے لکھا ہے صرف ہماری یا نواب صاحب بہوپال کی رائے ہی یا یہہ عام قوم اہلحدیث کا دعویٰ ہے۔ دوم یہہ کہ اہلحدیث کا چال چلن کیا کہتا ہے۔ سوم یہہ کہ سرحدی اقوام کو جو اکثر گورنمنٹ کی بغاوت مین سر اٹھاتی ہین اور وہ عام نا واقفون مین وہابی کہلاتے ہین اہلحدیث ہند سے کیا مناسبت یا تعلق ہے۔ اسی قسم کی اور وجوہات ہین ان سب وجوہات سے ہم آیندہ نمبرون مین وقتاً فوقتاً بحث کرینگے۔ اسی نظر سے ہم نے اس مضمون کو (جو لکہہ چکے مین نمبر (۱) سے تعبیر کیا ہے پس ناظرین عموماً و ہماری سلطنت انڈیا گورنمنٹ خصوصاً انصاف و توجہ کی نگاہ اسطرف رکھین۔

ہرچند آنریبل سید صاحب بہادر نے ان وجوہات سے بعض وجوہ مین ایسی تفصیل بحث اپنے رسالہ مین کی ہے کہ اس مین ہماری بحث کی حاجت باقی نہین رہنے دی۔ مگر بعض وجوہات کی بحث ان سے فروگذاشت ہوئی ہے اسلئے ہم کو ان وجوہات سے بحث کرنی پڑی اور جن وجوہات سے انہون نے بحث کی ہے ان مین بحث جدید نہ ہوگی انہین کی تحقیق نقل کیجائیگی۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

اہل حدیث کو وہابی کہنے پر اعتراض

(گورنمنٹ اور خواص ملک توجہ کرین)

ایک لفظ گو اچھے معنے بھی رکھتا ہو مگر جب وہ عام محاورہ مین بُرے معنی مین مستعمل ہو چکا ہو تو اسکا استعمال کسیکے حق مین (خصوصًا انکے جو اسکو بُرا سمجھین) جائز نہین ہے۔ اور اس استعمال سے (گو عام لوگونکو روکنا مشکل ہے بلکہ وہ اور بھی انکے ضد وکد اور روکنے والے کی چڑ کا باعث ہو جاتا ہے) مگر خواص (اہل تہذیب و مدعیان انصاف) کو جو جائز و ناجائز کے پابند ہون اسکے استعمال سے روکنے کا ہر ایک کو حق ہے

اسکی مثالین عربی فارسی انگریزی ہندی وغیرہ زبانون کے بہت ذومعانی الفاظ مین جنکے اچھے معنی بھی ہو سکتے ہین۔ پر وہ زیادہ تر برے معنے مین مستعمل ہونیکے سبب کسیکی حقمین (خصوصًا انکے جو انکو برا سمجھین) بولنے جائز نہین سمجھے جاتے جیسے عربی مین لفظ کافر ہے جو اپنے اصلی اور پرانے استعمال کی رو سے بری چیز سے انکار کرنے کے معنے بھی رکھتا ہے جو اچھے معنے ہین اور اس معنی کی نظر سے قرآن مجید مین مومنون پر جو طاغوت

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ (بقرہ ۲۴۲) کفرنا بکم الآیتہ (ممتحنہ ۱۶)	اور ادیان باطلہ سے منکر ہین اس لفظ کا اطلاق پایا گیا ہے مگر

چونکہ پچھلے زمانون مین یہہ لفظ حق سے انکار کرنے کے معنے مین جو امر بد ہے زیادہ مستعمل ہو گیا ہے۔ لہذا اب اسکا استعمال کسی خاص شخص کی نسبت جائز نہین سمجھا جاتا۔ ایسا ہی لفظ رافضی بحق اہل تشیع ہے اور لفظ خارجی بحق اہل سنت۔

ایسا ہی ہندی محاورہ مین لفظ حلال خور ہے جسکے اصلی معنے حلال کہانیوالے کے ہین

❋ ان آیات و ان معنی کفر کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۴ مین بعنوان مضمون "فرا کافر" چھپ چکی ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

(جنمیں کوئی برائی نہیں) مگر چونکہ اس کا استعمال برطبق عکس ہنہند نام زنگی کا فور ایجرام خور قوم (چوہڑوں) اُکے حق میں ہو گیا ہے۔ لہٰذا اسکا اطلاق کسی ہندو یا مسلمان پر جائز نہیں سمجھا جاتا

ایسے ہی فارسی میں الفاظ "ثالث بالخیر۔ کریم الطرفین۔ وغیرہ وغیرہ"۔ جنکی تشریح کی حاجت نہیں اور بعض کی تشریح سے تہذیب مانع ہے

انہی الفاظ میں سے لفظ وہابی ہے جو اہل حدیث ہندوستان کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے اس لفظ کے اگرچہ اچھے معنے بھی ہو سکتے ہیں یعنے وہاب والہ یا بندہ خدا جو اسکی لغوی معنی ہیں مگر دو معنی اسکے برے بھی ہیں جنمیں وہ اب عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔

انہیں سے ایک معنی کو تو مذہبی محاورہ میں برا سمجھا جاتا ہے دوسری معنے کو پولیٹیکل اصطلاح میں مذہبی محاورہ میں اسکے معنی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو کے سمجھے جاتے ہیں جسکو اکثر مسلمانان ہند و عرب و روم و مصر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور اسکے عقائد و اعمال یہہ بیان کرتے ہیں کہ وہ معجزات انبیا و کرامات اولیا کا منکر تھا۔ اور تمام مسلمانوں کا (جو اسکی اعتقاد سے مخالف تھے) قائل بکفر۔

پولیٹیکل محاورہ میں اسکے معنے باغی و بدخواہ سلطنت کے لیے جاتے ہیں۔ جسکی مناسبت پہلے معنے مذہبی سے یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ محمد بن عبد الوہاب ایسا ہی تھا سلطنت روم کا وہ باغی رہا اور بار بار اس سے لڑا اور مکہ معظمہ پر متغلب ہو گیا جسکو آخر محمد علی پاشا مصر نے مغلوب کیا۔

اور چونکہ اہلحدیث ہند میں یہہ دونوں بری معنے پائے نہیں جاتے نہ وہ معجزات و کرامات کے منکر ہیں نہ کسی اہل قبلہ کے (جو انکا اعتقاد میں مخالف ہو) مکفر ہیں۔ اور نہ کسی گورنمنٹ کے جسکی ظل حمایت میں رہیں (مخالف مذہب و غیر مسلم کیوں نہو) وہ باغی ہیں۔ اور کم سے کم یہہ کہ وہ دونوں معنے سے اپنی برات و انکار ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا انکے حق میں وہ اس

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

لفظ کی استعمال جائز نہیں جانتے ۔ اور اسکو لائبل لفظ خیال کرتے ہین ۔ جیسا کہ سؤر لفظ کا ذکر یا مسلمان لفظ حلال خور کو ۔ اور اپنی مہربان گورنمنٹ اور خواص ملک سے وہ اصرار کے ساتھہ یہہ درخواست کرتے ہین ۔ کہ وہ اس لفظ سے اس گروہ کو مخاطب نکیا کرین ۔ خصوصیت کے ساتھہ اُن کو مخاطب کرنا ہو تو لفظ اہل حدیث جو انکا پرانا خطاب ہے ۔ چنانچہ مضمون اہل حدیث قدیم ہین یا جدید ہیں جو اسی مضمون کے بعد درج رسالہ ہے مخاطب کیا کرین ۔

ہر چند ۔ ہمارے مہربان گورنمنٹ (جسکو گروہ اہل حدیث سے بدظنی نہین ہے اور وہ اس گروہ کو بھی ایسا ہی خیر خواہ و مطیع سلطنت سمجھتی ہے جیسا کہ اور مسلمانون کو) یہہ لفظ اس گروہ کی نسبت ان معنے کے ارادہ سے استعمال نہین کرتی ۔ صرف اس فرقہ کے اس نام سے مشہور ہونے کے سبب یہہ لفظ انکے حق مین بولتی ہے (چنانچہ گورنمنٹ پنجاب نے اپنے* مہر کا مجریہ ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۶ء مین اور گورنمنٹ ممالک مغربیہ وشمال واودھ نے اپنے یادداشت* نمبری ۹ ـ ۲ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۸۷۶ء مین اس امر کا اظہار کیا ہے) اور اسی طور پر بعض خواص ملک بھی (جنکو گروہ اہل حدیث سے کوئی ذہنی وغیرہ عناد نہین ہے) صرف شہرت عام کی نظر سے اس لفظ کو ان کے حق مین استعمال کرتے ہین ۔ ولیکن چونکہ یہ لفظ ایک مدت سے بُرے معنے مین مشہور ہو چکا ہے اور جہاں کہین گورنمنٹ کی تحریرات و احکام مین اس گروہ کے مخالفین بھی اس گروہ کی نسبت یہہ لفظ مستعمل دیکھتے ہین ۔ وہان اس لفظ کے یہی معنی وہ لوگ قرار دیتے ہین (گو گورنمنٹ کے ارادہ مین وہ معنی نہون) اور ان ہی لوگون کی تقلید و پیروی بعض افسران گورنمنٹ (جو گورنمنٹ کی اصول و پالسی کا لحاظ نہین کرتے) اختیار کرکے اس فرقہ کو اس لفظ سے یاد کرتے اور حقارت سے دیکھتے ہین ۔ لہذا یہہ فرقہ گورنمنٹ کا دلی خیر

* یہہ تحریرات بعینہا سے ترجمہ خاتمہ مضمون مین منقول ہین ۔

عکسی حوالہ از صفحہ نمبر 228 تا 237

یا مذہبی بہائیوں کی شکایت آپ نہیں کرتے کو ان لوگوں کو یہہ لحاظ نہیں ہے

(تائید امر دوم)

یہ امر عموماً مشہور ہے کہ اس لفظ کو کوئی اہلحدیث اپنی نسبت بولنا پسند نہیں کرتا - اور عند الاستفسار کوئی وہابی نہیں کہلاتا - اس دعوی پر ایک بڑی روشن دلیل یہہ ہے کہ مردم شماری کے وقت اس گروہ کے کسی بڑے معتبر آدمی نے اپنے آپ کو وہابی نہیں لکھایا باوجودیکہ اس گروہ کی تعداد ملک ہندوستان میں لاکہہ سے بڑہکر تہی - بعض ان پڑہ لوگوں نے اپنے آپ کو وہابی لکھایا ہے تو یہہ اُن کی ناواقفی کا نتیجہ ہے وہ لوگ عوام ہیں لفظ وہابی کے کسی معنے اچہے یا برے سے واقف نہیں جو لفظ اوگوں سے اپنے حق میں سنا وہی لکہا دیا - ان لوگوں کا مذہبی امور میں کچہہ اعتبار نہیں -

آنرابیل سید احمد خان سی ایس آئی نے جو ڈاکٹر ہنٹر کے مقابلہ میں لفظ وہابی کو تسلیم کرلیا ہے تو وہ بہی بطور فرض و تنزل تسلیم کیا ہے ورنہ وہ بہی خوب جانتے ہیں کہ اس گروہ کا اصلی نام اہلحدیث ہے - اسی رسالہ میں چہہ سات دفعہ وہ خود انکا یہی نام لکہہ چکے ہیں - چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۴ میں بعنوان مضمون ہندوستان کے اہلحدیث وہابی نہیں ہیں - اصل کلام آنرابیل صاحب منقول ہوچکا ہے -

اسی تسلیم و تنزل پر کسی شخص گروہ اہلحدیث کا کلام مبنی ہے جس نے نظم میں یہہ کہا ہے ع وہابی کا معنے ہے رحمان والا کچہہ اور ہی سمجہتا ہے شیطان الا - ورنہ حقیقت میں اسکو بہی اپنے وہابی ہونیکا اقبال نہ تہا -

دوسری دلیل اہلحدیث کے اس لفظ وہابی کو پسند نہ کرنے کی یہہ ہے کہ ۶ ۱۸ء میں جو درخواست متضمن تغیر خطاب گورنمنٹ میں سوا شخاص اہلحدیث کیطرف سے گورنمنٹ پنجاب میں پیش ہوئی تہی جسکے جواب میں وہ سرکلر مورخہ ۲۹ - اکتوبر ۱۸۷۶ء جاری

* اسپر دلیل یہہ ہے کہ وہابی فرقہ کو خود حقیقت [illegible]

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 238 تا 240

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل حدیث

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی

جلد ۱۵ نمبر ۳۹

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام و سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیث کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیے۔

(۲) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج اور نا پسند مضامین اگر ٹکٹ آئیں گے واپس ہوں گے

(۳) ہر قسم کی خط و کتابت بنام ایڈیٹر ہونی چاہیے

(۴) بیرنگ خطوط اور پارسل واپس ہوں گے۔

(۵) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ

روسا و جاگیرداران سے

عام خریداران سے

ششماہی

مولوی غیر مستطیع سالانہ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے

جملہ

خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہو۔

امرتسر مطبوعہ ۲۴ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۱۸ء یوم جمعہ مبارک

فہرست مضامین

ہندوستان کے دو ہیرو*

سوامی دیانند سرستی اور مرزا صاحب قادیانی

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

ہندوستانیوں کی قسمت کا ستارہ عرصہ سے غروب رہا۔ اس لئے ان کو مصلح ملتے ہیں۔ تو ان کی اصلاح کا نقشہ بھی وہی ہوتا ہے۔ جو مندرجہ عنوان شعر میں بتایا گیا ہے۔ کہ بد قسمتوں کو خضر جیسا رہبر بھی آب حیات سے محروم واپس لاتا ہے۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ بجائے آب حیات پلانے کے دریائے ظلمات میں پھنسا دیتا ہے۔ آج کل احمدی (مرزائی) اور آرین اخبارات میں یہ بحث چل رہی ہے۔ جسکے محرک آریہ اخبار ہیں کہ مرزا صاحب کی کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" سرکاری طور پر بند کیجائے۔ کیونکہ اس میں آریوں کے بزرگوں کو برا کہا گیا ہے۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام کو توہین سے لیکھو لکھا ہے وغیرہ۔

اس کے جواب میں احمدی اخبارات اپنا جواب دیتے ہوئے مدعی ہیں۔ کہ سوامی دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش ضبط ہونی چاہیے۔ جس میں تمام مذاہب کے عموماً اور مسلمانوں کے خصوصاً بزرگوں اور کتابوں کو برا کہا ہوا ہے۔"

ہم بذات خود اصولاً اس بات کے مخالف ہیں کہ کسی کتاب کی ضبطی پر گورنمنٹ کو توجہ دلادیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کے وسائل معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ اور اسکی حسبت کو بھی ہم نہیں پہنچ سکتے معلاوہ اسکے ان دونوں مذہبوں (مرزائی اور آریہ) کی کتابیں ضبط ہونے میں ہمارے ذاتی اور مذہبی نقصان بھی ثابت ہیں ذاتی تو یہ کہ ہم نے بہت سی قیمت خرچ کرکے ان دونوں مذہبوں (مرزائی اور آریہ) کی کتابیں خریدی ہوئی ہیں اسکے ضبط ہونے کی صورت میں ہماری رقم ضایع ہوگی۔ مذہبی

* ہیرو سے مراد لیڈر

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 240,241

یہہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شایع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام و سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی حمایت کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیے۔ یا بذریعہ ویلو

(۲) مضامین مرسلہ بشرط پسند درج ہوں گے۔ مضامین مصولہ الٹ آنیز واپس ہونگے جن مضامین کو نوٹ کیا جائیگا ...

(۳) بے رنگ خطوط اور مراسلات واپس ہونگی۔

(۴) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلحدیث

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتی

جلد ۱۵ نمبر ۴۱

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ عہ
رؤسا و جاگیرداران سے ...
عام خریداران سے ... للعہ
ششماہی ... عہ
ممالک غیر سے سالانہ ...

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہونا چاہیے

جملہ

خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل مالک و اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہو۔

امرتسر مطبوعہ ۸ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۶ اگست سنہ ۱۹۱۸ء یوم جمعہ مبارک

فہرست مضامین

نظربندوں کی حالتِ زار

قابلِ توجہ گورنمنٹ

حکومت اپنی مصلحت سے کام کرتی ہے۔ لیکن آخر انسانی حکومت ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی کام کسی مصلحت سے کرے مگر نتیجہ کے لحاظ سے وہ قانون اور کام دونوں بیکار ہوں۔ اس لئے گورنمنٹ نے ازراہ کمال دوراندیشی رعیت اور خصوصاً اخبارات کو اجازت دی ہوئی ہے کہ ایسی انسانی غلطیوں پر ادب سے اطلاع دی جائے لہذا آج ہم بھی ایک ایسے واقعہ کی نسبت کچھ عرض کرتے ہیں۔ جسکی بابت حکومت کو بہت جلد توجہ کرنی ضرورت ہے۔

مارچ ۱۹۱۸ء میں اہلحدیث وفد جو گورنمنٹ ہوس میں گیا تھا اوس نے تقسیم کار کے لحاظ سے حالات موجودہ کی بابت عرض کرنے کا کام خاکسار کے سپرد کیا تھا چنانچہ بہت سی باتوں کے علاوہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ڈیفنس انڈیا ایکٹ (جدید قانون تحفظ ہند) سے ہمکو اتفاق ہے۔ مگر جس طریق سے اوس پر عمل ہوتا ہے۔ اوس کے نتیجہ کے لحاظ سے وہ ایکٹ مفید ہونے کی بجائے مضر ہو جاتا ہے۔ پھر اسکی تفصیل میں یہ کہا تھا۔ کہ علماء اسلام کی گرفتاریاں جو آجکل ہو رہی ہیں۔ بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتی ہیں۔ کیوں! اسلئے کہ علماء کے اتباع (فالوورز) اون کے حال سے واقف ہوتے ہیں۔ اسلئے اون کے دلوں میں انکی گرفتاری پر گورنمنٹ کیطرف سے بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب وہ اپنی بے گناہی اور گورنمنٹ کے انصاف سے معمولی تفتیش ہی میں چھوٹ جاتے ہیں تو اون کے اتباع کی بدظنی اور مضبوط ہو جاتی ہے یہ حالات بتا کر عرض کیا تھا کہ اس لئے مناسب ہے کہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 240,241

مولینا بٹالوی

(۲)

باز گو از نجد و از یاران نجد

گذشتہ نمبر میں ہم نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت ایک نوٹ لکھا تھا۔ کہ ان حضرت نے ہم پر سو جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔ جکو ہم الزام نہیں بلکہ افترا کہتے ہیں۔

مسائل میں اختلاف تو اور چیز ہے۔ اس میں ایک کا دوسرے کو غلطی پر یا گمراہی پر کہنا بلکہ کافر مشرک بھی کہنا ایسی بڑی بات نہیں۔ مگر جھوٹا کہنا یہ بہت بڑا الزام ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے حق میں جو اس کوشش میں ہو کہ دنیا سے جھوٹ اٹھ جائے۔ جو بڑے بڑے جلسوں میں حاضرین سے حلفیہ وعدے لے کر ہم جھوٹ نہیں بولینگے جسکا اصول یہ ہو۔ کہ جھوٹا آدمی مشرک اور کافر سے بھی اخلاقی حیثیت سے بدتر ہے۔ اس لئے گذشتہ نمبر میں ہم نے مولوی صاحب بٹالوی کو اسکے فیصلہ کے لئے چلینج دیا تھا۔ کہ وہ کسی بھلے آدمی کو منصف مان کر فیصلہ کریں کہ آپکے الزامات جو مجھ پر وہ لگاتے ہیں۔ واقعی ہیں یا ان الزامات میں آپ ہی دروغگوئی عادی ہوتی ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ گو میں گناہ گار۔ بدکردار ہوں لیکن جو الزامات آپ (مولوی صاحب بٹالوی) نے مجھ پر لگائے ہیں۔ میں ان سے بری ہوں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔

۳۰ اگست کو میں بٹالہ میں بغرض مباحثہ آریوں کے گیا۔ تو صبح کو اسٹیشن کیطرف آتا ہوا سواری سے اتر کر آپکی مسجد میں گیا۔ اس وقت پانچ بجکر بیس منٹ اوپر تھے۔ جو پنجاب میں صبح صادق سے ایک گھنٹہ بعد کا وقت ہے۔ مسجد میں دیکھا۔ تو مولوی صاحب خیریت سے سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ اور مسجد کا خادم بھی بیٹھا ہے۔ آواز سلام سنکر سمجھ گئے کہ یہ آواز نا موافق ہے۔ فوراً فرضوں کی نیت باندھ لی۔ میں نے سمجھا کہ اب یہ صورت بھی لمبی پڑ جائیگی۔ ادہر گاڑی کا وقت قریب تھا۔ آخر میں باواز بلند کہکر چلا آیا کہ میرے ساتھ بذریعہ منصف کے فیصلہ کرلیں۔ اور قیامت پر نہ چھوڑیں۔

اس مضمون کے لکھنے تک بٹالوی صاحب کی طرف سے تقرر منصف کی منظوری نہیں آئی اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنی سود مزاجی کیوجہ سے شاید ادہر نہ آسکیں۔ لیکن میں انکی کبر سنی پر رحم کر کے ایک مرتبہ اور اون کو موقع دیتا ہوں۔ کہ وہ اوس دن کی بکر سے ڈریں جسکی بابت ارشاد ہے۔

یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا

اللہ سے ڈر کر اپنے الزامات کا فیصلہ کرلیں ایسا نہ ہو کہ درصورت غلط ہونے کے (جیسا کہ مجھکو یقین ہے) آپ ہی خدا کے ہاں اور پبلک کے سامنے جھوٹے ثابت ہوں۔

ہم چاہتے تھے کہ حضرت بٹالوی میدان میں آویں اور منصفوں کے سامنے فیصلہ کرائیں اس لئے ہم اون غلط الزامات کو ذکر کر کے جواب نہ دیتے۔ مگر ان الزامات میں ایک الزام کو آپنے پولٹیکل صورت میں بڑی رنگ آمیزی سے بیان کر کے شاید یقین کرلیا کہ بس گورنمنٹ اڈیٹر اہلحدیث کو میرے کہنے پر پھانسی دیدیگی۔ اسکے علاوہ اس الزام کو ایسا زبردست سمجھا ہے کہ اوسکی بابت لکھا ہے۔ اگر تم اس الزام کا جواب دیدو۔ تو سب الزاموں سے بری سمجھے جاؤگے اس لئے ہم اوس پولٹیکل الزام کا جواب بغیر تقرر منصف کے دیے دیتے ہیں۔ اور فیصلہ منصف ہی پر چھوڑتے ہیں۔ وہ الزام یہ ہے کہ بٹالوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ مارچ ۱۹۰ء میں جب وفد اہلحدیث گورنمنٹ ہاؤس میں گیا تھا۔ تو تم (اڈیٹر اہلحدیث) نے سیکرٹری گورنمنٹ کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ وہ جھوٹ یہ ہے کہ تم نے کہا تھا۔

"اہلحدیث کو وہابی کہنا اون کے مخالفین مذہب سے مولوی نذیر حسین صاحب سے شروع کیا گیا ہے"

اصل الفاظ تو مجھے یاد نہیں لیکن میں ان الفاظ کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ واقعی میں نے کہے ہونگے مگر ان کا مطلب کیا ہے؟ کبر سنی مانع فہم نہ ہو۔ تو سمجھیں انکا مطلب یہ ہے کہ اہلحدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں حضرت میاں صاحب (مولوی نذیر حسین صاحب) سے ظاہر ہوا ہے اس لئے غیر مقلد اہلحدیثوں پر وہابی کا الزام حضرت میاں صاحب سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے مگر اسکا مطلب یہ نہیں کہ حضرت موصوف سے پہلے کسی شخص کو بھی وہابی نہ کہا گیا تھا جیسا کہ آپ سمجھکر مرزا صاحب قادیانی کیطرح یعنی گفتگو کا مطلب بگاڑنے کو کہتے ہیں۔

"یعنی سب سے پہلے ان ہی (حضرت میاں صاحب) کو وہابی کہا گیا ہے"

اناللہ! کبر سنی پر حسن ظن نہ ہوتا تو میں آپ کے جواب میں یہ شعر پڑھتا ؎

الٰہی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

اجی حضرت! میاں صاحب سے پہلے جن جن علماء (مولوی اسمٰعیل شہید یا مولوی خرم علی مرحوم وغیرہ) کو وہابی کہا گیا۔ وہ اون کے مسایل توحید کی وجہ سے کہا گیا تھا۔ جیسا کہ دیو بندی خیال کے حنفیوں کو بھی اون کے مخالف وہابی کہتے ہیں لیکن میرے بیان کا مطلب یہ نہیں تھا۔ کہ دنیا میں سب سے پہلے یہ لفظ حضرت میاں صاحب پر بولا گیا۔ جو آپ سمجھے ہیں بلکہ یہ مطلب تھا کہ اہلحدیث (غیر مقلدین) پر یہ لفظ حضرت میاں صاحب سے شروع ہوا۔ کیونکہ حضرت موصوف سے پہلے اہلحدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں نہ تھا۔ جن لوگوں کو اون سے پہلے لوگ وہابی کہا کرتے تھے۔ وہ مسایل توحید یہ کیوجہ سے کہتے تھے نہ مسائل ترک تقلید وغیرہ کیوجہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 240,241

ہے کیونکہ اونہوں نے ان مسائیل کو چھیڑا ہی تھا۔

ناظرین! ان بڑے میاں کی خفگی سنکر حیران ہونگے۔ کہ کیسں جوش میں اپنے نادرسا فہم پر خفا ہوکر اپنے خیال میں شیخ چلی مرحوم کی گدی پر بیٹھے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ غور سے سُنئے۔ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"اس مدح ثنائی کا ایک پولیٹیکل نتیجہ یہ ہونا اور سمجھا چاہیئے۔ کہ میں آیندہ مولوی ثناء اللہ اور اس کے ہمخیال ممبران کا فرض اہلحدیث کا اور ممبران مُردہ انجمن اہلحدیث لاہور یا دیگر انجمنہائے اہلحدیث کا جو ثناء اللہ کو اپنی انجمنوں میں بلاویں۔ یا اسکا وعظ سنیں۔ یا اسکا لیکچر کہلاویں۔ کبھی ریپریزنٹ نہ کرونگا۔ اور انکا ایڈوکیٹ (وکیل) نہ کہلاؤنگا۔ اگر وہ اس کا یہ کذب خبر صدم اور اس سے پہلے شائع ہوئے اکاذیب کا اس سے سرزد ہونا اور ان اکاذیب سے اسکا تائب نہ ہونا جان کر اس سے یہ تعلق باقی رکھیں۔ (اور اسکو اپنی مجالس اور انجمنوں سے علیحدہ نہ کریں) جس شخص سے ایک گورنری دربار میں جھوٹ بولنے سے دریغ نہ ہوسکا دعوی لائلٹی (Loyalty) (سرکار کی وفاداری) کب سچا اور جھوٹ سے خالی ہوسکتا ہے۔ اور ایسے شخص کے ساتھیوں اور مصاحبوں کے دین وایمان اور عقل کا کیا اعتبار ہے؟" (صفحہ ۳۲۶)

کیا واقعی ان حضرت نے شیخ چلی مرحوم کی قائم مقامی کا حق ادا نہیں کیا؟ بھلا ان سے کوئی پوچھے۔ کہ آپکو کس نے اپنا قائم مقام بنا کر ہمیشہ کے لئے عقد نکاح کر دیا ہے۔ کہ آپ ہمارے سیاہ وسفید کرنے کے مختار ہیں۔ **سُنئے حضرت!** میں اپنے احباب اور اپنے ناظرین اور دیگر اہلحدیث افراد کیطرف سے آپکو مطلع کرتا ہوں۔ کہ آیندہ کو آپ ہماری قائم مقامی اور وکالت کی تکلیف نہ کریں۔ بلکہ یہ بھی عرض کئے دیتے ہیں کہ آپکو جماعت اہلحدیث نے کبھی بھی اپنا قائم مقام[1] نہیں بنایا تھا۔

شاید آپ کے دل میں ساری عمر کی خدمت کا نقشہ پھر سمایا ہوا ہے۔ مگر گو وہ اہلحدیث سے جو گورنمنٹ کو درخواست دی تھی۔ کہ ہمارا نام اہلحدیث ہے۔ ہمکو وہابی نہ لکھا جائے وہ درخواست آپکی معرفت سرکار میں گئی تھی۔ بس اسکا نام آپ نے ہمیشہ کی قائم مقامی سمجھ لیا۔ حالانکہ قاعدہ منطق اور شرعی بلکہ قانونی کے مطابق

قضیہ عین کا عموم کہاں

وہ ایک خاص واقعہ تھا۔ نہ کہ ہمیشہ کا عقد نکاح۔ بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ اوس میں بھی آپ قائم مقام نہ تھے۔ بلکہ ایلچی تھے۔ بھلا اگر قائم مقام ہوتے تو صرف آپکے دستخط کیوں کافی نہ ہوتے۔ اور اعیان اہلحدیث کے دستخطوں کی کیا ضرورت ہوتی۔

مولوی صاحب کی آخری کوشش

حضرت بٹالوی صاحب خاکسار کی نسبت اتنا کچھ ادہار کھائے ہوئے ہیں۔ کہ اپنے خیال میں کوئی دقیقہ نقصان رسانی کا نہیں جانے دیتے۔ بلکہ پوری کوشش کرکے

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ

کا نقشہ دکھا رہے ہیں گو جواب بھی اونکو ملتا رہتا ہے

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ

تاہم وہ اپنی دُھن کے پکے ہیں۔ چنانچہ اس الزام کی بابت لکھتے ہیں۔ کہ "ہمنے تمہارا کذب بذریعہ تحریر ظاہر کردیا ہے اور یہ تحریر افسر مذکور کی خدمت میں بھیجی جائیگی۔"

اس پر ایک نوٹ بھی لکھا ہے جو یہ ہے :۔

"۲۸۔ اپریل کو عند الملاقات زبانی بھی کہا گیا اور لکھوا لیا۔"

یہ ہے بڑے میاں کی کوشش اہلحدیث برادران کے حق میں۔ ایسے نازک زمانہ میں جسکی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی۔ آہ حالی مرحوم نے کیا سچ کہا ہے

جبتک کہ نہ ہو دشمن اخوان یکتا
مومن کا نہیں ہوتا ہے ایمان یکتا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے
سُنتے ہیں کسی کو جب مسلمان یکتا

جھٹ جو سُنتے اہم کو قرآن مجید نے پہلے ہی تسلی دے رکھی ہے۔

لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا

باوجود اسقدر جور وظلم کے ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے تحریر بھی کی اور زبانی بھی گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر کو کہا۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ اپریل کا سن آپ نے نہیں لکھا۔ غالباً اپریل ۱۹۱۶ء ہے۔ جسے آج سوا سال ہوگیا ہے لیکن آپکا مظلوم برادر ہنوز زندہ سلامت ہے۔ مگر آپکی اس شکایت کی گورنمنٹ نے کیا قدر کی۔ آہ دیکھو معلوم نہیں پنجاب کے لاٹ صاحب آپکی نسبت کیا رائے رکھتے ہیں۔ سُنئے ہم آپکو بتلاتے ہیں۔ جو آپ نے خود ہی لکھی ہوئی ہے۔

جن دنوں آپکو شوق ہوا یا کسی مخفی غرض سے آپ نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ والنٹیر ہوکر میں بھی جنگ میں جاؤں۔ تو آپ خود لکھتے ہیں۔ کہ میں اخباری درخواست کے علاوہ لاٹ صاحب پنجاب سے زبانی عرض کیا کہ میں اگرچہ اسی سال کا ہوں تاہم والنٹیر بنکر جنگی خدمات کرنیکا خیال رکھتا ہوں۔ تو بقول آپ کے لاٹ صاحب نے جو کہا اوسکا مطلب آپکی پیری اور کبر سنی کا لحاظ تھا۔ چنانچہ بقول آپکے ہز آنر نے فرمایا۔ آپ اس عمر میں یہاں رہکر بھی خدمت کر سکتے ہیں (او کما قال) اس سے صاف سمجھا جاتا ہے۔ کہ عرصہ سے لاٹ صاحب آپکی نسبت کبر سنی کے لحاظ سے منوائے لگائے ہیں

پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است

پھر وہ آپکی باتوں کو باور کیوں کرنے لگے اور باور کرکے عمل کیوں کرتے۔

حضرت بٹالوی کا ایک بہت بڑا ظلم

ہمارے ناظرین مولانا عبد العزیز رحیم آبادی مرحوم کو جانتے ہیں۔ کہ آپ کیسے بے مثل بزرگ تھے۔ جنکی شکل دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا آہ آج اونکے تصور سے رونا آتا ہے۔

مُردہ دشمن کو بھی بُرے لفظوں میں یاد کرنا مذہب اور اخلاق میں منع ہے۔ لیکن حضرت بٹالوی نے مولانا رحیم آبادی کو بھی اس تحریر

[1] لہ قائم مقامی۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 242

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیث کی خصوصاً دینی اور دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہئے ہو بانہ ... دیلو۔

(۲) مضامین میں سلاست ... مفید ہو اور ... ناپسند مضامین مصنفوں کی ... واپس ہونگے جزو مراسلات سے نوٹ لیا جائیگا ... ہرگز واپس نہ ہونگے

(۳) بیرنگ خطوط اور ... ڈاک واپس ہونگی

(۴) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین ... کتاب اللہ و سنتی

اخبار اہلحدیث

اصل دین آمد کلام معظم داشتن ... پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

جلد ۱۵ نمبر ۴۴

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۔۔۔

روسا و جاگیرداران ۔۔۔ ۵

عام خریداران ۔۔۔ ۵

ششماہی ۔۔۔

ممالک غیر سے سالانہ ۸ شلنگ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوگا

جملہ

خط و کتابت و ترسیل زر بنام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل مالک و اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر پنجاب

امرتسر مطبوعہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء یوم جمعہ مبارک

فہرست مضامین

دیوبندی القاسم میں سوال و جواب

اور اسکی تنقید

مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ القاسم نکلتا ہے جس میں عموماً مضامین تاریخی ہوتے ہیں۔ اس دفعہ شوال کے پرچہ میں ایک سوال اور اسکا جواب عجیب رنگ میں نکلا ہے۔ ناظرین اہلحدیث کے خاص مذاق کا ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اون تک پہنچایا جائے۔ امید ہے ناظرین اس مضمون کو قدر کی نگاہ سے دیکھینگے۔ اور اوس کے بعد اسکی تنقید پر بھی کافی غور فرمائینگے۔

سوال حقیقت اور بطلان واقعی اعتبار معتبر پر مبنی نہیں ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے

ہوئے جب مذاہب اربعہ کی حقیت پر غور کرتا ہوں تو عقل نارسا اولاک حقیقت سے قاصر ہوجاتی ہے کیونکہ ان مذاہب میں باہم بعض ایسے مسائل نظر آتے ہیں جنہیں کم از کم نسبت تضاد کی پائی جاتی ہے اور یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ دو متضاد میں جمع نہیں ہوسکتیں بس ان مذاہب کو حق تسلیم کرنے پر واقع میں اجتماع اضداد حالت واحدہ میں لازم آتا ہے جسکا بطلان ظاہر ترین ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ کہ حقائق واقعیہ پر حیثیات زائدہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ بس ان کے حق ہونیکی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(القاسم صفحہ)

تشریح اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ جو بات واقع میں صحیح ہے۔ وہ ہر حال میں صحیح ہے۔ کوئی اسے صحیح مانے یا نہ مانے جن پیغمبروں کی تعلیم کو کفار نے نہیں مانا۔ وہ تعلیم واقع میں صحیح تھی۔ گو اسے کسی نے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 242

۹ ستمبر [illegible] ۵ اہل حدیث امرتسر

ہیں ذرکھنگر بہار جاب بھی اپنے اخبار میں جلد شائع فرادینگے" (عبد اللہ الدین ۔ الدین ؟ کمشن اکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد دکن)

اہل حدیث صفحات مذکورہ ہم نے دیکھ لئے ہیں ہم حسب منشاء آپکے جواب دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ اپنی اقرار کردہ انعامی رقم بہار جہ صاحب موصوف کے پاس امانت رکھوا کر ہم سے منصف مقرر کریں ۔ یہ ہماری درخواست کوئی ایسی نہیں جو آپ رد کریں ۔ کیونکہ مرزا صاحب کی تجویز کردہ ہے ۔ براہین احمدیہ جلد اول ملاحظہ ہو۔

اہلحدیث کو وہابی کہنا منع ہے

قابل توجہ گورنمنٹ

گورنمنٹ کے حکم سے ایک کمیٹی تحقیق بغاوت کے لئے قایم ہوئی تھی ۔ اوس نے اپنی رپورٹ شائع کردی ہے جسکا ایک اقتباس متعلق فرقہ اہلحدیث ہم اہلحدیث مورخہ ۲۰ اگست میں نقل کرچکے ہیں ۔ رپورٹ میں وہابی فرقہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔ اور اس کو شستیوں میں تربیت یافتہ یعنی معقول فرقہ لکھا ہے ۔ شائد اس لئے کہ یہ فرقہ کسی ایسی رسم رسوم کا پابند یا قائل نہیں جو اصل اسلام میں داخل نہ ہو ۔ اس کے متعلق ہم نے گذشتہ پرچہ میں ایک نوٹ لکھا تھا ۔ آج یہ نوٹ خاص اس غرض سے لکھا جاتا ہے کہ اس وہابی فرقہ کی کوئی تعریف نہیں کیگئی ۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ عبد الوہاب نجدی کے پیرو ہیں ۔ یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو عام لوگ اہلحدیث کے حق میں کہا کرتے ہیں ۔ اس لئے گورنمنٹ کی خدمت میں التماس ہے کہ فرقہ وہابی جو سرکاری رپورٹ میں لکھا گیا ہے اس سے مراد اگر فرقہ اہلحدیث ہے تو ہم گورنمنٹ کو اوس وعدہ کی یاد دہانی کراتے ہیں ۔ جو فرقہ اہلحدیث کی درخواست پر فرمایا تھا ۔ کہ آئندہ فرقہ اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی نہیں لکھا جاویگا ۔ بلکہ اہل حدیث لکھا جاویگا ۔ ملاحظہ ہو چٹھی گورنمنٹ ہند بنام گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۳ دسمبر [illegible] و نمبری ۱۷۵۸ ۔

سوانح اہلحدیث

(نمبر ۲)

گذشتہ نمبر میں ہم نے امرتسری علماء میں سے حضرت مولوی غلام العلی صاحب مرحوم کا ذکر سنایا تھا ۔ آج اون کے بعد اون کے شاگردوں میں سے سب سے بڑے شاگرد کا ذکر سناتے ہیں ۔

جناب مولوی ابو عبید احمد اللہ صاحب امرتسری

آپ ایک معزز کشمیری خاندان کے ممبر اور عمدہ ارکان تھے ۔ آپکی پیدائش کی تاریخ معلوم نہیں ۔ مگر یکم جمادی الاولی [illegible] مطابق ۱۴ ۔ فروری [illegible] کو قریبا پچاسی سال کی عمر میں آپکا انتقال ہوا ۔ آپ نے زیادہ حصہ تعلیم کا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم برادر کلاں مولوی غلام علی صاحب سے حاصل کیا تھا ۔ تھوڑا سا آخری ختم مولوی غلام العلی صاحب سے بھی پڑھا ۔ آپکو اتباع سنت کا بہت شوق تھا ۔ باوجودیکہ آپ وعظ میں صرف قرآن و حدیث سنایا کرتے تھے ۔ یہانتک کہ شعر بھی گو کیسا ہی صاف ہو ۔ آپ نہیں پڑھتے تھے ۔ محض سادہ بیان ہوتا تھا لیکن بڑا پُر تاثیر آپ خصوصیت طور پر بوقت درس تدریس علمی کتابوں صرف نحو منطق وغیرہ کا بھی دیا کرتے تھے ۔ ترجمہ قرآن شریف تو روزانہ کرایا کرتے تھے ۔ جس مسجد میں حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم مع خاندان کے رہتے تھے ۔ آپ اوسی مسجد میں عرصہ تک نماز جمعہ کے امام رہ چکے تھے ۔

آپکو بھی مخالفین خصوصاً خاندانی برادران سے سخت سخت تکلیفیں پہونچیں ۔ مگر آپ ان سب پر غالب آئے ۔

فتنہ امرتسر میں آپ خاکسار کے خلاف بہت حصہ لیتے رہے ۔ لیکن جب آرہ میں علماء منصف ہوئے تو آپنے بھی اون منصفوں کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا اقرار کیا ۔ اور بعد فیصلہ ہو جانے کے تسلیم کا اشتہار بھی دیا ۔ مگر پھر کسی خاص وجہ سے آپ کشیدہ ہو گئے ۔ آخر قریب انتقال کے جب یہ خاکسار عیادت کے لئے گیا ۔ تو حافظ عبد اللہ ثنا اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کے سامنے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے ۔ آسمان پر دو بدر کامل ہیں ایک کے کنارے پر قدرے سیاہی ہے ۔ وہ دونوں قریب قریب آرہے ہیں ۔ اتنے میں آواز آئی ۔ کہ مل گئے ۔ مل گئے ۔ حاضرین کے سوال پر فرمایا ۔ ایک بدر ثناء اللہ ہے ۔ دوسرا اپنی طرف اشارہ کیا ۔ فرمایا وہ کنارے کی سیاہی تھوڑا سا اختلاف عقیدہ کا ہے ۔ میں نے یہ سنکر کہا ۔ آپ گواہ ہیں ۔ میں اوس عقیدے پر ہوں جس پر حضرت ابوبکر اور عمر تھے ۔ فرمایا ساتھ سلف صالحین بھی ملا لو ۔ میں نے کہا ۔ آپ گواہ رہیں ۔ میں اوس عقیدے پر ہوں ۔ جس پر خلفاء راشدین ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین تھے ۔ یہ سنکر فرمایا جزاک اللہ ۔

غرض آپ مجموعی حیثیت سے باکمال بزرگ توحید و سنت کے شیدا تھے ۔ آپ کے اثر سے بہت لوگوں کو توحید و سنت کی سمجھ آئی ۔ آپکی تصنیف ایک کتاب القول المحمود فی بیان المولود مروجہ مولود کی تردید میں ہے ۔

آپکی نرینہ اولاد کوئی نہ تھی ۔ دو لڑکیاں تھیں وہ بھی آپکی زندگی میں انتقال کر گئیں ۔ اون کی اولاد تین لڑکے ہیں ۔ تینوں تعلیم یافتہ ۔ فرحمہ اللہ ۔

عکس بحوالہ از صفحہ نمبر 245,246

ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظمت و جلالت میرے دل سے نہ اٹھی۔ بلکہ اور زیادہ ہوگئی۔
ولہذا جس مسئلہ میں حدیث صحیح مجھے نہیں ملتی اس مسئلہ میں میں اقوال مذہب امام سے
کسی قول پر صرف اس حسن ظنی سے کہ اس مسئلہ کی دلیل انکو پہنچی ہوگی تقلید کر لیتا ہوں
ایسا ہی ہمارے شیخ و شیخ الکل کا مدت العمر عمل رہا۔ اور اسی پر ایک عالم کا عمل ہے۔
اس بیان سے فائدہ اس تقلید کا بھی ظاہر ہوا۔

اور ایک فائدہ اس وقت خاص میں یہ ہے کہ آجکل کے بعض اہل حدیث کہلانے

فقیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ
قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ (عقد
الجید) قال عبد اللہ بن المبارک
سمعت ابا حنیفۃ یقول اذا جاء عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین
واذا جاء عن اصحاب النبی صلعم نختار قولہم
واذا جاء عن التابعین زاحمناہم (تفسیر
مظھری) روی الشیخ محی الدین فی
الفتوحات بسندہ الی الامام ابی حنیفۃ
انہ کان یقول ایاکم والقول فی دین
اللہ بالرای وعلیکم باتباع السنۃ فمن
خرج عنہا ضل۔ وکان اذا افتی یقول ھذا
رای ابی حنیفۃ وھو احسن ما قدرنا
علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولی
بالصواب ودخل علیہ مرۃ رجل من اھل
الکوفۃ والحدیث یقرء عندہ فقال الرجل
دعونا من ھذہ الاحادیث فزجرہ
الامام اشد الزجر وقال لولا السنۃ
ما فہم احد منا القران (میزان امام شعرانی)

فرمایا میرا قول قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دو
پھر کہا گیا کہ اگر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اسکے مخالف ہو تو آپ نے فرمایا میرا قول
حدیث کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو۔ پھر
کہا گیا کہ قول اصحاب اس کے مخالف ہو تو
آپ نے فرمایا میرا قول صحابہ رضہ کے مقابلہ
میں بھی چھوڑ دو۔ ایسا ہی عقد الجید میں ہے
اور امام بیہقی کتاب مدخل میں عبد اللہ بن
المبارک سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے انکو یہ کہتے
سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو
حدیث مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے
اور جو اصحاب نبوی سے مروی ہو وہ بھی ہم
اختیار کرینگے اور جو تابعین سے مروی ہو
اس کا ہم مقابلہ کریں گے (تفسیر مظہری)
اور شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں اپنی
سند سے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے
کہ دین میں اپنی رائے سے بچو اور سنت کی
پیروی کو لازم کر لو جو سنت سے باہر ہوا وہ
بہک گیا۔ اور جب آپ کوئی فتویٰ دیتے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 245,246

والوں میں نیچریت ۔ مرزائیت ۔ چکڑالویت ۔ معتزلیت و رفضیت پھیلتی جاتی ہے اہل
حدیث کے ساتھ لفظ حنفی ملانے سے یہ ظاہر ہو جائے گا ۔ کہ اس لقب کا مصداق سنی ۔
اہل حدیث ہے ۔ نہ معتزلی اور نہ مرزائی اور نہ نیچری اور نہ رافضی وغیرہ ۔

پھر اُس عزیز نے اپنے مضمون کے دوسرے نمبر میں جو ۲۴ دسمبر ۱۹۱۰ء کے اخبار
اہل حدیث میں شائع ہوا ہے ۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی نیک نیتی اور مسلمانوں کے حق میں
اس کی خیر خواہی کی تعریف کر کے اسکے ان دعاوی فاسدہ کہ " امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ
مجتہد نہ تھے اور وہ عربیت میں ناقص تھے وغیرہ وغیرہ کلمات کبرت کلمۃ تخرج
من افواھھم ان یقولون الا کذبا کے مصداق کی تائید میں قلم اٹھایا ہے ۔
اور اسکے ثبوت میں نواب صاحب بھوپال اور مولوی حمید اللہ صاحب ساکن سراوہ
ضلع میرٹھ اور خاکسار کے بعض اقوال و عبارات سے تمسک کیا ہے ۔ اوروں کے
عبارات و اقوال کا جواب دینا تو ہمارے ذمہ نہیں ۔ یہ جواب ایڈیٹر سراج الاخبار
اور کوئی حامی امام والا تیار دیں گے ۔ ہم اپنے اقوال و عبارات کا محل و مطلب بیان
کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہماری عبارت سے اُس عزیز نے مطلب نکالا ہے
اس میں لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے ۔ یا کم از کم خود دھوکہ کھایا ہے ۔

ہماری عبارات و اقوال اس کے دعاوی فاسدہ کے لئے مفید اور مؤید نہیں ہو سکتے
ہماری ۳۰ سالہ تحریرات و تالیفات میں ہمارا کوئی قول یا کوئی عبارت ایسی نہ نکلیگی
جس سے امام والا مقام کے اجتہاد یا شرائط اجتہاد علم حدیث وغیرہ کی نفی پائی
جاتی ہو ۔ عزیز مذکور نے نا فہمی و بے علمی سے ہمارے اقوال و عبارات کو
اپنے خیال فاسد کا مؤید بنایا ہے ۔ یا دیدہ و دانستہ ہم پر افترا کیا ہے ۔ ایک جگہ اس
اخبار کے صفحہ ۶ میں کہا ہے کہ ایڈیٹر اہل الذکر نے جو لکھا ہے رافضیوں کی کتابوں سے
نہیں لکھا ۔ بلکہ اہلسنت کی کتب سے بلکہ خود مولوی صاحب موصوف سے (خاکسار کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

تو یہ کہتے کہ یہ وہ ہے جو قرآن و حدیث سے ہم نے سمجھا ہے ۔ جو اس سے بہتر لا دے وہ زیادہ
درست ہے اور قبول کے لائق ہے ۔ ایک روز آپ کے پاس حدیث پڑھی جاتی تھی کوفہ کا ایک
آدمی آیا اور بولا کہ حدیثوں کو چھوڑ دو ۔ اسکو امام صاحب نے بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ حدیث
نہ ہوتی تو ہم قرآن کو نہ سمجھتے ۔ ایسا ہی میزان شعرانی میں ہے ۱۲ ۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 246

کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے۔ پھر کہا یہ کلام اُس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے اور اپنے دین مین دلیر ہے گفتگو مین پرہیز گار نہین اور خدا تعالیٰ کے اس قول سے غافل ہے جسمین ارشاد ہے۔ کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اُسکے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر و تیار ہے پھر امام شعرانی نے حضرت امام صاحب کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہین جنسے انکا رائے سے بیزار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے اسکے بعد صفحہ ۲۷ مین وہ عبارت فرمائی ہے جسکو کادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کرین کہ اس مدعا و غرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہین۔ ہمارے زمانہ کے سرامد حنفیہ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر مین اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید مین لائے ہین۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ احادیث و آثار کے متبع تھے حدیث کے مقابلے مین قیاس نہ کرتے تھے۔ پھر اس عبارت کو نقل کرکے اسکی نسبت فرماتے ہین کہ یہ عبارت اُن بدگمانون کے لئے۔ جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے مین قیاس کرنیوالا سمجھتے ہین نافع ہے اور انکے اوہام کے دافع ہے۔ اس عبارت میزان مین اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام مین امام صاحب کی مدح اور برأت پر اس سے تمسک و استدلال نہ کیا جاتا

> وما اتباعہ الاحادیث والآثار خلاف ما یظنہ الطاعنون انہ یقیس علی خلاف الحدیث فیدل علیہ ما اوردہ فی المیزان الی ان نقل عبارتھا۔ ثم قال ومطالعۃ المیزان لھم نافع ولاوھامھم دافع۔
> (النافع الکبیر ص۱۱)

کادیانی نے اس الزام و اتہام توہین امام صاحب سے حنفیون کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے اُلٹا نتیجہ نکلا اُسکا دجال ہونا ثابت ہوا اور اسکا وہ داؤ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 246

نہ چل سکا کسی حنفی نے اسکو اپنا دوست نہ سمجھا بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اوسکو اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اسکی معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہو کر ہر شہر و دیار مین کادیانی پر نعرہ لعنت وتکفیر بلند کیا۔ اور ہر جلسہ او معرکہ مین اسکی تکفیر کا ساتھ دیا۔ اور اس افترا مین وہ خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۵ شاید آپ کہین کہ احادیث بھی بالمعنے روایت ہوئے ہین۔ جیسا کہ آپکے متقدا سید احمد خان نے کہا ہے جسکی تقلید سے آپنے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھیرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۴)

کادیانی کا جواب۔ سید احمد خان ایہر متقدا نہین۔ صحابہ (۲) حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتی۔ مگر انکی روایتون پر اعتماد کرنے کے لئے سلامت فہم ضروری شرط ہے۔ کیونکہ اگر فہم مین بباعث پیرانہ سالی۔ یا اختلال دماغ کی کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہین۔ اس صورت مین تو الفاظ مین بھی شک پڑتا ہے۔ کہ شاید اختلال دماغ کے سبب سے اسمین بھی کچہ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن (۳) کریم کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ اسمین ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہے مجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہین کہ گویا وہ قرآن پر کچہ زوائد بیان کرتے ہین یا بعض احکام مین انکے ناسخ ہین۔ اور نہ زوائد بیان کرتے ہین۔ بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہین۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جسمین یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قاضی بناکر یمن مین بھیجا۔ تو فرمایا۔ کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کریگا۔ اوسنے کہا

لہ یہان آپ یہ لکھنا بھول گئے ہین یا آپکا کاتب بھول گیا ہے۔ کہ در حقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہین اور نہ زوائد ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 252

مکتوبات احمدیہ ۶۲ جلد پنجم نمبر ۲

تاہم اطلاع بخشیں کہ تا جا بجا اپنے دوستوں کی معرفت تلاش کیجاوے۔ دوسرے ایک یہ امر بھی قابل انتظام ہے۔ کہ آپ کے اخراجات ایسے حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ جن کے سبب سے ہمیشہ آپ کو تہیدست رہنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے مولوی کریم بخش صاحب کی زبانی سنا ہے۔ کہ جو آٹھ سو روپیہ مجھ کو آپ نے بھیجا تھا۔ وہ بھی قرضہ لیکر ہی بھیجا تھا۔ سو اس سے لاتبسط کل البسط کی طرف خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے نفس سے ایک مستحکم عہد کر لیں۔ کہ تیسرا یا چوتھا حصہ تنخواہ میں سے خرچ کریں۔ اور باقی کسی دوکان وغیرہ میں جمع کرا دیں۔ امید کہ ان امور سے آپ مجھکو اطلاع دیں گے۔ باقی سب خیریت ہے والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۲۔ فروری ۱۸۸۸ء

مکتوب نمبر ۳۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی خویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ تعالےٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ہر دو عنایت نامے پہنچ گئے خدائے قادر ذوالجلال آپکے ساتھ ہو۔ اور آپ کو اپنے ارادات خیر میں مدد دیوے۔ اس عاجز نے ان مخدوم کے نکاح ثانی کی تجویز کیلئے کئی جگہ خط روانہ کئے ہیں۔ ایک جگہ سے جو جواب آیا ہے وہ کسی قدر حسب مراد معلوم ہوتا ہے یعنی میر عباس علی شاہ صاحب کا خط ہو بہو روانہ خدمت کرتا ہوں۔ اس خط میں ایک شرط عجیب ہے کہ حنفی

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 252

ہوں۔ غیر مقلد نہ ہوں۔ چونکہ پیر صاحب بھی حنفی اور میرے مخلص دوست منشی احمد جان صاحب (خدا تعالےٰ انکو غریق رحمت کرے) جنکی بابرکت لڑکی سے یہ تجویز درپیش ہے۔ پکے حنفی تھے اور ان کے مرید جو اس علاقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سب حنفی ہیں۔ اسلئے حنفیت کی قید بھی لگا دی گئی۔ یوں تو حنیفاً مسلماً میں سب مسلمان داخل ہیں۔ لیکن اس قید کا جواب بھی معقولیت سے دیا جائے تو بہتر ہے۔

منشی احمد جان مرحوم کے متعلق

اب میں تھوڑا سا حال منشی احمد جان صاحب کا سناتا ہوں منشی صاحب مرحوم اصل میں متوطن دہلی کے تھے۔ شاید ایام مفسدہ ۱۸۵۷ء میں لودہانہ آکر آباد ہوئے۔ کئی دفعہ میری ان سے ملاقات ہوئی۔ نہایت بزرگوار خوبصورت۔ خوب سیرۃ۔ صاف باطن۔ متقی۔ باخدا اور متوکل آدمی تھے۔ مجھ سے اس قدر دوستی اور محبت کرتے تھے۔ کہ اکثر ان کے مریدوں نے اشارتاً اور صراحتاً بھی سمجھایا کہ آپ کی اسمیں کسر شان ہے۔ مگر انہوں نے انکو صاف جواب دیا کہ مجھے کسی شان سے غرض نہیں۔ اور نہ مجھے مریدوں سے کچھ غرض ہے۔ اسپر بعض نالائق خلیفے ان کے منحرف بھی ہوگئے۔ مگر انہوں نے جس اخلاص اور محبت پر قدم مارا تھا۔ آخیر تک نبھاہا۔ اور اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کی۔ جب تک زندہ رہے۔ خدمت کرتے رہے۔ اور دوسرے تیسرے مہینے کسی قدر روپے اپنے رزق خداداد سے مجھے بھیجتے رہے۔ اور میرے نام کی اشاعت کیلئے بدل و جان ساعی رہے۔ اور پھر حج کی تیاری کی۔ اور جیسا کہ انہوں نے اپنے ذمہ مقرر کر رکھا تھا۔ جاتے وقت بھی پچیس (۲۵) روپے بھیجے۔ اور ایک بڑا لمبا اور دردناک

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 252

خط لکھا جس کے پڑھنے سے رونا آتا تھا۔ اور حج سے آتے وقت راہ میں ہی بیمار ہو گئے اور گھر آتے ہی فوت ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ منشی صاحب علاوہ اپنی ظاہری علمیت و خوش تقریری و وجاہت کے جو خداداد انہیں حاصل تھی۔ مردِ صادق اور صالح آدمی تھے۔ جو دنیا میں کم پائے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ عالی خیال اور صوفی تھے۔ اسلئے ان میں تعصب نہیں تھا میری نسبت وہ خوب جانتے تھے کہ یہ حنفی تقلید پر قائم نہیں ہیں۔ اور نہ اسے پسند کرتے ہیں لیکن پھر بھی یہ خیال انہیں محبت و اخلاص سے نہیں روکتا تھا۔ غرض کچھ مختصر حال منشی احمد جان صاحب مرحوم کا یہ ہے۔ اور لڑکی کا بھائی صاحبزادہ افتخار احمد صاحب بھی نوجوان صالح ہے۔ جو اپنے والد مرحوم کے ساتھ حج بھی کر آئے ہیں۔ اب دو باتیں تدبیر طلب ہیں۔

اول یہ کہ انکی حنفیت کے سوال کا کیا جواب دیا جائے۔

دوسرے۔ اگر اس رابطہ پر رضامندی فریقین کی ہو جائے۔ تو لڑکی کے ظاہری حلیہ سے بھی کسی طور سے اطلاع ہو جانی چاہیئے:

بہتر تو بچشم خود دیکھ لینا ہوتا ہے۔ مگر آجکل کی پردہ داری میں یہ بڑی قباحت ہے۔ کہ وہ اس بات پر راضی نہیں ہوتے۔ مجھے میر عباس علی صاحب نے اپنے سوالات متفرقہ خط کا بہت جلد جواب طلب کیا ہے۔ اسلئے مکلف ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو جلد تر جواب ارسال فرماویں۔ ابھی میں نے تصریح سے آپکا نام انپر ظاہر نہیں کیا۔ جواب آنے پر ظاہر کر دوں گا۔

ہندو کے بارہ میں مجھے خیال ہے ابھی میں نے توجہ نہیں کی۔ کیونکہ جس روز

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 252

مکتوبات احمدیہ ۵۵ جلد پنجم نمبر ۲

لئے نہیں آیا ہوں میری طبیعت درست نہیں ہے۔ علالت طبع کچھ نہ کچھ ساتھ چلی آتی ہے۔ اور کثرت مشغولی علاوہ۔ لیکن اگر میں نے کسی وقت توجہ کی۔ اور آپ کی رائے کے موافق یا مخالف کچھ ظاہر ہوا۔ جس کی مجھے ہنوز کچھ خبر نہیں۔ تو بہر حال آپ پر اس کے موافق عمل کرنا واجب ہوگا۔

مرزا محمد یوسف بیگ مرحوم

ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہیں۔ جن کا نام مرزا محمد یوسف بیگ ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ ایک معجون بنا کر بھیجی ہے۔ جس میں کچلہ مدبّر داخل ہوتا ہے۔ وہ معجون میرے تجربہ میں آیا ہے۔ کہ اعصاب کے لئے نہایت مفید ہے۔ اور امراض رعشہ اور فالج اور تقویت دماغ اور قوت باہ کیلئے اور نیز تقویت معدہ کیلئے فائدہ مند ہے۔ مدت سے میرے استعمال میں ہے۔ اگر آپ اس کو استعمال کرنا قرین مصلحت سمجھیں تو میں کسقدر جو میرے پاس ہے بھیجدوں۔

چھ سو روپے کیلئے جو آنمخدوم نے لکھا ہے۔ اسکی ضرورت تو بہر حال درپیش ہے۔ مگر بالفعل اپنے پاس ہی بطور امانت رکھیں۔ اور مناسب ہے کہ وہ آپ کے مصارف سے الگ پڑا رہے۔ تا جس وقت مجھے ضرورت پڑے۔ بلا توقف آپ بھیج سکیں۔ مگر ابھی نہ بھیجیں جو وقت مطالبہ کیلئے میرا خط پہنچے۔ اس وقت ارسال فرماویں۔

لیکھرام کی کتاب کے متعلق اگر جلد مسودہ تیار ہو جاوے۔ تو بہتر ہے لوگ بہت منتظر ہیں۔ اور اگر آپ کی کتاب جو دہلی میں چھپتی ہے۔ تمام و کمال چھپ چکی ہو تو ایک جلد اسکی بھی عنایت فرماویں۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اوّل لغائت ہشتم — جلد نوزدہم

بابت سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۲ء

شرح قیمت رسالہ

اس رسالہ کی قیمت عموماً ۵ عہ رسالانہ ہے۔ خاص قیمت (جو رؤسائے اسلام سے لیجاتی ہے) پچیس روپیہ جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے چھ روپے جن کی بیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں اُن سے رعایتاً تین روپے جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں انکو بلاقیمت دیا جاتا ہے۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر اور خط وکتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہیئے:-

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپورہ

واجب العرض تین امر

(۱) اس رسالہ کا اکثر حصہ جس میں مضمون سود و قمار لاٹری اور انجمن ہائے اسلامیہ اخل ہے۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ کا چھپا ہوا مطبع میں پڑا رہا۔ باقی حصہ مضمون اور اُس کی کاپیاں کاتب رسالہ اور کارکنان مطبع کے پاس پھنسا رہا۔ خاکسار اور کام میں مصروف رہا جسکا ذکر اس رسالہ میں ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے اُن حضرات کو تقاضا نہ کرسکا جس کے سوائے آجکل غالباً کوئی کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے اشاعت رسالہ میں غیر معمولی توقف ہوگیا۔ اس اثناء میں مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھیین (خدا اُن کو غریق رحمت کرے) جو اس مضمون میں مخاطب کئے گئے تھے فوت ہوگئے۔ اور وہ انجمنیں بھی جن کی نسبت یہ مضمون تھا نیست و نابود ہوگئیں۔ + ان اشخاص اور جماعتوں کے گذر جانے کے بعد اس مضمون کی اشاعت کو کوئی "مشت بعد از جنگ" یا "تریاق از عراق" کا مصداق سمجھے کیونکہ جن مسایل کی اس مضمون میں تحقیق و تدقیق ہوئی ہے (جو اس تفصیل سے کسی

+ اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

بر ۸ جلد ۹ — ۱۵ ۲ — اشتہار تفسیر القرآن

ہفتم۔ قرآنی احکام عملیہ فقہیہ و مسائل اعتقادیہ کا سنت کے مطابق بیان اور اسکے ساتھ مختصر بیان مذاہب مجتہدین اعیان۔

ان امور ہفتگانہ کی مجموعی ہیئت و حیثیت کی نظر سے یہ تفسیر انشاء اللہ تعالیٰ اپنی نظیر آپ ہی ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی تفسیر جو اس مجموعہ امور کی متضمن و ملتزم ہو دیکھی نہیں جاتی۔

ان امور ہفتگانہ کے علاوہ قرآن کریم کی عربیت و فصاحت و بلاغت وغیرہ اوصاف اور اُنکے متعلق علوم کا بیان بھی ہوگا۔ مگر نہ ہر جگہ اور ہر ایک آیت کی تفسیر میں۔ بلکہ مواقع ضرورت و محل اختلاف میں۔

اِس مبارک کام کے متعلق اخوان دین وانصار و اعوان سنت سید المرسلین سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اِس مضمون تفسیر القرآن کو ہم معمولی رسالہ اشاعۃ السنہ کے کسی حصہ میں درج کریں یا اُسکے واسطے رسالہ سے علیحدہ ماہوار اوراق تجویز کریں۔ بصورت تجویز علیحدگی اس تفسیر کے خواہاں و خریداران کون کون احباب ہیں؟ کافی تعداد کی درخواستیں آگئیں تو تفسیر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوگی ورنہ رسالہ ہی کے نصف یا کسی اور حصہ میں اُسکی اشاعت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ قیمت کا تصفیہ خریداران کی کثرت و قلت پر موقوف ہے جسقدر خریداران کی کثرت ہوگی اسیقدر قیمت میں تخفیف ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور خاص کر علماء وقت سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اس تفسیر کی نسبت وہ اپنی رائے ظاہر کریں اُنکے نزدیک ایسی تفسیر کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا یہ ضرورت کسی تفسیر نے پوری کر دی ہے یا نہیں۔ اگر کر دی ہے تو جو صاحب اس امر کے مدعی ہوں وہ مجھ کو اُس تفسیر کا نام بتاویں تاکہ میں اپنے ارادہ کو ملتوی کروں اور تحصیل حاصل کی تکلیف نہ اٹھاؤں اور اگر کسی تفسیر نے یہ ضرورت پوری نہیں کی تو حضرات علماء اور دیگر اشخاص ناظرین کتب عہد قدیم و جدید و نوجوانان انگریزی خوان صاحب حمیت اسلام و ایمان اس تفسیر کے لکھنے میں خاکسار کو مدد دیں۔

حضرات علماء قدیم تفاسیر قیمتاً خواہ عاریتاً بہم پہنچائیں۔ اور مضامین سے مدد دیں۔ ناظرین عہد قدیم و جدید تورات و انجیل کے احکام جو احکام قرآن کے موازنہ کے لائق ہیں ان کتابوں سے نکالکر ہمیں دکھلادیں۔ انگریزی خوان نوجوان سائنس وغیرہ کے وہ مسائل جن کو مخالف قرآن سمجھا جاتا ہے انتخاب کرکے پیش کریں۔ یہ سب کام ایک شخص کے ذمہ رہیں گے تو اسکو بہت سی مشکلات پیش آئینگی اور اگر جماعت ملکر یہ کام کریگی تو آسانی ہوگی واللّٰہ الموفق للتحقیق والسداد +

کیا چکڑالویت۔ مرزائیت اور نیچریت وغیرہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں؟

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے۔ نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ پیدا ہوئے۔ تو قدیم فرقہ اہلحدیث

اہل حدیث۔ اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم فرقہ ہے جیسے حنفی شافعی وغیرہ مذاہب ربعان مذاہب کی پرانی کتابوں میں اس فرقہ کا ذکر موجود ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں تو یہ اہل ظواہر کہلاتے تھے۔ تیسری صدی سے یہ اہل حدیث کے نام سے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

نمبر ۸ جلد ۱۹ ۲۵۲

بے حریفوں نے بیچارہ اہل حدیث کو الزام دینا شروع کیا۔ اور کہا سے اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔ وہ کہتے ہیں نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اور بانی مذہب سرسید خود بھی اہل حدیث کہلاتا تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہلحدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی جمونی۔ اور مولوی احسن امروہی بھوپالی نے دیکھ یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیا نوالی لاہور میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے۔ اور چکڑ و حکم الدین وغیرہ کے (جو اہلحدیث کہلاتے تھے) گود میں نشو و نما پایا۔ اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا ہیڈکوارٹر بنایا گیا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجۂ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوے اور بہت زور سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ بعض کچھ تو پرانے مبتدعین۔ معتزلہ۔ خوارج وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے لئے گئے ہیں۔ اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے۔ اُن میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہ تھا۔ اگر کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوے تھا۔ تو صرف زبانی یا برائے نام تھا۔ جو آخر چھوڑ گیا۔ اور اب چھوڑا جا رہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول پیروی و اتباع اخبار سید المرسلین و آثار سلف صالحین ہے۔ پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصل اصول صرف رائے اور عقلی ڈھکوسلے ہیں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات۔ اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے۔ چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔ تو صرف اس مجبوری اور مصلحت کی وجہ سے کہلایا تھا۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بیخبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا۔ سرسید نے قومی حمیت کے جوش میں آکر

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

ڈاکٹر ہنٹر کے رد میں ایک رسالہ لکھا - اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہ ہونا بڑے زور سے ثابت کیا - اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بنکر گورنمنٹ پر ظاہر کیا - کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں - مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سرسید کا خلاف مشتہر کیا - اور اس کو مسائل نیچریہ قرار دیا - تو سرسید نے برملا دعویٰ کیا - کہ میں نیچری - میرا باپ دادا نیچری وغیرہ وغیرہ -

مرزا کے پیرو مولوی جو کسی وقت اہل حدیث کہلاتے تھے وہ بھی برائے نام اہلحدیث کہلاتے تھے - اور درحقیقت وہ ان مسائل اسلام کی وجہ سے (جو مجہول الکنہ ہیں - اور عقل انسانی اُن کے ادراک سے قاصر ہے) حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے - نہ ان کو اس قدر خداداد علم و فہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کر سکتے - اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے - وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و سلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے - لہذا وہ بحکم ؎ گم آں شد کہ دُنبال راعی نرفت ہ گم کردہ راہ - اور ڈانواں ڈول تھے - پھر جب اُن کو سرسید مل گئے - تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تاویل میں وہ اُن کے پیرو ہو گئے - اور جان و مال سے اُن کے انصار بن گئے - پھر جب مرزا پیدا ہوا - اور انہوں نے دیکھا کہ عقلی تاویل و تسویل میں وہ سرسید سے بڑھ کر چلتا پُرزا ہے - تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیرباد کہکر مرزائی مذہب میں داخل ہو گئے - اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگ گئے - انہی کے چیلے چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں - وہ محض جاہل اور کسندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے - نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے - وہ صرف علمائے اہلحدیث کی صحبت و میل جول و پیروی سے پانچوں سواروں میں داخل ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے تھے -

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

اور درحقیقت بحکم العامی لا مذھب لہ یعنے عامی کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ پہلے علمائے اہل حدیث کے مقلد تھے۔ اور پیچھے کر (جب کہ اُن کی بیباکیوں اور خود سریوں کی وجہ سے اُن کے علماء نے اُن کی سربراہی اور اُن کی دستگیری چھوڑ دی) تو وہ خاکی شاہ کی کتیا کی مانند (جو جس کے جوتڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہو لئے۔ اور وہ بھی نیچریوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔

شاید یہاں سوال ہوگا۔ کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری و مرزائی و چکڑالوی مذہب اہل حدیث کی شاخیں نہیں۔ وہ عقلی مذاہب ہیں۔ اور اہل حدیث سلفی و اثری مذہب ہے۔ مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی۔ اور چکڑالوی ہو گئے ہیں۔ وہ اگر کسی مذہب حنفی یا شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی نہ ہوتے۔ اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے۔ اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے۔ حنفی مذہب چھوڑ کر لا مذہب بنا دیا۔ جب ہی وہ ڈانواں ڈول پھرتے ہیں۔ اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند چل پڑتے ہیں۔ بھلا اگر چیٹو۔ یا حکم الدین اپنے پُرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہل حدیث کی طرف عائد ہوتا ہے سے

باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست ۔

الجواب

یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت وہم و مغالطہ ہے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 261

اور اوھن من بیت العنکبوت یعنے کڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چیڑو۔ اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علما ر اہل حدیث نے چکڑالوی بنا ماہے تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لدہانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔!

آہ حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے۔ اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالبًا ہندؤں کو ہندو۔ اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔ میں نے بعض ہندو تعلیم یافتہ کو اپنے کانوں سے یہ کہتے سُنا ہے کہ کیا مذہب سالا کھانے پینے سے کہیں جاتا رہتا ہے۔ اور ان کا یہ عمل بہت لوگوں نے دیکھا ہے کہ اُس جانور کے جن کی اُن کے مذہب میں ممانعت ہے برملا کباب کھاتے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دیکھو وہ قطعی محرمات کو استعمال میں لاتے ہیں۔ سونا۔ اور ریشم پہنتے ہیں۔ داڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں۔ لبوں کا ایک بال نہیں کٹواتے۔ لباس انگریزی پہنتے ہیں۔ بہت لوگوں کو دیکھا جاتا ہے تو اُن کی صورت سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی۔ ایک بڑے بھاری تعلیم یافتہ کی ہم کو بہ سند معتبر چشم دید روایت پہونچی ہے۔ کہ اُس نے ایک گورز کی دعوت میں خنزیر کا گوشت کھایا۔ اور اور خانساماں کی اطلاع دینے پر بھی اُس سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ کیا یہ آزادی کسی اہل حدیث کی تلقین کا نتیجہ ہے ہاںنہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اب تو قیامت کا نمونہ مشاہدہ میں آتاہے۔ کہ ہر شخص اُس امر کا مختار بن رہا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہر شخص کا مذہب اُس کی اپنی رائے و اجتہاد سراپا الحاد ہے علماء اہل حدیث نے تو کسی کو بھی مذاہب حقہ آیمہ اربعہ سے نہیں ہٹایا۔ اور نہ مطلق تقلید اور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 269

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایتہ دوازدہم — جلد بست و یکم

بابت ۱۳۲۴ ہجری مطابق ۱۹۰۶ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور کم

اس رسالہ کی قیمت عموماً ۱۲؍ سالانہ ہے قیمت خاص جو رؤسائے اسلام سے لیجاتی ہے، اللہ علیہ ۲۴ روپے جنکی آمدنی چالیس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں۔ اُن سے چھ روپے جنکی دس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں ان سے رعایتاً تین روپے لئے جاتے ہیں۔ اسمیں یہ شرط ہے کہ پیشگی دیں۔ جو دس آمدنی بھی نہیں رکھتے پر بضاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت و خریدار رسالہ بہم پہنچانے ہیں کوشش کرتے ہیں، انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال رواں کے لئے ہے سال گذشتہ کی قیمت حسب شرح ذیل ہے جلد یا سال اول لغایت پنجم کی عام سالانہ قیمت ۵؍ جلد یا سال ششم لغایتہ دوازدہم کی سالانہ ۶؍ جلد یا سال سیزدہم لغایتہ نوزدہم خریدار کل کو چہارم حصہ قیمت معاف۔ خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال رواں۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر۔ اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونا چاہئے۔ ۲۔ نمونہ کا پرچہ بار سال ادنیٰ قیمت ایک پرچہ بھر کو ملسکتا ہے نہ مفت۔ رسالہ پسند نہ ہو تو واپس کردیں اور قیمت واپس لیں ۳۔ خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے جو لوگ اپنا نام و مقام بخط واضح نہ لکھیں گے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے۔ جواب نہ پائیں گے۔

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

فہرست مضامین جلد ہذا

(۱) اشاعۃ السنۃ کی صفت و سیرت اور قوم میں اسکی وقعت ص ۲ (۲) مولوی ثناء اللہ کی دیانت، امانت، اخلاق اور مذہب ص ۳ (۳) کانفرنس اہلحدیث پر مخبر ریویو [illegible] (۴) جو تا پہنکر نماز پڑھنے کے متعلق بحکم اسلام جسمیں مسلمانوں کی طرز نشست و لباس پہن انحیاد کرنے پر بحث ہے ص ۱۰۱

(۵) ثناء اللہ امرتسری سے خطاب کی وجہ ضرورت ص ۱۰ (۶) النصیحت نمبر ۲ جسمیں ثناء اللہ کو [illegible] فیصلہ ثنائی [illegible] ثنائی ص ۵۸ (۷) النصیحت نمبر ۳ جسمیں ریویو [illegible] اہلحدیث اکتوبر نومبر ۱۹۰۵ کا جواب [illegible] نصیحت نامہ [illegible] صرف چار آیتوں کی تفسیر [illegible] حدیث نبوی کو تسلیم کرنے پر اسکو اہلحدیث بنانیکا وعدہ دیا گیا تھا پر اسنے نہ مانا ص ۱۱۲

(۹) [illegible] (۱۰) مضمون اہلحدیث [illegible] (۱۱) [illegible] فیصلہ کن [illegible] ص ۱۹۶، ۲۰۶ (۱۲) جمع بخطاب [illegible]

مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 269

سے حضرت شاہ ولی اللہ اور اُنکی اولاد امجاد ہیں جنکا اہلحدیث اور پھر حنفی ہونا اِن کی تصانیف سے عیاں ہے۔ حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے۔ کہ وُہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے۔ اور حنفی بھی کہلاتے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون و شروح اور فتاوی پر فتوے دیتے۔ اِن ہی کی یہ روش ایک مُدت مشاہدہ کر کے خاکسار نے رسالہ نمبر ۱ جلد ۲۰ کے صفحہ (۲۰۱) اپنے بعض اخوان اور احباب اہلحدیث کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اگر ان کو اجتہاد مطلق کا دعوٰے نہیں اور جہاں نص قرآنی اور حدیث نہ ملے وہاں تقلید مجتہدین سے انکار نہیں تو وہ مذہب حنفی یا مذہب شافعی (جس مذہب کے فقہ و اصول پر بوقت نص نہ ملنے کے وُہ چلتے ہوں) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں۔ اور اہلحدیث حنفی یا اہلحدیث شافعی کہلائیں۔ اور خاکسار خود اس مشورہ پر عمل کر چکا ہے۔ مجھ سے کوئی میرا مذہب پُوچھتا ہے تو میں یہی کہتا ہُوں کہ مَیں اہلحدیث حنفی ہُوں۔ اوّلاً حدیث پر عمل کرتا ہُوں۔ اور اس کے مطابق فتوے دیتا ہُوں۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں حضرت امام ابو حنیفہ رح کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال کرتا ہُوں۔ فیالیت قومی یعلمون و بما قلت لھم یعلمون ؂

بہت سے اصحاب طبقات نے آئمہ حدیث جامعین صحاح ستہ امام بخاری وغیرہ کو بھی امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور شافعی قرار دیا ہے۔ اور وُہ اہلحدیث بھی کہلاتے ہیں۔ مگر خاکسار کو امام بخاری کی نسبت اس رائے سے اتفاق نہیں چنانچہ رسالہ نمبر ۲ جلد ۲۰ میں صفحہ ۲۱۶ معروض ہو چکا ہے ؂

اور بعض آئمہ حدیث اور ان کے پیروان ایسے ہیں۔ جو مذاہب اربعہ مشہورہ کی طرف اپنا منسوب ہونا پسند نہیں کرتے اور وُہ حنفی شافعی نہیں کہلاتے۔ بلکہ صرف اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ اسکی تمثیل میں اگر میں متاخرین میں سے کسی کا نام لُوں تو ایک اور جنگ شروع ہو جائیگی اور ان لوگوں کے اہلحدیث کہلانے کے استحقاق میں نزاع ہو گی۔ لہذا میں اس کی تمثیل متقدمین

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 269

ناظم اسلامیاں الامرتسری

خیر خواہی اور نیک نیتی اسکو کہتے ہیں! مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہل سنت سے اہل حدیث بارہ عامل

اِشَاعَةُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّة

نمبر اول الغایت دوازدہم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ جلد بست و سوم

بابت [illegible] ہجری مطابق [illegible]

شرح قیمت ۔ رؤسائے اسلام سے سالانہ للعہ ۔ اہم اغنیار سے [illegible] جو چالیس روپیہ ماہوار سے کم آمدنی رکھیں اکتنے تے روپیہ ۔ جو دس روپیہ ماہوار یا تے ہوں انسے ۔ جو دس روپیہ سے کم پاتے ہوں پر علمی اشاعت رکھتے ہوں اور اس کی اشاعت کریں مفت ۔

میں بہت پھیل گئی تو ناچاران عام لوگوں کی صیانت کے لئے ان مضامین کی اشاعت [illegible] آئی۔ کیا اس خیر خواہی و نیک نیتی کی نظیر آجکل کی اسلامی دنیا کے اہل قلم میں کوئی [illegible]

مولوی حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کی تحریر

مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب میرے بلا تردد شیخ و استاذ ہیں میں نے ایک پا [illegible] اور آٹھ ورق موطا امام مالک بطور تلمذ اُن سے پڑھی اور ما سوا اس کے اور کئی مسائل [illegible] تلمذاً ان سے سیکھے ہیں فالحمد للہ وامرہ توقیعہ [illegible] العاجز [illegible] عبد المنان [illegible]

نوٹ حافظ عبد المنان صاحب مرحوم کی تحریر ہذا کو ۱۹۱۳ء میں انکی زندگی میں چھپوا کر اقبالی تلامذہ ثنائی پارٹی کے بعض اشخاص کے پاس جو اپنے استاذ الاستاذ (خواکسار) سے سخت کلامی و بے ادبی سے پیش آتے ہیں اس غرض سے بھیجا گیا تھا۔ کہ اس حرکت عقوق سے باز آویں۔ استاذ کا عاق بھی ویسا ہی عاق ہوتا ہے۔ جیسے ماں باپ کا عاق ہوتا ہے کتب فقہ ملاحظہ ہوں

فہرست مطالب جلد ہذا

(۱) غیر معمولی التوا و توقف طبع و اشاعت رسالہ کا سبب کہ وہ مولوی ثناء اللہ کی فہمائش و ہدایت کا انتظار اور اصول خمسہ مذہب اہل حدیث کو انکے تسلیم کرنے یا پھر بحث کرنے کا کبھی اقرار کبھی انکار اور آخر فرار ہوا ہے [illegible]

(۲) ثنائی رسالہ اتباع سلف کی رد و تکذیب و نصیحت نامہ نمبر ۵ و [illegible] جلد ۲ [illegible] سنہ [illegible] اور اصول خمسہ مذہب اہل حدیث کی تسلیم پر ایک [illegible]

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 269

سُنا گیا ہے "حنفی سا بھی سرک" (یعنی حنفی شافعی کہلانا شرک ہے) مجھ بدنام کرنے اور اُن کو مجھ سے متنفر کرنے کو مدت سے مجھ پر یہ تہمت لگا رہا ہے......

اِس ناکردہ گناہ کا (جسکے خدمات قوم اور اس صعدی میں اور اس ملک مذہب اہلحدیث کی بناء مستحکم کرنے اور اس قوم کے بُرے القاب وہابی وغیر مقلد وغیرہ کو موقوف کرا کے گورنمنٹ سے اسکا نام اہلحدیث مقرر کرانیکا یہ ناشکر بھی معترف ہے۔ دیکھو اسکے اخبارات ۱۴ ۱۵ و ۱۶ جنمیں اس اہتمام کے ساتھ ان خدمات کا اعتراف بھی پایا جاتا ہے) قصور اسکے زعم فاسد میں یہ ہے کہ رسالہ جلد ۲ اشاعۃ السنۃ میں جو ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ رسالہ سبیل الرشاد مولوی رشید احمد صاحب در رسالہ "الارشاد" مولوی ابو یحیٰی محمد صاحب پر ریویو اور محاکمہ کرتے ہوئے مولوی رشید احمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ "خاکسار کو جو سبیل الرشاد میں کئی جگہ سرگروہ فرقہ غیر مقلدین کہا گیا ہے یہ مجھے ناگوار گذرا ہے۔ ہم لوگ جو اس گروہ سے علم کیطرف منسوب ہیں منصوصات میں قرآن و حدیث کے پیرو ہیں۔ اور جہاں نص نہ ملے وہاں صحابہ تابعین و آئمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔ خصوصاً آئمہ مذہب حنفی کی جنکے اصول فروع کی کتب ہملوگوں کے مطالعہ میں رہتی ہیں۔ اگر ہمکو عام مسلمانان اہل سنت سے ممتاز کر کے کوئی خصوصیت کے ساتھ خطاب دینا ہے تو اہلحدیث کا خطاب دیا جاوے۔ اس سے بھی زیادہ خصوصیت کرنی ہو تو اہلحدیث حنفی کہا جائے۔"

پھر مولوی محمد ابو یحیٰی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ "اگر آپکو اجتہاد مطلق کا دعوےٰ نہیں ہے اور جہاں نص نہ ملے وہاں تقلید مجتہدین سے انکار نہیں تو آپ علی سبیل الاشتہار اس امر کا اظہار کریں اور اپنے ہمعصر علماءِ اہلحدیث سے مشورہ کر کے بنظر اس تقلید کے حنفی اہلحدیث یا شافعی اہلحدیث (جس مذہب کیطرف آپکے عمل و اعتقاد کا میلان ورجحان ہو) کہلانا منظور کریں۔" پھر اسکے مطابق جلد ۲۱ کے (جو ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ہے) صفحہ ۲ میں کہا تھا "حضرت شاہ ولی اللہ اور انکی اولاد امجاد بھی جنکا اہلحدیث اور پھر حنفی ہونا ان کی تصانیف سے عیاں ہے اور حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے کہ وہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے اور حنفی بھی کہلاتے تھے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون و شروح اور فتاوے پر فتوے دیتے تھے۔ اُن ہی کی یہ روش ایک مدت مشاہدہ کر کے خاکسار نے رسالہ نمبر ۶ جلد ۲ کے صفحہ ۲۰۱ اپنے بعض لخوان

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 269

اور احباب اہلحدیث کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ اگر انکو اجتہاد مطلق کا دعوےٰ نہیں اور جہاں نص قرآنی اور حدیث نہ ملے وہاں تقلید مجتہدین سے انکار نہیں تو وہ مذہب حنفی یا مذہب شافعی (جس مذہب کے فقہ واصول پر بوقت نص نہ ملنے کے وہ چلتے ہوں) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور اہلحدیث حنفی یا اہلحدیث شافعی کہلائیں۔ اور خاکسار خود بھی اس مشورہ پر عمل کر چکا ہے۔ مجھ سے کوئی میرا مذہب پوچھتا ہے تو میں بھی کہتا ہوں کہ میں اہلحدیث حنفی ہوں۔ اولاً حدیث پر عمل کرتا ہوں اور اسی کے مطابق فتوے دیتا ہوں۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال کرتا ہوں فیا لیت قومی یعلمون۔ وبما قلت لھم یعملون +

ان مضامین کی اشاعت پر اس ظالم مفتری نے اپنے اخبار ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں یہ نوٹ شائع کیا کہ "علماء کے اس معمولی تساہل نے یہ بُرا دن دکھایا ہے۔ کہ جو کوئی اس حنفی شافعی کو اپنے ساتھ نہ لگاوے اسکو اہل سنت میں جگہ نہیں ملتی۔ مگر یہ آپ کی ذاتی رائے ہوگی۔ جماعت اہلحدیث پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔" کل کو ایڈیٹر سراج الاخبار وغیرہ یا کوئی اور ہمکو نہ دھمکاوے کہ تمہارے فلاں بڑے عالم نے یہ نسبت اختیار کی ہے۔ اس کے ایسا کہنے پر ہم ایک ہی سنائیں گے ؎

"کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم"

جس سے اس ظالم کا یہ مطلب ہے کہ جس نے حنفی کہلایا گو وہ منصوصات میں قرآن اور حدیث کا تابع ہو کر اہلحدیث کیوں نہ کہلاتا ہو۔ صرف اجتہادیات میں حنفی کہلاتا ہو وہ نبی کا متبع نہ رہا۔ تو اسکے جواب میں جلد ۲۲ اشاعۃ السنۃ میں جو ۱۹۰۹ء کو شائع ہوئی خاکسار نے دو مضمون شائع کئے۔ ایک مضمون عنبر کا بعنوان "کیا حنفی اہل حدیث نہیں ہوتے؟" جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ حنفی وغیرہ اہل مذاہب اربعہ منصوصات میں اقوال فقہاء کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنے سے اہلحدیث بھی کہلا سکتے ہیں۔ جیسے متقدمین سے امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ ہیں۔ اور اہلحدیث غیر منصوص مسائل میں فقہاء مذہب حنفی کے اقوال کے مطابق فتویٰ دینے سے حنفی بھی کہلا سکتے ہیں جیسے شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین دہلوی تھے۔ اس اصول پر عمل کرنیوالے سبھی حنفی نبی کے پیرو ہیں ؎ نبی کے ہیں سبھی حنفی نہ مرزائی نہ چکڑالی + نہ معتزلی

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 323

تاریخ مرزا

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۹۴۸ء

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 323

مرزا صاحب کی نظرِ عنایت خاکسار پر

۵

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

جس طرح مرزا صاحب کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا صاحب سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ براہین تک میں مرزا صاحب سے حُسنِ ظن رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷-۱۸ سال کی تھی میں بشوقِ زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے وہاں دیکھا مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جو اُن کی بابت خیالات تھے وہ پہلی ملاقات میں مبتدل ہو گئے جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں اُن کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا وہ آئے اور آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا تم کہاں سے آئے ہو، کیا کام کرتے ہو۔ میں ایک طالب علم علما کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا کہ آتے ہوئے السلام علیکم کہنا سنت ہے فوراً میرے دل میں آیا کہ انھوں نے مسنون طریق کی پرواہ نہیں کی کیا وجہ ہے مگر چونکہ حُسنِ ظن غالب تھا اس لئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

جن دنوں آپ نے مسیحیت موعودہ کا دعویٰ کیا۔ میں ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ آخر بعد فراغت میں آیا تو مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ دل میں تڑپ تھی استخارے کئے، دُعائیں مانگیں خواب دیکھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مجھے اپنے مخالفوں میں سمجھ کر مجھ کو قادیان میں پہنچکر گفتگو کرنے کی دعوت دی جس دعوت کے الفاظ یہ ہیں:

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 324,325

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شائع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیے۔

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جو واپس ہونگے

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے۔ اور ناپسند مضامین محصولڈاک آنے پر واپس ہوسکیں گے۔

نمبر ۶ جلد ۱۲

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۱۰ روپے
روساء و جاگیرداران سے ” للعہ
عام خریداران سے ” ۴ روپے
” ” ششماہی ۲ روپے
ممالک غیر سے سالانہ ۸ شلنگ پنس
” ” ششماہی ۳ شلنگ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و اڈیٹر اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیے۔

امرتسر۔ مورخہ ۲۲ محرم سنہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء یوم جمعہ

عورت کا درجہ

یہ وہ مضمون ہے۔ جو لاہور آریہ سماج کے سالانہ جلسہ (مذہبی کانفرنس) پر بتاریخ یکم دسمبر بیٹھے پڑھا۔ اور تھوڑی دیر اس پر مباحثہ بھی ہوا۔ ابوالوفا

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا
ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

کچھ شک نہیں کہ مذہب نوع انسانی کی بہتری کے لئے ہوتا ہے۔ قدرت کی صنعت میں کسی قسم کا نقص نہیں بلکہ کمال ہے۔ سچا مذہب اس کمال کو ملحوظ رکھتا اور اس کی تکمیل کرتا ہے۔ اس بیان کی ہم ایک مثال دیتے ہیں۔

گیہوں اور دیگر نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ اون میں سب قسم کے کمالات ہوتے ہیں۔ انسان اون کمالات میں کوئی کمال اضافہ نہیں کرسکتا۔ تاہم ابھی صفائی کر کے آٹا بناتا ہے۔ آٹے ہی پر بس نہیں۔ اسے گوندھتا اور گوندھ کر روٹی بھی پکاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح انسان میں ہر ایک کمال ہے۔ دیانت ہے۔ امانت ہے ادائے حقوق ہے۔ سخاوت ہے۔ احسان ہے غرض سب کچھ ہے۔ تاہم مذہب آکر ان سب میں جلا کرتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر ان کمالات کی تکمیل کرتا ہے۔

جو مذہب فطرت انسانی کے خلاف ہدایت کرے اوس کو غلط ہونے کی یہی ایک کافی علامت بلکہ دلیل ہے کہ وہ چٹان سے ٹکراتا ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اصل مضمون پر آتا ہوں اسلام میں عورت کا درجہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں عورت کا درجہ وہی ہے جو قانون قدرت میں ہے۔ اس کی تفصیل منظور ہو تو توجہ سے سنیں۔

فلسفہ الٰہیات ہمکو سکھاتا ہے۔ کہ قدرت نے جتنی چیزیں بنائی ہیں۔ اون میں باہم ایک نسبت یعنے تعلق پاتے ہیں۔ وہ کیا وہ تعلق استعمال کی نسبت ہے یعنے دنیا کی چیزوں میں بعض مستعمل ہیں تو بعض مستعمَل۔ مطلب یہ کہ بعض چیزیں بعض کو استعمال کرتی ہیں مثلاً بے جان چیزیں جتنی ہیں۔ سونا۔ چاندی تانبا پیتل نباتات وغیرہ ان سب کو جاندار استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح جانداروں میں بھی یہ نسبت پائی جاتی ہے جملہ حیوانات کو انسان استعمال کرتا ہے۔ یعنے یہی حضرت انسان ان سب کا مستعمل ہے۔ اور وہ سب اس کے مستعمَل۔ گھوڑا۔ خچر۔ اونٹ۔ ہاتھی ہمیشہ انسان کو سواری دیتے ہیں۔ گائے۔ بکری بھینس وغیرہ دودھ دیتی ہیں۔

کبھی کسی ملک میں یہ نہ دیکھا نہ سنا گیا ہوگا۔ کہ یہ حیوانات انسان سے وہی کام لیتے ہیں۔ جو انسان ان سے لیتا ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 324,325

اہلحدیث امرتسر ۱۰ ۱۱ر دسمبر [illegible]

تکفیر کے فتوے

ہمارے علماء و فضلاء اہل فقہ و محدثین کو قرآن مجید پر تدبر کی بڑی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام انسانی اقوال کو خواہ وہ انبیاء کے ہوں خواہ اولیاء کے اور تمام اجتہادات کو بمقابلہ وحی کے۔ ذرا دیا ہے۔ اور صرف عمل بالوحی کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ارشاد ہے۔ هذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ترجمہ۔ یہ ہماری کتاب صداقت کے ساتھ بولتی ہے (جو کچھ پوچھنا ہو۔ اسی سے پوچھو) اور ہم ان اقوال انسانی کو۔ و کرتے ہیں۔ جن پر تم عمل کرتے ہو۔ سبحان اللہ۔ خدا نے اپنی پاک کتاب کو ناطق فرمایا ہے۔ یعنی یہ (ہر وقت قیامت تک) تمہاری ہر بات ہر مسئلہ کا کافی و شافی جواب دینے کے تیار ہے۔ بس قرآن سے بڑھکر کون مفتی اور مجیب ہو سکتا ہے۔

صاحبو۔ غور کرو۔ اس وقت کوئی رسول ہم میں زندہ موجود نہیں۔ اور ارشاد ہے انک لا تسمع الموتی الآیہ۔ اے رسول سلام علیہ تو مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتا۔ اور ارشاد ہے ما انت بمسمع من فی القبور الآیہ یعنے تو مردوں کو قبروں میں سنانے والا نہیں۔ مگر کتاب (قرآن) ازلی ابدی حی و قائم۔ رسولوں کا رہنما اور مرشد۔ قیامت تک زندہ اور ناطق ہے۔ بس اسکو چھوڑ کر مردوں سے اپنے ضروری دین و دنیا کے مسائل پوچھو یا ان کے اقوال پر جن میں اختلافات بھرے ہیں۔ اور انکو کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا۔ اور اکثر انسانی اقوال میں کفر و اسلام تک کا خود مختلف فرقوں کے نزدیک فرق ہے انکو واجب العمل قرار دینا بدقسمتی۔ بوالہوسی اور ہوائے نفسی ہے۔ اگر مسلمان صرف اس زندہ رسول کو پیشوا مانیں۔ تو آج ہی جنگ ہفتاد و دو ملت کا دنیا سے مونہہ کالا ہو جائے۔ اور سب متحد و متفق ہوکر یکجان کر دو قالب بن جائیں

کیونکہ اختلاف انسانی اقوال نے ڈالا ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ قرآن کریم نے۔ قرآن میں تو یہ حکم ہے۔ کونوا ربانیین (خدا والے بن جاؤ)

کیا واقعی ہمارے کسی دل میں یہ طاقت ہے کہ حجروں میں بیٹھکر اپنی لال کتاب سے مسلمانوں کی تکفیر کر سکتے ہیں۔ یعنے جسے چاہیں۔ کافر بنا سکتے ہیں۔ یا مومن۔ یہ تو خدائی طاقت ہے۔ پڑھو ومن یهد اللہ فما له من مضل ومن یضلله فما له من هاد (یعنے جسکو خدا ہدایت کرے۔ اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسکو گمراہ کرے اسکا کوئی ہادی نہیں) ایسی قدرت و طاقت کے استعمال پر ہم اپنے حنفی یا منکر علماء کو مبارکباد دیتے اور تحسین کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو کافر بنانے والے پہلے خود کو تو کفر کے دائرے سے نکال کر مومن بنائیں۔ اگر تکفیر کے مفتی مقلدین سے ہیں۔ تو علماء غیر مقلدین (اہلحدیث) سے اپنی نسبت فتوے لیں۔ کہ وہ مقلدین کو کیا سمجھتے ہیں۔ اہلحدیث کی کتابیں۔ رسالے اور فتوے دیکھیں۔ جن میں تقلید کو نہ صرف بدعت بلکہ کفر قرار دیا ہے۔ اور قرآن مجید سے اس کے ثبوت میں یہ آیہ پیش کرتے ہیں اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون اللہ ترجمہ۔ بنالیا انہوں نے (کافروں نے) اپنے بزرگوں اور راہبوں کو خدائے واحد کے مقابلے میں خدا۔ اور اگر تکفیر کے مفتی اہلحدیث ہیں۔ تو وہ غور کریں۔ کہ اہلقرآن انکو کیا سمجھتے ہیں۔ وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون۔ یعنے جو لوگ ما انزل اللہ (قرآن) کے سوا کسی انسانی کتاب یا اقوال کے موافق حکم لگاتے ہیں۔ کافر ہیں۔ جب مبتدا اور خبر معرفہ ہوتے ہیں۔ اور بیچ ضمیر فصل ہوتی ہے۔ تو حصر در حصر مستفاد ہوتا ہے۔ یعنے بڑے کافر یہی لوگ ہیں۔ جو دو جرموں کے مرتکب ہوتے ہیں اول تو قرآن کو رد کرتے ہیں۔ پھر اس کی جگہ انسانی

کتابوں پر عمل کرتے ہیں۔ ان سے بڑھکر کون کافر ہوگا۔ پڑھو۔ ان الذین کذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب النار هم فیها خالدون ترجمہ۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (عمل نہ کرنا جھٹلانا بلکہ رد کرنا ہے) یہی لوگ ناری ہیں ہمیشہ نار میں رہیں گے یہی حالت باہم شیعہ سنی۔ احمدی غیر احمدی۔ (مرزائی غیر مرزائی) کی ہے۔ کہ ہر فریق دوسرے فریق کو کافر مطلق سمجھتا ہے۔ الغرض جدھر دیکھو اسلام میں کافر ہی کافر نظر آتے ہیں گویا میں سب لئے ہی یاران وطن [illegible]

وہ کون ہے جو مائدہ کا ریز خوان نہیں

قرآن میں تو کسی کو کافر بنانے کا حکم کیوں ہونے لگا۔ اس میں تو یہ حکم ہے۔ لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا یعنے جو شخص تمہیں سلام کرے۔ اسے یہ نہ کہو۔ کہ تو مومن نہیں ہے۔

حدیث میں بھی تکفیر کی سخت ممانعت ہے۔ بیرونی من استقبل قبلتنا وصلی صلاتنا واکل ذبیحتنا فلا تکفروه بذنب الحدیث۔ جس نے ہمارے قبلہ کی طرف مونہہ کیا جس نے ہمارے جیسی نماز پڑھی جس نے ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا۔ اسکو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بناؤ۔ گناہ کی قید ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ کسی بے گناہ کو کافر بنانا تو بڑا ہی ظلم اور قرآن وحدیث کی نافرمانی بلکہ خود کو کافر بنانا ہے۔ نیز حدیث میں ہے۔ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جس نے (صدق دل سے) ایک کلمہ توحید پڑھا۔ جنت میں داخل ہو گیا۔ اسلام میں تو یہاں تک رفاہ اور آسانی اور علماء اسلام کا یہ تشدد کہ تکفیر کی کھاجی چل رہی ہے۔ بعض علماء نے اسلام کو اس قابل نہ رکھا۔ کہ کوئی غیر مذہب والا اس کے احاطے میں داخل ہو سکے جب ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر بنا رہا ہے تو اجنبی آدمی حیران ہوگا۔ کہ میں کس گروہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 325

تو میں سمجھا نہیں، مگر جواب اسکے دو دیتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا علم ہے اور کیا شیر بہادری ہے

ثناء اللہ کا جواب نمبر ۲

مولوی صاحب بٹالوی نے اپنی تعریف سے الزام دور اُٹھانے کی جو کوشش کی ہے وہ مزید الزام کی موجب ہے۔ آپ فرماتے ہیں تعریف میں اصولِ مذہب داخل ہیں اہلحدیث داخل نہیں۔ بہت خوب پس معنی یہ ہوئے کہ اہلحدیث وہ ہے جو اصول مذہب کا پابند ہو۔ یہ تعریف ایسی وسیع ہے کہ مسلمانوں کے کُل فرقوں پر صادق آتی ہے۔ حنفی بھی اصولِ مذہب کے پابند ہیں۔ شافعی بھی۔ مالکی اور حنبلی بھی۔ معتزلہ۔ نیچری۔ مرزائی۔ شیعہ وغیرہ سب بلکہ غیر مسلم پر بھی صادق آتی ہے۔ مثلاً آریہ۔ ہندو۔ سکھ۔ عیسائی وغیرہ ہر ایک اصول مذہب کا پابند ہے۔ کیا خوب مثال مشہور صادق آئی فر من المطر و قام تحت المیزاب۔ اگر فرمائیں کہ یہ لوگ اصول مذہب کے پابند ہیں مگر اصول مذہب اہلحدیث کے پابند نہیں تو جواب یہ ہے کہ اہلحدیث تو بقول آپ کے تعریف سے خارج ہی پھر تعریف میں اسکا دخل ہی کیا۔ اگر دخل ہے تو معلوم ہوا کہ اسکے سمجھنے پر تعریف کا سمجھنا موقوف ہے اور یہی دور ہے۔ لزم ما التزم۔ مولوی صاحب نے کمال دور اندیشی سے تعریف کو یوں بدلا ہے کہ اہلحدیث وہ ہے جو قرآن وحدیث۔ اجماع اور قیاس وغیرہ اصول خمسہ کا پابند ہے۔ یہ تعریف بھی نہ جامع ہے نہ مانع۔ جامع تو اسلئے نہیں کہ کہ بہت سے اہلحدیث ایسے ہیں جو اجماع کے قائل نہیں بلکہ قیاس کے بھی نہیں جیسے امام احمدؒ بن حنبل۔ امام داؤدؒ۔ ظاہری اتباع امام شوکانیؒ۔ نواب صدیق حسن خانؒ۔ اور مولانا محمد حسین بٹالوی جو لکھتے ہیں میں نے حسامی سے بزدوی تک اکثر کتب اصول فقہ مصنفہ سلف وخلف کو دیکھا پر کسی میں کوئی دلیل صحیح صریح مشروعیت قیاس پر نہ پائی (ضمیمہ سفیر ہند ۲ جون ۱۸۷۸ء صفحہ ۱ کالم ۲ مرقومہ مولانا بٹالوی) اور مانع اسلئے نہیں کہ یہ تعریف حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بھی ان اصول کے قائل ہیں۔ جس پر لازم آتا ہے کہ مولانا بٹالوی کے نزدیک وہ بھی اہلحدیث ہیں پھر اہلحدیث کوئی مستقل فرقہ نہ ہوا فافہم۔ میری کتاب کا حوالہ دینا مولانا کو کسی طرح مفید نہیں

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 325

اہلحدیث امرتسر ۵ ۱۱ جون ۱۹۱۵ء

کے حاشیہ سطر ۱۵ میں کہا ہے اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ اجماع امت۔ قیاس مجتہد۔ اور یہی بعینہ اصول خمسہ مذہب اہلحدیث فریق ثانی کے سامنے پیش کرتے ہیں جو انہی چار کی تفصیل ہیں اور وہ یہ ہیں :-

اصل دین آمد مسلمان را قرآن
پس حدیث سرور پیغمبران
بعد ازاں اجماع اہل اجتہاد
از صحابہ سید خیر العباد
بعد ازاں اجماع جملہ تابعین
رحمت اللہ علیہم اجمعین
پستر اقوال خلفیساں
شد مقدم بر مقال دیگراں

اب بھی فریق ثانی کو یہی تعریف کا دعویٰ ہو تو سمجھ میں خدا واسطے تو میں اس تعریف کے الفاظ کو بدل دیتا ہوں۔ اور اسی تعریف سابق کو ان الفاظ سے ادا کرتا ہوں کہ اہلحدیث وہ ہے جو قرآن و حدیث و اجماع وغیرہ اصول کو مانے اور عملاً و اعتقاداً ان کا خلاف نہ کرے۔

۵ جون ابو سعید محمد حسین

صادق آتی ہے مثلاً آریہ۔ ہندو۔ سکھ۔ عیسائی وغیرہ ہر ایک اصول مذہب کا پابند ہے کیا خوب مثال مشہور صادق آئی فر من المطر وقام تحت المیزاب۔ اگر فرماویں یہ لوگ اصول مذہب کے پابند ہیں مگر اصول مذہب اہل حدیث کے پابند نہیں تو جواب یہ ہے کہ اہلحدیث تو بقول آپ کے تعریف سے خارج ہے پھر تعریف میں اُس کا دخل ہی کیا۔ اور اگر دخل ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا ...

اہل حدیث ایسے ہیں جو اجماع کے قائل نہیں بلکہ بعض قیاس کے بھی نہیں جیسے امام احمد حنبل امام داؤد ظاہری مع اتباع امام شوکانی۔ نواب صدیق حسن خان اور مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی جو لکھتے ہیں :-

میں نے حسامی سے بزدوی تک اکثر کتب اصول فقہ مصنفہ سلف و خلف کو دیکھا پر کسی میں کوئی دلیل صحیح صریح مشروعیت قیاس پر نہ پائی۔

(ضمیمہ سفر ہندوستان ۲۸ جون ۱۸۹۶ء کالم ۲) مرقومہ مولانا بٹالوی۔

عذر غیر حاضری

گزشتہ پرچہ اہلحدیث شائع نہیں ہوا۔ کیوں؟ اس لئے کہ میں جبل پور کے مباحثہ پر گیا جہاں قریباً ۱۳-۱۴ روز لگ گئے۔ گو وہاں تو میں صرف پانچ روز رہا لیکن کچھ تو مسافت بعیدہ کی وجہ سے کچھ راستے میں محصولیوں کی وجہ سے دیر لگ گئی۔

محصولیوں سے کوئی صاحب وہم نہ کریں کہ میرے اسباب کے محصول چنگی پر کوئی جھگڑا ہوا ہوگا نہیں ایسا تو کبھی نہ ہوا ہوگا انشاء اللہ۔ محصولیوں سے مراد وہ دوست ہیں جو کبھی کسی مقام پر میرا جانا سن پاتے ہیں تو راہ گھیر کر اپنے ہاں بلاتے ہیں بلکہ گھیر کر لیجاتے ہیں۔ گو میں اپنے پروگرام کو قائم رکھنے میں بہت سخت رہتا ہوں لیکن بحکم

"بہر جا کہ مرکب تواں تاختن ۔ کہ جا ہا سپر باید انداختن"

کہیں نہ کہیں ماننا ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ دہلی میں بغرض کار اہلحدیث کانفرنس دو روز ٹھیرنا پڑا۔ اتنے میں اخبار کی تیاری کا وقت گزر گیا۔

زمانہ کی نازک حالت اور قانون کی سختی سے ڈرتے ہوئے مضامین کا کوئی حصہ ماتحتوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ یا تو خود لکھتا ہوں یا جو مراسلات ہوتے ہیں اُن پر بھی گہری نظر خود ہی ڈالکر درج کراتا ہوں۔ بسا اوقات بعض مراسلات کو کانٹنے چھانٹنے میں اتنا وقت لگتا ہے کہ اتنا مضمون لکھنے میں اتنا وقت نہ لگے۔ اسی لئے میں اپنے دوستوں کو جو مجھکو اپنے ہاں پہنچنے پر مجبور کیا کرتے ہیں عذر کیا کرتا ہوں کہ یہاں بھی آپ ہی لوگوں کا کام کرتا ہوں وہاں بھی آپ ہی کا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ یہ کام مفید عام ہوگا اور وہ مفید خاص۔

مطلب یہ ہے کہ مباحثہ جبلپور کی وجہ سے گزشتہ پرچہ اہلحدیث نہیں نکل سکا جسکی تھوڑی سی کسر حسب گنجائش وقت اس پرچہ میں نکال دی گئی ہے امید ہے ناظرین اسمیں معذور تصور فرمائینگے۔ ایڈیٹر

... اور مانع اس لئے نہیں کہ یہ تعریف حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ یہ لوگ بھی ان اصول کے قائل ہیں جس سے لازم آتا ہے کہ مولانا بٹالوی کے نزدیک وہ بھی اہل حدیث ہیں پھر اہلحدیث کوئی مستقل فرقہ نہ ہوا فافہم۔

میری کتاب کا حوالہ دینا مولانا کو کسی طرح مفید نہیں۔ کیونکہ تعریف کا صحیح بیان کرنا اُن کا فرض منصبی ہے اس لئے اُن کو یہ بتانا چاہیے کہ یہ تعریف بذاتہ صحیح ہے اور اس کی صحت کی دلیل یہ ہے۔ فریق ثانی کا قول محض الزام ہے دلیل نہیں۔

علاوہ اس کے مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

(الف) مولانا بٹالوی کی تعریف میں اصول خمسہ داخل ہیں۔ حالانکہ میری کتاب میں اصول خمسہ کا ذکر بھی نہیں۔

(ب) ہر ایک فرقے میں بعض باتیں بوجہ شہرت کے تسلیم ہوتی ہیں مگر عند التحقیق اُن کا درجہ نہیں رہتا بلکہ محققین اُن سے منکر ہو کر بھی اُس فرقہ میں

جواب نمبر دوم | مولوی صاحب بٹالوی نے جو تعریف سے الزام دور اٹھانے کی جو کوشش ہے وہ مزید الزام کی موجب ہے۔ آپ فرماتے ہیں تعریف میں اصول خمسہ داخل تھے اہلحدیث داخل نہیں۔ بہت خوب اس کے معنے یہ ہوئے کہ اہلحدیث وہ ہے جو اصول مذہب کا پابند ہو۔ یہ تعریف ایسی وسیع ہے کہ مسلمانوں کے کل فرقوں پر صادق آتی ہے۔ حنفی بھی اصول اور کے پابند ہیں۔ شافعی بھی، مالکی، حنبلی بھی۔ معتزلی، نیچری، مرزائی، شیعہ وغیرہ سب۔ بلکہ غیر مسلم بھی

... تعریف سمجھنے پر کا سمجھنا موقوف ہے اور یہی دور ہے۔ ذلزم ما الزم۔

مولوی صاحب نے کمال دور اندیشی سے تعریف کو یوں بدلا ہے کہ

اہلحدیث وہ ہے جو قرآن و حدیث و اجماع اور قیاس وغیرہ اصول خمسہ کا پابند ہو۔ یہ تعریف بھی نہ جامع ہے نہ مانع۔ جامع تو اس لئے نہیں کہ بہت سے

(۱۹۲)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 331,332

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شایع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمائت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی اور دنیاوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے یا بذریعہ ویلیو

(۲) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج اور ناپسند مضامین محصولڈاک آنے پر واپس ہونگے۔ جن مراسلات سے نوٹ لیا جائیگا وہ ہرگز واپس نہ ہونگے۔

(۳) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے

(۴) بے رنگ خطوط وغیرہ جلد ڈاک و اپس

نمبر ۲۰ — جلد ۱۳

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۔۔۔

رؤسا و جاگیرداران ۔۔۔

عام خریداران ۔۔۔

ممالک غیر سے سالانہ قیمت ۵ شلنگ ۴ پنس

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے

جملہ

خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابی الوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہئے

امرتسر مؤرخہ ۵ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۱۷ء بیوم جمعہ

فہرست مضامین

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا چھٹا سالانہ جلسہ کلکتہ میں

جیسا کہ پہلے کئی ایک دفعہ مشتہر کیا گیا۔ کانفرنس ہذا کا جلسہ امسال ۹۔۱۰۔۱۱۔ مارچ کو کلکتہ میں ہوا جس کی مفصل رُوداد عنقریب دفتر کانفرنس سے شایع ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اخباری حیثیت کے لائق یہ بات قابل بیان ہے۔ کہ جیسا گمان تھا یہ جلسہ کلکتہ کی شان کے مطابق ہوا۔ الحمد للہ اس جلسہ سے پیشتر جتنے جلسے ہوئے۔ اون سب کے مجموعے کے برابر برابر یہ ایک جلسہ تھا۔ دہلی کے جلسہ میں قریباً سو ڈیڑہ سو مہمان تھے۔ امرتسر میں ۲۱۷۔ پشاور میں اس سے کم۔ اخیر بنارس میں قریباً ایکہزار باہر کے مہمان تھے۔ مگر کلکتہ میں ۲ ہزار سے زائد لیکن حاضری جلسہ میں (بقول اخبار صداقت کلکتہ) بیس ہزار کے قریب تھی۔ جلسہ کی کارروائی ہونے سے پہلے ہمارے برادران احناف نے بہت چاہا کہ جلسہ نہونے پائے۔ پولیس کمشنر کیخدمت میں شکایات کیں مگر سچ تو یہ ہے کہ خدا جنکو حکومت دیتا ہے۔ سمجھ بھی عطا کرتا ہے۔ کمشنر صاحب پولیس نے اونکی شکایات پر مطلق کان نہ لگایا۔ جسکی بابت ہم کمشنر صاحب پولیس کے شکرگذار ہیں۔ جلسہ کی کارروائی یوں ہوئی کہ نماز جمعہ مولوی محمد علی صاحب مبلغ واعظ پنجاب امرتسری نے پڑھائی۔ نماز جمعہ کے بعد جب پروگرام پہلے جناب مولوی عبدالنور صاحب نائب صدر استقبالیہ کمیٹی نے استقبالیہ معروضہ پڑھا جو درج ذیل ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 331,332

اہلحدیث امرتسر ۸ ۵ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ

نفی کا بھی ثبوت رکھا ہو۔

اس پر لکھا گیا تھا کہ نفی بصورت علم العدم ہو۔ تو دلیل دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تثلیث اور شرک کی تردید میں دلایل دئے ہیں جنکو مرزا صاحب نے مباحثہ امرتسر میں بمقابلہ پادری آتھم تردید تثلیث پر قرآن مجید سے نقل کیا تھا۔ اس کے جواب کیلئے قادیانی کیمپ میں بہت دنوں تک سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ آخر نتیجہ وہی ہوا جو ہم نے لکھا تھا :-

ہمیں امید نہیں کہ وہ (قادیانی) شکریہ کے ساتھ ہماری اس تقریر سے مستفید ہونگے"

(۱۹۔ جنوری ۱۹۱۲ء)

چنانچہ قادیانی اخبار الفضل نے بہت دنوں کے بعد ۳۔ مارچ کے پرچہ میں ہمارے جواب میں ایک مضمون لکھا جس میں حسب اتباع مرزا بہت کچھ گالیاں دیکر دل کو خوب ٹھنڈا کیا۔ ان الہامیوں مسیح قادیانی کے حواریوں کی نرم کلامی کا نمونہ دکھانے کو ایک ہی فقرہ کافی ہوگا۔ لکھتے ہیں ۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب اب بتائے غلطی آپکی ہے یا خلیفہ ثانی کی۔ صاف کہدیجئے کہ نجاست خوری کی عادت تھی۔ وہ پوری کی ہے۔ (۳۔ مارچ صفحہ ۱۲ کالم ۱)

ناظرین! گو یہ لوگ ہمکو برا کہتے ہیں۔ مگر ہم انکی داد دیتے ہیں۔ کہ یہ لوگ فنا فی المرزا کی حیثیت میں ایسے درجہ پر ہیں۔ کہ گویا یہ شعر انہی کی زبان سے نکلا ہے ؎

مامریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

لیجئے ہم بتاتے ہیں کہ قریب قریب یہی الفاظ بڑے حضرت کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔ بڑے صاحب کسی معاملہ میں ہم اصحاب اربعہ پر خفگی کے لہجے میں دُر افشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مولوی محمد حسین مولوی احمد اللہ۔ عبدالحق غزنوی۔ مولوی ثناء اللہ جھوٹے ہیں۔ اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۵)

ماشاء اللہ چشم بد دور۔ جھوٹ بھی کیسی بری چیز ہے۔ کہ ساری دنیا یہاں تک کہ وہ بھی جن کا کاروبار ہی اسی سے چلتا ہو۔ اسکو برا جانتے ہیں۔

خیر اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔ گو الفضل نے باتباع مرزا بہت کچھ غصے کا اظہار کیا ہے۔ مگر ہمارے روحانی اثر سے وہ خالی نہیں رہا۔ چنانچہ اصولاً تو وہ ہم سے متفق ہوگیا۔ کہ نفی کو جب بصورت دعوے پیش کیا جائے۔ تو اوس پر دلیل کا لانا ضروری ہے۔ (صفحہ ۲ کالم ۲)

یہی ہمارا مطلب تھا جو باوجود خفگی کے الفضل نے مان گیا۔ ہاں ایک بات عجیب کہی۔ ہم نے لکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں کے مباحثہ میں نفی تثلیث پر دلایل دئیے۔ اس کے جواب میں الفضل کہتا ہے۔ مرزا صاحب نے حسب شرائط چند سوال کئے تھے۔ اگر آج ہم مرزا صاحب کے اصل الفاظ دکھاتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی تقریر میں نفی پر دلایل دئیے یا نہیں۔ غور سے سنئے۔ مرزا صاحب نے بطور تمہید یہ کہا تھا۔ کہ اہل مذاہب کو چاہئے کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہا کریں۔ بلکہ جو بات انکی کتاب میں ہے وہی کہا کریں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی آیت نقل کی تھی۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ

اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"اللہ جلشانہ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت (مسیح) کے لئے دلیل استقرائی پیش کی ہے۔ پھر اسکے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ پھر تیسری دلیل یہ پیش کی ہے كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ" (کتاب جنگ مقدس)

اس سارے اقتباس میں مرزا صاحب نے تین دفعہ دلیل کا لفظ بولا ہے۔ کون دانا کہیگا۔ کہ یہ سوال کا طریق ہے گو اس بیان کو کسی نام سے موسوم کریں۔ مگر حقیقت میں یہ سوال نہیں بلکہ اثبات دعویٰ (علم العدم) ہے۔

قادیانی ممبرو! آؤ ہم تمہیں باوجود تمہاری ناقدردانی کے ایک اور منطقی مسئلہ سنائیں۔

تصور مطلق جب تصور ساذج کی شکل میں ہوتا ہے تو مرکب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطلق تصور لابشرط شئی ہوتا ہے۔ اور ساذج کی صورت میں بشرط لا شئی۔ خلیفہ قادیان کا دعویٰ تصور ساذج کی صورت میں ہے۔ یعنی اسمہ احمد کے مصداق مرزا صاحب ہیں لاغیر (اور کوئی نہیں) چونکہ یہ دعویٰ مرکب ہے۔ اس لئے مولوی محمد علی لاہوری کا تم سے دلیل کا مطالبہ کرنا صحیح ہے۔

امرتسر میں مرزائی فسخ نکاح کا مقدمہ

اس مقدمہ کی خبر مرزائی اخباروں میں شایع ہوچکی ہے ہم نے آجتک اس کا ذکر کسی مصلحت سے نہیں کیا تھا۔ پہلی پیشی چونکہ ہوچکی ہے۔ اس لئے آج اسکو شایع کرتے ہیں محلہ کٹڑہ بھنگیاں میں ایک لڑکا مرزائی ہوگیا ہے اوسکی بیوی نے عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کردیا مضمون دعوے یہ تھا کہ چونکہ میرا خاوند مرزائی ہوگیا ہے۔ اور مرزائی بحکم فتوے علماء اسلام کافر ہیں۔ لہذا میرا نکاح اوس سے فسخ کیا جائے مدعیہ کی طرف سے چھ علماء گواہ طلب ہوئے یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی۔ مولوی نور احمد صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالصمد صاحب امرتسری۔ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب امرتسری۔ پہلے دو صاحب نہ آئے باقی چار صاحبوں کی شہادتیں ۱۹۔ مارچ کو سب جج صاحب کی عدالت میں ہوئیں۔ چاروں کا بیان متفق تھا۔ کہ مرزا صاحب دعوے نبوت اور توہین حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام وغیرہ کرنے سے کافر تھے۔ اون کے اتباع بھی اوسی حکم میں ہیں۔ لہذا نکاح فسخ ہے۔ مرزا صاحب کے دعوے رسالت کے ثبوت میں مرزا جی کا رسالہ دافع البلا صفحہ ۱۱ پیش ہوا۔ جس میں لکھا ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 331.332

۳۰ مارچ ۱۷ء ۹ اہلحدیث امرتسر

قادیاں طاعون سے محفوظ رہیگا کیونکہ خدا اسکے رسول کا تخت گاہ ہے۔ اسکی تشریح موجودہ خلیفہ قادیانی کی تحریرات مثل انوار خلافت وغیرہ سے کیجئے جسمیں وہ منکرین مرزا کو کافر لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب کے فتاویٰ پیش ہونے جنمیں وہ صاف لکھتے ہیں۔ کہ کسی غیر مرزائی کے ساتھ لڑکی کا نکاح نکرو۔ وغیرہ۔

خاکسار پر شہادت کے لئے بہت اصرار کیا گیا۔ مگر کسی مصلحت سے میں انکار ہی کرتا رہا تا خرمشیت ایزدی غالب آئی۔ مگر برنگ دگر۔

میں اخیر شہادت کے موقع پر کرہ عدالت میں گیا۔ ہجوم بہت تھا۔ لیکن فریق ثانی کی نگاہ پڑ گئی۔ تو انہوں نے جج صاحب سے کہا۔ کہ ہم انکی شہادت کرانا چاہتے ہیں۔ جج صاحب نے مجھے طلب فرمایا۔ شہادت کے خرچہ کا سوال ہوا۔ تو جج صاحب نے حکم دیا کہ مبلغ تین روپیہ انکو خرچہ دیجئے۔ چنانچہ تین روپیہ مل گئے۔ فریق ثانی نے اخبار اہلحدیث ۱۹ جنوری سنہ ۱۷ء پیش کر کے مجھ سے تصدیق کرایا کہ میں نے لکھا ہے۔ اسمیں اونکا مدعا اس عبارت سے تھا جس میں اشاعت اسلام کانفرنس کے متعلق ایک فقرہ تھا۔

کسی نے پوچھا تھا کہ اگر عام اسلام کی اشاعت کروگے۔ تو اگر کوئی شخص تو مسلم ہو کر مرزائی کیساتھ تاہم بند کریگا۔ تو آپ اوسکو مسلمان سمجھینگے۔ اس کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ مسلمان سمجھنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نجات کے لحاظ سے دوسرا مردم شماری کے طور سے ہر ان لوگوں کو مردم شماری کے لحاظ سے مسلمان جانینگے۔ اس عبارت کی مجھ سے تصدیق کرائی گئی۔ وکیل مدعیہ نے مجھ سے اسکا مطلب پوچھا تو میں نے بتایا۔ کہ سرکاری طور پر جو مردم شماری ہوتی ہے۔ اسمیں یہ قاعدہ ہے۔ کہ ہر آدمی جو اپنا مذہب لکھاتا ہے۔ اوسی کی ذیل میں وہ آجاتا ہے جیسے اچھوت لوگ مجموعہ لوگوں میں ہندو ہوتے ہیں اسی طرح مرزائی لوگ مردم شماری کے مجموعہ لوگوں میں مسلمان ہیں۔ اس سے مراد مذہبی حیثیت نہیں۔

مدعیہ کی شہادت کافی جانی گئی۔ فریق ثانی کو شہادت پیش کرنے کے ۱۰۔ ۱۶ اپریل اور

بحث کے لئے ۲۱۔ اپریل مقرر ہوئی۔

لطیفہ قادیانی تعلق میں مجھے تین کے عدد سے کیا مناسبت ہے۔ لودہانہ کے مباحثہ میں انعام ملا۔ تو تین سو روپیہ۔ شہادت میں خرچہ ملا۔ تو تین روپیہ۔ اسیطرح گورداسپور کے مقدمہ مولوی کرم دین صاحب بنام مرزا صاحب میں بھی میں گواہ گذرا تو مستغیث کی طرف سے مگر دو دن کا خرچہ تین روپیہ لومیہ مرزائی فریق سے ملا۔ باہر نکل کر بعض مرزائیوں نے مذاقاً اس خرچہ کا ذکر کیا۔ تو میں نے بھی مذاقیہ جواب دیا۔ کہ اتنے سے کیا پیٹ بھرتا ہے۔ جبکہ تین سو سے نہ بھرا۔

ناظرین دعا کریں۔ خدا اس مقدمہ میں حق کی فتح کرے۔

کشمیر کے مقدمہ فسخ نکاح کا فیصلہ

ریاست کشمیر میں بھی ایک مقدمہ اسی قسم کا دائر تھا۔ جسکی صورت یہ تھی کہ خاوند قادیانی پارٹی کا مرزائی ہو گیا تھا۔ علماء نے اوس کے ارتداد کا فتویٰ دیا۔ عورت نے اوسکے ساتھ رہنے سے انکار کیا۔ خاوند نے بازو دعویٰ دائر کیا۔ عدالت نے بہت بڑی تحقیقات کے بعد فیصلہ دیا جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ قادیانی پارٹی کا ممبر دیگر عورت کو نہیں لے سکتا۔ اگر لاہوری پارٹی کے اعتقادات اختیار کرے۔ تو بازو لے سکتا ہے یہ عجیب فیصلہ ہے۔ عدالت کو جب ثابت ہو گیا تھا کہ قادیانی پارٹی کا ہے اور قادیانی پارٹی کے اعتقادات کفریہ موجب فسخ نکاح ہیں۔ تو پھر اسکو اتنا ہی کہنا تھا اب اگر وہ لاہوری پارٹی کے خیالات سنکر اہل اسلام کے سے خیالات کا پابند بھی ہو جائے۔ تو کیا فائدہ۔ اعادہ نکاح نہیں ہو سکیگا۔ تاوقتیکہ برضاء فریقین نکاح نہو۔ ہم عورت سے کہتے ہیں جسکا دعا ثابت کرنے کیلئے طیار ہیں کہ قادیانی خلیفہ صاحب کی تعلیم سے بہتر تو اور ہے اوود ربنا [illegible]

بلکہ جو کچھ اوس نے کہا ہے وہی کہتا ہے۔ فرق اتنا ہے۔ کہ وہ مصلحت بین تھا۔ جسکی وجہ سے اوس

میں قدر سے دو رنگی آجاتی تھی۔ اور اسمیں دو رنگی نہیں۔ العلم عند اللہ۔

ہمارے حسن

شکریہ

(از جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی)

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ اللھم لک الحمد کما ینبغی بجلال وجھک ولعظیم سلطانک۔ اللھم صل وسلم علی رسولک المصطفیٰ ونبیک المرتضیٰ الذی ھدیتنا بہ من الضلالۃ وبصرتنا من العمی وعلی آلہ واصحابہ اھل التقیٰ

اما بعد! اس مضمون کے لکھنے کی ضرورت یہ ہوئی کہ اس عاجز کی رائی پر ہندوستان کے ہر گوشے سے دوستوں کے اشتقدر خطوط آرہے ہیں۔ کہ ہر چند کہ پورا ڈیڑھ مہینہ گذر گیا۔ لیکن مبارکبادی واظہار خوشی کے خطوط کی تار برابر لگی ہے چونکہ ہر ایک کو الگ الگ جواب لکھنا مجھ اکیلے اور عدیم الفرصت شخص سے مشکل تھا۔ اس لئے مناسب جانا کہ پشاور سے بمبئی۔ کلکتہ اور برہما تک اور کشمیر سے مدراس تک کے جن احباب نے ہمدردی ومبارکبادی کے خطوط لکھے ہیں۔ ان سب کا شکریہ بذریعہ اپنے پیارے اخبار اہلحدیث کے یکجا کردوں۔ اور ان کے لئے تہ دل سے دعا کروں۔ کہ خدائے تعالیٰ انکو اس اخلاص ومحبت کی جزائے خیر عطا کرے۔ اور اس میں برکت کرکے اسے زاد عاقبت بناوے۔ آمین۔

ان خطوط میں بالاتفاق بالفاظ مختلفہ امور ذیل مذکور ہوتے ہیں۔

(۱) رحیم وکریم خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم کا شکریہ۔

(۲) گورنمنٹ انگلشیہ کی معدلت گستری اور انصاف پروری کی تعریف اور شکریہ۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 332,333

(۱۹۲۷) اہلحدیث امرتسر ۴ ۲۴ - ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

دکھا سکتے ہیں۔ وکر بیچ۔

عجیب سوال اخبار وکیل میں مجھ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ جو اشاعت اسلام کانفرنس کی تحریک کر رہے ہیں۔ کوئی شخص کلمہ گو شیعہ یا قادیانی وغیرہ فرقوں میں آئیگا۔ تو کیا آپ اوسکو مسلمان سمجھینگے لائق اڈیٹر وکیل نے از خود ہی جواب دیدیا تھا۔ کہ ہاں ایسے شخص کو ہم مسلمان سمجھینگے۔ باوجود جواب دیدینے کے سوال میرے لئے باقی رکھا۔ اسلئے میں بھی جواب دیتا ہوں۔ ذرہ تفصیل سُنئے۔ مسلمان سمجھنا دو معنے سے ہوتا ہے۔ دنیاوی مردم شماری سے۔ اور اُخروی نجات۔ نجات کا علم تو اللہ کو معلوم ہے۔ اوسکا تو ابھی نہ وقت آیا۔ نہ حال معلوم ہوا۔ دنیاوی مردم شماری ہم کرسکتے۔ اور یہی اوسکا وقت ہے۔ اسلئے ہم ایسے لوگوں کو جو کلمۂ اسلام کے قائل ہیں مسلمان جانتے ہیں۔ دوسری حیثیت خدا کو معلوم

اہلحدیث توجہ کریں مسلمانوں کے لئے تو ایک ہی مقصد ہے جس پر وہ متفق ہو سکتے ہیں۔ جماعت اہلحدیث کے لئے بھی کوئی مقصد ہے۔ جس پر یہ سب جمع ہو سکیں۔ اسی سوال کے حل کرنے کیلئے ہم نے یہ سارا مضمون لکھا۔ ورنہ اہلحدیث کو پولیٹکل مضامین سے کیا کام؟ تاکہ اہلحدیث جماعت کو بھی وحدت قومی پیدا کرنے کا شوق ہو۔ جسطرح پولیٹکس (سیاسی) لوگوں کے درمیان ملکی معاملات میں اختلاف رائے کی وجہ سے مخالفت ہو کر شقاق و نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسیطرح مذہبی گروہ میں بھی اختلاف مسائل کی وجہ سے نفاق پیدا ہو سکتا ہے۔ اہلحدیث چونکہ ایک مذہبی گروہ ہے اسلئے انمیں بھی صرف مذہبی مسائل کیوجہ سے اختلاف ہے۔ مگر باوجود اختلاف مسائل کے بھی قدر مشترک انمیں نکل سکتا ہے۔ میں انہیں کے چند اختلافی مسائل بطور مثال بتلا کر قدر مشترک بتلاتا ہوں۔

(۱) خطبہ میں وعظ اور ترجمہ کرنے کے متعلق بعض علماء کا اختلاف ہے۔

(۲) بیعت پیری مریدی کرنے میں اختلاف ہے۔

(۳) ملازمت سرکاری جسمیں شرع کے برخلاف بعض کئے جاتے ہیں۔ اوس کے جواز میں اختلاف ہے۔

(۴) مسئلہ صفات (قرب و معیت) میں اختلاف ہے۔

(۵) حرمت متعہ نطفی میں ایک آدہ کو اختلاف ہے۔

(۶) زانیہ تائبہ کے مال کی حلت و حرمت میں اختلاف ہے۔

(۷) وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام میں بعض کا اختلاف ہے۔

(۸) مدرک رکوع کے مدرک رکعت ہونے میں اختلاف ہے۔

(۹) مسح جوربین کے جواز میں اختلاف ہے۔

(۱۰) اقوال سلف کی حجیت میں اختلاف ہے۔

یہ چند اختلافات ہیں۔ جنکو اگر دیکھا جائے۔ تو اون سے زیادہ نہیں کہ اونکو فروعی اختلاف کہا جائے ہمیں اس وقت یہ دکھانا کسیطرح منظور نہیں کہ ان اختلافات میں حق بجانب کیا ہے۔ بلکہ ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم یہ بتلادیں۔ کہ باوجود ان اختلافات کے جنکو اپنے اپنے زمانہ میں فریقین اچھا خاصہ میدان جنگ بنا چکے ہیں۔ بہت سے اصولی مسئلہ میں اتفاق ہے۔

قرآن و حدیث کی اشاعت میں اتفاق ہے۔ ترک تقلید کرنے اور کرانے میں اتفاق ہے۔ شرک و کفر اور بدعات کے ترک کرنے اور کرانے میں اتفاق ہے۔ اشاعت سنت نبویہ میں اتفاق ہے۔ تو کیا ان اصولی امور میں متفق ہو کر معمولی فروعی اختلافات کی بنا پر جماعت اہلحدیث کبھی ایک ہی مجلس میں یکجا بیٹھکر اپنی بہتری کے ذرائع نہیں سوچ سکتی؟

یہ ایک سوال ہے۔ جسکو بطور مذاکرۂ علمیہ کے میں علماء کرام کے سامنے رکھکر آپ خاموش ہو جاتا ہوں۔ اور جواب کا انتظار کرتا ہوں۔ مجھ جو جواب آئینگے۔ درج کئے جائینگے انشاء اللہ مجھے امید ہے۔ آئندہ جلسہ اہلحدیث کانفرنس تک اس مذاکرہ کا کسی حد تک فیصلہ ہو جائیگا۔

قادیانی مشن

خلیفۂ قادیاں کی علمیت

قادیانی مشن کے وابستگان کی حالت بڑی قابل رحم ہے کہ بوجہ اپنی ناواقفی کے شیر قالین کو شیر نیستان سمجھ بیٹھے ہیں۔ مگر چونکہ بنیادی اینٹ غلط ہے۔ اسلئے بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اوسپر عمارت بھی ٹیڑھی جارہی ہے جو سب سے اول اونکو یہ غلطی ہوئی ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کو اونہوں نے اوس درجے کا عالم اور عارف سمجھا۔ جس درجے کے وہ نہ تھے۔ اب یہ لوگ اون کے بیٹے کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ان بیچاروں کی ناواقفی کی بہت موزوں مثال فونوگراف ہے۔ جسمیں جو آواز داخل ہوتی ہے۔ وہی ادا کر دیتا ہے۔ انہیں بھی جو آواز قادیان سے آتی ہے۔ آگے پہونچا دیتے ہیں۔ سوچنا سمجھنا نصیب اعدا۔

موجودہ خلیفہ کو ایسے ایسے القاب دیتے ہیں جن سے تمام مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے کبھی اوسکو خلیفۃ المسلمین کہتے ہیں۔ کبھی امیر المؤمنین بناتے ہیں۔ کبھی فضل عمر بلکہ قمر الانبیاء۔ اور بریلوجہ کہ فضل عمر میں اہانت کیسی ہے؟ تو چنان خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔

غرض قادیانی وابستگان کی بھی عجیب حالت ہے۔ جسطرح شاعر تمام دنیا کے اوصاف اور محاسن اپنے ایک وہمی معشوق کو دیدیا کرتے ہیں۔ اور ایک ہی شعر میں سب کچھ کہہ جاتے ہیں۔

حسیں ہو مہ جبیں ہو دلنشیں ہو
لقب جنکو ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

حافظ شیرازی مرحوم کی سخاوت اور فیاضی تو مشہور ہے۔ جنہوں نے معشوق کے ایک خال کیلئے اپنی فیاضی ظاہر کی۔ کہ:-

سلہ آئندہ جلسہ کانفرنس بمقام کلکتہ بتواریخ ۹-۱۰-۱۱ مارچ ہوگا۔ دیکھو صفحہ ۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 337, 339

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شائع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت واشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی ودنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد وضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہئے۔

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جلد واپس ہونگے

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند مضامین محصولڈاک آنے پر واپس ہوسکینگے۔

نمبر ۲۲ جلد ۱۲

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ...

رؤسا وجاگیرداران سے ... للعہ

عام خریداران سے ... ۱ے

ششماہی ...

ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ... پنس

ششماہی ۳ شلنگ

اُجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے۔ جملہ خط وکتابت وارسال زر بنام مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک وایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہئے۔

امرتسر مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

فہرست مضامین

اہلحدیث کانفرنس کے مہربان

یا نکد الدنیا منی انت مقصر
علے الحر حتے لا یکون لہ ضد

چوتھی صدی کا عربی شاعر متنبی بڑا منہ زور ہے یوں تو اُس کو مدائح اور قبائح سے فرصت نہیں مگر گلہ ہے ما ہے کوئی نہ کوئی تصیدہ نہیں تو شعر ہی سہی قدرتی فلسفہ کا بھی لکھ جاتا ہے۔ شعر مندرجہ عنوان اسی قسم سے ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:-

آے کمینی دنیا تو اس باب میں کبھی کوتاہی نہیں کرتی کہ جب کبھی کوئی آزاد آدمی کام کو کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے مقابل کسی نہ کسی مخالف کو کھڑا کردیتی ہے۔

یہ مطلب درصل آیات قرآنی سے مؤید ہے جنہیں فرمایا۔

کذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس

وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ

اہلحدیث کانفرنس سے پہلے جتنی انجمنیں یا مجالس اس قسم کے کام کے لئے قائم ہوئیں اُن سب کیساتھ یہی قدرتی اصول کام کرتا رہا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ دیوبند وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ آج ہمارے سامنے بڑی امن امان کی تعلیم کا علیگڈھ کالج ہے لیکن اس کی تاریخ جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ اس میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ جو صاحب نہ جانتے ہوں یا بھولے ہوں اُن کو مولوی سمیع اللہ خان مرحوم کی سوانح عمری پڑھ لینی چاہئے۔ پھر اہلحدیث کانفرنس کی نسبت یہ خیال رکھنا کہ اس کی مخالفت نہ ہوگی یا یہ ایسی ہوگی کہ اس کے اپنے سگے بھائی برادران یوسف کی طرح اس کی بدخواہی نہ کرینگے غالباً قانون قدرت سے غفلت اور سہل انگاری ہے۔ اس لئے لازم بلکہ الزم تھا کہ اہلحدیث کانفرنس کی مخالفت بھی ہو اور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 339, 337

اس کے جواب میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں لکھا ہے کہ جلسہ بھی حسب منشاء ہمارے پندرہ روزہ عام ہو منعقد کو۔ تم ہی بلاؤ اور اخراجات بھی سب تمہارے ہی ذمہ ہونگے!

کیا خوب! تجویز تو کریں آپ لوگ اور انتظام کروں میں اور اخراجات بھی بھروں میں۔

ناظرین! دنیا میں کبھی کسی نے یہ انصاف دیکھا کسی عدالت میں سُنا کہ جو تنقیح مفید حق مدعی ہو اُسکا ثبوت بذمہ مدعا علیہ ڈالا جائے۔ اسی کو کہتے ہیں ؎

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

لیں میرے امرتسری مہربان مطلع رہیں۔ کہ میں اُن کی تجویز کے مطابق پندرہ روز تک روزانہ پانچ گھنٹے گفتگو کرنے کو تیار ہوں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کی منصفی بھی مجھے منظور ہے۔ مگر چونکہ یہ دونو صورتیں آپ لوگوں کی تجویز کردہ ہیں اس لئے انتظام سب آپ ہی کے ذمہ ہے اس سے انکار کروگے تو دنیا کو معلوم ہوجائیگا کہ دال میں کالا ہے۔ ہمت کرو حوصلہ نہ ہارو، ہٹکر نہ پھرو، آگے بڑھو مرد میدان بنو، مگر کیا آؤ گے؟ ؎

نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

قادیانی مشن

مشترک کام میں شرکت

اہل حدیث کے ناظرین اور میری تقریروں کے سامعین خوب جانتے ہیں کہ میں اس اصول کا سختی سے پابند ہوں کہ میرا کوئی کیسا ہی مخالف ہو مشترک کام میں میں نے اُس سے کسی مخالفت کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہونے بھی نہیں دیا۔ مگر چونکہ ملک کا خصوصاً مسلمانوں کا مذاق اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ مخالف سے ہم کبھی شریک کار نہیں ہوسکتے جب تک ہمارے جملہ امور میں اتفاق نہ ہو۔ اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب اور میرا کسی جلسہ میں دوش بدوش بیٹھکر مشترک کام کرنا ایک عجیب قابل ذکر نظارہ سمجھا گیا۔ حالانکہ اسلام کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ قرآن شریف کھلے کھلے اور صاف صاف لفظوں میں ہدایت کرتا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (نیکی اور پرہیزگاری کے کام پر متفق ہوجایا کرو) یہی ارشاد پیر نصب العین ہے تاہم اکثر یہ میگزین لکھنا ہے

مولوی ثناء اللہ اور خواجہ کمال الدین ایک پلیٹ فارم پر

ابوالوفاء مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث بلکہ اپنی جماعت کے آرگن اہلحدیث کے ایڈیٹر اور لیڈر ہیں۔ اُدھر یہی درجہ و مرتبہ احمدی جماعت خصوصاً لاہوری پارٹی میں خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر کو حاصل ہے دونوں کے مذہبی عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور اس قدر شدت اور کثرت سے کہ کبھی ان کے مل بیٹھنے کی توقع ہی نہیں ہوسکتی مگر یہ طاقت اور یہ اثر اسلام ہی میں ہے کہ باوجود ان اختلافات کے جب خالص اسلامی معاملہ پیش نظر ہوتا ہے تو فروعات کو طاق پر رکھدیا جاتا ہے۔ چنانچہ یکم مارچ کے انجمن اسلامیہ مچھلی شہر (ضلع جونپور) کے جلسہ میں ایک ہی پلیٹ فارم پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے اسلامی حقائق اور اسلامی توحید اور اشاعت اسلام پر اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اسی طرح یہ دونوں حضرت کشمیری انجمنوں میں (کشمیری الاصل ہونے کی وجہ سے) بھی دوش بدوش اپنے خیالات ظاہر کرتے رہے ہیں۔ لیکن جہاں اسلامی خدمات کی ضرورت ہوگی وہاں دونوں کو بلکہ تمام سمجھدار مسلمانوں کو اپنے ذاتی عقائد و خیالات کو الگ تھلگ کرکے رکھنا پڑیگا جیسا کہ آج تک ہو رہا ہے اور آئندہ ہوتا رہیگا۔ پھر وہ لوگ کس قدر نادان ہیں جو کشمیری کانفرنس، یا اہلحدیث کانفرنس وغیرہ کے خلاف ہیں (کیمرتی لاہور)

اہلحدیث:- خواجہ کمال الدین صاحب سے تو ہمارے بہت پُرانے مراسم ہیں اور وہ ایک حد تک معقول آدمی ہیں۔ عرصہ ہوا آریہ اخبار مسافر آگرہ نے قادیانی پارٹی کو لکھا تھا کہ تم اسلام کی حمایت میں بولتے ہو پہلے تم مسلمانوں سے تو چھوٹ لو پھر ہم سے مخاطب ہونا۔ اس کے بغیر تمہارا منہ نہیں کہ ہم آریوں سے اُلجھو! تو اُس وقت میں نے یہ جواب دیا تھا کہ تمہارا (آریوں کا) یہ حق نہیں۔ سنو! اسلام کی تائید کرتے وقت اہلحدیث جیسا مخالف قادیانی جھنڈے کے نیچے کام کرنے کو تیار ہے جس پر الحکم نے بڑی شادمانی کا اظہار کیا تھا۔

میرے خیال میں ملک کو خصوصاً مسلمانوں کو ایک ایسی انجمن کی ضرورت ہے جس کی غرض ہی یہ ہو کہ مشترک کاموں میں ملکر کام کیسے کئے جاتے ہیں۔ آہ یہ سب خرابیاں علم منطق نہ جاننے سے پیدا ہوتی ہیں اہلحدیث کانفرنس کے گزشتہ جلسہ علیگڈھ میں میں نے بالتفصیل بیان کیا تھا کہ اہل منطق نوع کے درجے میں تو دوسری نوع کو الگ کہتے ہیں۔ لیکن جنسیت کے درجے میں سب کو ایک جانتے ہیں۔ جنس قریب میں بھی جو تمیز رہتی ہے وہ جنس بعید میں نہیں رہتی۔ اسی لئے ہر طبقہ اپنے اپنے خواص میں ممتاز رہے۔ مگر جونہی اسلام کی عزت کا ذکر آوے تو وہ مولانا جامی مرحوم کا شعر سامنے رہنا چاہیئے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی!
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مچھلی شہر میں خواجہ صاحب سے ہماری خوب بنی مگر ایک بات میں خواجہ صاحب کی شکایت بھی سُنی گئی جس کی بابت میں بطور اظہار امر واقع کے کہتا ہوں کہ ہماری پارٹی کا غلبہ نہ ہوتا تو مولانا پارٹی بہت کچھ آپے سے نکل جاتی۔ خواجہ صاحب نے اثناء تقریر میں مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ جو شخص نافع الناس ہوتا ہے اُس کی عمر دراز ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے کتنی لمبی عمر پائی، مولوی نورالدین صاحب نے لمبی عمر پائی۔ پھر بطور وزن شعر سرسید اور نواب محسن الملک کی عمروں کا ذکر بھی کیا اتنے ہی میں علماء کرام نے سمجھا

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 339 , 337

۵

اہلحدیث امرتسر — ۲-اپریل ۱۹۱۵ء

کہ خواجہ صاحب مرزا صاحب کی شخصیت کا ذکر کرکے موضوع جات سے نکل رہے ہیں جھٹ سے مولوی ابو بکر صاحب جونپوری نے آواز دی کہ مولوی ثناء اللہ نے بھی عمر پائی۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا در اصل مرزا صاحب کے اس آخری فیصلہ کی طرف اشارہ تھا۔ جو مرزا صاحب نے ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ یہ ہوگا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مریگا! خواجہ صاحب اس پر متنبہ ہوئے اور سنبھلکر بولے کہ ہاں مولوی صاحب بھی بہت عمر پاوینگے۔

میری غرض اس واقعہ کے اظہار سے یہ ہے کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے اس مضمون کو یہی سمجھی ہوئی ہے کہ مشترک کام میں بھولے سے بھی خصوصیت کا ذکر نہیں کرتی۔ ورنہ پچھلی شہروں میں خواجہ صاحب ایک تھے اور ہم متعدد۔ مولوی ابراہیم، غازی محمود، مولوی نور محمد، مولوی ابو بکر وغیرہ۔ لیکن ہماری طرف سے اشارۃً تقریر میں کوئی لفظ ایسا نہ نکلا ہوگا جس میں قادیانی مشن پر اشارۃً بھی حملہ ہو۔

امید ہے خواجہ صاحب بھی آئندہ کو اس کا لحاظ رکھا کریںگے۔

رقابت خدا کی شان ایک ہی فرقہ ہے اور اختلاف مزاجات کا یہ حال ہے کہ خواجہ صاحب اور اُن کے دوست تو متمنی ہیں کہ ملکر کام کریں مگر قادیانی پارٹی کو جلن ہے کہ یہ کیوں ملتے ہیں۔ چنانچہ الفضل ۱۴ مارچ کے پرچے میں بطور طعن ہمکو کہتا ہے کہ لاہوری پارٹی سے تو تم اب بغلگیر ہونے والے ہو خدا کرے ہم جلدی بغل گیر ہوکر قادیانی پارٹی کو مخاطب کریں ؎

جدا ہو یار سے تم اور نہ ہو رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

خطیب کا خطبہ

دہلی کے اخبار خطیب میں خواجہ حسن نظامی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے۔ مضمون کیا ہے علم طبقات یا اسماء الرجال کا ایک حصہ ہے۔ ملک کے چیدہ چیدہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر ایک کی طرز زندگی پر مخلصانہ نکتہ چینی کی ہے۔ آپ نے مضمون ہذا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ علماء ملت کا، دوسرا پولیٹیکل لیڈروں کا۔ علماء ملت کے ذیل میں مولانا اشرف علی۔ مولانا احمد رضا، مولانا شاہ سلیمان، حافظ جماعت علی شاہ اور اس خاکسار کا ذکر کیا ہے۔ ہر ایک کی طرز زندگی پر مصلحانہ نکتہ چینی کی ہے میں بہت خوش ہوں کہ میرے ایک مخلص نے مجھے میرے عیوب پر اطلاع دیکر حق دوستی ادا کیا جزاہ اللہ مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ نکتہ چینی کہاں تک قابل اصلاح ہے تاکہ میں اس کی اصلاح کر لوں۔

میرے تذکرے سے پہلے حافظ صوفی جماعت علیشاہ کے تذکرے میں آپ فرماتے ہیں:—

لیکن باوجود ان تمام اوصاف کے ایک بشری کمزوری اُن (حافظ جماعت علی شاہ) میں یہہ پائی جاتی ہے کہ ان کی انجمن کے جلسوں میں اور ان کے رسالہ میں اور تقریبات عرس میں زیادہ تر ان ہی کی مدح و ثناء میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور یہ ذاتی مدح سرائی ان کے لئے عام رائے کے موافق نیکنامی کا ذریعہ نہیں ہوسکتی دوسری بات یہ ہے کہ اُن کے مرید نقشبندیہ سلسلہ کی محبت میں دیگر سلسلوں کو حقارت سے دیکھتے اور اُن کے متعلق سبک الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ شکایت نئی نہیں ہے مدت سے ایسا ہو رہا ہے جس پر میں نے ان کو ایک آدھ دفعہ توجہ بھی دلائی مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ باتیں جو اُن کے مریدوں سے سرزد ہوتی ہیں اُن کے منشاء و مرضی کے موافق ہیں۔

ناظرین اس بیان کے بعد میرا تذکرہ سنیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں:—

مولانا ثناء اللہ عصر جدید کے علماء میں مولانا ثناء اللہ صاحب بھی ایک خاص پایہ کے عالم ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر میں بہت لطف اور علم کا زور اندازہ زیادہ ہے۔ اہلحدیث کا نفرنس کی بنا ان ہی کی بدولت پڑی تھی۔ اہلحدیث کے ساتھ کانفرنس کا لفظ ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے صوفی کے ساتھ آل انڈیا اور کانفرنس کے الفاظ بے میل معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ نے بھی مخالفین اسلام کے سامنے بڑا کام کیا ہے اور اس معاملہ میں وہ اپنے حریف قادیانیوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ گروہ بندی کا برا مرض جو اگلے علماء میں تھا ان میں بھی موجود ہے۔ کبھی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب پر حملے کرتے ہیں کبھی دوسرے علماء صوفیہ پر۔ ان کا قلم اعتراضات کا عادی ہوگیا ہے۔ بعض اوقات ان کے اخبار اہلحدیث میں صوفیوں کے خلاف ایسے دل آزار مضامین چھپ جاتے ہیں جن کو دیکھکر کوئی متحمل آدمی بھی نہیں رہ سکتا۔ تاہم ان کی شخصیت بہت ممتاز ہے۔ اور وہ ہر فرقہ والے سے خواہ اُس سے کیسی ہی مخالفت ہو ملنے جلنے میں تعصب نہیں کرتے۔ (خطیب ۲۲ مارچ)

ایڈیٹر:— حافظ جماعت علی شاہ کی بابت جو الزام ہے اُس کا جواب تو خواجہ صاحب نے خود ہی دیدیا کیونکہ جس امر کی نکتہ چینی خواجہ صاحب نے حافظ صاحب پر کی ہے وہی میں کیا کرتا ہوں کہ حافظ صاحب دعوے تو کرتے ہیں فقیری کا مگر عمل اُن کا دنیاوی بادشاہوں کا سا ہے۔ جو اپنی مدائح سُنکر خوشی میں انعام واکرام دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ صاحب کے رسالہ انوار الصوفیہ ہی میں لکھا تھا کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر بھی تھے ؎

عدو جن کے دارین میں روسیاہ ہیں
مریدوں کے بخشے گئے سب گناہ ہیں
نظر سے ہوئے جن کے لاکھوں ولی ہیں
وہ قطب زماں شاہ جماعت علی ہیں

اس شاعر کو تمغہ اور سند خلافت عطا کرکے مرید بنانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایسا انعام تو متنبی کو بھی سیف الدولہ سے نہ ملا ہوگا۔

غرض میں جو حافظ جماعت علیشاہ کی بابت کہتا ہوں

نمبر ۹ جلد ۷ صلا ۲۱

اخبار خطیب کا یہ قابلِ دید خاص نمبر جو ۲۸ اخباری صفحوں پر شائع ہوا ہے ۳۰ ٹکٹ بھیجکر
ناظرین دفتر خطیب دہلی سے منگوا لیں۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 347,348

اغراض ومقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت واشاعت کرنا۔
(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی ودنیوی خدمات کرنا۔
(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد وضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے۔
(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جلد واپس ہونگے۔
(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند مضامین بولداک آنے پر واپس ہو سکینگے۔

اخبار
اہلحدیث
امرتسر

نمبر ۲۴ جلد ۱۲

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ
رؤسا وجاگیرداران سے
عام خریداران سے
ششماہی
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ۶ پنس
ششماہی ۳ شلنگ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے جملہ خط وکتابت وارسال زر بنام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک وایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیئے۔

امرتسر مورخہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

فہرست مضامین

آریہ مسافر کی تہذیب
قابل توجہ آریہ پرتی ندھی سبھا

مذہبی رسائل اور اخبارات کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ مذہب کی حمایت میں خود مذہب کی ہدایت سے باہر نہ ہوں ورنہ کہا اور سمجھا جائیگا کہ یہ مذہب کی حمایت نہیں بلکہ اپنے نفس کا دل بہلاوا ہے۔ مذہب کے علاوہ گورنمنٹ کا قانون پریس ایکٹ بھی انسان کو کافی سے زیادہ مقید رکھتا ہے مگر جن لوگوں کی عادات اتنی کچھ ہوں جن کی بابت خدا کا قدرتی قانون ہے مَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ان کو نہ کوئی مذہبی ہدایت فائدہ دے سکتی ہے نہ سرکاری قانون۔ کیونکہ وہ اپنی طبیعت میں بے لبرے ہوتے ہیں کسی کی ایسی دل آزاری

کرتے ہوئے بقول ؎
نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش اینست

ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم نے کیا کیا۔ ایسے اشخاص کسی سوسائٹی میں بھی باعث عزت نہیں ہوتے بلکہ سبب عار اور باعث ننگ ہونے چاہئیں۔

کیونکہ جس مضمون کی طرف ہم آریہ پرتی ندھی سبھا کو عموماً اور لالہ منشی رام جی کو خصوصاً توجہ دلاتے ہیں وہ رسالہ آریہ مسافر کے شہید نمبر میں دھرم دیو اگرکل کے قلم سے نکلا ہے۔ یا تو مذکور نے اس میں پنڈت لیکھرام کی موت کو تمام دنیا کے برگزیدوں کی موت پر ترجیح دی ہے۔ ہم کو اس کے برا ماننے کا کوئی حق نہیں جس کا جس کا اعتقاد ہوتا ہے وہ ایسا ہی کہتا ہے۔ اپنی دوکان کی چیزوں کو سراہنا ہر ایک کا حق ہے مگر دوسری دکان کی نسبت غلط خیالات پھیلانا تو کسی طرح جائز نہیں۔

مگر صوحتا ایسے خیالات کہ اس دوکان کی طبیعت پر سے شدہ

گلزار احمدی۔ مطبع المعجزہ کا ترجمہ سلیس پنجابی نظم میں واعظان خوش بیان کے لئے مفید ہے قیمت ... (مینیجر)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 347,348

اہلحدیث امرتسر ۳ ۱۶ اپریل ۱۹۱۸ء

آپ کا چھٹ بھیا لکھتا ہے میں نے بڑے بھائی صاحب کو کہا کہ آپ ثناء اللہ کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو بھائی صاحب نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا۔

ثناء اللہ میرا مخاطب نہیں × × × وہ ملزم ہے ہمارا جسنے اُسپر استغاثہ دائر کیا کانفرنس (کولڑہ) کے پاس۔ اور میں منتظر جواب کا ہوں اُن سے پس میں اُن کو چھوڑ کر اس ملزم کو کس طرح مخاطب بنالوں یہ عقل سے بعید ہے۔ (التبیر حصلہ)

اسی طرح کی اور بھی چند وجوہ ہیں جن سے ثابت کرنا یا بالفاظ دیگر مجھ سے جان چھڑانا چاہا ہے کہ مجھ سے ان کا خطاب نہیں کیونکہ مجھپر اُن کا الزام ہے جس کی وجہ سے میں ملزم ہوں۔

مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان قاضی صاحب کی یہ تقریر کس اصول پر مبنی ہے۔ شرعی اصول پر۔ یا مروجہ قانون پر۔ شرعی اصول یہ ہے کہ جسپر الزام لگایا جائے وہ جواب دے جس سے اُس کا الزام رفع ہو قانون انگریزی بھی یہی ہے کہ ملزم جواب دیتا ہے جس کا سننا مستغیث پر ضروری ہے مگر قاضی صاحب کی یہ عجیب منطق ہے کہ ملزم سے جواب نہیں سُنتے۔ بلکہ اُس کو مخاطب ہی نہیں جانتے۔

اچھا قاضی صاحب! آپ نے جو مولوی غازی (مرید پیر صاحب گولڑہ) پر استغاثہ کیا تھا تو رہ آپ کے ملزم تھے یا نہ؟ تو کیا اُن کے جواب کو آپ نہ سُنتے۔ یا سُنکر جواب نہ دیتے؟ واللہ اگر آپ ایسا کرتے تو واقعی آپ کو جوتپور بھیجدیا جاتا۔

یہ ہے ہمارے بڑے مولانا صاحب اور قاضی صاحب کی قابلیت اور انصاف کا نمونہ جو اہل علم کے جانچنے کو ایک مثال ہے۔ کیا عجیب انصاف اور دیانت ہے کہ جس کے برخلاف کوئی تحریر شائع کی جب اُسنے جواب دیا اور خود اُس کے جواب سے عاجز ہوئے تو کہدیا ہم اُسکو مخاطب نہیں کرینگے کیونکہ وہ ہمارا ملزم ہے۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں ؎

زاہد ملامت تا بہ جنگل پری رخاں
گیتے گذشت و ترس خدارا بہانہ ساختت

انجمن حمایت الاسلام لاہور

کے جلسہ میں میری تقریر

۳ اپریل کو جو لاہور کے جلسے میں میری تقریر ہوئی۔ اُس کا عنوان تھا "ہمارا تمدن" اس تقریر کو لاہور کے اخباروں نے اپنے اپنے مذاق اور فہم کے مطابق مختلف الفاظ میں شائع کیا۔ بعض نے کچھ۔ بعض نے کچھ۔ اس لئے ضروری ہوا کہ میں اپنی تقریر کو مختصر لفظوں میں خود شائع کر دوں۔

میں نے شروع میں آیت کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ پڑھی۔ اس آیت کی تفسیر میں میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ کے ساتھ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اُن کی رسالت کا قائل ہو۔ اس کی ادنے پہچان یہ ہے کہ آج اگر ہم سُن پاویں کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قبر شریف سے نکل کر خود جماعت کراتے ہیں تو کون کلمہ گو ہے جس کا دل نہ تڑپیگا کر میں اُڑ کر مدینہ منورہ میں پہنچ جاؤں۔ جس دل میں یہ شوق پیدا ہو پس وہ اس آیت کے مطابق وَالَّذِينَ مَعَهُ میں داخل ہے۔ یہ بھی کہا، یہ سچ ہے کہ ان ساتھ والوں میں کوئی اعلےٰ درجہ کا متقی ہے کوئی میرے جیسا ہیچکار بھی ہے۔ مگر اس وصف (مَعَهُ) میں سب شریک ہیں۔ اس کی تفسیر کے بعد میں نے کہا یہی لوگ جو وَالَّذِينَ مَعَهُ ہیں ان کی بابت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آپس میں رحماء (سلوک مروت کرتے) ہیں۔

اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطۂ محمدیت پر جو درجہ ہے وَالَّذِينَ مَعَهُ کا سب شریک ہیں اس لئے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطۂ محمدیت کے لحاظ سے اُن کو باہمی رحما ہونا چاہئے۔ مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔ مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے میں اُن کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں۔

پھر میں نے اور ترقی کر کے کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے المسلمون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ ان اشتکی راسہ اشتکی کلہ۔ یعنی تمام دنیا کے مسلمان ایک شخص کے جسم کی طرح ہیں۔ جسکی آنکھ دُکھے تو سلا دُکھتا ہے۔ سر دُکھے تو سارا دُکھتا ہے۔ کیا مسلمانوں نے اسپر عمل کیا؟ لاہور والو! تمہارے شہر کو باہر والے اسلامی ملک جانتے ہیں۔ کیا تم ایسے ہو تمھارے اختلافات علماء کے اختلافات سے بھی بڑھ گئے ایک مسلمان کے گھر میں آگ لگتی ہے تو دوسرا خوش ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کسی ناگہانی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے خوش ہوتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اپنے اختلافات چھوڑ دو نہیں نہیں لڑو اور خوب لڑو مگر ایک محلے کے کتوں سے تو زیادہ نہ لڑو۔ جو باوجود لڑنے کے مشترک دشمن کے مقابلہ میں ایک ہو جاتے ہیں۔ بھائیو! ہمارا بھی کوئی مشترک دشمن ہے؟ اگر کوئی نہیں۔ شیطان تو ہے۔ پس بحکم وَالَّذِينَ مَعَهُ نقطۂ محمدیہ پر نظر ڈال کر رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا خیال رکھا کرو۔ یاد رکھو ایک مسلمان کو ایران میں تکلیف ہے میرے دل میں اُس کا صدمہ نہیں تو مجھے ایمان کی فکر ہونی چاہئے۔ غرض مختصر یہ ہے کہ مسلمان سارے کے سارے ایک جسم کی مانند ہیں جس کے کسی حصے کو تکلیف ہو تو سارا بدن دُکھتا ہے۔ اخیر میں مولانا حالی کا مسدس پڑھکر ختم کر دیا ؎

ہمارا یہ حق تھا کہ ہم یار ہوتے
مصیبت میں یار و نگہ غمخوار ہوتے
سب ایک اک کے باہم مددگار ہوتے
غم قوم میں سینہ افگار ہوتے
جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

یہ ہے اختصار اُس تقریر کا جو جلسہ میں سنے کی تھی ہمیشہ سے میرا یہی مذہب اور یہی مسلک اور یہی برتاؤ ہے الحمد للہ۔

(ابوالوفا)

---

* کیا سفید جھوٹ ہے۔ بھلا اگر ممبران کانفرنس کے پاس استغاثہ کیا تھا تو ان کو بھی اسی خطوے میں کیوں شامل کیا جیسے مجھکو کیا تھا اتنی کذب بیانی اور حیلہ جوئی؟ (اہلحدیث)

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 352

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام و سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جملہ واپس ہونگے

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے۔ ورنہ ناپسند مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس ہوسکیں گے

تار کا پتہ "اہلحدیث امرتسر"

نمبر ۹ جلد ۱۲

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۔۔۔ للعہ
روساء و جاگیرداران سے ۔۔۔ للعہ
عام خریداروں سے ۔۔۔ عہ
" " ششماہی ۔۔۔ عہ
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ۶ پنس
" " ششماہی ۳ شلنگ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیئے۔

امرتسر۔ مورخہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

چند ضروری سوال

متعلقہ مسیح و مہدی

ہمارے ایک معزز اور شائق نے بڑی امید سے چند سوالات بھیجے ہیں۔ اونکا اخلاص ان کے جواب دینے میں محرک نہ ہوتا تو جواب نہ دیا جاتا۔ کیونکہ سوالات ایسے ہیں جن کو زمانہ نے اپنی حرکت سے خود بخود حل کر دیا ہوا ہے۔ مگر چونکہ سائل ایک مخلص دوست ہیں اس لئے جواب دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہیں

(۱) اکثر اصحاب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ضرور بھر کل دنیا میں اسلام پھیل جائیگا۔ مگر میرے ایک احمدی دوست اسکو خلاف قرآن کریم بتاتے ہیں اور قول صدر کو بے سند۔ اونکی رائے ہے کہ جب عبارت قرآنی سے ثابت ہے کہ نصاریٰ اور یہود میں قیامت تک عداوت رہیگی۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ مذاہب مذکور بھی قیامت تک بدستور رہیں گے۔ ہاں البتہ اہل اسلام کسی قدر ترقی کریں گے۔ جیسے کہ مرزا صاحب کے زمانہ ظہور سے روبہ ترقی ہیں۔ اور یورپ میں بھی اشاعت اسلام ہو رہی ہے"۔

جواب۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے سائل کے احمدی دوست کو غلط فہمی ہے یا ناواقفی۔ دنیا میں اسلام ہوگا یا کفر۔ اس کی بابت ہمارا جو اعتقاد ہے وہ ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے الفاظ طیبہ میں سناتے ہیں:۔

عن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یبقی علی ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل اما یعزہم اللہ فیجعلہم من اہلہا او یذلہم فیدینون لہا قلت فیکون الدین کلہ للہ (مشکوۃ باب الایمان)

مقداد صحابی کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے۔ زمین میں کوئی گھر مٹی یا خیمے کا نہ رہیگا مگر اللہ تعالےٰ اوس میں کسی نہ کسی عزیز یا ذلیل کے ذریعہ سے اسلام کی تعلیم پہونچا دے گا۔ پھر یا تو وہ لوگ اسکی اطاعت کرکے دنیا و آخرت میں عزت پا جاوینگے۔ یا نافرمانی سے ذلیل ہوکر اس کی حکومت کے ماتحت ہو جاوینگے۔

اس حدیث کا کیا مطلب اور کیا مفہوم ہے۔ کسی حاشیہ یا شرح کا محتاج نہیں۔ صاف مذکور ہے۔ کہ قیامت تک اسلام اور قرآن سب جگہ پہنچیگا۔ یا تو وہ مذہبی طور پر اوس کے پابند ہو جاویں گے۔ یا سیاسی طور پر اس کے تحت میں جاویں گے۔ ان دونوں صورتوں میں یکون الدین کلہ للہ۔ صادق آئے گا۔ سیاسی طور پر ماتحت قوموں میں رنجش بھی ہوتی ہے کدورت بھی۔ جیسا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیت بھی ان معنے کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لا یزالون مختلفین۔ (نسل انسانی ہمیشہ مختلف رہیں گے) سائل نے یا اون لوگوں نے جو ایسا کہتے ہیں۔ غالباً

گلزار احمدی یعنی معارج النبوت شریف کا پنجابی میں نظم دلچسپ دلپسند مطبوعہ ہر سہ جلدیں واعظان شیریں زبان اور عاشقان سید ذیشان کیلئے نایاب مقصد ہر سہ جلد کی قیمت للعہ رعایتی عہ ملنے کا پتہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 352

اہلحدیث امرتسر ۱۲ یکم جنوری ۱۵ء

فتاوے

س نمبر ۵۹۔ فقہ محمدیہ میں ہے۔ کہ نہیں آئی اندازہ میں تھوڑے سے اور بہت حیض کی ایسی دلیل کے قائم ہو۔ ساتھ اوس کے ثبوت اسی طرح پاک ہونے کی مدت میں بھی کوئی دلیل نہیں آئی۔ یہ مسئلہ کتب فقہ شرح وقایہ ہدایہ وغیرہ کے بالکل خلاف ہے۔ میں اپنی ناقص عقل سے مسئلہ فقہ محمدیہ یوں سمجھتا ہوں۔ ایک روز اگر خون آوے وہ بھی حیض اور مہینے بھر اگر خون آوے وہ بھی حیض۔ اب اس فقرہ کا مطلب جیسا ہو۔ ویسا سمجھا دیجئے۔

زبیدہ کو پہلی تاریخ سے حیض شروع ہوا۔ ۹ تاریخ تک رہا۔ ۱۰ کو بند ہو گیا۔ ۱۱ کو پھر آ گیا۔ خاکسار اس مسئلہ میں یہ دریافت کرتا ہے۔ کہ زبیدہ دس گیارہ کو صوم صلوٰۃ ادا کرے یا نہیں (ملا محمد بشیر)

ج نمبر ۶۰۔ حنفیہ کے نزدیک۔ بموجب ایک حدیث کے حیض کی اقل اور اکثر مدت محدود ہے۔ مگر جس حدیث کی بناء پر یہ حد مقرر کرتے ہیں۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس لئے فقہ محمدی والے نے لکھا ہے۔ کہ حد کوئی نہیں۔ عوا اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض اس بناء پر زبیدہ صرف دس تاریخ کو صوم و صلوٰۃ کرے۔ گیارہ کو حیض شمار کرے۔ (مدیر دخل غریب نشد)

س نمبر ۶۱۔ مشرک دھوبی نے کلپ لگا کر کپڑے کو دیا۔ اور گمان غالب ہے۔ کہ بد احتیاطی سے کلپ لگایا گیا ہو گا۔ اس صورت میں کپڑے کو استعمال میں لانا کیسا ہے۔ (ملا محمد بشیر ریاست جہاوہ)

ج نمبر ۶۱۔ گمان غالب ناپاکی کا ہے۔ تو اوس کپڑے کا استعمال کرنا درست نہیں۔ یا تو ایسے دھوبی سے دھلاتے نہیں۔ یا اوس کے طریق دھلائی کی تحقیق کر کے تسلی کر لے۔

س نمبر ۶۲۔ ایک شخص جس کا مال بالکل حرام ہے اوس کی مزدوری کر کے اجرت لینا جائز ہے۔ یا نہیں (شیخ گلو از شہر بھلانی نبور)

ج نمبر ۶۲۔ حرام کمائی والے کی مزدوری کر کے اگر حرام مال ہی ملے۔ تو جائز نہیں۔ اگر اوس کی آمدنی کے ذریعے متعدد ہیں۔ تو جائز ہے۔

س نمبر ۶۳۔ اگر بقرعید کے علاوہ قربانی کی جاوے تو وہ نفلی ثواب ہو گا یا کیا (ایضاً)

ج نمبر ۶۳۔ بطور صدقہ کے جائز ہے۔ قربانی اوسکا نام نہ ہو گا۔

س نمبر ۶۴۔ سنی المذہب اہل شیعہ کو ثواب رسانی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ (ر ر)

ج نمبر ۶۴۔ ثواب رسانی جائز ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ میت بوجہ کسی بد اعتقادی کے ثواب کی اہل نہ ہو۔

س نمبر ۶۵۔ سنی المذہب کو نماز فرض میں اہل شیعہ وغیرہ مرزائیوں کی اقتدار جائز ہے یا نہیں (ر ر)

ج نمبر ۶۵۔ بموجب حدیث اجعلوا ائمتکم خیارکم ایسے لوگوں کو امام بنانا جائز نہیں۔ اگر کہیں جماعت ہو رہی ہو تو بحکم وارکعوا مع الراکعین ملجانا جائز ہے۔

س نمبر ۶۶۔ سانڈھ جو اہل ہنود اپنے بزرگوں کے نام سے چھوڑتے ہیں۔ اون کا کھانا جائز ہے یا نہیں (ر ر)

ج نمبر ۶۶۔ سانڈھ مذکور اگر غیر اللہ کے تقرب میں ہیں تو اون کا کھانا بحکم آیت وما اہل بہ لغیر اللہ حرام ہے۔

س نمبر ۶۷۔ کسی عالم سنی المذہب کی درائت تمامی صحابہ کے درائت کے خلاف ہو۔ تو قابل عمل ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو صحت کی کیا دلیل ہے

ج نمبر ۶۷۔ صحابہ کی درائت خصوصاً تمامی صحابہ کی درائت جب تک کسی نص کے خلاف نہ ہو۔ تمام امت سے مقدم ہے۔ رسالہ اتباع سلف ص ۳ ملاحظہ ہو۔

س نمبر ۶۸۔ سر الشہادتین کے حاشیہ پر تحریر ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کا جب سر کٹا تو ایک سانپ دہن سے گھس کر ناک سے نکل گیا۔ یہ روایت صحیح ہے یا کیسی۔ اور شہادت کے واقع میں کون کتاب معتبر ہے (ر ر)

ج نمبر ۶۸۔ یہ روایت میری نظر میں کسی معتبر روایت سے نہیں گذری۔

س نمبر ۶۹۔ جنت کا وجود آسمان پر ہے یا زمین پر۔ (ر ر)

ج نمبر ۶۹۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے قیامت کے روز جو جنت ہو گی۔ وہ زمین پر ہو گی الحمد للہ الذی اورثنا الارض۔ ۲۔ (داخل غریب نشد)

س نمبر ۷۰۔ جواب اللہ جو کسی آیہ کریمہ کے پیچھے دیا جاتا ہے۔ جیسا فمن یاتیکم بماء معین پڑھکر اللہ ربنا و رب العلمین۔ الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پڑھکر بلیٰ۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھکر سبحان ربی الاعلیٰ۔ الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھکر بلیٰ وانا علی ذلک من الشاہدین وغیرہ۔ یہ امام اور ماموم یا قاری اور سامع دونوں کے لئے حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ یا اس امام ہی کے لئے اگر ماموم یا سامع کے لئے بھی کسی حدیث صحیح سے صراحتاً ثابت ہوتا ہو۔ تو براہ عنایت وہ حدیث شریف بعینہٖ تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔ (خاکسار عبد العزیز از شہر سرہند)

ج نمبر ۷۰۔ حدیث شریف میں من قرأ کا لفظ آیا ہے یعنی جو پڑھے۔ وہی جواب دے۔ البتہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ سورۃ الرحمٰن پڑھی اور صحابہ کو فرمایا۔ کہ تم سے جنوں نے اچھا جواب دیا تھا جنوں نے کہا تھا۔ لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سننے والے بھی جواب دیں تو موجب ثواب ہے۔ ۲ باقی داخل غریب نشد

س نمبر ۷۱۔ رنگ سرخ۔ گلابی۔ زرد۔ سبز وغیرہ پختہ و خام ولایتی آتا ہے۔ اوس سے رنگے ہوئے کپڑے کو زیب تن کر کے نماز پڑھنا۔ یا پختہ رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پر جائز ہے۔ یا پختہ و خام دونوں پر۔ اور آیا عورت کو جائز ہے۔ یا عورت مرد۔ دونوں کو (محمد حسین رمضانپور)

ج نمبر ۷۱۔ بحکم حدیث شریف ابدوا ما ترکتکم۔ جب تک شرع سے منع منصوص نہ ہو۔ جائز ہے۔ مرد۔ عورت سب کو جائز ہے

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 352,353

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے شائع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے۔

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جلد واپس ہونگے

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند مضامین محصول لگا کر آنے پر واپس ہوسکینگے۔

نمبر ۲۲ جلد ۱۲

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ۔۔۔
رؤسا و جاگیرداران سے ۔۔۔
عام خریداران سے ۔۔۔
ششماہی ۔۔۔
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ۴ پنس
ششماہی ۳ شلنگ

اُجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ جملہ خط و کتابت وارسال زر بنام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہیئے۔

امرتسر مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

فہرست مضامین

اہلحدیث کانفرنس کے مہربان

یا انکد الدنیا منی انت مقصر
علے الحرحتے لا یکون لہ ضد

چوتھی صدی کا عربی شاعر متنبی بڑا منہ زور ہے یوں تو اُس کو مدائح اور قبائح سے فرصت نہیں مگر گاہے ماہے کوئی نہ کوئی قصیدہ نہیں تو شعر ہی سہی قدرتی فلسفہ کا بھی لکھ جاتا ہے۔ شعر مندرجہ عنوان اسی قسم سے ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

آے کمینی دنیا تو اس بات میں کبھی کوتاہی نہیں کرتی کہ جب کبھی کوئی آزاد آدمی کام کو کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے مقابل کسی نہ کسی مخالف کو کھڑا کر دیتی ہے:

یہ مطلب در اصل آیات قرآنی سے مؤید ہے جنہیں فرمایا:۔

كَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ

اہلحدیث کانفرنس سے پہلے جتنی انجمنیں یا مجالس اس قسم کے کام کے لئے قائم ہوئیں اُن سب کیساتھ یہی قدرتی اصول کام کرتا رہا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور، ندوۃ العلماء لکھنو، مدرسہ دیوبند وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ آج ہمارے سامنے بڑی امن امان کی تعلیم کا علیگڈھ کالج ہے لیکن اس کی تاریخ جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ اس میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ جو صاحب نہ جانتے ہوں یا بھولے ہوں اُن کو مولوی سمیع اللہ خان مرحوم کی سوانح عمری پڑھ لینی چاہیئے۔ پھر اہلحدیث کانفرنس کی نسبت یہ خیال رکھنا کہ اس کی مخالفت نہ ہوگی یا یہ ایسی ہوگی کہ اس کے اپنے سگے بھائی برادران یوسف کی طرح اس کی بدخواہی نہ کرینگے غالباً قانون قدرت سے غفلت اور سہل انگاری ہے۔ اس لئے لازم بلکہ الزم تھا کہ اہلحدیث کانفرنس کی مخالفت بھی ہوتی اور

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 352,353

تو وہی کہتا ہوں جو خواجہ صاحب نے کہا۔

ہاں صوفیاء کے برخلاف مضامین کا اہلحدیث میں نکلنا مجھپر الزام عائد نہیں کرسکتا۔ وہ مضامین میرے نہیں ہوتے۔ اخبار قوم کی رائے کا آئینہ ہے صرف میری رائے کا نہیں میں تصوف کا حامی ہوں اسی لئے جابجا میں اہلحدیث ہی میں اس کی حمایت پر نوٹ لکھا کرتا ہوں۔ گر خواجہ صاحب معاف فرماویں تصوف اور چیز ہے بدعات اور شرکی رسومات اور میں تیں اُس تصوف کا قائل ہوں جو حضرت مخدوم العالم شیخ عبدالقادر اور سید الطائفہ مجدد الف ثانی رحمہما اللہ کے ملفوظات میں ملتا ہے میرا رسالہ شریعت و طریقت ملاحظہ ہو۔ نہ اُس تصوف کا جو پیران کلیر یا پاکپٹن میں آج کل نظر آتا ہے۔ میں فرقہ بندی کا سخت مخالف ہوں۔ لیکن اپنے ناقص علم کے مطابق کچھ اپنے اعتقاد اور کچھ اعمال رکھتا ہوں جو کسی کے موافق اور کسی کے مخالف ہونگے۔ اُن خیالات کی اشاعت بھی کرتا ہوں۔ مثلاً یہی کہ:۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلم داشتن

یا یہ کہ:۔

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ان معنے سے کوئی صاحب مجھکو بھی کسی فرقہ میں شمار کرلیں تو اُن کا اختیار ہے ورنہ میں تو اپنے آپکو اصل اسلام کا پابند جانتا ہوں اور اُس درجۂ تجرد پر سمجھتا ہوں جہاں پر فرقوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ خواجہ صاحب! میں تو فرقہ بندی کا ایسا مخالف ہوں کہ دنیا میں کوئی نہ ہو گا بلکہ معاف فرمائیے آپ بھی نہ ہونگے۔ ثبوت یہ ہے کہ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک مکر کہ پیچھے اقتدا جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔ اس میں میری نگاہ حضرت عثمان، حضرت امام ابوحنیفہ، امام بخاری اور حافظ ابن حزم رضی اللہ عنہم پر ہے جنھوں نے اس قسم کی آزادی اور حریت کا ثبوت دیا ہے جزاہم اللہ۔

خواجہ صاحب! کیا آپ بھی فرقہ شکنی کا ایسا ثبوت دے سکتے ہیں؟ ؎

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤگے نہیں
گرچہ ڈھونڈوگے چراغِ رخِ زیبا لیکر

خواجہ حسن نظامی اور قیامت

از جناب مولوی عبدالسلام صاحب
مبارکپوری

یہ امر ایک حد تک تمام مسلمانوں کے قلوب میں جما ہوا ہے کہ قیامت کا دن بہت قریب ہے خواہ وہ اس کے مطابق عمل کریں یا نہ کریں لیکن بیساختہ لوگوں کی زبانوں سے نکل جاتا ہے کہ یہ زمانہ قرب قیامت کا ہے۔ جب کوئی بڑی بات کوئی بڑا حادثہ ہوتا ہے اُس وقت یہ آواز زیادہ سُنائی دیتی ہے۔ زلزلہ، قحط یا کسی اعجوبہ کا ظہور یا جنگ عظیم، یہ سب اس کی تازہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ جنگ طرابلس کے بعد بلقان کی جنگ نے اس کو زیادہ بڑھایا۔ اب عالمگیر جنگ نے تو یقین دلا دیا کہ بس اب عنقریب وہ باتیں ظہور میں آنے والی ہیں جو قیامت قائم ہونے کی پہلی علامت قرار دی گئی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کا نام عنوان مضمون میں اسی لئے دیا گیا کہ جنگ طرابلس کے وقت سے اُنہوں نے خواب اور پیشین گوئیوں کو ملاکر پانچ چھ رسالے اس باب میں چھاپ ڈالے چونکہ مسلمانوں کے قلوب بعض اسلامی ممالک کے نکل جانے سے ایک گونہ بے چین ہو رہے تھے وہ رسالے ہاتھوں ہاتھ لئے اور ہزاروں کی تعداد میں بکے۔ رسالہ سنوسی وغیرہ میں زیادہ تر دار اُن کے خواب پر ہے لیکن اسی سلسلہ میں ایک رسالہ کتاب الامر کے نام سے شائع کیا ہے جس میں سب سے زیادہ خرابی جو ہے وہ یہ ہے کہ حدیثوں میں قیامت کی علامتیں جو دخان وغیرہ مذکور ہیں اُن کی ایسی تاویلیں کی ہیں کہ الامان۔ غالباً اس سے بڑھکر تاویل القول بما لا یرضے بہ قائلہ کی مثل ملنی مشکل ہے۔ مثلاً علامات قیامت سے ایک علامت دخان بیان کیگئی ہے اسکی تاویل اُنہوں نے تمباکو سے کی ہے اور وہ بھی نوشیدنی اور خوردنی دونوں کو لیکر اس کی عمومیت اور کثرت ثابت کی ہے۔ یہ ایسی تاویلیں ہیں کہ اس سے اہلحدیث کو خواہ مخواہ ایک طرح کی تشویش پیدا ہوتی ہے اسلئے کہ یہ تاویل یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا (ہماری آیتوں اور نشانیوں میں کجی اختیار کرتے ہیں) کی مصداق ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہم اس کو مفصل بیان کرینگے اور ایک ایک تاویل کو جو اُنہوں نے علامات قیامت میں کی ہے دکھائینگے فانتظروا۔

تاریخوں کے دیکھنے سے یہ امر نہایت واضح ہوجاتا ہے کہ ہر زمانہ میں جب کوئی ہائلہ واقع پیش آیا ہے تو حدیثوں کی پیشگوئیوں کی طرف لوگوں کی توجہ ہوجاتی ہے۔ اسلام میں جب تاتاریوں کا فتنہ ہوا۔ اُس کو لوگوں نے یاجوج ماجوج سے تاویل کی اور تعیین ہوگیا کہ بس اب سدِ سکندری ٹوٹ گئی اور فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَکَّآءَ ۚ وَکَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا کا زمانہ آگیا۔ اسی طرح جب جب کوئی زلزلہ شدید یا قحط شدید آیا تو اسی طرح کا گمان ہوا اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابرو باد کا سامان دیکھکر گھبرا اٹھتے جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت اس باب میں صریح موجود ہے۔

امام سیوطی کے زمانہ میں جو ۹۰۰ھ کا زمانہ تھا ایک مفتی صاحب نے ایک موضوع مگر لوگوں میں شہرت یافتہ حدیث کی بنا پر یہ فتوے دیا کہ سنہ ایکہزار میں امام مہدی آخر الزمان صاحب الامر اور دجال کا ظہور ہوگا اور عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اُتر ینگے اور نفخ صور وغیرہ علامات قیامت ظاہر ہوجائیں گی۔

وہ حدیث موضوع یہ ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا یمکث فی قبرہ الف سنہ یعنی آپ اپنی قبر میں ہزار سال تک نہ رہینگے۔ امام سیوطی پر جب یہ فتوے پیش کیا گیا تو بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ بالکل غلط ہے۔ اور یہ حدیث موضوع ہی اور درحقیقت تھی بھی غلط۔ لیکن امام صاحب نے اپنی وسعت نظر اور وسیع معلومات کی بنا پر جو فتوے دیا وہ بھی اس زمانہ میں آکر غلط ہوگیا۔ امام صاحب نے یہ دعوے کیا فاقول ولا الذی حلت علیہ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 353,354,355

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ ...
رؤسا و جاگیرداران سے " ...
عام خریداران سے ...
ششماہی ...
ممالک غیر سے سالانہ ۸ شلنگ

اجرت اشتہارات
کا
فیصلہ

بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے
جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا
ابو الوفاء ثناء اللہ (مولوی فاضل)
مالک اخبار اہلحدیث امرتسر
ہونی چاہئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین کتاب اللہ وسنتی

اخبار
اہلحدیث
امرتسر

اصول دین مر کلام اللہ معظم داشتن
اہل حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن

جلد ۲۱ ۔ مؤلف : ابو الوفاء ثناء اللہ ۔ نمبر ۴۹

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی اشاعت کرنا۔
(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا
گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہئے۔
(۲) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے
(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند محصولڈاک آنے پر واپس۔
(۴) جس مراسلہ سے نوٹ لیا جائیگا وہ ہرگز واپس نہ ہوگا۔
(۵) بیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہونگے۔

امرتسر ۔ ۳ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۲۴ء یوم جمعۃ المبارک

فہرست مضامین

تائید القرآن
بجواب
تنقید القرآن
نمبر ۸

آریہ گزٹ میں قرآن مجید پر تنقید کا سلسلہ اٹھایا گیا۔ جسکے جواب میں یہ سلسلہ اہلحدیث میں جاری کیا گیا ہے۔ گذشتہ نمبر اہلحدیث میں آریہ گزٹ ۱۷ جولائی تک جواب پہنچا ہے۔ آج ۲۴ جولائی کا جواب درج ہے۔

اس نمبر میں مہاشہ معترض نے ایک تمہیدی اصول بہت معقول لکھا ہے جسکی ہم بھی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ تمہید یہ ہے۔

"دوستو! مجھے اپنے لفظ کا پاس ہے میں اپنے قول کی تقدیس کا احترام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں کسی انسان سے کوئی کلام کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں ذمہ دار انسان کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہوں اور کبھی اپنے مخاطب سے وعدہ شکنی یا تلون مزاجی کا الزام سننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ ایسے ہی میں پاک پرماتما کے متعلق یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ سروگیہ اور علیم مطلق ہونے کی حیثیت سے کوئی لفظ بھی ایسا نہیں کہتا جسے دوسرے دن اسے واپس لینا پڑے یا محرف و منسوخ کرنا پڑے۔" (آریہ گزٹ ۲۴ جولائی ص ۸ کالم اول)

اہلحدیث مہاشہ جی اس دعوے میں سچے ہیں تو بتلائیں آپ کے گرو نے ستیارتھ طبع ۱۸۷۵ء میں جو شراد وغیرہ کے متعلق جواز کا حکم دیا اُس سے بعد نفی کر دی اس کی بابت آپکی کیا رائے ہے۔

اور سنئے! اُسی طبع میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہندوستانی مال و اسباب لیکر شریف جانا لکھا ہے اُس سے بعد کی طبع میں خاموشی سے اُسے محو کر دیا۔ کہئے اسکی بابت آپ کی کیا رائے ہے؛ ذرہ سوچ کر جواب دیں جلدی کی ضرورت نہیں۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 353,354,355

اہلحدیث امرتسر ۲ ۲۴، اکتوبر ۱۹۲۴ء

آریوں کے بھائی ہیں۔ اچھا ہوا جنس سے جنس ملگئی ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

مگر یاد رکھو کہ شیعہ تمہارے دام میں آنے کے نہیں۔ مرد میدان ہو تو اپنے ہموطن لاہوری شیعوں سے اس کی تصدیق کرادو

پانچویں تنقید | دہاشہ لکھتا ہے۔

"مصنف قرآن کا عذر لنگ۔

سورہ بقر میں آتا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ (یعنی جو موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں۔ ہم لاتے ہیں بہتر اُس سے یا مانند اسکے)"

یہ ترجمہ غلط اور اسکا کرنیوالا غلط گو۔ دہاشہ جی اس غلط ترجمہ پر عمارت بناکر لکھتے ہیں

"اجی حضرت ہم نے مانا کہ بہتر ہی آتی ہوگی پہلی آیت کمتر ہوتی ہوگی لیکن جو لوگ کمتر پر ایمان رکھتے ہوئے مر گئے وہ تو بہتر سے محروم ہی رہے"

دہاشہ بجنو! عربی گرامر کے ماتحت یہ ترجمہ اگر صحیح کردو تو **پانسو چہرہ دار انعام لو**۔ ہمیں تمہارے حال پر رحم آتا ہے کہ علم عربی سے تو خالی ہونا کوئی عیب نہ سہی سوامی دیانند وغیرہ لیڈران سب خالی تھے مگر دیانت اور امانت سے خالی ہونا تو انسانی شرافت کے خلاف ہے۔

دہاشہ بجنو! سنو! مانسخ میں ما شرطیہ ہے ننسخ مضارع کا صیغہ ہے اسکے اخیر پر پیش ہونا چاہئے۔ یعنی نَنْسَخُ پڑھا جائے حالانکہ موجودہ صورت میں اس پر جزم ہے نہ صرف اسپر بلکہ اسکے آگے بھی جتنے صیغے مضارع نُنْسِ اور نَاْتِ ہیں سب پر جزم ہے۔ یہ جزم کیوں؟ اسلئے کہ ما شرطیہ نے اپنا عمل شرطی کیا ہے پس کلام شرطی کے معنے یہ ہوئے کہ اگر ہم کسی آیت کو منسوخ کریں تو اُس سے اچھا لادیں۔ اسی لئے امام رازی لکھتے ہیں۔

"اس آیت سے وقوع نسخ ثابت نہیں ہوتا" تمہارے دہاشہ کی جانے بلا اُسے کیا غرض کہ وہ تحقیق کرے اُسے تو سوامی دیانند کے قول کی تصدیق منظور ہے کہ

"مذہبی لوگ جنکی عقل مارے تعصب کے ماری جاتی ہے کلام کے معنی خلاف منشاء متکلم کیا کرتے ہیں" (ستیارتھ دیباچہ صٹ)

چھٹی تنقید | دہاشہ کی کمزوری کی دلیل اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ قرآن مجید پڑھا نہیں اور اعتراض کرنے بیٹھے ہیں۔ کہتے ہیں قرآن مجید کی یہ دو آیات منسوخ ہیں (۱) لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (۲) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کیوں منسوخ ہیں؟ مصنف تفسیر حسینی نے کہا ہے۔

جی تو یہی چاہتا ہے کہ کہدیا جائے جاؤ جہاں وہ مصنف حسینی ہیں اُن سے جواب لو۔ مگر کیا کریں ہمارے سماجی متر اس جواب کی قدر نہ کرینگے بلکہ اس معقول جواب کو ٹال مٹول کہینگے اسلئے اصل جواب دیتے ہیں۔ پس سنو! منسوخ آیت وہ ہوتی ہے جس کے بعد اُسکے حکم کو اُٹھانے والی کوئی آیت آئی ہو۔ ان آیتوں کے بعد ان کے حکم کو مٹانیوالی کوئی آیت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ دین میں اکراہ (جبر) کیا کرو۔ بلکہ ان کی تائید میں ایک تیسری آیت یوں آئی ہے

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

یعنی کیا تم لوگوں کو اکراہ (جبر) کرکے مسلمان بناؤ گے؟

(استفہام انکاری)

سماجیو! منوجی نے سچ کہا ہے جو کوئی وید (یا قرآن) کو بغیر اُستاد کے پڑھتا ہے چور ہے۔ پس سنو اَبدان مناظرہ میں خاصکر اہلحدیث کے مقابلہ میں آنے سے پہلے سوچ لیا کرو کہ مقابلہ کس سے ہے۔ یہاں ادھر اُدھر کی باتیں کام نہیں آیا کرتیں بلکہ معقول بات سنی جاتی ہے ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

ساتویں تنقید | دہاشہ نے غیرت سے قرآن میں تحریف کا ثبوت بھی دیا ہے۔ مگر چونکہ مثال میں وہی دو آیتیں پیش کی ہیں جنکا جواب ہم گذشتہ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲۶ ستمبر کے صٹ پر دے چکے ہیں اسی لئے یہاں دُہرانیکی حاجت نہیں۔

الحمد للہ۔ آریہ کے ہر نمبر سے ہمارے دعوے کو قوت ہوتی ہے کہ اب آریوں کا اسلام کے مقابلہ میں ترکش خالی ہو چکا اسلئے ہم اُنکو صاف صاف کہتے ہیں ؎

ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں
میری چھاتی ابھی تیروں سے چھنی خوب نہیں

(باقی دارد)

(قادیانی مشن)

کابل میں سنگساری

بابی اور قادیانی تحریکات کا مقابلہ

؎ "مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا"

آجکل اخبار دنیں اس خبر کی بازگشت بڑے زور سے ہو رہی ہے کہ افغانستان میں بحکم عدالت شرعیہ ایک شخص نعمت اللہ خان کو بجرم احمدیت کیوں سنگسار کیا گیا۔

ہماری ذاتی رائے اس واقعہ کی نسبت جو ہے وہ گذشتہ پرچہ میں ظاہر کرچکے ہیں۔ آج بتصدیق صحت خبر ہم اپنا عندیہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ نعمت اللہ مذکور کی سنگساری احکام شرعیہ کے موافق ہوئی یا مخالف۔

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ صورت موجودہ میں سنگسار کرنیکا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کتب فقہ حنفیہ میں نہ شافعیہ وغیرہ میں۔ اگر اسکا نام سیاسی حکم رکھا جائے تو ہمیں اس پر بحث نہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے۔

قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل پہلے ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا (پارہ ۵ رکوع ۱۰)

اس آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو دو دفعہ ایمان لائے اور دو دفعہ کافر ہوئے یا بالفاظ دگر مرتد ہوئے۔ مگر ان مرتدین کی سزا سنگساری مذکور نہیں۔ ایک حدیث اس مضمون کی آئی ہے

من بدل دینہ فاقتلوہ

(جو کوئی دین بدلے اُس کو قتل کردو)

اسکی صحیح تشریح جو فہم ناقص میں ہے وہ تو آگے عرض کرینگے سردست بطور تسلیم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی مرتد کی سزا سنگسار (پتھراؤ) ثابت نہیں ہوتی مرزائی ہونا سخت گمراہ ہونا ہے۔

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 353,354,355

اہلحدیث امرتسر ۴ ۲۳ ربیع الاول

کچھ شک نہیں کہ مرزا کا مصدق ہونا گویا خدا و رسول کا مکذب بننا ہے مگر یہاں تنقیح یہ ہے کہ مرتد عن اسلام ہونے سے شرعی اصلاح میں کیا مراد ہے؟ کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھکر چھوڑ دے۔ ان معنے سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوائے شریعت مکفر ہیں مگر باقرار خود کافر یا باصطلاح شرع اسلام مرتد نہیں کیونکہ وہ باقرار خود مصدق اسلام ہیں اسلئے بھی مرتد کی سزا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ سنگسار ہے تو بھی مرزائی کی سزا یہ نہیں ہو سکتی۔

اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ مرتد کی سزا جن حدیثوں میں نقل کی گئی ہے اُن کا صحیح مفہوم کیا ہے۔

ہمارے ناقص خیال میں جسکی بابت ہمارا عقیدہ ہے کہ "ان یکن صادقا فمن اللہ وان یکن غیر صادق فمن نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء" کے جو معنی ہیں اُن کے سمجھنے کیلئے اُس زمانہ کے قومی تعلقات کو زیر غور رکھنا ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرد اسلامی حکومت اور اسلامی قوم کا ہمدرد ہوتا تھا اور کافر کا ہر فرد خیر خواہ ملت کفریہ اور بد خواہ اسلام اور اہل اسلام ہوتا چنانچہ ارشاد ہے

اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ۔

(یعنی مسلمان مرد ہوں یا عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں)

مخالفین کے حق میں فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ (پ ع)

(یعنی منکرین کی جماعت اسلام کے مقابلہ میں ایکدوسرے کے ہمدرد ہیں)

ان آیات اور دیگر احوال عامہ کو ملحوظ رکھکر اس حدیث کا مطلب سمجھنا بالکل آسان ہے جو خود اُس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں جو یہ ہیں۔

لا یحل دم امرء مسلم یشهد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه المفارق للجماعة (صحیحین)

"یعنی کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین میں سے ایک وجہ سے (۱) شادی شدہ زانی ہو جسے سنگسار کیا جائے (۲) کسی بے گناہ انسان کا قاتل (۳) دین اسلام اور جماعت اسلامیہ کو

چھوڑنیوالا:

یہ اخیر کا حصہ آجکل زیر بحث اور سارا مدار کار ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے دو لفظ فرمائے ہیں دین اسلام چھوڑنیوالا اور جماعت سے مراد اسلامی قوم ہے یعنی مسلم قوم کو چھوڑ کر کفار کی حمایت کرنیوالا۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ ان دو جزؤں کے مجموعہ پر سزا مرتب ہے نہ کہ صرف ایک پر۔ اور ان دو کا مجموعہ یہی ہے کہ مسلمانوں سے نکلکر کفار کی جماعت میں ملجائے یعنی جیسے اُس زمانہ میں کفار حربی مسلمانوں سے بر سر جنگ رہتے تھے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً

یعنی یہ دشمنان اسلام ایک مسلمان کے حق میں کسی قسم کے تعلق اور ذمہ داری کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ۔ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا

(تمہیں نقصان پہنچانے میں ذرہ کمی نہیں کرتے)

اسلئے ایسے اشخاص جو اسلام چھوڑ کر کفار میں جا ملینگے وہ ضرور حربی ہونگے لہذا اُن کا حکم اُن حربیوں کے برابر قرار دیا۔ ورنہ محض ترک اسلام سے اُن پر موت یا قتل کا حکم نہیں لگایا جیسا کہ آیت مرقومہ سے صاف ظاہر ہے۔ جسکے الفاظ مکرر بغرض تدبر نقل ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ۔

(جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر وہ مرتے دم تک کفر ہی میں بڑھتے گئے خدا انکو نہیں بخشیگا)۔

پس یہی عدم بخشش اُن کی سزا اخروی ہے قتل یا سنگسار وغیرہ کا ذکر منفی ہے لہذا سزا بھی منفی۔

نتیجہ یہ ہے کہ افغانستان میں جو کسی مرزائی کو محض مرزائی ہونے کی وجہ سے (اگر یہ صحیح ہے) سنگسار کیا گیا ہے قرآن۔ حدیث اور کتب فقہ میں اسکا ثبوت نہیں اسلئے یہ سزا نہ حد ہے نہ تعزیر۔ ہاں اگر کچھ ہو سکتا ہے تو باصطلاح افاغنہ سیاسی حکم ہے دگر ہیچ۔

اظہار تعجب قادیانی امت اپنے صبر و سکون پر فخر کیا کرتی ہے اور اپنے مقابلہ میں کسی امت جدیدہ کو نظر میں نہیں لاتی حالانکہ اُن کی مد مقابل بابی فرقہ یا بہائی جماعت نے ایران میں جس بے جگری سے ایران کے سرکاری احکام کا مقابلہ کیا وہ اُن کی تاریخ میں نمایاں حصہ ہے۔ قریب تیس ہزار بابیوں کے تہ تیغ بے دریغ کئے گئے مگر انہوں نے اُف تک نہ کی نہ اپنے خیالات کو چھوڑا۔ قادیانی امت تیس ہزار تک کیا پہنچیگی ابھی تین ہی تک پہنچی ہے تو دنیا بھر میں شور مچا دیا ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نہ آمد

رجہت کے اہلحدیثوں پر
تعزیہ داروں کا ظلم

موضع رجہت ضلع گیا میں سب سے پہلے جناب مولوی سید محمد اصغر حسین صاحب اہلحدیث تھے۔ اُنکے ساتھ دو تین آدمی اور ہوئے۔ اس بستی میں سب قریب قریب ایک خاندان و ایک برادری کے قوم سادات سے ہیں و ہمخیال جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اہلحدیثوں کے سخت مخالف ہیں اہلحدیثوں کو ستانا اُنکے خیال میں موجب ثواب ہے۔ جناب مولوی اصغر حسین صاحب موصوف و اُنکے ہمخیال لوگوں کے ساتھ نہایت بُری طرح سے پیش آتے رہے۔ انکو راستہ چلنے سے روکا راستے میں کانٹے بچھائے۔ گلی میں انکو قتل کرنے کیلئے تلوار لیکر مستعد ہوئے حملہ بھی کیا لیکن اللہ تعالے نے بزرگ موصوف کو اُنکے شر سے محفوظ رکھا۔ اُنکے مکان کو اُن کے قتل و غارت کی غرض سے سیکڑوں آدمیوں کی جمعیت کو گھیرا تھا بہت خدا اُن کے شر سے انکو بچا تا رہا بزرگ موصوف صبر و تحمل کرتے رہے حکومت وقت سے بخیال برادری و قرابت ہونے کے کسی قسم کی فریاد نہیں کی۔ اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا جھگڑا کیا نماز پڑھنے نہیں دی۔ مجبوری علحدہ ایک مسجد پھونس کی بنا کر اسمیں نماز پڑھنے لگے اسکو بھی آگ لگا کر جلا دیا بعد اُسکے پختہ مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اُسکے بنانے میں بھی مزاحمت کرنی چاہی مگر کسی طرح سے مسجد تیار ہو گئی تھی چونکہ کام اُسکا پختہ نہیں تھا اسلئے منہدم ہو گئی۔ اب پھر نئے سرے سے پختگی کے ساتھ تیار ہو رہی ہے۔ بفضلہ تعالےٰ

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 358

الظلم ظلمات یوم القیامۃ

آہِ مظلوم

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نے اخبار تنظیم مورخہ ۸۔ دسمبر ٩٣٩ء سے
۳۔ مئی ٩٤٠ء تک میرے عقائد اور اعتقادی پر بہت سختی سے تعاقبات کئے ہیں
ان کے جوابات مع فتویٰ الحاد و تکفیر بر حافظ عبداللہ روپڑی از علمائے اہل حدیث

موسومہ

مظالم روپڑی

بر

مظلوم امرتسری

مؤلفہ

ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری

ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر طبع ہوا

مفت

ملنے کا پتہ: دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر   محصول ڈاک

عکس حوالہ از صفحہ نمبر 358

۳۷

مظالم روپڑی

ہوئے منکرین حدیث کے حملوں کا خیال رکھا کریں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دشمن درکمین است کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بھی کھانا کھلایا تھا اور غریب یہودیوں کو صدقہ بھی دیا تھا۔

لطیفہ | حافظ عبداللہ اور ان کے نامہ نگار کے نزدیک متقی کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ کوئی اور دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو متقی کی تعریف سے بالبداہت خارج ہیں۔ مسلم فرقوں میں سے رافضی، خارجی، معتزلہ، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر متقی ہیں۔ البتہ متقی ہیں تو حافظ صاحب اور ان کے نامہ نگار یا ان کے اہل بیت۔ وگر ہیچ۔ پس آپ کی زکوٰۃ اور صدقہ تو صرف اپنے ہی اہل بیت کے لئے مخصوص ہوگا۔ شاید اس پنجابی مثل کے یہی معنی ہیں:۔

اناں ونڈے شیرنی مڑ گھڑ گھر دیاں نوں)

ناظرین کرام! | میں قرآن مجید کے پیش کردہ مصارف زکوٰۃ قرآن ہی کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ ارشاد ہے:۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۔ (پ۱۰ - ع۱۴)

اس نص قرآنی میں ان مستحقین کے ساتھ ایمان کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اس لئے میں بھی اپنی طرف سے ایمان کی قید نہیں لگاتا۔ حدیث نبوی تؤخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم (زکوٰۃ مالدار مسلمانوں سے لی جائے اور نادار مسلمانوں کو دی جائے) میرے خلاف نہیں ہے، کیونکہ وہ اس نص مطلق کی قید نہیں ہے بلکہ وہ اس عموم کی ایک صنف ہے۔ فانھم ولا تکن من القاصرین!

پانچواں مسئلہ

رمضان احسان میں گناہ کی سزا

الحدیث ۷۔ شوال ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۸۔ اگست ۱۹۱۴ء میں لکھا گیا تھا کہ رمضان

فہرست کتب حوالہ جات

تحریک ختم نبوت	ڈاکٹر بہاؤالدین	صراط مستقیم برمنگھم
ہفت روزہ الاعتصام لاہور (متفرق)	ایڈیٹر۔احمد شاکر	لاہور
ماہنامہ اشاعۃ السنہ لاہور (متفرق)	مولانا محمد حسین بٹالوی	لاہور
سیف حنفی	مولانا عبدالحق بشیر	گجرات
براہین احمدیہ پانچ جلد	مرزا قادیانی	ربوہ چناب نگر
سیرۃ المہدی	مرزا بشیر احمد ام اے	
تریاق القلوب	مرزا قادیانی	
مرأۃ القادیانیہ	مرزا احمد علی امرتسری	
تبلیغ رسالت ج اوّل	مرزا قادیانی	
قادیانیت	مولانا ابوالحسن ندوی	لکھنؤ
ازالہ اوہام	مرزا قادیانی	قادیان
تاریخ احمدیت	دوست محمد شاہد	چناب نگر
ماہنامہ فرقان (قادیان)	عبدالمنان	قادیان
رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین	مولانا غلام دستگیر قصوری	قصور
رئیس قادیان دونوں جلدیں	مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری	
فتاویٰ قادریہ	مولانا محمد لدھیانوی	لدھیانہ
موج کوثر	محمد اکرام	
سراج منیر	مرزا قادیانی	
تاریخ مرزا	مولانا ثناء اللہ امرتسری۔	مکتبہ سلفیہ لاہور
فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان		مولانا محمد حسین بٹالوی
مجدد اعظم	ڈاکٹر بشارت	
شرح درمختار	علامہ طحطاوی	
تحریک آزادی فکر	مولانا محمد اسماعیل سلفی	

فتاویٰ ثنائیہ	مولانا ثناء اللہ امرتسری	لاہور
الفضل قادیان ۱۹۱۲ء	مرزا بشیر الدین	قادیان
اخبار اہلحدیث امرتسر (متفرق)	مولانا ثناء اللہ امرتسری	امرتسر
تذکرہ	مرزا بشیر	
اصحاب احمد	قادیانی	
مکتوبات احمدیہ	مرزا قادیانی	
فتاویٰ اہلحدیث	مولانا عبداللہ	
انجام آتھم	مرزا قادیانی	
تحفہ گولڑویہ	مرزا قادیانی	مطبع ضیاء الاسلام
سراج منیر	مرزا قادیانی	مطبع ضیاء الاسلام
حیات طیبہ	عبدالقادر سوداگر وامل	
اربعین	مرزا قادیانی	
حقیقت الوحی	مرزا قادیانی	احمدیہ انجمن اشاعۃ اسلام
رسالہ الہدیٰ (روحانی خزائن)	مرزا قادیانی	
فاتح قادیان	مولانا ثناء اللہ امرتسری	لاہور
سیرت ثنائی	مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی	
احناف کی تاریخی غلطیاں	محمد تنزیل۔ احسن اللہ	کراچی
مظالم روپڑی	مولانا ثناء اللہ امرتسری	امرتسر
تحدیث نعمت	چوہدری ظفر اللہ	
ایک غلطی کا ازالہ	مرزا قادیانی	
دُرِّثمین	مرزا قادیانی	
فیصلہ مکہ	مولوی عبدالعزیز	لاہور
ثنائی پاکٹ بک	مولانا ثناء اللہ امرتسری	امرتسر
فاران	پنجاب یونیورسٹی	لاہور
ماہنامہ الرشید (متفرق)	حافظ عبدالرشید ارشد	لاہور

اعترافِ حقیقت

کادیانی (مرزا قادیانی) نے یہ اقسام وحی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اپنے لیے ثابت کئے تو بعض علماءِ پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لیے نبوت کا مدعی ہے۔ مگر چونکہ بیان وحی اقسام کے ضمن میں بصفحہ ۲۴۲ وغیرہ اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ یہ مرتبہ حقیقی طور پر آنحضرت ﷺ ہی کا ہے اور وہ ظلّی طور پر اور آنحضرت ﷺ کا ادنیٰ امتی ہونے کی وجہ سے ان برکات کا محل ہے۔ لہٰذا خاکسار نے اس پر حسن ظنی کر کے اس کو تکفیر سے بچایا اور دھوکا کھایا۔ اور اس کی حمایت میں ''ریویو براہین احمدیہ'' لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم ع خبث نفس نگردد بسالہا معلوم) علم نہ ہوا تھا۔ اور کیوں کر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے معہٗ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال وخیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔

(مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی)

❁ ❁ ❁

یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں۔ ان سب مقامات کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ بیس برس سے تمام پنجاب اور ہندوستان کے علماء ان کو ''براہین احمدیہ'' میں پڑھتے ہیں اور سب نے قبول کیا۔ آج تک کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بجز دو تین لدھیانہ کے ناسمجھ مولوی محمدؒ اور مولوی عبدالعزیزؒ کے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی)